قال اللہ تعالیٰ

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اور بیشک آپ اخلاقِ (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

شمائلِ ترمذی

مع اردو شرح

خصائلِ نبوی

تالیف

امام المحدثین الحافظ الحجۃ محمد بن عیسیٰ سورۃ الترمذی

ترجمہ

برکۃ العصر شیخ الحدیث قطب العالم حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد زکریا

مہاجر مدنی قدس سرہ

(حضرت والا کے عربی حواشی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے)

مکتبۃ الشیخ ۔ بہادر آباد کراچی

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

اور بیشک آپ اخلاقِ (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

شمائلِ ترمذی

مع اردو شرح

خصائلِ نبوی

تألیف

امام المحدثین الحافظ الحجۃ محمد بن عیسیٰ سورۃ الترمذی

ترجمہ

برکۃ العصر شیخ الحدیث قطب العالم حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد زکریا

مہاجر مدنی قدس سرہٗ

(حضرتِ والا کے عربی حواشی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے)

مکتبۃ الشیخ۔ بہادر آباد کراچی

از: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی
یکے از خدام و خلیفہ مجاز حضرت شیخ
قدس سرہ العزیز

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :

" خصائل نبوی " شمائل ترمذی کی شرح ہے . جو اشیخ الامام الحافظ الحجۃ الثقہ الثبت الامین سیدی ومرشدی قطب العالم حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی (نور اللہ مرقدہ) نے اپنے ایک بزرگ کی فرمائش پر تحریر فرمائی . جبکہ حضرت شیخ رح کا سن مبارک ۲۹ برس تھا ، اس شرح میں جن امور کا التزام فرمایا گیا ہے ان کی تفصیل حضرت نے " تمہید " کے زیر عنوان درج فرمائی ہے .

آنحضرت سید المرسلین وخاتم النبیین وامام المتقین . وقائد الغر المحجلین ومحبوب رب العالمین کی ذات قدسی صفات محبوبیت کبریٰ کی حامل ہے ، روئے زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں ہوا ، اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بڑھ کر کوئی عاشق جاں نثار چشم فلک نے نہیں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات اور خصائل وشمائل ، حسن ومحبوبیت کا مرقع ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا پر شان محبوبیت جلوہ گر ہے .

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی یہ کتاب " درس محبت " ہے ، جس میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت کو اس طرح نمایاں کیا گیا ہے کہ قارئین کے قلب سے بے ساختہ محبت جھلکنے لگے .
حضرت عارفی نور اللہ مرقدہٗ کے بقول :

یہاں تک بڑھ گئی وارفتگیٔ شوقِ نظارہ　　حجابات نظر سے پھوٹ نکلا حسن جانانہ
بہار حسن کو یوں جذب کر لوں دیدہ و دل میں　　محبت پر مرا ذوق نظر معیار ہو جائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت کی مثالیں جگہ جگہ قارئین کرام کی نظر سے گزریں گی - اس لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اپنے احباب کو اس کتاب کے مطالعہ کی بار بار تاکید فرماتے تھے .

" خصائل نبوی " ہندو پاک کے بہت سے مطابع نے شائع کی ، لیکن پاکستان کے ناشرین نے کتاب کے عربی حواشی کو ، جو نہایت بیش قیمت علمی فوائد پر مشتمل تھے ، حذف کر دیا ، یہ اہل علم کا بڑا نقصان تھا ، حق تعالیٰ شانہٗ ، جناب مولانا محمد یحییٰ مدنی مدظلہ العالی کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ آپ نے عربی حواشی والا وہ نسخہ شائع کرنے کا اہتمام فرمایا ، جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تصحیح ونگرانی میں شائع ہوا تھا ، حق تعالیٰ شانہٗ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے اس صدقہ جاریہ کو عام فرمائیں - اور اُمت کے تمام طبقات کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں - واللہ الموفق لکل خیر وسعادۃ .

محمد یوسف لدھیانوی
یکم ذوالحجہ ۱۴۰۹ ھ

فہرست مضامین خصائل نبوی اُردو عکسی

شرح شمائل ترمذی مع عربی حواشی

مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد۔ کراچی ۵

(۲۵۹) تمت

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ بندۂ ناچیز کو اواخر ۱۳۴۳ھ میں بامتثال حکم حضرت اقدس آقائی ومولائی حضرت الحاج مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ وبرد مضجعہ، بذل المجہود فی حل ابی داؤد کی طباعت کیلئے متفرق طور پر چند روز شہر دہلی رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں میرے ایک کرمفرما جناب محترم محمد عثمان خاں صاحب زاد مجدہم نے شمائل ترمذی کے مختصر سے ترجمہ کا حکم کیا۔ میں اپنی نااہلیت کا معترف ہرگز بھی اسکا اہل نہیں تھا۔ اور اسی وجہ سے اس سے قبل کسی تحریر یا تقریر کی کبھی نوبت بھی نہیں آئی تھی لیکن ممدوح نے اپنے حسن ظن کی بنا پر میری کسی معذرت کو بھی قبول نہ کیا۔ میں اپنے عجز وقصور کی وجہ سے ہرگز بھی امتثال نہ کرتا۔ مگر چونکہ موصوف کے میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہ سے خصوصی مراسم تھے اور بمقتضائے حدیث (ان من ابر البر صلة الرجل اهل ود ابيه بعد ان يولی رواہ مسلم) ترجمہ۔ بہترین صلہ رحمی والد کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ اسلئے مجھے اس بغیر چارہ کار نہ ہوا کہ اپنی حیثیت کے موافق مختصر سا ترجمہ لکھ کر پیش کروں اور ناظرین سے اپنے اقرار عجز کے بعد عرض کروں کہ ان اوراق کی پریشانی عبارت اور الفاظ کی غرابت مضامین کے تشتت سے تسامح فرماتے ہوئے اصل مقصد اور آقائے عالم سید البشر نبی اکرم علیہ الف الف صلوات وتحیات کے اخلاق، اوصاف، عادات، معمولات کی طرف توجہ فرماویں کہ عقلمند شخص بدنما برقعہ کی وجہ سے حسین چہرہ سے بے توجہی نہیں کرتا، اور سمجھدار آدمی بدمزہ چھلکے کی وجہ سے لذیذ گودے کو نہیں پھینکتا۔

اس ترجمہ میں چند امور کا خاص طور سے اہتمام کیا گیا ہے نمبر (۱) اکثر مضامین اکابر قدما کی کلام سے لئے گئے ہیں اور خود رائی وغیرہ سے احتراز کیا گیا۔ نمبر (۲) جمع الوسائل ملا علی قاری حنفی کی مناوی شیخ عبد الرؤف مصری کی مواہب لدنیہ شیخ ابراہیم بیجوری کی تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس رسالہ کا زیادہ تر ماخذ رہی ہیں نمبر ۳۔ ترجمہ چونکہ عوام کیلئے کیا گیا اسلئے مطلب خیز ترجمہ کیا گیا لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی گئی نمبر ۴۔ ترجمہ سے زائد امور بطور فائدہ کے ذکر کئے گئے اور ان کے شروع میں ف کا لفظ بھی لکھدیا۔ نمبر ۵۔ اکثر جگہ ترجمہ سے زائد امور جو ربط کے لئے بڑھائے گئے وہ (قوس) میں لکھے گئے۔ نمبر ۶۔ احادیث کا اگر بظاہر آپس میں تعارض معلوم ہوا تو اسکو مختصر طور سے رفع کیا گیا۔ نمبر ۷۔ اختلاف مذاہب کا بھی مختصر طور پر کہیں کہیں ذکر کیا گیا۔ مگر مذہب حنفیہ کو اکثر جگہ خاص طور سے ذکر کیا ہے کہ قریب قریب جوار کے باشندے اکثر حنفی ہیں نمبر ۸۔ حنفیہ کے قول کی دلیل بھی کہیں کہیں حسب ضرورت مختصر طریقہ سے بیان کی گئی نمبر ۹۔ جس جگہ حدیث میں کسی غزوہ یا قصہ کیطرف اشارہ تھا فائدہ میں اس قصہ کو مختصر طور سے ذکر کر دیا گیا۔ نمبر ۱۰۔ جس حدیث کی باب سے مناسبت خفی تھی اسکو بھی واضح کیا گیا۔ نمبر ۱۱۔ جو مضامین خاص طلبہ کیلئے مفید تھے اور عوام کو کارآمد نہیں تھے ان کو عربی حاشیہ میں لکھا گیا بالخصوص سند حدیث کے متعلق اگر راوی کا نام ضبط کرنیکی ضرورت محسوس ہوئی یا عربی عبارت میں کسی نحوی ترکیب کے ذکر کی ضرورت سمجھی گئی۔ نمبر ۱۲۔ جو مضامین اختصار کی وجہ سے یہاں ذکر نہیں کئے گئے، اکثر جگہ ان کتب کا حوالہ لکھدیا جہاں وہ مفصل ملسکتے ہیں تاکہ شائقین کو تلاش میں سہولت رہے۔ نمبر ۱۳۔ ان سب امور میں اختصار کو نہایت مدنظر رکھا گیا۔ کہ پڑھنے والوں کی طبائع طول سے اکتا نہ جاویں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

زکریا عفی عنہ کاندھلوی۔ مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ وارد حال دہلی ۸ جمادی الاخری ۱۳۴۴ھ جمعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله[1] وسلام على عباده الذين اصطفى قال الشيخ الحافظ ابو عيسى[2] محمد بن عيسى بن سورة الترمذي[3]

ای الثناء الحسن ۱۲ — مسندہ عبادہ ۱۲ برگزیدہ ۱۲ — کنیتہ ۱۲ — نسبت الی الدار ۱۲

باب ما جاء في خَلْق[4] رسول الله صلى الله عليه وسلم

بفتح فسکون ۱۲

اخبرنا ابو رجاء قتيبة بن سعيد عن مالك بن انس عن ربيعة بن ابي عبد الرحمن (۱) عن انس بن مالك انه[5] سمعه يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس بالطويل

بالفتح والمد ۱۲ — ای کان ۱۲

(باب) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حُلیۂ مبارک کا بیان

(فائدہ) مصنف نے اس باب میں وہ احادیث ذکر فرمائی ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حُلیۂ مبارک کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ مبارک کو کما حقہ تعبیر کر دینا یہ ناممکن ہے۔ نورِ مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے لیکن اپنی ہمت و وسعت کے موافق حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسکو ضبط فرمایا جس کا کچھ بیان یہ ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اُمت پر نہایت ہی بڑا احسان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معنوی علوم و معارف کے ساتھ ساتھ کمالات ظاہری حسن و جمال کی بھی اُمت تک تبلیغ فرمائی کہ یہ سُنّم و خیال یار کے لئے معین و مددگار ہوتا ہے۔ نامراد عاشق جب وصال سے محروم ہوتا ہی تو محبوب کے گھر بار ہر خط و خال کو یاد کر کے اپنے کو تسلی دیا کرتا ہے اور عادات و حالات ہی سے دل بہلایا کرتا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے چار سو[۴۰۰] احادیث لیکر اس رسالہ کو مرتب فرمایا اور ان چار سو[۴۰۰] احادیث کو چھپن[۵۶] بابوں پر تقسیم فرما کر اس باب اول میں چودہ[۱۴] حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت لانبے قد کے تھے نہ پستہ قد (جسکو ٹھنگنا کہتے ہیں۔ بلکہ آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا) اور نیز رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل سفید تھے چونہ کی طرح نہ بالکل گندم گوں کہ سانولہ پن آجائے (بلکہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن پُرنور اور کچھ ملاحت لئے ہوئے تھے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچدار

---

[1] اختلفت النسخ فی وجود ہذہ الخطبۃ فیوجد فی بعضہا ولا توجد فی بعض والاولی ابقاءہا لما توجد فی بعض النسخ فلا یبقی اذ حاجۃ الجواب عن الاشکال المشہور الا انہ یورد علی ہذہ الخطبۃ بعض الایرادات مثل انفراد السلام عن الصلوٰۃ علی مذہب من کرہ ذلک واستقلال السلام علی غیر الانبیاء ان ارید العموم بعباد الذین اصطفی وہذا المختصر لا یتحملہا ۱۲

[2] الشیخ من کان استاذا کاملا فی فن یصح ان یقتدی بہ ولو کان شابا ولا یختص بسن دون [illegible] ہو مصدر شاخ یشیخ [illegible] وصفۃ علی زنۃ [illegible] قالہ المناوی والحافظ فی اصطلاحہم من احاط علمہ بمائۃ الف حدیث متنا وسندا وہو احد المراتب الخمسۃ للمحدثین اولہا الطالب ہو المبتدی ثم المحدث وہو من تحمل روایتہ ثم الحافظ وقد ذکر ثم الحجۃ وہو من احاط بثلثمائۃ حدیث ثم الحاکم وہو من احاط بجمیع الاحادیث المرویۃ ۱۲

[3] وقد ورد النہی عن التکنی بہ فیحمل علی انہ لم یبلغہ او لم یعبؤ ورجح الجواز لما ورد ان المغیرۃ بن شعبۃ کنّاہ بذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

[4] الترمذی قال النووی فیہ ثلثۃ اوجہ کسر التاء والمیم وہو الاشہر وضمہما وفتح التاء وکسر المیم وقال المناوی فی الراجح من ہذہ اللغات خلاف نسبۃ الی بلدۃ قدیمۃ بطرف نہر بلخ المسمی بجیحون ۱۲

[5] بفتح فسکون یستعمل فی الایجاد والمخلوق والمراد ہہنا صورۃ الانسان الظاہرۃ المدرکۃ بالبصر کالبیاض والطول والخُلق بضمتین صورۃ الانسان الباطنۃ المدرکۃ بالبصیرۃ کالعلم والحلم وانما قدم المصنف الکلام علی الاول مع ان الثانی اشرف لان الصفات الظاہرۃ اول ما یدرک من صفات الکمال ولانہا کالدلیل للباطنۃ فان الظاہر عنوان الباطن ورعایۃ للترقی من غیر الاشرف الی الاشرف وللترتیب الوجودی اذ الظاہر مقدم فی الوجود علی الباطن وانما کانت الصفات الباطنۃ اشرف من الظاہرۃ لان مناط الکمال انما

[6] انہ سمعہ ای سمع ربیعۃ انسا والغرض من ربیعۃ اخذ ہذا الحدیث بطریق التحدیث لا بالاخبار قالہ القاری قیل ویحتمل ان یضمیر بن لمالک وقتیبۃ قالہ المناوی قلت ولکن فیہ بعد ۱۲

ہی کی تحفہ اہم [illegible]

البائن[1] ولا بالقصیر ولا بالابیض الامہق[2] ولا بالآدم[3] ولا بالجعد القطط ولا بالسبط[4] بعثه الله تعالی علی راس اربعین سنة فاقام بمکة عشر سنین و بالمدینة عشر سنین فتوفاه الله تعالی علی راس ستین[5] سنة ولیس فی راسه ولحیته عشرون شعرة بیضاء حدثنا حمید بن مسعدة البصری ثنا عبد الوہاب الثقفی

(بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن تھا، چالیس برس کی عمر ہو جانے پر حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو نبی بنایا اور پھر دس برس مکہ مکرمہ میں رہے (اس میں کلام ہے جیسا کہ فوائد میں آتا ہے) اس مدت کے درمیان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھی نازل ہوتی رہی۔ اس کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور پھر ساٹھ سال کی عمر میں حضور نے وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کے سر اور آپ کی داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے (اس کا مفصل بیان باب فی شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئیگا۔

(**ف**) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا لیکن میانہ پن کے ساتھ کسیقدر طول کی طرف کو مائل چنانچہ ہند بن ابی ہالہ وغیرہ کی روایت میں اسکی تصریح ہے۔ ان دونوں روایتوں پر اس حدیث سے اشکال ہوتا ہے جس میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جماعت میں کھڑے ہوتے تو سب سے زیادہ بلند نظر آتے لیکن یہ درازی قد کی وجہ سے نہ تھا بلکہ معجزہ کے طور پر تھا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کمالات معنویہ میں کوئی بلند مرتبہ نہیں ہے اسی طرح صورت ظاہری میں بھی کوئی بلند محسوس نہ ہو نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں قیام دس برس اس حدیث میں ذکر ہوا ہے اور اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ساٹھ سال کی ذکر کی گئی ہے لیکن یہ روایت ان سب روایات کے خلاف ہے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تیرہ[13] برس بتلایا گیا ہے اور تریسٹھ سال کی عمر ذکر کیگئی۔ بعض روایات میں پینسٹھ[65] سال کی عمر آئی ہے چنانچہ اواخر کتاب میں تینوں روایتیں آنیوالی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تریسٹھ[63] سال کی روایتیں زیادہ ہیں۔ علماء نے ان احادیث میں دو طرح جمع فرمایا ہے **اول** یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور تین سال بعد رسالت ملی۔ اس کے بعد دس سال مکہ مکرمہ قیام ہوا۔ اس بنا پر اس حدیث میں ان تین سال کا ذکر چھوٹ گیا جو نبوت اور رسالت کے درمیان تھے۔ **دوسری** توجیہ یہ کیجاتی ہے کہ عموماً اعداد میں کسر کو شمار نہیں کیا جایا کرتا اسی بنا پر حضرت انسؓ کی روایت میں دونوں جگہ دہائیاں ذکر کر دیں اور کسر کو چھوڑ دیا اور پینسٹھ سال والی روایات میں سنہ ولادت اور سنہ وفات کو مستقل شمار کیا گیا۔ غرض سب روایات کا حاصل ایک ہی ہے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اصح قول کے موافق تریسٹھ[63] سال کی ہوئی

---

[1] البائن بالہمزة دون الیاء من بان بمعنی ظہر او بمعنی بعد فی تخصیص الطول بالبائن دون القصیر بمقابلہ اشارة الی انہ علیہ السلام کان ربعة لکنہ الی الطول اقرب ۱۲

[2] عطف علی قولہ بالطویل لا زائدة لتاکید النفی ۱۲ ب

[3] الامہق ای شدید البیاض فالنفی راجع الی القید فقط و روایة المصنف ای جامعہ امہق لیس بابیض متعلقة کما ذہب الیہ الحافظ او وہم کما قالہ عیاض او مؤول بان المبغة قد یطلق علی الخضرة ایضاً ۱۲

[4] اصلہ ادم بہمزتین علی وزن افعل ابدلت الثانیة الفا ای شدید الادمة ای السمرة فالنفی الشدة فلا ینافی اثبات السمرة فی الخبر الآتی ومما یؤید ذلک روایة البیہقی کان ابیض بیاضہ الی السمرة ۱۲ بجوری

[5] ہذا وصف لہ صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار شعرہ والجعد بفتح فسکون والقطط بفتحتین علی الاشہر شدید الجعودة وفی التہذیب القطط شعر الزنج قال الزمخشری الغالب علی العرب جعودة الشعر وعلی العجم سبوطتہ وقد احسن اللہ لرسولہ الشمائل وجمع فیہ ما تفرق فی غیرہ من الفضائل ۱۲ ب

[6] وفی روایة توفی وہو ابن خمس وستین سنة وفی اخری ثلث وستین وہی اصحہا واشہرہا کما سیاتی فی باب مستقل فی آخر الکتاب ۱۲

(٢) عن حمید عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ربعةً[1] و ليس بالطويل ولا بالقصير حسن الجسم[2] وكان شعره ليس بجعد ولا سبط اسمر اللون اذا مشى يتكفأ[3] حدثنا محمد بن بشار يعني العبدي[4] ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن ابی اسحق قال سمعت البراء بن عازب يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلاً[5] مربوعاً بعيد ما بين المنكبين عظيم الجمة[6]

اس لئے باقی روایات کو بھی اسی طرف راجع کیا جاوے گا

(۲) دوسری روایت بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے نہ زیادہ طویل نہ کچھ ٹھگنے۔ نہایت خوبصورت معتدل بدن والے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگریالہ پن تھا) ؎ مگر کسی کی زلف پہ معلوم ہو تجھے + فرقت کی رات کٹتی ہے کس پیچ و تاب میں) نیز آپ گندمی رنگ تھے۔ جب حضور راستہ چلتے تو آگے کو جھکتے ہوئے چلتے۔ **ف** اس حدیث میں خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے رنگ مبارک کو گندمی فرماتے ہیں پہلی روایت بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔ اس میں اسکی نفی کی گئی تھی وہاں ترجمہ میں اسکی طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ دونوں میں کچھ تعارض نہیں حاصل دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ حضور کا رنگ بالکل گندمی نہیں تھا کہ جس کی وجہ سے روشنی اور حسن میں کچھ کمی آوے بلکہ وہ چمک دمک اور خوبروئی تھی کہ اپنی ساتھ تھوڑی سی گندمیت بھی ملائے ہوئے تھی نیز اس حدیث میں حضور کی رفتار کے بارہ میں تیکفأ کا لفظ واقع ہوا ہے اس کے ترجمہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض لوگ جلدی چلنے کا ترجمہ فرماتے ہیں اور بعض لوگ آگے کو جھکنے کا ترجمہ کرتے ہیں اور بعض شراح قوت سے قدم اٹھانیکا ترجمہ کرتے ہیں۔ تینوں ترجمے صحیح ہیں اسلئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تینوں صفتوں کے ساتھ متصف ہوتی تھی اور لفظ بھی تینوں معنی کو محتمل ہے۔ حضور والا تیز رفتاری کے ساتھ چلتے تھے۔ مجبوبین زنانہ کی طرح عورتوں کی چال نہیں چلتے تھے۔ نیز حضور کی عادت جھک کر چلنے کی تھی، متکبرانہ رفتار سینہ نکالکر نہیں چلتے تھے۔ نیز مردانہ رفتار پاؤں زمین سے اٹھا کر چلتے تھے نہ یہ کہ زمین پر پاؤں گھسیٹتے ہوئے چلیں۔

(۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد میانہ قد تھے (قدرے درازی مائل جیسا کہ پہلے گذر چکا) آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا جس سے سینہ مبارک کا چوڑا ہونا بھی معلوم ہو گیا (گنجان بالوں والے تھے جو کان کی لو تک آتے تھے، آپ پر

---

[1] بفتح الراء وسکون الموحدۃ و بجوز فتحہا المتوسط بین الطول والقصیر والتانیث باعتبار النفس یقال رجل ربعۃ وامرأۃ ربعۃ ۱۲ قاری

[2] تعمیم بعد تخصیص او المراد بحسن نفی غلبۃ السمن والہزال قال بعضہم الحسن عبارۃ عن کل مبہج مرغوب فیہ حسا او عقلا ۱۲ مناوی

[3] اذا ظرفیۃ لا شرطیۃ والعامل فیہا الفعل بعدہا وتکفأ بتشدید الفاء بعدہ ہمزۃ وقد تترک ہمزۃ تخفیفا ای تمایل الی قدام وفسرہ بعضہم بکونہ یسرع فی مشیہ والاول اظہر ویؤیدہ ما فی الخبر الآتی کانما ینحط من صبب فہو من تکفأت الاناء اذا قلبتہ وفی بعض النسخ اذا مشی یتوکأ ای یعتمد علی رجلیہ ۱۲ ق م

[4] العبدی نسبۃ الی عبد قیس قبیلۃ مشہورۃ من ربیعۃ ۱۲

[5] قال البیجوری بضم الجیم فی جمیع الروایات خبر صورۃ توطئۃ لما ہو خبر حقیقۃ اذ ہو المقصود بالافادۃ کقولہ تعالی ذلک بانہم قوم لا یفقہون وہذا مبنی علی ان المراد بالرجل المعنی المتبادر وہو الذکر البالغ وفیہ انہ لا یلیق بصحابی ان یصفہ بذلک ولم یسمع من احد منہم وصفہ بذلک کما قال بعضہم ان المراد وصف شعرہ بالرجولۃ وہی التکسر القلیل یقال شعر رجل بضم الجیم کما یقال بفتحہا وکسرہا وسکونہا ای فیہ تکسر قلیل اھ وضبطہ القاری بفتح الراء وکسر الجیم ثم قال ووقع فی الروایات المعتمدۃ بضم الجیم فیحتمل ان یکون المراد منہ المعنی المتبادر وہو المقابل للمرأۃ ویحتمل ان یراد بہ شعرہ الاطہر اذ الرجل بکسر الجیم وفتحہا وضمہا وسکونہا بمعنی ... وہو الذی فی شعرہ تکسر ... من کلام الحافظ ابن حجر فی شرح البخاری ویؤیدہ ما صح فی بعض النسخ ...

[6] بضم الجیم وتشدید المیم مجتمع شعر الراس ۱۲

(Interlinear glosses: ای الطول ۱۲؛ خبر ثان ۱۲؛ بضم الجیم وکسرہا ۱۲؛ بکسر او مصغرا ۱۲؛ تکسر الشعر)

الیٰ شحمة اذنیه علیه حلة حمراء ما رأیت شیئًا قط احسن منه. حدثنا محمود بن غیلان ثنا وکیع ثنا سفیان عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب قال ما رأیت من ذی لمة فی حلة حمراء احسن من رسول الله صلی الله علیه وسلم له شعر یضرب منکبیه بعید ما بین المنکبین لم یکن بالقصیر ولا بالطویل. حدثنا محمد بن اسماعیل ثنا ابو نعیم ثنا المسعودی عن عثمان بن مسلم بن هرمز بن نافع بن جبیر بن مطعم عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال لم یکن النبی صلی الله علیه وسلم بالطویل ولا بالقصیر شثن الکفین والقدمین ضخم الراس ضخم الکرادیس طویل المسربة اذا مشی تکفأ تکفؤا کانما ینحط من صبب

ایک سرخ دہاری کا جوڑا یعنی لنگی اور چادر تھی۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ **ف**۔ اس حدیث میں رجلاً مربوعًا کا لفظ ہے جس کا ترجمہ جیم کے پیش کے ساتھ مرد کا کیا گیا۔ یہ صحیح ہو سکتا ہے اس قسم کے الفاظ کلام عرب میں ربط کے واسطے آجاتے ہیں لیکن چونکہ اسمیں کوئی خاص صفت نہیں ظاہر ہوتی اسلئے بعض محدثین کی رائے ہے کہ یہ لفظ جیم کے زیر کے ساتھ ہے جسکے معنی سیدھے پن اور ٹیڑھے پن کے درمیان کے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں یہ صفت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی ہوگی جیسا کہ پہلے گذر چکا کہ حضور کے بال مبارک کچھ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ اس حدیث سے بعض علماء نے سرخ کپڑے کا مرد کیلئے مطلقًا پہننا جائز قرار دیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے جو کپڑے کی تعیین کے بعد علماء سے تحقیق کیجا سکتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ صحابی نے اس حدیث میں کسی چیز کو آپ سے حسین نہیں دیکھا اسلئے کہا۔ تاکہ انسان کے علاوہ چاند سورج وغیرہ ہر چیز کو شامل ہو جائے۔ (۴) حضرت براء ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے کسی پٹھوں والے کو سرخ جوڑے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مونڈھوں تک آ رہے تھے۔ آپکے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حصہ ذرا زیادہ چوڑا تھا اور آپ نہ زیادہ لانبے تھے نہ ٹھنگنے۔ **ف** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے بارے میں یہ روایت پہلی روایت سے مختلف ہو گئی اسلئے کہ اس میں کان کی لو تک ذکر کیا تھا۔ لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اسلئے کہ بال ایک حالت پر نہیں رہا کرتے کبھی کم ہوتے ہیں کبھی زائد ہو جاتے ہیں۔ اور قصدًا بھی کم کئے جاتے ہیں کبھی بڑھائے جاتے ہیں۔ (۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے نہ کوتاہ قد۔ ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پُر گوشت تھے (یہ صفات مردوں کیلئے محمود ہیں اسلئے کہ قوت اور شجاعت کی علامت ہیں عورتوں کیلئے مذموم ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بھی بڑا تھا اور اعضا کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں۔ سینہ سے لیکر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔ **ف** اس قسم کی عبارت کہ میں نے

[1] قال البیجوری اخرجه ابن الجوزی من طریق ابن حبان وغیره ان النبی صلی الله علیه وسلم اشتری حلة بسبع وعشرین ناقة فلبسها ۱۲ [2] قال فیها ان انسانا لیس غیر الجنة کالشمس والقمر وعبر بقط اشارة الی انه کان لذلک سببا الی ... لان معنی قط الزمن الماضی ولا یستعمل الا فی النفی وهو بفتح القاف وضم الطاء المشددة وقد تخفف الطاء المضمومة وقد تضم القاف اتباعا لضمة الطاء المشددة او المخففة وجاءت ساکنة الطاء فهذه خمس لغات اشهرها الاولی وقد صرحوا بان من کمال الایمان اعتقاد انه لم یجتمع فی بدن انسان من المحاسن الظاهرة ما اجتمع فی بدنه صلی الله علیه وسلم مع انه لم یظهر تمام الحسن الالهی الا طاقت الاعین رؤیته صلی الله علیه وسلم اه قلت وغیره منه تبارک وتعالی کی حکم الشاه ولی الله الدهلوی فی الدر الثمین عن حاتم والده ۱۲ [3] لمة بکسر اللام وتشدید المیم قال الوفرة والشعر الی شحمة الاذن والجمة دون الجمة سمیت بذلک لانها الممت بالمنکبین والجمة بضم الجیم وتشدید المیم من شعر الراس ما سقط علی المنکبین انتهی وسیاتی فی باب شعره صلی الله علیه وسلم من البسط وقال البیجوری هذه الثلاثة کذا اضطرب کلام اهل اللغة فی تفسیرها

لو ارقبله ولا بعده مثله صلى الله عليه وسلم حدثنا سفين بن وكيع حدثنا ابى عن المسعودى بهذا

الاسناد نحوه بمعناه حدثنا احمد بن عبدة الضبى البصرى وعلى بن حجر وابو جعفر محمد بن الحسين

وهو ابن ابى حليمة والمعنى واحد قالوا انا عيسى بن يونس عن عمر بن عبد الله مولى غفرة قال

حدثنى ابراهيم بن محمد من ولد على بن ابى طالب قال كان على اذا وصف رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم بالطويل الممغط ولا بالقصير المتردد وكان ربعة من القوم ولم

يكن بالجعد القطط ولا بالسبط كان جعدا رجلا ولم يكن بالمطهم ولا بالمكلثم وكان فى وجهه تدوير

ابيض مشرب ادعج العينين اهدب الاشفار جليل المشاش والكتد اجرد ذو مسربة شثن الكفين

فلاں جیسا کبھی نہیں دیکھا مبالغہ مقصود ہوا کرتا ہے اسکے مثل نہ ہوئے ہیں۔ لیکن حضور کے اوصاف میں مبالغہ نہیں اسلئے کہ وہاں کمالِ جمال ہی تعبیر سے باہر ہے۔ مناوی نے لکھا ہے کہ ہر شخص یہ اعتقاد رکھنے کا مکلف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک جن اوصاف جمیلہ کے ساتھ متصف ہے کوئی دوسرا اُن اوصاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں ہوسکتا۔ اور یہ محض اعتقادی چیز نہیں ہے سیر احادیث و تواریخ کی کتابیں اس سے لبریز ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کمالات باطنیہ کے ساتھ جمال ظاہری بھی علی الوجہ الاتم عطا فرمایا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو شعر نقل کئے گئے ہیں جنکا مطلب یہ ہے کہ زلیخا کی سہیلیاں اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دلوں کو کاٹ دیتیں۔ بالکل سچ فرمایا صحابہ مرد و عورت حضور کے عشق میں جسقدر غرق تھے اس کا کچھ شائبہ دیکھنا ہو تو میرے رسالہ حکایات صحابہ کا باب ۸ دیکھو۔

(۲) ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں (یعنی پوتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے نہ زیادہ پستہ قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے، نہ آپ موٹے بدن کے تھے نہ گول چہرہ کے البتہ تھوڑی سی گولائی آپ کے چہرہ میں تھی (یعنی چہرۂ انور نہ بالکل گول تھا نہ بالکل لانبا بلکہ دونوں کے درمیان تھا) حضور کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ آپ کی آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں موٹی تھیں (مثلاً کہنیاں اور گھٹنے) ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پر گوشت تھی، آپ کے بدن مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہیں تھے (یعنی بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے

ف التصغیر للحسین او ابنہ محمد مختلف عند الشراح وکتب الرجال یؤید الاول وکذا یؤیدہ ما فی جامع المصنف بلفظ حدثنا ابو جعفر محمد بن الحسین بن ابی حلیمۃ وصفہ بہ لان محمد بن الحسین ابا جعفر رجل آخر ایضا فی الرواۃ کما یظہر من کتب الرجال وہو ایضا من ہذہ الطبقۃ فنبہ المصنف لتمییزہ ۱۲ ۲ ابراہیم جدہ ابن محمد بن الحنفیۃ وہی ام علی بن ابی طالب من بنی حنیفۃ ... المنعط ... [illegible]

... بکسر المیم وتقدیم ... الروایۃ فیہ بلفظ اسم المفعول نقط ... [illegible]

والقدمین اذا مشی تقلع کانما ینحط فی صبب اذا التفت التفت معًا بین کتفیه خاتم النبوة وھو خاتم

النبیین اجود الناس صدرًا واصدق الناس لھجة والینھم عریکة واکرمھم عشیرة من راٰہ بدیھة

ھابه ومن خالطه معرفة احبه یقول ناعته لم ار قبله ولا بعده مثله صلی اللہ علیه وسلم قال ابو عیسٰی

رحمه اللہ سمعت ابا جعفر محمد بن الحسین یقول سمعت الاصمعی یقول فی تفسیر صفة النبی صلی اللہ علیه وسلم

الممغط الذاھب طولًا قال وسمعت اعرابیا یقول فی کلامه تمغط فی نشابته ای مدھا مدًا شدیدًا والمتردد

الداخل بعضه فی بعض قصرًا واما القطط فالشدید الجعودة والرجل الذی فی شعرہ حجونة ای تثن قلیلا

واما المطھم فالبادن الکثیر اللحم والمکلثم المدور الوجه والمشرب الذی فی بیاضه حمرة والادعج الشدید سواد

العین والاھدب الطویل الاشفار والکتد مجتمع الکتفین وھو الکاھل والمسربة ھو الشعر الدقیق الذی کانه

بدن پر بال زیادہ ہوجاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر خاص خاص حصوں کے علاوہ جیسے بازو پنڈلیاں وغیرہ ان کے علاوہ اور کہیں بال نہیں تھے) آپ کے سینے سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی، آپکے ہاتھ اور قدم مبارک پُرگوشت تھے جب آپ تشریف لیجاتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں۔ جب آپ کسی کیطرف توجہ فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ توجہ فرماتے (یعنی یہ کہ صرف گردن پھیر کر کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اسلئے کہ اسطرح دوسرے کے ساتھ لاپرواہی ظاہر ہوتی ہے اور بعض اوقات متکبرانہ حالت ہوجاتی ہے بلکہ سینۂ مبارک سمیت اسطرف توجہ فرماتے۔ بعض علماء نے اسکا مطلب یہ بھی فرمایا ہے کہ جب آپ توجہ فرماتے تو تمام چہرہ سے فرماتے، کن انکھیوں سے نہیں ملاحظہ فرماتے تھے مگر یہ مطلب اچھا نہیں) آپکے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ختم کرنیوالے تھے نبیوں کے آپ سب سے زیادہ سخی دل والے تھے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے۔ سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے (غرض آپ دل و زبان طبیعت خاندان اوصاف ذاتی اور نسبی ہر چیز میں سب سے افضل تھے) آپ کو جو شخص یکایک دیکھتا مرعوب ہوجاتا تھا (یعنی آپ کا وقار اسقدر زیادہ تھا کہ اول وہلہ میں دیکھنے والا رعب کی وجہ سے ہیبت میں آجاتا تھا) اول تو جمال و خوبصورتی کے لئے بھی رعب ہوتا ہے ؎ شوق افزوں مانع عرض تمنا داب حسن۔ بارہا دل نے اٹھائے ایسی لذت کے مزے ۔ اسکے ساتھ جب کمالات کا اضافہ ہو تو پھر رعب کا کیا پوچھنا۔ اسکے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مخصوص چیزیں عطا ہوئیں ان میں رعب بھی اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا) البتہ جو شخص پہچان کر میل جول کرتا تھا وہ آپکے اخلاق کریمہ و اوصاف جمیلہ کا گھائل ہوکر آپ کو محبوب بنالیتا تھا۔ آپ کا حلیہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا باجمال و باکمال نہ حضور سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

لہ عشیرة علی وزن قبیلة ومعناہ وفی بعض النسخ عشرة بکسر اولہ وسکون ثانیھا ای صحبة ویؤیدہ ما سینقله المصنف عن الاصمعی وکلا المعنیین صحیح فی حقه علیه السلام لان قبیلته اشرف من کل لفظ اکرم ۱۲ لہ الناعت اسم فاعل من نعت اذا وصفه قال الواقدی ابو موسی النعت وصف الشی بما فیه من حسن مالہ الجلیل ولا یقال فی المذموم الا بتکلف فیقول نعت سوء فالوصف فیقال [illegible]

قضیبٌ من الصرۃ السرۃ والشثن الغلیظ الاصابع من الکفین والقدمین والتقلع
(السیف سیف مرتین وبین ۱۲)
ان یمشی بقوۃ والصبب الحدور تقول انحدرنا فی صبوب وصبب قولہ جلیل المشاش
یرید رؤس المناکب العشرۃ الصحبۃ والعشیر الصاحب البداھۃ المفاجاۃ یقال بدھتہ
بامر ای فجئتہ **حدثنا** سفیان بن وکیع قال ثنا جُمَیعُ بن عُمیر بن عبد الرحمٰن العجلی
املاءً علینا من کتابہ قال اخبرنی رجل من بنی تمیم من ولد ابی ھالۃ زوج خدیجۃ
یکنی اباعبد اللہ عن ابن لابی ھالۃ **عن** الحسن بن علیؓ قال سالت خالی ھند
(ربیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابی ۱۲) (اختلف فی اسمہ ایضا ۱۲)

(۷) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کیا۔ اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصاف جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں ان کے بیان کو اپنے لئے حجت اور سند بناؤں اور ان اوصاف جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں (حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر حضور کے وصال کے وقت سات سال کی تھی اسلئے حضور کے اوصاف جمیلہ میں اپنی کم سنی کی وجہ سے تامل اور کمال تحفظ کا موقع نہیں ملا تھا) ماموں جان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ آپ خود اپنی ذات والا صفات کے اعتبار سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبہ والے تھے، آپ کا چہرۂ مبارک ماہِ بدر کی طرح چمکتا تھا، آپ کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسیقدر طویل تھا لیکن زیادہ لانبے قد والے سے پست تھا، سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک کسیقدر بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے۔ (یہ مشہور ترجمہ ہے اس بنا پر یہ اشکال پیش آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصداً مانگ نکالنا روایات سے ثابت ہے اس اشکال کے جواب میں علماء یہ فرماتے ہیں کہ اسکو ابتدائے زمانہ پر حمل کیا جاوے کہ اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہتمام نہیں تھا، لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک یہ جواب اسلئے مشکل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ مشرکین کی مخالفت اور اہل کتاب کی موافقت کی وجہ سے مانگ نہ نکالنے کی تھی، اسکے بعد پھر مانگ نکالنی شروع فرمادی، اسلئے اچھا ترجمہ جسکو بعض علماء نے ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے تھے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اسوقت نہ نکالتے کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی نکال لیتے) جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹)
وموحدۃ وبناء التانیث دونہا الاسم واضافۃ المد الیہا مجاز لانہا لا تمد وانما یمد وتر القوس و اعترض علی المصنف بانہ لیس فی الحدیث لفظ التمغط حتے یتعرض لہ وانما فیہ لفظ الانمغاط واجیب بانہ من توضیح الشئی بتوضیح نظیرہ ۱۲ ب

۱؎ ای مکان منحدر وھو بفتح الصاد المھملۃ وضمہا ایضاً ویقال بالضم جمع صبب بفتحتین ولم یدغم الصبب لئلا یشتبہ بالصب الذی بمعنے العاشق ۱۲ ج

۲؎ عمیر بالتصغیر فیہما علی ما اختارہ الحافظ ابن حجر فی تقریبہ قال القاری ووقع فی نسخ الشمائل مکبراً وکذا اوردہ المزی فی تہذیبہ والذہبی فی میزانہ اھ وکذا فی شفاء قاضی عیاض علی ما فی بعض الحواشی و کتبہ فی تہذیب التہذیب لفظ عمر بلا واو وکذا فی اکثر نسخ الشمائل قال القاری فی مواضع من شرحہ ھو ابن عمیر ۱۲

۳؎ ای القاری وھو مصدر بعد ثنا من غیر لفظہ او تمیز او حال بمعنی ملیا علینا قال المناوی والاملاء القاء المحدث علی الکاتب لیکتب والاملاء قد یکون من حفظہ وقد یکون بالکتاب وفیہ زیادۃ الاحتیاط فقیدہ بذلک ۱۲

۴؎ ابن اسمہ ھند کاسم ابیہ و اسم جدہ فہذا ممن یوافق اسمہ اسم ابیہ وجدہ کذا فی الشرح لکن المحدثین تکلموا علی ہذا الاسناد ۱۲

ابن ابی ہالہ وکان وصافا عن حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتہی ان یصف لی منہا

شیئًا اتعلق بہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخما مفخما یتلألأ وجہہ تلألؤ القمر لیلۃ

البدر اطول من المربوع واقصر من المشذب عظیم الہامۃ رجل الشعر ان انفرقت

عقیقتہ فرق والا فلا یجاوز شعرہ شحمۃ اذنیہ اذا ہو وفرہ ازہر اللون واسع

الجبین ازج الحواجب سوابغ من غیر قرن بینہما عرق یدرہ الغضب اقنی

العرنین لہ نور یعلوہ یحسبہ من لم یتأملہ اشم کث اللحیۃ سہل الخدین ضلیع الفم

مفلج الاسنان دقیق المسربۃ کان عنقہ جید دمیۃ فی صفاء الفضۃ معتدل الخلق

(حال من مفعول ۱۲ — احفظ بہ ۱۲ — ای معظما عند الناس ۱۲ — الطویل البائن ۱۲ — کشادہ ۱۲ — احسن ۱۲ — عفاء ۱۲ — پیشانی ۱۲ — کاملات ۱۲ — طول الانف ۱۲ — الصورۃ المصورۃ ۱۲)

کان کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے۔ آپ کا رنگ نہایت چمکدار تھا اور پیشانی کشادہ، آپ کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے، ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی، آپ کی ناک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا، ابتداءً دیکھنے والا آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بلند نہیں ہے۔ آپ کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی، آنکھ کی پتلی نہایت سیاہ تھی، رخسار مبارک ہموار ہلکے تھے گوشت لٹکے ہوئے نہیں تھے، آپ کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ منہ نہ تھا) آپ کے دندان مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، آپ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی، آپ کے سب اعضا نہایت معتدل اور پر گوشت تھے اور بدن گٹھا ہوا تھا۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فصل تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے) کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ کا بدن روشن و چمکدار نظر آتا تھا (یا یہ کہ بدن کا وہ حصہ بھی جو کپڑوں سے باہر رہتا تھا روشن اور چمکدار تھا، چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں محفوظ ہو، بندہ کے نزدیک یہ ترجمہ اچھا ہے) ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھا، البتہ دونوں بازو اور کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے، آپ کی کلائیاں

ھو اختصاص الانفراج بالثنایا ویؤیدہ اضافتہ الی الثنیتین فی بعض الروایات وما قالہ العصام انہ یحتمل الانفراج مطلقا یردہ ان المقام مقام المدح وقد صرح جمع من شراح الشفاء ان انفراج جمیع الاسنان عیب ۱۲ ۔ ۵۹ بفتح المیم وسکون السین المہملۃ وضم الراء وتفتح شعر ما بین

له قولہ اطول من المربوع ای الحقیق فلا ینافی ما سبق من انہ علیہ السلام کان مربوعا وہذا دلیل علی انہ علیہ السلام کان مائلا الی الطول ۱۲ ۔ ۵۲ المشذب علی صیغۃ المفعول من التشذیب اصلہ النخلۃ الطویلۃ التی شذب عنہا جریدہا ای قطع ۱۲ ۔ ۵۳ ای شعر راسہ واصل العقیقۃ الشعر الذی یکون علی راس المولود عند الولادۃ وبہ سمیت الذبیحۃ عقیقۃ قال القاری العقیقۃ الشعر الذی یولد علیہ المولود قبل ان یحلق فی الیوم السابع فاذا حلق ونبت ثانیا فزال عنہ اسم العقیقۃ وربما سمی الشعر عقیقۃ بعد الحلق ایضا علی المجاز وبہذا جاء ہذا الحدیث لئلا یلزم انہ یکون شعرہ باقیا من حین الولادۃ فانہ مستبعد جدا اللہم الا ان یقال انہ من الکرامات الالہیۃ لئلا یذبح باسم الآلہۃ الصنمیۃ وقد ورد انہ علیہ الصلوۃ والسلام عق عن نفسہ بعد النبوۃ اہ ۱۲ ۔ ۵۴ ای وان لم تتفرق بنفسہا فلا یفرقہا بل یترکہا علی حالہا انہ مستاق بقولہ یجاوز شعرہ ۱۲ ۔ ۵۵ ازج الزج بزای وجیمین دقۃ الحاجبین مع طول کما فی القاموس او دقۃ الحاجبین مع سبوغہما کما فی الفائق وانما قال ازج الحواجب دون مزجج الحواجب لان الزجج خلقۃ والتزجیج صنعۃ والخلقۃ اشرف ۱۲ ۔ ۵۶ من الادرار علی الروایۃ الصحیحۃ ای یجعلہ الغضب ممتلئا قال القاری ای یصیر العرق ممتلئا غضبا کما یصیر الضرع ممتلئا لبنا ۱۲ اب ۔ ۵۷ العرنین قال المناوی بکسر المہملۃ وسکون الراء وکسر النون الاولی ما صلب من عظم الانف او کلہ او ما تحت مجتمع الحاجبین

بادنٌ[1] متماسك سواء البطن[2] والصدر رَبعَة ما بين المنكبين ضخم الكراديس انور

ای یمسک بعضہ بعضاً ۱۲

المتجرد موصول ما بين اللبة والسرة بشعر يجري كالخط عاري الثديين والبطن مما سوٰى

من الشعر ۱۲ ۔ النحر ۱۲ ۔ ناف ۱۲

ذلك اشعر الذراعين والمنكبين واعالي الصدر طويل الزندين رحب الراحة

ای عظیم الذراع ۱۲ ۔ واسع الکف ۱۲

شثن الكفين والقدمين سائل الاطراف او قال[3] شائل الاطراف خمصان[4] الاخمصين

ای شدید التجافی عن الارض ۱۲ ۔ ممتد الاصابع ۱۲

مسيح القدمين ينبو عنهما الماء اذا زال زال قلعاً[5] يخطو تكفيًا ويمشي هوناً ذريع المشية

ای المسہما ۱۲ ۔ ای رفقا ۱۲ ۔ سریعۃ ۱۲

اذا مشى كانما ينحط من صبب واذا التفت التفت جميعاً خافض الطرف نظره الى

الارض اكثر من نظره الى السماء جل نظره الملاحظة يسوق اصحابه ويبدر[6] من لقي بالسلام

دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ۔ نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پُر گوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں۔ آپکے تلوے قدرے گہرے تھے۔ اور قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف تھرا اور انکی ملاست کی وجہ سے ان پر ٹھیرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا۔ جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اُٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لیجاتے قدم زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا۔ آپ تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا پستی میں اُتر رہے ہیں جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے آپکی نظر نیچی رہتی تھی، آپکی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔ (اس میں یہ اشکال ہے کہ ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف اکثر دیکھا کرتے تھے، دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ عادت شریفہ تو زمین ہی کیطرف نگاہ رکھنے کی تھی لیکن چونکہ وحی کا بھی انتظار رہتا تھا اسلئے اسکے انتظار میں گاہ بگاہ آسمان کی طرف بھی ملاحظہ فرماتے تھے ورنہ عام اوقات میں عادت شریفہ نیچی نظر رہنے کی تھی ۔ادھر قائل کی نظر میں شرم اور پہن ٹھنیں، ادھر سکل کھڑا ہے ہاتھ پر میت لئے دل کی) آپکی عادت شریفہ عموماً گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی یعنی غایت شرم و حیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہ کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور آپ پیچھے رہجاتے جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتدا فرماتے۔ **ف** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے رہ جانا علماء نے اسکو تواضع پر حمل فرمایا ہے۔ لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک اگر یہ حالت سفر پر محمول ہو تو انسب ہے، اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سفر میں پسماندگان اور ضعفاء کی خبر گیری کے لئے آپ پیچھے رہا کرتے تھے، یہ حدیث بہت طویل ہے جسمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ اخلاق عادات جملہ انواع مذکور ہیں، امام ترمذی نے مضامین کی مناسبتوں سے اسکو کئی بابوں میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس کا کچھ حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے باب میں اور کچھ حصہ حضور کی تواضع کے ذکر میں آئے گا۔

---

[1] بادن الروایۃ الی ہہنا بالنصب ومن ہہنا الی آخر الحدیث بالرفع قال القاری عن الحنفی والمعنی انہ کان سمینا معتدلا یعنی لم یکن سمینا جداً ولا نحیفا جداً افادہ البیجوری ۱۲

[2] باضافۃ السواء الی البطن والصدر وبدون الاضافۃ فیکونان مرفوعین علی الفاعلیۃ ۱۲ م

[3] او قال شائل شک من الراوی وسائل الاطراف بالمہملۃ ای طویلہا وشائل بالمعجمۃ قریب منہ من شالت المیزان ارتفعت ای کان مرتفع الاطراف بلا انقباض ولا احدیداب ۱۲

[4] قولہ خمصان الاخمصین الاخمص من القدم موضع لا یلصق بالارض منہا عند الوطی والخمصان المبالغ منہ ای ان ذلک الموضع من اسفل قدمیہ شدید التجافی عن الارض ۱۲ مجمع البحار وقال البیجوری خمصان کعثمان وبضمتین وبفتح فسکون ۱۲

[5] بفتح القاف وسکون اللام ای رفع رجلہ عن الارض رفعا بائنا بقوۃ لا کمن یمشی اختیالا قال القاری یعنی اذا زال عن موضع وذہب یمشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع رجلیہ بقوۃ ۱۲

[6] یبدر من البدار وفی بعض النسخ یبدء بضم الدال والراء المہملتین والمعنی متقارب ۱۲

حدثنا ابو موسی محمد بن المثنی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن سماك بن حرب قال سمعت[8] جابر بن سمرة يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ضليع الفم اشكل العين منهوس العقب قال شعبة قلت لسماك ما ضليع الفم قال عظيم الفم قلت ما اشكل العين قال طويل[1] شق العين قلت ما منهوس العقب قال قليل لحم العقب حدثنا هناد[2] بن السری ثنا عبثر[3] بن القسم عن اشعث يعنی ابن سوار عن ابی اسحاق عن[9] جابر بن سمرة قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فی ليلة اضحيان[4] وعليه حلة حمراء فجعلت انظر اليه والی القمر فلهو عندی احسن من القمر حدثنا سفين بن وكيع ثنا حميد بن عبد الرحمن الرؤاسی[5] عن زهير عن[10] ابی اسحاق قال سال رجل البراء بن عازب اكان وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل السيف قال لا بل مثل القمر حدثنا ابو داؤد المصاحفی[6] سليمان بن سلم ثنا النضر بن شميل عن صالح بن ابی الاخضر عن ابن شهاب عن ابی سلمة

(۸) جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فراخ دہن تھے آپکی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈوری پڑے ہوئے تھے، ایڑی مبارک پر گوشت بہت کم تھا۔ **ف** اہل عرب مرد کیلئے فراخ دہنی پسندیدہ سمجھتے ہیں اور بعض لوگوں کے نزدیک اس جگہ فراخ دہنی سے فصاحت مراد ہے۔ آنکھوں کی تعریف میں جو ترجمہ کیا گیا وہ صحیح قول کے موافق لکھا گیا۔ ورنہ اس حدیث کے ترجمہ میں امام ترمذی نے اس حدیث کے ایک راوی سے فراخ چشم کا ترجمہ نقل کیا ہے وہ اہل لغت کے نزدیک غلط ہے ؎

خمار آلودہ آنکھوں پر ہزاروں میکدے قربان　＋　وہ قاتل بے پئے ہی رات دن مخمور رہتا ہے

(۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت سرخ جوڑا زیب تن فرماتے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپ کو۔ بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ جمیل وحسین اور منور ہیں ؎

دیر وحرم میں روشنی شمس وقمر سے ہو تو کیا　؛　مجکو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

(۱۰) ابو اسحاق کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت براء سے پوچھا کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کیطرح شفاف تھا، انھوں نے کہا کہ نہیں بلکہ بدر کیطرح روشن گولائی لئے ہوئے تھا۔ **ف** تلوار کی تشبیہ میں یہ نقصان تھا کہ اس سے زیادہ طویل ہونیکا شبہ پیدا ہوتا تھا نیز اس کی چمک میں سفیدی غالب ہوتی ہے نورانیت نہیں۔ اسلئے حضرت براء نے تلوار سے انکار کرکے چاند سے تشبیہ دی۔ یہ تشبیہات تقریبی ہیں ورنہ ایک چاند کیا ہزار چاند میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نور نہیں ہو سکتا۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے کہ اگر تجھے ممدوح کو عیب ہی لگانا ہے تو اسے چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دیدے اسکے عیب لگانے کے لئے یہ ہی کافی ہے۔

[1] ہذا التفسير غلط عند كتب اللغة المتداولة ومن ثم جعله القاضی عياض ووهاه الصواب اتفق عليه العلماء وجميع اصحاب الغريب ان الشكلة حمرة فی بياض العين [2] هناد بتشديد النون آخره دال مهملة والسری بفتح السين المهملة المشددة وكسر الراء المهملة بعدها ياء مشددة والحديث علی ما قاله النسائی خطاء وانما هو مسند الی البراء ورد بان البخاری صحح اسناده الی البراء وجابر كليهما [3] ...

عن(۱۱) ابی هریرة قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم ابیض کانما صیغ من فضة رجل الشعر حدثنا قتیبة بن سعید انا اللیث بن سعد عن ابی الزبیر (محمد بن مسلم ۱۲) عن(۱۲) جابر بن عبد الله ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال عرض[1] علی الانبیاء فاذا موسی علیه السلام ضرب[2] من الرجال کانه من رجال شنوءة[3] (قبیلة من الیمن ۱۲) ورأیت عیسی بن مریم علیه السلام فاذا اقرب من رأیت به شبها عروة[4] بن مسعود ورأیت ابراهیم علیه السلام فاذا اقرب من رأیت به شبها صاحبکم یعنی نفسه الکریمة ورأیت جبرئیل علیه السلام فاذا اقرب من رأیت به شبها دحیة[5] حدثنا محمد بن بشار سفین بن وکیع المعنی واحد قالا انا یزید بن هارون عن(۱۳) سعید الجریری (الکلبی ۱۲) قال سمعت ابا الطفیل[6]

(نسبة لجده جریر مصغرا ۱۲)

---

(۱۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر صاف شفاف حسین و خوبصورت تھے گویا کہ چاندی سے آپ کا بدن ڈھالا گیا ہے۔ آپ کے بال مبارک قدرے خمدار گھنگریالے تھے۔ **ف** سب سے پہلی روایت جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی گذر چکی ہے اسمیں بالکل سفید رنگ کی نفی کی گئی تھی اسلئے اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ چاندی کی طرح سے بالکل سفید رنگ تھے بلکہ سفیدی سرخی مائل تھی اور چمک و حسن غالب تھا۔

(۱۲) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ مجھ پر سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پیش کئے گئے یعنی مجھے دکھائے گئے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو میں نے دیکھا تو وہ ذرا اکہرے دبلے بدن کے آدمی ہیں گویا کہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں میں سے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو ان سب لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں عروہ بن مسعود ان سے زیادہ ملتے جلتے معلوم ہوئے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے میں خود ہی ان کے ساتھ زیادہ مشابہ ہوں۔ ایسے ہی جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو انکے ساتھ زیادہ مشابہ ان لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں دحیہ کلبی ہیں۔ **ف** یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء کو دیکھنا یا شب معراج میں ہوا ہے یا خواب کی حالت میں ہوا ہے۔ بخاری شریف میں دونوں طرح کی روایتیں ہیں اور اس اختلاف میں کوئی اشکال نہیں ہے اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ دونوں مرتبہ دیکھا ہو۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ہلکے بدن کا ترجمہ اپنے نزدیک راجح قول پر کیا ورنہ بعض علماء نے اسکے ترجمہ میں اور بھی اقوال فرمائے ہیں۔ ان تین انبیاء کا ذکر اسلئے فرمایا کہ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام بنی اسرائیل کے انبیاء میں تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام علاوہ ازیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں تھے جملہ عرب ان کو مانتے تھے۔ (۱۳) سعید جریری کہتے ہیں کہ میں نے ابو الطفیل

---

[1] عرض علی ای فی لیلة المعراج کما یدل علیه روایة البخاری او فی النام کما یدل علیه روایته الاخری ۱۲

[2] بفتح الضاد المعجمة وسکون الراء ای خفیف اللحم من الرجال صفة ضرب قاله القاری ۱۲

[3] بفتح المعجمة وضم النون ثم واو ساکنة ثم همزة مفتوحة بعدها تاء قبیلة من الیمن او من قحطان وهم متوسطون بین الخلقة والسمن ۱۲ ق م

[4] عروة بن مسعود ای الثقفی لا الهذلی کما توهم والحنفی هلک الا اقرب مبتدا خبره عروة ومن موصولة عائدها محذوف ای اقرب الذی رأیته وبه متعلق بشبها المنصوب علی انه تمیز للنسبة وصلة اقرب محذوفة ای الیه لوسته ۱۲

[5] دحیة بکسر الدال وقد یفتح اوله معناه فی الاصل رئیس الجند صحابی مشهور وکان جبرئیل یاتی غالبا علی صورته لان عادة العرب قبل الاسلام اذا ارسلوا رسولا الی ملک لا یرسلونه الا مثل دحیة فی الجمال او الفصاحة فانه کان بارعا فی الجمال حتی تضرب به الامثال قاله البیجوری ۱۲

[6] ابا الطفیل عامر بن واثلة کان من صحابة علی ومحبیه لدعا الهجرة او عام احد ومات سنة عشر و مائة علی الصحیح علی ما قال البیجوری فی شرح الشمائل واختاره الحافظ فی تقریبه فیصح حینئذ قول ما بقی علی وجه الارض احد رآه غیری ۱۲

يقول رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وما بقي على وجه الأرض أحد رآه غيري قلت صفه لي قال كان أبيض مليحاً مقصداً[1] صلوات الله وسلامه عليه حدثنا عبد الله بن عبد الرحمٰن انا ابراهيم بن المنذر الحزامي[2] انا عبد العزيز بن ثابت الزهري ثنی اسمعيل بن ابراهيم ابن اخی موسی بن عقبة عن كريب عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم افلج الثنيتين اذا تكلم رأى كالنور[3] يخرج من بين ثناياه

حقیقۃً او فی علمہ — كذا فی النسخ والصواب عبد العزيز بن ابی ثابت ۱۲ — نعت لاسمعيل — ہو فرجت ما بين الثنايا والرباعيات ۱۲

رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں میں اب روئے زمین پر میرے سوا کوئی نہیں رہا۔ میں نے اُن سے کہا کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان کیجئے۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ تھے ملاحت کے ساتھ یعنی سُرخی مائل اور معتدل جسم والے تھے۔ **ف** ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ میں سب سے اخیر میں وفات پائی ہے۔ ان کی وفات ایک سَو دس ہجری میں ہوئی ہے۔ اسی بنا پر انھوں نے کہا کہ اب میرے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں رہا۔ علماء فرماتے ہیں کہ روئے زمین کی قید اس لئے لگائی کہ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے دیکھنے والوں میں موجود تھے۔

(۱۴) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت کچھ کشادہ تھے یعنی ان میں کسیقدر ریخیں یعنی گنجان نہ تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکلم فرماتے تو ایک نور ساظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔ **ف** علماء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ تشبیہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا اس کو نور کے ساتھ تشبیہ دی ہے لیکن علامہ مناوی کی رائے یہ ہے کہ کوئی حسی چیز تھی تشبیہ نہیں جو بطور معجزہ کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دانتوں کے درمیان سے نکلتی تھی ؎ حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا ۔ حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا۔ الغرض حلیۂ مبارک میں ہر ہر چیز کمالِ حُسن کو پہونچی ہوئی تھی ؎ دامانِ نگہ تنگ وگُلِ حُسنِ تو بسیار۔ گلچینِ بہارِ توز داماں گلہ دارد۔ یعنی جیسے آپ جمالِ معنوی میں منتہا پر تھے، ایسے ہی جمالِ ظاہری میں بھی انتہا پر تھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ

---

[1] مقصدا بتشديد الصاد المفتوحة على انه اسم مفعول من باب التفعيل اى متوسطا يقال رجل مقصد اى متوسط كما يقال رجل قصد اى وسط قال تعالىٰ واقصد فی مشيك ۱۲ [2] الحزامی بحاء مهملة مكسورة وزای بعدها الف فميم نسبة الى جده حزام فانه ابراهيم بن المنذر بن المغيرة بن عبد الله بن خالد بن حزام القرشی ۱۲ [3] ای يرى شیء ابيض اصفا يلمع كالنور معجزة له صلى الله عليه وسلم هكذا قالت الشراح ولا مانع من ذلك ولا يبعد عندی ان يكون هذا من كمال جماله فمن يبلغ من الحسن اقصاه يظهر فی كلامه

معنۃ وھو مشاہد ۱۲

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتَمِ النُّبُوَّةِ

حدثنا قتيبة بن سعيد انا حاتم بن اسمعيل عن الجعد بن عبد الرحمن قال سمعت السائب بن يزيد يقول ذهبت بی خالتی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت یا رسول الله ان ابن اختی وجع فمسح رسول الله صلی الله علیه وسلم راسی ودعا لی بالبرکة وتوضأ فشربت من وضوءه وقمت خلف ظهره فنظرت الی الخاتم الذی بین کتفیه فاذا هو مثل زر الحجلة حدثنا سعید بن یعقوب الطالقانی انا ایوب

اخرج حدیث حاتم الستة ۱۲ — کسعد راوی الشیخین وغیرهما ۱۲ — لم یدر اسمها ۱۲ — ثقة من العاشرة ۱۲

(باب) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہرِ نبوت کا بیان

(ف) یہ مضمون حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حُلیہ شریف کے ذیل میں ہونے کی وجہ سے پہلے باب کا جزو ہونا چاہیئے تھا مگر شدتِ اہتمام کی وجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ یہ معجزہ اور علاماتِ نبوت سے بھی ہے اسکو علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے مُہرِ نبوت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر ولادت ہی کے وقت سے تھی جیسا کہ فتح الباری نے بواسطہ یعقوب بن حسن حضرت عائشہؓ کی حدیث سے نقل کیا ہے اور حضور کی وفات میں جب بعض صحابہ کو شک ہوا تو حضرت اسماءؓ نے مُہرِ نبوت کے نہ ہونے سے وصال پر استدلال کیا کہ اسوقت وہ نہیں رہی تھی۔ چنانچہ مناوی نے اس قصہ کو مفصل نقل کیا ہے۔ اسمیں اختلاف ہے کہ اس مُہرِ نبوت پر کچھ لکھا ہوا تھا یا نہیں۔ ابن حبان وغیرہ نے اسکی تصحیح کی ہے کہ اسپر (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ) لکھا ہوا تھا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپر (سر فانت المنصور) لکھا ہوا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم جہاں چاہے جاؤ تمہاری مدد کیجائیگی۔ بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ یہ روایتیں ثبوت کے درجہ کو نہیں پہنچی ہیں۔ اس باب میں امام ترمذی نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ مجکو میری خالہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیگئیں اور عرض کیا کہ یہ میرا بھانجہ بیمار ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعائے برکت فرمائی (بعض علما کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر ہاتھ پھیرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے سر میں کوئی تکلیف تھی لیکن بندۂ ضعیف کے نزدیک اچھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا شفقت کیلئے تھا اسلئے کہ سنہ ۲ھ ہجری میں ان کی ولادت ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت تک بھی انکی عمر آٹھ نو سال سے زائد کی نہیں تھی اسلئے یہ ہاتھ پھیرنا شفقت کا تھا جیسے کہ بزرگوں کا معمول ہوتا ہے اور علاج کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا پانی پلوایا، جیسا کہ آگے آتا ہے یا کوئی اور تجویز فرمائی، بالخصوص جبکہ

لہ الخاتم ہو بفتح التاء و کسرہا والکسر اشہر واضافتہ للنبوۃ لکونہ من آیاتہا وانما افردہ بباب مع انہ من جملۃ الخلق اہتماما بشانہ ۱۲

سلہ بفتح الواو وکسر الجیم ای ذو وجع وکان ذلک لوجع فی قدمہ بدلیل انہ وقع فی البخاری فی اکثر الروایات وقع بالقاف بدل الجیم والوقع بالتحریک ہو وجع لحم القدم قیل تقتضی مسحہ صلی اللہ علیہ وسلم لراسہ ان مرضہ کان براسہ ودفع بانہ لا مانع من الجمع قال العسقلانی وفی بعض الروایات وقع بلفظ الماضی قال ابن بطال المعروف عندنا بفتح القاف والعین فیحتمل ان یکون معناہ وقع فی الارض فوصل الی ما حصل قالہ القاری ۱۲

سلہ راسی خص الراس بالمسح لانہ محل الحواس والقوی ومناط السلامۃ یدور علی سلامۃ الدماغ وبینہ وبین الاعضاء الرئیسۃ ارتباط واشتراک ولانہ اشرف اعضاء البدن ومن اثر مسحہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لم یزل اسود مع شیب ما سواہ ۱۲ مناوی

سلہ زر الحجلۃ بتقدیم الزای المکسورۃ علی الراء المہملۃ المشددۃ علی ما ہو النووی وقیل بتقدیم الراء المہملۃ قیل الاول اوفق بظاہر الحدیث لکن الروایۃ لا تساعدہ فعلی الاول الزر واحد الازرار والحجلۃ بفتحتین وقیل بالضم او بالکسر مع سکون الجیم قبۃ صغیرۃ تعلق علی السریر وعلی الثانی الرز البیض والحجلۃ الطائر المعروف ۱۲

سلہ الطالقانی بکسر اللام وقد تفتح نسبۃ الی طالقان بلدۃ من بلاد قزوین ۱۲

ابن جابر عن سماك بن حرب عن[۲] جابر بن سمرة قال رأيت الخاتم بين كتفي رسول الله صلى الله عليه وسلم غدة[له] حمراء مثل بيضة الحمامة حدثنا ابو مصعب المدني انا يوسف ابن الماجشون عن ابيه عن عاصم بن عمر بن قتادة عن[۳] جدته رميثة[سه] قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم

جزء التشبيه في المقدار لا في اللون ١٢ — نسبة الى مدينة الرسول ١٢ — معرب ماه گون ١٢ — يعقوب ١٢

بخاری شریف کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاؤں میں کوئی تکلیف تھی) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمائی تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وضو کا پانی پیا (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وضو ممکن ہے کہ اپنی کسی غرض سے ہو لیکن ظاہر یہ ہے کہ انکی دوا اور پانی پلانے ہی کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا) میں اتفاقاً یا قصداً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مُہر نبوت دیکھی جو مسہری کی گھنڈیوں جیسی تھی (جو کبوتر کے بیضہ کی برابر بیضوی شکل میں اس پردہ میں لگی ہوئی ہوتی ہے جو مسہری پر لٹکایا جاتا ہے۔ علماء اس لفظ کے ترجمہ میں مختلف ہوئے ہیں جس کا میں نے یہ ترجمہ کیا ہے بعض لوگوں نے اور طرح سے ترجمہ فرمایا ہے لیکن امام نووی نے جو مسلم شریف کے مشہور شارح ہیں انھوں نے ان ہی معنی کو ترجیح دی ہے) **ف** اس حدیث میں اگر وضو کے پانی سے وضو کا بچا ہوا پانی مراد ہے تب تو کوئی اشکال و اختلاف ہی نہیں۔ اور اگر وضو کا وہ پانی مراد ہے جو بدن سے دھو کر گرتا ہے جسکو ماءِ مستعمل کہتے ہیں تب بھی کوئی اشکال اس جگہ اسلئے نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تو فضلات تک بھی پاک ہیں پھر ماءِ مستعمل کا کیا ذکر۔

(۲) جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر نبوت کو آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان دیکھا جو سرخ رسولی جیسی تھی اور مقدار میں کبوتر کے انڈے جیسی تھی۔ **ف** مُہر نبوت کی مقدار اور رنگ میں روایتیں کچھ مختلف ہیں قرطبی نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ وہ کم و زیادہ بھی ہو جاتی تھی اور رنگ میں مختلف ہوتی رہتی تھی۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک دوسری طرح جمع یہ بھی ممکن ہے کہ حقیقت میں یہ سب تشبیہات ہیں اور تشبیہ ہر شخص کی اپنے ذہن کے موافق ہوتی ہے جو تقریبی حالت ہوتی ہے اور تقریب کے اختلاف میں اشکال نہیں ہوتا۔ بندہ کے نزدیک یہ توجیہ زیادہ مناسب ہے۔

(۳) رمیثہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون سنا، اور میں اسوقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنی قریب تھی کہ اگر چاہتی تو مُہر نبوت کو چوم لیتی۔ وہ مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذ کے حق میں یہ ارشاد فرمارہے تھے کہ انکی موت کی وجہ سے حق تعالیٰ جل شانہٗ کا عرش بھی انکی روح کی خوشی میں جھوم گیا۔ **ف** اسمیں اختلاف ہے کہ عرش کی حرکت کی کیا وجہ اور کیا معنی مشہور قول یہ ہے جس کے موافق ترجمہ لکھا گیا۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ عرش کے جھومنے سے مُراد اہل عرش ہیں بعض کی رائے ہے کہ عرش سے مراد سعد کا اپنا تخت ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر راجح قول اول ہی ہے۔ یہ سعد بن معاذ بڑے جلیل القدر صحابہ میں ہیں ان کے اور بھی فضائل کتب حدیث میں آئے ہیں، ہجرت سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر کو تعلیم و تبلیغ کے لئے مدینہ طیبہ بھیجا تھا ان کے ہاتھ پر یہ مسلمان ہوئے اپنی برادری کے سردار تھے اسلئے ان کے مسلمان ہوتے ہی تمام خاندان اسی روز مسلمان ہو گیا سب سے اول جس خاندان نے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا وہ یہی خاندان ہے ۵ھ میں ان کا وصال سینتیس سال کی عمر میں ہوا۔

له غدة بضم المعجمة وتشديد الدال المهملة لحم يحدث بين الجلد واللحم يتحرك بالتحريك قاله المناوي وكونه حمراء معناه مائلة الى الحمرة لما يأتي في رواية مسلم انه كان مثل لون جسده صلى الله عليه وسلم قاله القاري ١٢ سه رميثة بضم الراء المهملة وفتح الميم وسكون الياء صحابية لها حديثان احدهما هذا والثاني في صلوة الضحى روته عن عائشة خرج لها النسائي قاله البيجوري وغيره ١٢

ولو اشاء[1] ان اقبل الخاتم الذی بین کتفیه من قربه لفعلت یقول لسعد بن معاذ یوم مات[2] اھتزله

عرش الرحمٰن حدثنا احمد بن عبدة الضبی[بفتح المعجمۃ و تشدید موحدۃ ۱۲] وعلی بن حجر وغیر واحد قالوا انا عیسٰی بن یونس

عن عمر بن عبد اللّٰہ مولیٰ غفرۃ قال ثنی ابراھیم[3] بن محمد من ولد علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ

قال کان علی رضی اللّٰہ عنه اذا وصف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فذکر الحدیث بطوله[4] وقال

بین کتفیه خاتم النبوۃ وھو خاتم النبیین حدثنا محمد بن بشار انا ابو عاصم انا عزرۃ بن

ثابت ثنی علباء[5] بن احمر ثنی عمرو بن اخطب الانصاری قال قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم

ستر ہزار فرشتے اُن کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوئے تھے لیکن باوجود ان سب کے حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبر کی تھوڑی دیر کی تنگی ان کیلئے بھی پیش آئی۔ بڑی عبرت کی جگہ ہے آدمی کو عذابِ قبر سے کسیطرح غافل نہیں ہونا چاہئے ہر وقت اس سے توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب کسی قبر پر گذر ہوتا تو اسقدر روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی کسی نے عرض کیا کہ جنت اور دوزخ کا بھی تذکرہ ہوتا ہے آپ اسپر تو نہیں روتے اِسپر اسقدر روتے ہیں تو آپنے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو اس سے نجات پالے اس کے لئے اسکے بعد کی ساری منزلیں سہل ہو جاتی ہیں اور جو اس کے عذاب سے خلاصی نہ پا سکے اسکے لئے اسکے بعد کی منزلیں اور بھی زیادہ دشوار ہوتی ہیں نیز میں نے حضور سے یہ بھی سنا ہے کہ میں نے جتنے مناظر دیکھے ہیں قبر کا منظر سب سے زیادہ ہولناک پایا (مشکوٰۃ) اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْه امام ترمذی کی غرض اسجگہ حضرت سعدؓ کے قصہ سے نہیں بلکہ اس حدیث میں مہرِ نبوت کا ذکر آگیا اسلئے انھوں نے ذکر فرما دیا اور حضرت رمیثہ کی غرض مہرِ نبوت کے بیان کرنے سے اپنے قریب ہونیکا بیان ہے کہ میں بہت ہی قریب تھی جبکہ میں نے یہ مضمون سنا سننے میں کسی قسم کی غلطی وغیرہ کا احتمال نہیں۔ (۴) ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کیا کرتے تو یہ صفتیں بیان کرتے اور حدیث مذکورہ سابق ذکر کی۔ منجملہ ان کے یہ بھی کہتے کہ حضور کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے۔ **ف** یہ حدیث پہلے باب میں مفصل گذر چکی ہے اسلئے یہاں مختصر طور سے اسکی طرف اشارہ کر دیا۔ اور چونکہ اس میں مہرِ نبوت کا ذکر تھا اسلئے اسکو خاص طور سے ذکر کر دیا۔ یہ وہی حدیث ہے جو باب اول کے آٹھویں نمبر پر گذری ہے۔ (۵) علباء ابن احمر کہتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن اخطب صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کمر ملنے کے لئے ارشاد فرمایا میں نے حضورؐ کی کمر ملنی شروع کی تو اتفاقاً میری انگلی مہرِ نبوت پر لگ گئی۔ علباء کہتے ہیں کہ میں نے عمرو سے پوچھا کہ مہرِ نبوت کیا چیز تھی انھوں نے

---

[1] ولو شاء الخ جملۃ معترضۃ بین الحال وھو جملۃ یقول الخ وبین صاحبہا وھو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والغرض منہ بیان قربہا منہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جداً تحقیقاً لسماعہا وعبرت بالمضارع اشارۃ الی ان تلک الحال کالمشاہدۃ ثم الحدیث لا یدل علی جواز النظر الی الاجنبیۃ فلا حاجۃ الی الجواب ولو سلم فیمکن ان یأول بمثل ان کان مخصوصاً علیہ السلام۔ [2] یوم مات یحتمل ان یکون من قولہ فھو ظرف لقولہ اھتز والظاھر انہ من کلام رمیثۃ فظرف لقولہا یقول ۱۲ [3] قال القاری والمناوی تقدم الحدیث بطولہ فی الباب الاول ۱۲ [5] علباء بکسر العین المہملۃ وسکون اللام بعدہا موحدۃ ومد ۱۲

یا ابازید ادن منی فامسح ظهری فمسحت ظهره فوقعت اصابعی علی الخاتم قلت وما الخاتم قال شعرات مجتمعات حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث الخزاعی انا علی بن حسین بن واقد ثنی ابی ثنی عبد الله بن بریدة قال سمعت ابی بریدة یقول جاء سلمان الفارسی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم حین قدم المدینة بمائدة علیها رطب فوضعها بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم

قائد علیا ر ۱۲ — بمهملة کشداد ۱۲ — مصغرا ۱۲ نسبة الی خزاعة قبیلة — بدل من لفظ ابی ۱۲

جواب دیا کہ چند بالوں کا مجموعہ تھا۔ **ف** یہ پہلی روایات کے خلاف نہیں ہوئی اسلئے کہ اسکے اطراف میں بال بھی تھے، انھوں نے صرف ان کا ذکر کر دیا۔

(۶) بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک خوان لیکر آئے جسپر تازہ کھجوریں تھیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ سلمان یہ کیسی کھجوریں ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپ پر اور آپکے ساتھیوں پر صدقہ ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے اسلئے میرے پاس سے اٹھالو۔ (اسمیں علماء کا اختلاف ہے کہ ہم لوگ سے کیا مراد ہے۔ بعض کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور جمع کے لفظ سے تشریفاً تعبیر فرمایا اور بعض کے نزدیک جماعت انبیاء مراد ہے اور بعض کے نزدیک حضور اور حضور کے وہ اقارب جن کو زکوٰۃ کا مال جائز نہیں، وہ مراد ہیں۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک پہلا احتمال راجح ہے اور علامہ مناوی کے اعتراضات جو اس تیسری صورت میں ہیں زیادہ وقیع نہیں) دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا، کہ سلمان کھجوروں کا طباق لائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال پر سلمان نے عرض کیا یارسول اللہ یہ آپکے لئے ہدیہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ہاتھ بڑھاؤ۔ (اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی نوش فرمایا۔ چنانچہ بیجوری نے اسکی تصریح کی ہے۔ حضرت سلمان کا اس طرح پر دونوں دن لانا یہ حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آزمانے کا امتحان تھا اسلئے کہ سلمان رضی اللہ عنہ پرانے زمانہ کے علماء میں تھے۔ اڑھائی سو برس اور بعض کے قول پر ساڑھے تین سو برس کی انکی عمر ہوئی ہے انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات میں جو پہلی کتب میں پڑھ رکھی تھیں یہ بھی دیکھا تھا کہ وہ صدقہ نوش نہیں فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے ہیں اور آپکے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہے پہلی دونوں علامتیں دیکھنے کے بعد) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر مہر نبوت دیکھی تو مسلمان ہوگئے (سلمان رضی اللہ عنہ اسوقت یہود بنی قریظہ کے غلام بنے ہوئے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرید اد مجازاً خریدا کے لفظ سے تعبیر کر دیا ورنہ حقیقت میں انھوں نے سلمان رضی اللہ عنہ کو مکاتب بنایا تھا اور بدل کتابت بہت سے دراہم

فالظاہر ہو الثانی ۱۲

یا اباز ید الخ کذا فی بعض النسخ بدون الهمزة وفی بعضها بالهمزة قال القاری کتب بغیر الف لکن یقرأ بها قال میرک وقد ترک فی اللفظ ایضاً تخفیفا قاله الحنفی اخرجه ابن سعد بهذا السند عن ابی زمعة بلفظ قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا ابازمعة ادن فامسح ظهری فدنوت منه فمسحت ظهره ثم وضعت اصابعی علی خاتم نبوته قلنا له وما الخاتم قال شعر مجتمع عند کتفه فیقل یحتمل ان یکون احد الطریقین وهما ویحتمل ان یکون للمحدث طریقان وذکر القاری فی جمع الوسائل حدیث ابن سعد بهذا اللفظ ابی رمثة ثم قال قال میرک والظاهران احد الروایتین وهم والمرجح روایة الترمذی لانه اوثق من ابن سعد وقال المناوی قال العصام الظاهران احدی الروایتین وهم ویرجح روایة الترمذی لان عزرة حفید ابی زید فهو اعلم بجدیته ۱۲

سه بمائدة هی خوان علیه طعام والا فهو خوان لا مائدة فهی من الاشیاء التی تختلف اسمائها باختلاف الاوصاف کالبستان فانه لا یقال لحدیقة الا اذا کان علیه حائط ۱۲

سه علیها رطب لا یخالف ما رواه احمد والبزار بسند جید عن سلمان فاحتطبت حطبا فبعته فصنعت به طعاما فاتیت به النبی صلی الله علیه وسلم وما رواه الطبرانی فاشتریت لحم جزور بدرهم ثم طبخته فجعلته قصعة من ثرید فاحتملتها علی عاتقی لاحتمال تعدد الواقعة او ان المائدة کانت مشتملة علی کلها قلت ان کان لفظ فاستیسر فی جمیع الروایات

فقال یا سلمان ما ھذا فقال صدقۃ علیک[۱] وعلی اصحابک فقال ارفعھا[۲] فانا لا ناکل الصدقۃ[۳] قال فرفعھا فجاء الغد بمثلہ فوضعہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما ھذا یا سلمان فقال ھدیۃ لک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ ابسطوا[۴] ثم نظر[۵] الی الخاتم علی ظہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامن بہ وکان للیھود فاشتراہ[۶] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکذا وکذا درھما علی ان یغرس لھم نخیلا فیعمل سلمان فیہ حتی تطعم فغرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرار پائے اور نیز یہ کہ حضرت سلمان ان کے لئے (تین سو) کھجور کے درخت لگائیں اور ان درختوں کے پھل لانے تک انکی خبرگیری کریں۔ پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ درخت لگائے حضور کا معجزہ تھا کہ سب درخت اسی سال پھل لے آئے مگر ایک درخت نہ پھلا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لگایا ہوا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا نہ تھا۔ حضور نے اسکو نکالا اور دوبارہ اپنے دست مبارک سے لگایا۔ حضور کا دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ بے موسم درخت لگایا بھی اسی سال پھل لے آیا۔ **ف** اس حدیث میں علماء نے بہت سی علمی تحقیقات فرمائی ہیں۔ مثلاً یہ کہ جب سلمان غلام تھے تو ان کا صدقہ اور ہدیہ جائز تھا یا نہیں نیز ہدیہ اور صدقہ میں فرق کیا کیا ہیں وغیرہ وغیرہ طویل بحثیں ہونیکی وجہ سے اختصاراً ترک کردی گئیں البتہ اس حدیث سے حضور کا ایک خاص معمول معلوم ہوا کہ ہدیہ ایا میں خدام وحضار کو شریک فرمایا کرتے تھے اور یہ حضور کا خاص معمول تھا ہزاروں واقعات حدیث کی کتابوں میں اس معمول کے مذکور ہیں اس مضمون میں حضور کا ایک ارشاد بھی نقل کیا جاتا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے (الھدایا مشترکۃ) ہدیے جو دئے جاتے ہیں وہ پاس بیٹھنے والوں میں مشترک ہوتے ہیں محدثانہ حیثیت سے اس حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہے اور کلام ہے یعنی ضعیف ہے مگر مضمون کے اعتبار سے واقعات سے تائید ہوتی ہے یہ بات کہ کس قسم کے ہدیے مراد ہیں اور پاس بیٹھنے والوں سے کون مراد ہیں تفصیل طلب ہے، ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ایک شیخ وقت کے پاس کوئی شخص ہدیہ لایا ایک

---

[۱] علیک قیل فی التعبیر بعلی ہہنا واللام ثمہ سیاتی اشارۃ الی الفرق بین الصدقۃ والہدیۃ بان المقصود من الصدقۃ الترحم ومن الہدیۃ الاکرام ۱۲

[۲] ای فرقہا بنفسک علی مستحقیہا وفی نسخۃ ارفعہا بالراء وعلیہا ما مشی الشارح قال البیجوری ظاہرہ انہ امرہ برفعہا مطلقا ولم یاکل منہا اصحابہ ووجہہ لبعضہم بان المتصدق تصدق بہ علیہ وعلیہم وحصتہ لم تخرج عن ملک المتصدق وہی غیر متمیزۃ لکن المعروف فی کتب السیر وہو الصحیح کما قالہ الحافظ العراقی انہ قال لاصحابہ کلوا وامسک رواہ احمد والطبرانی بطرق عدیدۃ وحمل ہذا الحدیث علی ان المراد ارفعہا عنی لا مطلقا فلا ینافی ان اصحابہ اکلوہ لکن بعد ان جعلہا سلمان صدقۃ علیہم کذا قال العصام وتعقبہ المناوی بانہ لا دلیل فی الحدیث علی ہذہ البعدیۃ فالاولی ان یقال ان من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم التصرف فی مال الغیر اہ وقال القاری اجوبۃ العصام وجہ وجیہ لا یخفی لان فیہ وفی امثالہ یکتفی بالعلم بالرضی اہ قلت ولا اشکال علی روایۃ ادفعہا بالدال ای قال ادفعہا انت وقال لاصحابہ کلوا ۱۲

[۳] قال القاری الصدقۃ منحۃ یمنحہا المانح طلبا لثواب الآخرۃ وتکون من الاعلی علی الادنی ففیہ نوع من رویۃ تذلل الآخذ والترحم علیہ والہدیۃ منحۃ یطلب بہا التحبب الی الآخذ والتقرب الیہ فمفہوم الصدقۃ یشعر بانہ لا یلیق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

[۴] ابسطوا قیل یؤخذ منہ انہ یستحب للمہدی لہ ان یعطی الحاضرین مما اہدی الیہ وتاید بحدیث ضعیف من اہدی لہ ہدیۃ فجلساؤہ شرکاؤہ والمراد بالشرکاء الذین یداومون مجلسہ لا کل من حضر اذ ذاک قالہ الترمذی فی الاصول ۱۲

[۵] قیل فی تعبیرہ بثم اشارۃ الی تراخیہ من الامرین المتقدمین کما ہو مصرح فی الروایات وفی جمع الفوائد من حدیث سلمان المفصل بعد وصولہ الی المدینۃ المنورۃ قال فاقمت بہا الی ان ہاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتیتہ بشیء عندی وہو بقباء فقلت لہ ہذہ صدقۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ کلوا وامسک یدہ فقلت فی نفسی ہذہ واحدۃ ثم انصرفت فجمعت شیئا وتحول صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ فجئتہ فقلت ہذہ ہدیۃ اکرمتک بہا فاکل منہا فقلت فی نفسی ہذہ ثنتان ثم جئتہ وہو بالبقیع جالس فی اصحابہ الحدیث ۱۲

[۶] فاشتراہ ای تسبب فی کتابۃ الیہود لا مرہ بذلک فتجوز بالشراء وقصۃ کتابتہ مشہورۃ وکان کتابتہ علی ثلثین کذا وکذا درہما واختلفت الروایات فی تعیینہا

پاس بیٹھنے والے نے عرض کیا! الھدایا مشترکۃ انھوں نے فرمایا شرک کے خواہاں نہیں ہم تو وحدت پسند کرتے ہیں یہ سب تمھاری نذر ہے۔ وہ مقدار میں اتنا تھا کہ ان صاحب سے اُٹھ بھی نہ سکا تو اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ یہ ان کے گھر پہونچا دو۔ اس نے پہنچا دیا۔ اسیطرح ایکمرتبہ امام ابویوسف کی مجلس میں واقعہ پیش آیا کہ کچھ نقدی ہدیہ پیش کیا گیا۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا الھدایا مشترکۃ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ اس سے خاص قسم کے ہدایا مراد ہیں اور یہ فرماکر خادم سے ارشاد فرمایا کہ اسکو اٹھاکر رکھدو۔ علماء نے لکھا ہے کہ دونوں واقعے اپنی اپنی جگہ پر نہایت ہی موزوں ہیں ایک زاہد صوفی کے وہی مناسب تھا جو انھوں نے کیا اور ایک فقیہ کے یہی مناسب تھا اور یہ سچ ہے امام ابویوسفؒ فقہ کے مشہور امام ہیں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ایک شرعی مسئلہ بنجاتا کہ ہدایا میں شرکت ضرور ہوجاتی اور اُمت کو دقت ہوتی۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ایک کتاب اپنی مبشرات اور منامات میں لکھی اس میں بہت سے عجیب واقعات ہیں منجملہ ان کے اپنے والد صاحبؒ کا یہ واقعہ بھی لکھا کہ ایک مرتبہ ابتدائی زمانہ میں مجھے شوق ہوا کہ ہمیشہ روزہ رکھا کروں اسکے بعد علماء کے اختلاف کی وجہ سے مجھے تردد ہوا۔ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی حضور نے ایک روٹی مرحمت فرمائی حضرت صدیق اکبرؓ بھی تشریف فرما تھے انھوں نے فرمایا! الھدایا مشترکۃ میں نے وہ روٹی سامنے کردی انھوں نے ایک ٹکڑا اسمیں سے لے لیا پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا الھدایا مشترکۃ میں نے ان کے سامنے بھی پیش کردی انھوں نے بھی ایک ٹکڑا اسمیں سے لے لیا پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا! الھدایا مشترکۃ میں نے عرض کیا کہ اگر اسکو آپ ہی حضرات نے تقسیم فرمالیا تو اس فقیر کے لئے کیا بچیگا۔ حضرت سلمان فارسیؓ جلیل القدر صحابہ میں ہیں حدیث میں آیا ہے کہ جب قرآن شریف کی آیت وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (سورہ محمدؐ) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم (ایمان لانےسے) روگردانی کروگے تو اللہ جل شانہٗ تمھاری جگہ ایک دوسری قوم کو لے آئیگا جو تم جیسی نہ ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہونگے جو ہماری جگہ آئیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کے کندھے پر ہاتھ مارکر ارشاد فرمایا کہ یہ اور اسکی قوم۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر معلق ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اسکو وہاں سے بھی لے لیتے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضرت امام اعظمؓ کی شان میں بشارت ہے، حضرت سلمان خود اپنے ایمان لانے کا مفصل قصہ نقل فرماتے ہیں جو حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے اور اس میں ان علامات کا بھی ذکر ہے جن کا انھوں نے امتحان لیا وہ فرماتے ہیں کہ میں صوبہ اصبہان میں ایک جگہ کا رہنے والا ہوں جس کا نام جے تھا میرا باپ اسجگہ کا چودھری اور سردار تھا اور مجھ سے بہت ہی زیادہ اسکو محبت تھی میں نے اپنے قدیم مذہب مجوسیت میں اتنی زیادہ کوشش کی کہ میں آتشکدہ کا محافظ بنگیا مجھے باپ نے ایکمرتبہ اپنی جائداد کی طرف بھیجا۔ راستہ میں میرا گذر نصاریٰ کے گرجے پر ہوا میں سیر کے لئے اسمیں چلا گیا میں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے وہ پسند آگئی اور اس دین کو پسند کرنے لگا شام تک میں وہیں رہا ان سے میں نے دریافت کیا کہ اس دین کا مرکز کہاں ہے انھوں نے کہا ملک شام میں ہے۔ رات کو میں گھر واپس آیا گھر والوں نے پوچھا کہ تو تمام دن کہاں رہا میں نے تمام قصہ سنایا، باپ نے کہا کہ بیٹا وہ دین اچھا نہیں ہے تیرا اور تیرے بڑوں کا جو دین ہے وہی بہتر ہے۔

میں نے کہا ہرگز نہیں وہی دین بہتر ہے۔ باپ کو میری طرف سے خدشہ ہو گیا کہ کہیں چلا نہ جاؤں اسلئے میرے پاؤں میں ایک بیڑی ڈالدی اور گھر میں قید کر دیا میں نے ان عیسائیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام سے سوداگر لوگ جو اکثر آتے رہتے تھے آئیں تو مجھے اطلاع کرا دیں چنانچہ کچھ سوداگر آئے اور اُن عیسائیوں نے مجھے اطلاع کرا دی جب وہ سوداگر واپس جانے لگے تو میں نے اپنے پاؤں کی بیڑی کاٹ دی اور بھاگ کر اُن کے ساتھ شام چلا گیا وہاں پہونچکر میں نے تحقیق کیا کہ اس مذہب کا سب سے زیادہ ماہر کون ہے لوگوں نے بتایا کہ گرجا میں فلاں بشپ ہے۔ میں اسکے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے تمھارے دین میں داخل ہونے کی رغبت ہے اور تمھاری خدمت میں رہنا چاہتا ہوں اُس نے منظور کر لیا میں اسکے پاس رہنے لگا لیکن وہ کچھ اچھا آدمی نہ نکلا۔ لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دیتا اور جو کچھ جمع ہوتا اسکو اپنے خزانہ میں رکھ لیتا غریبوں کو کچھ نہ دیتا وہ مر گیا اسکی جگہ دوسرے شخص کو بٹھایا گیا وہ اس سے بہتر تھا اور دنیا سے بے رغبت تھا میں اسکی خدمت میں رہنے لگا اور اس سے مجھے محبت ہو گئی بالآخر وہ بھی مرنے لگا تو میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے کسی کے پاس رہنے کی وصیت کر دو۔ اس نے کہا کہ میرے طریقہ پر صرف ایک شخص دنیا میں ہے اُسکے سوا کوئی نہیں ہے وہ موصل میں رہتا ہے تو اسکے پاس چلے جانا۔ میں اسکے مرنیکے بعد موصل چلا گیا اور اس سے جا کر اپنا قصہ سنایا اس نے اپنی خدمت میں رکھ لیا وہ بھی بہترین آدمی تھا آخر اسکی بھی وفات ہونے لگی تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں اُس نے کہا فلاں شخص کے پاس نصیبین میں چلے جانا میں اسکے پاس چلا گیا اور اس سے اپنا قصہ سنایا اس نے اپنے پاس رکھ لیا وہ بھی اچھا آدمی تھا جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو میں نے اُس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں اُس نے کہا عموریا میں فلاں شخص کے پاس چلے جانا میں وہاں چلا گیا اور اس کے پاس اسی طرح رہنے لگا وہاں میں نے کچھ کمائی کا دھندا بھی کیا جس سے میرے پاس چند گائیں اور کچھ بکریاں جمع ہو گئیں جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں اس نے کہا کہ اب خدا کی قسم کوئی شخص اس طریقہ کا جس پر ہم لوگ ہیں عالم نہیں رہا البتہ نبی آخرالزمان کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب آگیا جو دین ابراہیمی پر ہونگے عرب میں پیدا ہونگے اور ان کی ہجرت کی جگہ ایسی زمین ہے جہاں کھجوروں کی پیداوار بکثرت ہے اور اس کے دونوں جانب کنکریلی زمین ہے وہ ہدیہ نوش فرمائینگے اور صدقہ نہیں کھائینگے اُن کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی (یہ اُن کی علامات ہیں اسی وجہ سے حضرت سلمان نے ان علامات کی تحقیق کی تھی) پس اگر تجھ سے ہوسکے تو اس سرزمین پر پہونچ جانا۔ اُس کے انتقال کے بعد قبیلہ بنو کلب کے چند تاجروں کا وہاں گذر ہوا میں نے اُن سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلو تو اسکے بدلے میں یہ گائیں اور بکریاں تمھاری نذر ہیں انھوں نے قبول کر لیا اور مجھے وادی القریٰ (یعنی مکہ مکرمہ) لے آئے اور وہ گائے اور بکریاں میں نے ان کو دیدی لیکن انھوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا کہ مجھے مکہ مکرمہ میں اپنا غلام ظاہر کیا اور مجھ کو بیچدیا۔ بنو قریظہ کے ایک یہودی نے مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ اپنے وطن مدینہ طیبہ لے آیا۔ مدینہ طیبہ کو دیکھتے ہی میں نے ان علامتوں سے جو مجھے عموریا کے ساتھی (پادری) نے بتائی تھی پہچان لیا کہ یہی وہ جگہ ہے۔ میں وہاں رہتا رہا کہ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ حضور اس وقت تک قبا ہی میں تشریف فرما تھے۔ میں نے حضور کی خبر سنکر جو کچھ میرے پاس تھا وہ لیجا کر پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ صدقہ کا مال ہے حضور نے خود تناول نہیں فرمایا صحابہ (فقرا)

النخل الا نخلة واحدة غرسها عمر رضی الله عنه فحملت النخل من عامها ولم تحمل نخلة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما شان هذه النخلة فقال عمر یارسول الله انا غرستها فنزعها رسول الله صلی الله علیه وسلم فغرسها فحملت من عامه[1] حدثنا محمد بن بشار انا بشر بن الوضاح انا ابو عقیل[2] الدورقی عن ابی نضرة[3]

سے کہا کہ تم کھالو میں نے اپنے دل میں کہا ایک علامت تو پوری نکلی پھر میں مدینہ واپس آگیا اور کچھ جمع کیا کہ اس دوران میں حضور بھی مدینہ منورہ پہونچ گئے میں نے کچھ (کھجوریں اور کھانا وغیرہ) پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے حضور نے اسمیں سے تناول فرمایا میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری علامت بھی پوری ہوگئی۔ اس کے بعد میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا اسوقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (ایک صحابی کے جنازہ میں شرکت کی وجہ سے) بقیع میں تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا اور پشت کیطرف گھومنے لگا آپ سمجھ گئے اور اپنی چادر مبارک کمر سے ہٹادی میں نے مہر نبوت کو دیکھا میں جوش میں اسپر جھک گیا اسکو چوم رہا تھا اور رو رہا تھا۔ حضور نے فرمایا سامنے آؤ۔ میں سامنے حاضر ہوا اور حاضر ہوکر سارا قصہ سنایا۔ اسکے بعد میں اپنی غلامی کے مشاغل میں پھنسا رہا۔ ایک مرتبہ حضور نے فرمایا کہ تم اپنے آقا سے مکاتبت کا معاملہ کرلو۔ میں نے اس سے معاملہ کرلیا اس نے دو چیزیں بدل کتابت قرار دیں ایک یہ کہ چالیس اوقیہ نقد سونا (ایک اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے اور ایک درم تقریباً ۳-۴ ماشہ کا) دوسری یہ کہ تین سو درخت کھجور کے لگاؤں اور ان کو پرورش کروں یہانتک کہ کھانے کے قابل ہوجائیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے لگائے جس کا قصہ شمائل میں موجود ہے اور اتفاق سے کسی جگہ سے سونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا حضور نے حضرت سلمان کو مرحمت فرمادیا کہ اسکو جاکر اپنی بدل کتابت میں دیدو۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا کافی ہوگا وہ بہت زیادہ مقدار ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ اسی سے عجب نہیں پورا فرمادیں چنانچہ میں لیگیا اور اس میں سے وزن کرکے چالیس اوقیہ سونا اسکو تول دیا (جمع الفوائد) اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ شمائل کی روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سلمان کو خریدنا اسی لحاظ سے کہا گیا کہ انکا بدل کتابت حضور ہی نے ادا فرمایا اپنے دست مبارک سے درخت لگائے اور خود ہی اپنے پاس سے وہ سونا عطا فرمایا جو بدل میں قرار پایا تھا حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ دس سے زیادہ آقاؤں کی غلامی میں وہ رہے ہیں۔ غزوۂ خندق میں انھیں کے مشورہ سے خندق کھدوائی گئی ورنہ عرب میں اس سے پہلے خندق کا دستور نہ تھا نہ لوگ خندق کو جانتے تھے۔

(۷) ابو نضرة کہتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو پوچھا تو انھوں نے یہ بتلایا کہ آپکی پشت پر ایک گوشت کا ابھرا ہوا ٹکڑا تھا۔

---

[1] عمرہ قیل ان قصة غرس عمر وعدم حملها من عامها غیر منقولة الا عند الترمذی ولیس فیما سواه من اخبار سلمان منه ۱۲

[2] ابو عقیل بفتح العین المهملة وکسر ثانیه والدورقی نسبة لدورق بفتح الدال المهملة وسکون الواو بلدة بفارس ۱۲

[3] ابی نضرة بفتح نون وسکون ضاد معجمة علی الصحیح ومن ضبطه بموحدة فمهملة ساکنة فقد غلط واسمه المنذر بن مالک ۱۲

قال سالت اباسعید الخدری عن خاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی خاتم النبوۃ فقال کان فی ظہرہ بضعۃ ناشزۃ حدثنا ابوالاشعث احمد بن المقدام العجلی البصری انا حماد بن زید انا عاصم الاحول عن عبد اللہ ابن سرجس قال اتیتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی ناس من اصحابہ فدرت ھکذا من خلفہ فعرف الذی ارید فالقی الرداء عن ظہرہ فرأیت موضع الخاتم علی کتفیہ مثل الجمع حولہا خیلان کانہا ثالیل فرجعت حتی استقبلتہ فقلت غفر اللہ لک یارسول اللہ فقال ولک فقال القوم استغفر لک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال نعم ولکم ثم تلا ھذہ الآیۃ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات

(بارہ گوشت ۱۲ — مرتفعہ ۱۲ — منسوب الی بنی عجل ۱۲ — لعلہ اشارۃ الی کیفیۃ الدوران ۱۲ — مثت ۱۲ — جمع خال ۱۲ — جمع ثؤلول ۱۲)

بابُ ماجاء فی شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فیہ روایتان رفع العین الفتح والسکون اشہر واحدتہا شعرۃ ۱۲

(۸) عبداللہ بن سرجس کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس وقت مجمع تھا میں نے اسطرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت چکر لگایا (راوی نے اسجگہ غالبًا چکر لگا کر فعلی صورت بیان کی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا منشاء سمجھ گئے اور اپنی پشت مبارک سے چادر اُتار دی۔ میں نے مُہرِ نبوت کی جگہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مٹھی کے ہمشکل دیکھا جس کے چاروں طرف تِل تھے جو گویا مسوں کے برابر معلوم ہوتے تھے۔ پھر میں حضور کے سامنے آیا اور میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ شانہٗ آپکی مغفرت فرماوے (یا اللہ تعالیٰ نے آپکی مغفرت فرمادی جیسا کہ سورۂ فتح میں اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک الآیۃ) حضور نے فرمایا اللہ تیری بھی مغفرت فرمائے۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ حضور نے تیرے لئے دعائے مغفرت فرمائی میں نے کہا ہاں اور تم سب کے لئے بھی اسلئے کہ اللہ جل شانہٗ نے حکم فرمایا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مغفرت کی دعا کرو اپنے لئے بھی اور مؤمن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی (اسلئے حضور تو سب ہی کے لئے دعائے مغفرت فرماچکے ہیں)۔

باب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مُبارک کے بالونکا بیان

ف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی مقدار میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا اور ان میں کچھ تعارض نہیں اسلئے کہ بال بڑھنے والی چیز ہے ایک زمانہ میں اگر کان کی لو تک تھے تو دوسرے زمانہ میں اس سے زائد اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سُر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے تو جس نے قریب کا زمانہ نقل کیا اس نے چھوٹے بال نقل کئے اور جس نے بال مُنڈے ہوئے عرصہ ہوجانے کے وقت کو نقل کیا اس نے زیادہ بال نقل کئے۔ بعض علماء نے اسطرح پر بھی جمع فرمایا ہے کہ

لہ بضعۃ الخ بالنصب انہ خبر کان واسمہ ضمیر الی الخاتم وھو بفتح الباء وقد تکسر قطعۃ لحم والناشزۃ المرتفعۃ ۱۲ ۲ سرجس کنرجس وقیل کجعفر منع عن الصرف للعلمیۃ والعجمۃ قالہ البیجوری ۱۲ ۳ مثل الجمع بضم المیم وجوز الکسائی کسرہا ھو ہیئۃ بعد جمع الاصابع وخیلان جمع خال ہی نقطۃ تضرب الی السواد وثالیل کمصابیح جمع ثؤلول کعصفور خراج صغیر نحو الحمصۃ یظہر علی الجسد لتنوء واستدارۃ ۱۲ ۴ فقال القوم فقیل المراد بالقوم الصحابۃ فقائل ہذا القول ھو عبداللہ وھو الظاہر وقیل الذین یحدثہم ۱۲ عبداللہ بن سرجس فقائل ہذا الکلام ھو عاصم الاحول قالہ القاری ۱۲ ۵ یعنی امتثالا لہذہ الآیۃ لانہ لایمکن ان اللہ تعالیٰ امرہ بشئ ولم یمتثلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا علی بن حُجر[۱] انا اسمعیل بن ابراهیم عن حمید عن انس بن مالک قال کان شعر[۲] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی نصف اذنیہ حدثنا ھناد[۳] بن السَّری انا عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کنت[۴] اغتسل انا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اناء واحد و کان لہ شعر فوق الجمۃ[۵] ودون الوفرۃ حدثنا احمد بن منیع انا ابو قطن نا شعبۃ عن ابی اسحاق عن البراء[۶] بن

الطویل ۱۲ / ما یصل الی شحمۃ الاذن ۱۲ / کبدیع ۱۲ / بفتحتین ۱۲

سر مبارک کے اگلے حصہ کے بال نصف کانوں تک پہونچ جاتے تھے اور وسط سر کے اس سے نیچے تک اور اخیر سر کے مونڈھوں کے قریب تک۔ اس باب میں امام ترمذی نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

(۱) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک تھے۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتا ورحضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ایسے پٹھوں سے جو کان کی لو تک ہوا کرتے ہیں ان سے زیادہ تھے اور اُن سے کم تھے جو مونڈھوں تک ہوتے ہیں یعنی نہ زیادہ لانبے تھے نہ چھوٹے بلکہ متوسط درجہ کے تھے۔ **ف** اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہر دو حضرات ننگے نہاتے تھے۔ اسلئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود ہی فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا محل ستر اور حضور نے میرا محل شرم کبھی نہیں دیکھا، نیز برتن کے ایک ہونے سے بھی اسپر حجت نہیں۔ اسکی کئی صورتیں ایسی ممکن ہیں کہ غسل بھی ہو جائے اور دوسرے کے سامنے ننگا بھی نہ ہونا پڑے۔ نیز اس حدیث سے عورت اور مرد کا ایک برتن سے اکٹھے نہانا ثابت ہوتا ہے علما کا امام نووی کے قول کے موافق اس صورت کے جواز پر اجماع ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ مرد پہلے غسل کرے اسکے بچے ہوئے پانی سے عورت غسل کرے یہ بھی بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہے۔ تیسری صورت اسکا عکس ہے کہ عورت پہلے نہاوے مرد اسکے بچے ہوئے سے نہائے۔ یہ صورت حنفیہ شافعیہ، مالکیہ سب حضرات کے نزدیک جائز ہے، حنابلہ اسکو جائز نہیں بتلاتے البتہ اگر عورت کے غسل کے وقت مرد وہاں موجود ہو تو وہ بھی جائز فرماتے ہیں، اُن حضرات کا استدلال اور جمہور کی طرف سے اسکا جواب علمی بحث ہونے کی وجہ سے یہاں سے ترک کر دئیے گئے۔ مختصر اعربی حاشیہ میں ذکر کئے گئے لیکن جب ایک معتمد امام کا خلاف ہے اور حدیث میں بھی اسکی ممانعت آئی ہے تو اس میں احتیاط اولیٰ ہے۔ (۳) حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متوسط القامۃ تھے، آپکے دونوں شانوں کا درمیان

---

[۱] بضم الحاء المہملۃ وسکون الجیم ۱۲ [۲] ای فی بعض الاحیان قال البیجوری وفی شرح المصابیح لم یحلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم راسہ فی سنی الہجرۃ الا فی عام الحدیبیۃ وعمرۃ القضاء وحجۃ الوداع ولم یقصر شعرہ الامرۃ واحدۃ کما فی الصحیحین اھ ۱۲ [۳] بتشدید النون وقولہ السری بفتح السین المہملۃ وکسر الراء وتشدید التحتانیۃ ۱۲ ب [۴] افادت الحکایۃ الماضیۃ بصیغۃ المضارع استحضاراً للصورۃ واشارۃ الی تکرارہ واستمرارہ ای اغتسلت معہ متکرراً ۱۲ ق م [۵] الجمۃ الخ بضم الجیم وتشدید المیم ما وصل من شعر الراس الی المنکبین والوفرۃ مالم یصل الیہما واللمۃ ما جاوز شحمۃ الاذن سواء وصل الی المنکبین اولا وقیل انہا بین الجمۃ والوفرۃ فعلی ہذا ترتیبہا ولج ای الوفرۃ ثم اللمۃ ثم الجمۃ وہذہ الثلثۃ قد اضطرب اقوال اہل اللغۃ فی تفسیرہا واقرب ما وفق بہ ان فیہا لغات کما یظہر من القاموس والجمع وایاما کان فالغرض ان شعرہ کان وسطا لا الطول ولا القصر ثم فی الحدیث دلیل علی جواز فضل المرأۃ کما قال بہ الثلثۃ خلافا للحنابلۃ اذ قالوا لا یجوز غسلہا الا ان یستعمل بحضرۃ لروایۃ نہی عن فضل المرأۃ واجیب عنہا بالضعف او ان المراد بالفضل المستعمل او غیر ذلک کما بسط فی بذل المجہود فی حل ابی داؤد ۱۲ [۶] البراء الخ تقدم حدیثہ مفصلاً فی الباب الاول واعادہ ہناک مختصراً للترجمۃ فیہ ۱۲

عازب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم مربوعا بعيد ما بين المنكبين وكانت جمته تضرب شحمة اذنيه

(۴) حدثنا محمد بن بشار انا وهب بن جرير بن حازم ثنى ابى عن قتادة قال قلت لانس كيف كان شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لم يكن بالجعد ولا بالسبط كان يبلغ شعره شحمة اذنيه

(۵) حدثنا محمد بن يحيى بن ابى عمر المكى انا سفيان بن عيينة عن ابن ابى نجيح عن مجاهد عن ام هانى بنت ابى طالب قالت قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم علينا مكة قدمة وله اربع غدائر

(۶) حدثنا سويد بن نصر ثنا عبد الله بن المبارك عن معمر عن ثابت عن انس ان شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم كان الى انصاف اذنيه

(۷) حدثنا سويد بن نصر انا عبد الله بن المبارك عن يونس بن يزيد عن الزهرى انا عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن عبد الله عن ابن عباس رضى الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسدل شعره وكان المشركون يفرقون رؤسهم وكان اهل الكتب يسدلون رؤسهم وكان يحب موافقة

[حاشیہ: اسمہ نجیح یسار ۱۲ — شقیقۃ علی بن ابی طالب اختلف فی اسمہا — الغدیر الذوائب سوی ناقۃ ۱۲ — بمہملات مضفورۃ ۱۲ — ابن راشد ۱۲ — البنانی ۱۲ — محمد بن مسلم بن شہاب ۱۲ — روایتان ۱۲]

وسیع تھا۔ آپ کے بال کانوں کی لو تک ہوتے تھے **ف** یہ حدیث حلیہ شریف میں مفصل گذر بھی چکی ہے بالوں کے ذکر کی وجہ سے یہاں پھر اسکو مختصراً ذکر کر دیا گیا۔ (۴) قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کیسے تھے، انہوں نے فرمایا کہ نہ بالکل پیچیدہ نہ بالکل کھلے ہوئے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگرالہ پن لئے ہوئے تھے جو کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔ (۵) ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے بال چار حصہ مینڈھیوں کے طور پر ہو رہے تھے۔ **ف** مشہور قول کے موافق ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ کو تشریف آوری چار مرتبہ ہوئی اوّل عمرۃ القضا میں جو سنہ سات ہجری میں تھا پھر فتح مکہ میں سنہ آٹھ ہجری پھر اسی سفر میں عمرۃ الجعرانہ کے لئے۔ پھر سنہ دس ہجری میں حج کے لئے۔ یہ تشریف آوری جس کا اس حدیث شریف میں ذکر ہے بیجوری کے قول کے موافق فتح مکہ کے وقت ہوئی اور یہی مظاہر حق میں لکھا ہے بعض علماء نے اور اوقات بھی تحریر فرمائے ہیں۔ مردوں کے لئے عورتوں کی طرح سے مینڈھیاں مکروہ ہیں اس حدیث میں مینڈھیوں سے وہی مراد لی جاویں جس میں تشبہ نہ ہو کہ تشبہ کی حضور نے خود ہی ممانعت فرمائی ہے۔ (۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک ہوتے تھے۔ (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اولاً بالوں کو بغیر مانگ نکالے ویسے ہی چھوڑ دیا کرتے تھے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے اور اہل کتاب نہیں نکالتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً ان امور میں جنمیں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے لیکن اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مخالفت اہل کتاب فرمانے لگے

لے قیل کان ذلک استئلافا لهم او لكونه مما بقی من شرائع الرسل و هؤلاء ونبیون لامستند لهم الا ما وجدوا علیه آباءهم وقیل كان ذلک استئلافا لقلوبهم كما تألفهم باستقبال قبلتهم لكن غلبت عليهم الشقوة فكلما ازداد تاليفا ازدادوا نفورا وقال بعضهم ان تلك المحبة كانت قبل اشتهار الاسلام وقوته فلما فتحت مكة واستقر الامر احب مخالفتهم وامر بمخالفتهم كما في صبغ الشيب وصوم السبت وعاشوراء وغير ذلك من الاحكام ۱۲

اهل الكتب فيما لم يؤمر فيه بشيء ثم فرق رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه حدثنا محمد بن بشار انا

عبد الرحمٰن بن مهدی عن ابراهيم بن نافع المكي عن ابن ابي نجيح عن مجاهد عن ام هانی قالت

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ذا ضفائر اربع

باب ماجاء في ترجل رسول الله صلى الله عليه وسلم

حدثنا اسحاق بن موسى الانصاري ثنا معن بن عيسى ثنا مالك بن انس عن هشام بن عروة عن

ابيه عن عائشة رضي الله عنها قالت كنت أرجل رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا حائض حدثنا

يوسف بن عيسى انا وكيع انا الربيع بن صبيح عن يزيد بن ابان هو الرقاشي عن انس بن مالك قال

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر دهن راسه وتسريح لحيته ويكثر القناع حتى كان ثوبه ثوب زيات

(۸) ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چار گیسووں والا دیکھا **ف** بظاہر یہ حدیث وہی حدیث ہے جو پہلے گذر چکی ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرنے کا بیان

ف بالوں میں کنگھا کرنا مستحب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ترغیب بھی فرمائی ہے اور خود بھی اپنے بالوں میں کنگھا کیا کرتے تھے۔ امام ترمذی نے اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی **ف** اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ ثابت فرمایا ہے کہ حائضہ کو حالت حیض میں مرد کی خدمت کرنا جائز ہے حیض سے اسمیں کوئی کمی نہیں آتی صحبت وغیرہ البتہ ناجائز ہے۔ (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا استعمال فرماتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو تیل کے کثرت استعمال سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا ہو۔ **ف** یعنی تیل سے چونکہ کپڑے خراب ہو جاتے ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظافت کے خلاف ہے اسلئے اسکی حفاظت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑا سر پر ڈال لیتے تھے تاکہ عمامہ وغیرہ خراب نہ ہو

۱؎ قالوا الفرق سنة لانه الذي رجع اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم والظاهر انه رجع بوحي لقوله ما لم يؤمر وقال القاضي عياض نسخ السدل فلا يجوز فعله قال ويحتمل جواز الفرق لا وجوبه قال ابن حجر والذي يتجه ان محل جواز السدل حيث لم يقصد به التشبه بالنساء والا حرم من غير نزاع ويؤيد جواز السدل ما ورد ان من الصحابة من يسدل ومنهم من يفرق ولم يعب بعضهم على بعض فلو كان الفرق واجبا لما سدلوا وقال القرطبي انه مستحب وهو قول مالك والجمهور قاله القاري ۱۲ ۲؎ الترجل والترجيل تسريح الشعر وتحسينه كما في النهاية وفي المشارق رجل شعره اذا مشطه بماء او دهن ليلين ويرسل الثائر ويمد المنقبض قال الحافظ ابن حجر نقلا عن ابن بطال هو من باب النظافة وقد ندب الشارع اليه بقوله النظافة من الدين وقال تعالى خذوا زينتكم عند كل مسجد ولان الظاهر عنوان الباطن ۱۲ ق ۳؎ ابان بفتح الهمزة وتخفيف الموحدة كسحاب وقيل بكسر الاول وتشديد الثاني غير منصرف عند الاكثر وصرفه بعضهم حتى قال من لم يصرف ابان فهو اتان ۱۲

۴؎ بفتح الراء وخفة قاف وشين معجمة نسبة الى رقاش بنت ضبيعة كذا في العيني قاله القاري وقال المناوي نسبة الى بنت قيس بن ثعلبة بن عكابة او الى اولادها ۱۲

۵؎ ثوبه المراد بذلك الثوب القناع لا مطلق الثوب فلا ينافي نظافته صلى الله عليه وسلم وقال الجزري الربيع بن صبيح كان عابدا لكنه ضعيف في الحديث وقال ابن حبان كان عابدا ولم يكن الحديث من صناعته فوقع في حديثه المناكير قيل ومن مناكيره في هذا الحديث كان ثوبه ثوب زيات لكن قال القاري والمناوي ان شواهده وذكرا شواهده بعده طرف ۱۲

حدثنا هناد بن السری انا ابو الاحوص عن اشعث بن ابی الشعثاء عن ابیه عن مسروق عن [۳]
عائشة رضی الله عنها قالت ان[۲] کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لیحب التیمن فی طهوره اذا تطهر
فی ترجله اذا ترجل وفی انتعاله اذا انتعل حدثنا محمد بن بشار انا یحیی بن سعید عن هشام
بن حسان[۳] عن الحسن البصری عن[۴] عبد الله بن مغفل قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم
عن الترجل الاغبا[۵] حدثنا الحسن بن عرفة قال ثنا عبد السلام بن حرب عن یزید بن ابی خالد عن ابی
العلاء الاودی عن حمید بن عبد الرحمن عن[۵] رجل من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم
ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یترجل غبا

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وضو کرنے میں کنگھی کرنے میں جوتہ پہننے میں (غرض ہر امر میں) دائیں کو مقدم رکھتے تھے یعنی پہلے دائیں جانب کنگھا کرتے پھر بائیں جانب۔ **ف** ان تین چیزوں کی جو حدیث میں ذکر کی گئی ہیں کچھ قید نہیں۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کو دائیں سے ابتدا کرنا پسند فرماتے تھے اسی وجہ سے ترجمہ میں ہر چیز کا اضافہ کر دیا اور اس کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا وجود زینت اور شرافت ہے اس کے پہننے میں دایاں مقدم ہوتا ہے جیسے کپڑا، جوتہ اور نکالنے میں بایاں مقدم۔ اور جس چیز کا وجود زینت نہیں اسکے کرنے میں بایاں مقدم کرنا چاہئے جیسے پاخانہ جانا کہ اس میں جاتے وقت بایاں پاؤں مقدم ہونا چاہئے اور نکلتے وقت دایاں برخلاف مسجد کے کہ اس کا قیام شرافت اور بزرگی ہے اسلئے مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اول داخل کرنا چاہئے اور نکلتے وقت بایاں پاؤں اول نکالنا چاہئے۔

(۴) عبد اللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے کو منع فرماتے تھے مگر گاہے گاہے۔ **ف** قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ گاہے گاہے سے مراد تیسرا دن ہے۔ ابو داؤد شریف میں ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روزانہ کنگھا کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ ممانعت جب ہے جب کوئی ضرورت اسکی مقتضی نہ ہو ورنہ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

(۵) حمید بن عبد الرحمن ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہے گاہے کنگھی کیا کرتے تھے۔

---

[۱] بجا روعاد مہملتین قیل اسمه عون بن مالک والمشهور سلام بن سلیم بتخفیف اللام فی الاول والتصغیر فی الثانی کما ضبطه القاری قال المناوی سلام ککلام ۱۲ [۲] مخففة من الثقیلة بدلیل اللام الفارقة بین المخففة والنافیة وضمیر الشان بعدها محذوف ۱۲ ق [۳] حسان صیغة مبالغة من الحسن فیصرف لان نونه حینئذ اصلیة فان کان من الحس وتشدید السین فلا یصرف للعلمیة وزیادة الالف والنون ونظیره ما قیل لبعض الظرفاء عفان قال نعم ان یکونه لاان مشتقة بعنی بلا نه علی الاول من العفونة وعلی الثانی من العفة ۱۲ [۴] غبا بمعجمة مکسورة وموحدة مشددة ورود الابل الماء یوما وترکه یوما ثم استعمل فی فعل الشیء حینا وترکه حینا والمراد نهی دوام التسریح قاله ابن العربی والاد تصنیع وترک تدنس وانما به سنة ۱۲ [۵] عن رجل لم یسم وابهام الصحابی لا یضر لعدالتهم واختلف فی اسمه فقیل هو الحکم بن عمرو وقیل عبد الله بن سرجس وقیل عبد الله بن مغفل ۱۲

باب ماجاء فی شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن بشار انا ابوداؤد انا ھمام عن قتادۃ قال قلت لانس بن مالک ھل خضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لم یبلغ ذلک انما کان شیبا فی صدغیہ ولکن ابوبکر خضب بالحناء والکتم حدثنا اسحاق بن منصور ویحیی بن موسی قالا انا عبد الرزاق عن معمر عن ثابت عن انس قال ما عددت فی راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولحیتہ الا اربع عشرۃ شعرۃ بیضاء حدثنا محمد بن المثنی انا ابوداؤد انا شعبۃ عن سماک بن حرب قال سمعت جابر بن سمرۃ یسئل عن شیب رسول اللہ

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال آجانے کا ذکر

ف اس باب میں امام ترمذی نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خضاب کیا کرتے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی سفیدی اس مقدار کو نہ پہونچی تھی کہ خضاب کی نوبت آتی۔ سفیدی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف دونوں کنپٹیوں میں تھوڑی سی تھی البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنا اور کتم سے خضاب فرمایا کرتے تھے۔ **ف** کتم ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سیاہ ہوتا ہے اور مہندی کے ساتھ ملا کر سرخ ہوتا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سبز ہوتا ہے اور مہندی کے ساتھ ملا کر مائل بسیاہی ہوجاتا ہے۔ ملا علی قاری کہتے ہیں کہ غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے اگر غلبہ کتم کا ہوتا ہے تو خضاب سیاہ ہوجاتا ہے اور اگر غلبہ مہندی کا ہوتا ہے تو سرخ۔ الغرض خضاب دونوں سے جائز ہے مگر سیاہ نہیں ہونا چاہیئے اسلئے کہ سیاہ خضاب کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں چودہ سے زائد سفید بال نہیں گنے **ف** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال بہت ہی کم تھے لیکن انکی تعداد میں اختلاف ہے اس روایت سے چودہ معلوم ہوتے ہیں بعض روایات سے سترہ، اٹھارہ اور بعض سے تقریباً بیس معلوم ہوتے ہیں یہ کچھ ایسا اختلاف نہیں مختلف زمانوں پر بھی محمول ہوسکتی ہیں اور گننے کے فرق پر بھی حمل کیجا سکتی ہیں۔ سفید بالوں کی قلت سب میں مقصود ہے۔ (۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تیل کا استعمال فرماتے تھے تو وہ محسوس نہیں ہوتے تھے ورنہ کچھ سفیدی کہیں کہیں محسوس ہوتی تھی **ف** تیل کے استعمال کے وقت میں چونکہ سب بال چمکنے لگتے تھے اسلئے بالوں کی سفیدی تیل کی چمک میں مخلوط ہوجاتی تھی یا اس وجہ سے کہ تیل کی وجہ سے بال جم جاتے تھے تو سفید بال اپنی قلت کی وجہ سے مستور ہوجاتے تھے اور جب تیل لگا ہوا نہیں ہوتا

لہ شیب الخ ہو ابیضاض الشعر المسود کما فی المصباح ویطلق علی بیاض الشعر والشعر الابیض ایضا قال البیجوری تبعا للمناوی انما اخرہ عن الترجل لان الترجل عل التعدی برفع بخلاف الشیب وقدم الشعر علیہما لانہما من عوارض الشعر ۱۲ ابوداؤد الطیالسی وہمام بہاء مفتوح ثم میم مشددۃ ابن یحیی العوذی ۱۲ قال القاری بفتحتین والتاء مخففۃ وقال ابوعبید بتشدید التاء والمشہور التخفیف واختلفوا فی تفسیرہ ففی بعض کتب اللغۃ ہو ورق یشبہ ورق الاٰس یصبغ بہ وفی المہذب ہو الوسمۃ وفی الصحاح ہو نبت یخلط مع الوسمۃ للخضاب وفی النہایۃ یشبہ ان یکون معنی الحدیث خضب بکل منہما منفردا عن الآخر فان الخضاب بہما یجعل الشعر اسود وقد صح النہی عن السواد کالوادمعنی اوقال المعصم عن انس نفسہ کان فی راسہ ولحیتہ الاسبع عشرۃ او ثمان عشرۃ شعرۃ بیضاء وجمع باختلاف الازمان وبان الاول اخبار عن عدہ والثانی اخبار عن الواقع اھ ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان اذا ادھن راسہ لم یر منہ شیب فاذا لم یدھن رُئی منہ حدثنا محمد

مضارع بالحرکات الثلث ۱۲

بن عمر بن الولید الکندی الکوفی انا یحیی بن ادم عن شریک عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن

بن عبد اللہ بن ابی شریک ۱۲ — ابن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب

ابن عمر قال انما کان شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحوا من عشرین شعرۃ بیضاء حدثنا

ابو کریب محمد بن العلاء انا معاویۃ بن ہشام عن شیبان عن ابی اسحاق عن عکرمۃ عن ابن عباس قال

صدوق ۱۲ — معنوا ۱۲

قال ابو بکر یا رسول اللہ قد شبت قال شیبتنی ہود والواقعۃ والمرسلات وعم یتساءلون واذا

الشمس کورت حدثنا سفیٰن بن وکیع انا محمد بن بشر عن علی بن صالح عن ابی اسحاق عن ابی جحیفۃ

بکسر الموحدۃ وسکون المعجمۃ ۱۲

تھا تو وہ منتشر ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو جاتے تھے۔ (۴) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال تقریباً بیس تھے۔ **ف** یہ پہلے گذر چکا کہ یہ روایت اوروں کے کچھ خلاف نہیں۔ (۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے (اسکی کیا وجہ حالانکہ آپ کا اعتدال اس کا مقتضی تھا کہ آپ جوان ہی رہتے یا آپکی عمر شریف کا مقتضیٰ یہ تھا کہ آپ اسوقت تک جوان ہوتے) حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عم یتساءلون، سورۂ اذا الشمس کورت، ان سورتوں نے بوڑھا بنا دیا **ف** ان سورتوں کی قید نہیں ان کے علاوہ سورہ الحاقہ، سورۂ القارعہ، سورۂ غاشیہ وغیرہ کا بھی ذکر آیا ہے مقصود وہ سب سورتیں ہیں جنہیں دہشت اثر امور کا ذکر ہے جیسے قیامت جہنم صور شقی لوگوں کا انجام وغیرہ وغیرہ۔ اسی لئے ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امور میں جانتا ہوں اگر تمھیں معلوم ہو جاتے تو ہنسنا بہت ہی کم کر دیتے اور اکثر اوقات روتے رہا کرتے۔ حتیٰ کہ بیبیوں کے پاس جانا بھی چھوڑ دیتے۔ (او کما قال) شرح سنہ میں لکھا ہے کہ ایک صاحب کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ مجھے یہ حدیث پہونچی کہ آپنے ارشاد فرمایا ہے کہ سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا بنا دیا کیا بات ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اسمیں ایک آیت ہے واستقم کما امرت یعنی دین پر ایسے مستقیم رہو جیسا کہ حکم ہے اور ظاہر ہے کہ حکم کے موافق پوری استقامت بہت ہی مشکل امر ہے اسی لئے صوفیا نے لکھا ہے کہ استقامت ہزار کرامتوں سے افضل ہے۔ (۶) ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر کچھ ضعف وغیرہ اثر بڑھاپے کا محسوس ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود جیسی سورتوں نے ضعیف کر دیا۔ **ف** ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولتکدہ سے تشریف لا رہے اور داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیر رہے تھے حضرت ابوبکر حضرت عمر مسجد میں تشریف فرما تھے حضرت ابوبکرؓ نے یہ منظر دیکھکر

لہ دہن قال المناوی عن القسطلانی کذا وقع فی اصل سماعنا من الثلاثی المجرد وکذا قولہ لم یدہن وفی بعض النسخ ادہن من الافتعال وعلی التقدیرین یکون راسہ مفعولاً لکن فی المغرب دہن راسہ اذا طلاہ بالدہن وادہن من غیر ذکر المفعول وادہن شاربہ خطأ اھ واطال الکلام فیہ القاری فی جمع الوسائل ۱۲ کہ قال القاری والمناوی وغیرہما لم یر منہ لالتباس بیاضہ بلمعان الشعر من الدہن ۔۔۔ ما قال الطیبی انہ عند الادہان کان یجمع شعرہ ویضم بعضہ الی بعض وکانت الشعرات البیض من قلتہا لا تبین فاذا شعث راسہ ظہرت ۱۲ تہ الکندی بکسر ۔۔۔ نسبۃ لکندۃ محلۃ بالکوفۃ لا القبیلۃ کما توہم قال البیجوری تبعاً للمناوی قلت قال السمعانی فی الانساب نسبۃ الی کندۃ قبیلۃ مشہورۃ بالیمن ۔۔۔ وقال القاری منسوب الی کندۃ قبیلۃ من قبائل العرب ومحلۃ بالکوفۃ ۱۲ کہ بکسر الشین المعجمۃ وسکون ۔۔۔ ابی جحیفۃ بضم جیم ثم حاء مہملۃ ۔۔۔ اسمہ وہب السوائی صحابی جلیل یحبہ علی ۔۔۔ وجعلہ علی بیت المال وسماہ وہب الخیر ۱۲

قَالَ قالوا یا رسول اللہ نراک قد شبت قال شیبتنی ھود واخواتھا حدثنا علی بن حجر قال انبأنا شعیب بن صفوان عن عبد الملک بن عمیر عن ایاد بن لقیط العجلی عن ابی رمثۃ التیمی تیم الرباب قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعی ابن لی قال فاریتہ فقلت لما رأیتہ ھذا نبی اللہ وعلیہ ثوبان اخضران ولہ شعر قد علاہ الشیب وشیبہ احمر حدثنا احمد بن منیع انا سریج بن النعمان انا حماد بن سلمۃ عن سماک بن حرب قال قیل لجابر بن سمرۃ اما کان فی راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیب قال لم یکن فی راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیب الا شعرات فی مفرق راسہ اذا ادھن واراھن الدھن

عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کسقدر جلدی آپ پر بڑھاپا آگیا اور یہ کہکر رونے لگے آنسو جاری ہورہے تھے حضور نے فرمایا سورہ ہود جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ زمخشری کہتے ہیں میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص شام کے وقت بالکل سیاہ بال جوان تھا ایک ہی رات میں بالکل سفید ہوگیا۔ لوگوں نے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے رات قیامت کا منظر دیکھا کہ لوگ زنجیروں سے کھینچکر جہنم میں ڈالے جارہے ہیں اسکی دہشت مجھپر کچھ ایسی غالب ہوئی کہ اس نے ایک ہی رات میں مجھے اس حالت پر پہونچادیا۔ اللہ اکبر۔ (۷) ابو رمثہ تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لوگوں نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ یہ تشریف فرما ہیں غالباً یہ پہلے سے پہچانتے نہ ہونگے) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو مجھے معاً یہ کہنا پڑا کہ واقعی یہ اللہ کے سچے نبی ہیں اسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو سبز کپڑے پہن رہے تھے (یعنی حضور کی لنگی بھی سبز تھی اور چادر بھی سبز) اور آپکے چند بالوں پر کچھ بڑھاپے کے آثار غالب ہوگئے تھے لیکن وہ بال سُرخ تھے۔

ف چہرۂ انور پر جو آثار ہیبت، وقار اور انوار نبوت تھے ان کو دیکھ کر بے اختیار آدمی کی زبان سے اس قسم کے الفاظ نکل جاتے تھے کہ بیشک یہ اللہ کے رسول ہیں بلاشبہ یہ شخص جھوٹا نہیں ہوسکتا وغیرہ وغیرہ متعدد حضرات صحابہ سے اس قسم کے الفاظ ابتدائی نظر میں حدیث کی کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ بالوں کا بھی ذکر ہے اسمیں علما کا اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب فرمایا یا نہیں بعض خضاب کے قائل ہیں وہ اس سرخی کو خضاب پر محمول فرماتے ہیں اور بعض لوگ قائل نہیں وہ فرماتے ہیں کہ بال جب سفید ہوتا ہے تو اکثر مرتبہ اول سرخ ہوتا ہے یہ سُرخی اصلی تھی خضاب کی نہیں تھی۔ خضاب کا بیان مستقل دوسرے باب میں آنیوالا ہے۔ (۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں سفید بال تھے انھوں نے

لہ ایاد بکسر الہمزۃ وتخفیف المثناۃ التحتیۃ ثم دال مہملۃ ولقیط بفتح اللام وکسر القاف کبدیع واخرجہ المصنف فی جامعہ بروایۃ عبید اللہ عن ایاد وقال غریب لا نعرفہ الا من حدیث عبید اللہ ۱۲ ؎ تیم الرباب منصوب بتقدیر اعنی وقال القاری مجرور فی اصل سماعنا واحترز بہ عن تیم قریش قبیلۃ من بکر والرباب بکسر الراء وتخفیف الموحدتین وضبطہ الحافظ فی شرح البخاری بفتح الراء وہم خمس قبائل ذبۃ وثور وعکل وتیم وعدی غمسوا ایدیہم فی رب وہو ثفل السمن وتحالفوا علیہا فصار واید واحدۃ ۱۲ ؎ اضطربت روایات ابی رمثۃ فی ان اتیانہ عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان مع ابنہ کما فی روایۃ الشمائل او مع ابیہ کما فی روایات ابی داؤد واذ روی عنہ قال انطلقت مع ابی نحو النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا ہو ذو وفرۃ بہا ردع حناء وعلیہ بردان اخضران وفی روایۃ قال لہ ابی ارنی ہذا الذی بظہرک فانی رجل طبیب وفی اخری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ہذا قال ابنی قال لا یجنی علیک ولا تجنی علیہ وبکلا السیاقین اخرجہ احمد بطرق عدیدۃ فی بعضہا ان الکلام فی الطب والولد کلاہما کان مع والد ابی رمثۃ وفی ص اخری انہ کان مع ابی رمثۃ بنفسہ

باب ما جاء فی خضاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا احمد بن منیع انا ھشیم انا عبد الملک بن عمیر عن ایاد بن لقیط قال اخبرنی ابو رمثۃ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابن لی فقال ابنک ھذا فقلت نعم اشھد بہ قال لا یجنی علیک ولا تجنی علیہ قال ورأیت الشیب احمر قال ابو عیسٰی ھذا احسن شیء روی فی ھذا الباب وافسرہ لان الروایات الصحیحۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یبلغ الشیب ابو رمثۃ اسمہ رفاعۃ بن یثربی التیمی

کہا کہ صرف چند بال مانگ پر تھے جو تیل لگانے کی حالت میں ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ ف یہ روایت بظاہر اس روایت کے کچھ خلاف ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شروع باب میں گذری ہے لیکن کوئی ایسا اشکال نہیں اسلئے کہ وہ دو چار بال مانگ میں تھے جو بالوں میں مستور ہو جاتے تھے اور تیل نہ لگنے کے وقت ظاہر ہوتے تھے۔ اس لئے اگر کسی روایت میں ان کا ذکر نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب فرمانے کا ذکر

ف اس بارہ میں مختلف روایتیں ہیں امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان میں سے چار حدیثیں اس باب میں ذکر فرمائی ہیں۔ ان ہی روایات مختلفہ کی بنا پر علما میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب فرمایا یا نہیں۔ اکثر حضرات کے نزدیک امام ترمذی کا میلان خضاب نہ کرنے کی طرف ہے حنفیہ بھی اسی طرف مائل ہیں چنانچہ درمختار میں اس کی تصریح کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خضاب نہ کرنا زیادہ صحیح ہے اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے اسکی یہی وجہ بتلائی ہے کہ حضور کی داڑھی اور سر مبارک میں بخاری وغیرہ کی روایت کے موافق سترہ بال سفید تھے۔ اور بیجوری شافعی شارح شمائل اسکے قائل ہوئے ہیں کہ حضور نے کبھی کبھی خضاب فرمایا اور اکثر نہیں کیا۔ مسئلہ علما حنفیہ کے نزدیک خضاب مستحب ہے لیکن مشہور قول کے موافق سیاہ خضاب مکروہ ہے۔ اور علما شافعیہ کے نزدیک خضاب سنت ہے مگر سیاہ خضاب حرام ہے۔

(۱) ابو رمثہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک لڑکے کو ساتھ لیکر حاضر ہوا۔ تو حضور نے فرمایا

لہ الخضاب مصدر بمعنی الملون کما فی عامۃ الشروح وزعم ابن حجر انہ بعید وتقرب قول القاموس الخضاب ککتاب ما یخضب بہ ای یلون بہ ولیس کما زعم اذ المبوب انما ہو بیان تلوین شعرہ لا بیان بیین ما یلونہ لانہ لیس فیہ الاحدیث واحد معظم ما فی الباب الاول ۱۲ ق م ۵ قال میرک یروی بصیغۃ الامر من الثلاثی المجرد ای کن شاہدا علی اعترافی بانہ ابنی وفی بعض النسخ بصیغۃ المتکلم من المجرد ایضا ای احترت بذلک قال القاری فقول الحنفی روی علی صیغۃ المضارع وعلی صیغۃ الامر ایضا بنار علی زعمہ او علی وہمہ من عدم الفرق بین الروایۃ والنسخۃ والعجب انہ قدم النسخۃ علی الروایۃ اہ قلت وعامۃ من ضبط من شراح الحدیث بصیغۃ الامر ۱۲ م ۵ وفی روایۃ الحاکم وشیبہ احمر مخضوب بالحنا ۱۲ ب ۵ احسن الخ کثیرا ما یقول المصنف عبارتہ ہذا اصح شیء فی الباب لا یلزم من ہذا العبارۃ کما قالہ النووی فی الاذکار صحۃ الحدیث فانہم یقولون ہذا اصح ما فی الباب وان کان ضعیفا ومرادہم انہ ارجح ما ورد فی الباب ۱۲ ۵ ای لم یصلہ ولم یظہر البیاض فی شعرہ کثیرا بحیث یحتاج الی الخضاب فینبغی ان یفسر شیبہ بالحمرۃ قال میرک واشار المصنف بہذا الکلام الی ان الروایات المصرحۃ بالخضاب فی طریق ابی رمثۃ لم تصح عندہ او ہی مؤولۃ قال ابن حجر کذا قیل ولیس بظاہر لان الترمذی تعالی اخضا بدلیل سیاقہ للاحادیث الاتیۃ ولان ہذا لو کان مرادہ لم یسق ہذا الحدیث فی ہذا الباب اصلا بل کان یقتصر علی سیاقہ فی الباب الاول لان کونہ احمر لا یعزہ لان مرادہ حمرتہ الزائیۃ التی ہی مقدمۃ الشیب فذکرہ ہنا مستوفی الباب یدل علی ان ذہ مناسبۃ بکل منہما وہی ان فیہا اثبات الشیب وہو المناسب للباب السابق وانہ کان احمر بالخضا وہو المناسب لہذا الباب واما الروایات الصحیحۃ انہ لم یشب فمعناہا لم یکثر شیبہ مع انہ کان یسترہ بالحمرۃ فی بعض الاحیان اہ قال القاری ہذا کلام حسن لکن فیہ انہ لا دلالۃ علی ان الترمذی قائل بالخضاب لامکان ترجیح عدم عندہ بل ہو الظاہر من قولہ ہذا اہ قلت ویؤید ابن حجر ان الترمذی ذکر ابا رمثۃ فی جامعہ فی من روی فی باب الخضاب ۱۲ فی الحمرۃ ایضا علی ان الخ

حدثنا سفین بن وکیع قال انا ابی عن شریك عن عثمان[1] بن موهب قال سئل ابو هریرة[2] هل خضب رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم قال ابو عیسی[3] وروی ابو عوانة هذا الحدیث عن عثمان بن عبد الله بن موهب فقال عن ام سلمة حدثنا ابراهیم بن هرون قال انبانا النضر بن زرارة عن ابی جناب[4] عن ایاد بن لقیط عن[5] الجهذمة[6] امرأة بشیر بن الخصاصیة[7] قالت انا رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یخرج من بیته ینفض راسه وقد اغتسل وبراسه ردع او قال[8] ردغ من حناء شك فی هذا الشیخ حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن انا عمرو بن عاصم انا حماد بن سلمة انا حمید عن[9] انس قال رأیت شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم مخضوبا قال حماد واخبرنا عبد الله بن محمد بن عقیل قال رأیت شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم عند انس بن مالك مخضوبا

کہ کیا تیرا یہ بیٹا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت یہ میرا بیٹا ہے آپ اس کے گواہ رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکی جنایت کا بدلہ تجھ پر نہیں اور تیری جنایت کا بدلہ اس پر نہیں (فائدہ میں اسکی وضاحت آئیگی) ابورمثہ کہتے ہیں کہ اسوقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض بالوں کو سرخ دیکھا۔ امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ خضاب کے بارے میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح اور واضح ہے **ف** زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ بیٹا باپ کے جرم میں ماخوذ ہوجاتا تھا۔ ابورمثہ نے اسی قاعدہ کی بنا پر یہ عرض کیا تھا کہ اگر کبھی اس امر کی ضرورت پیش آوے تو آپ اسکے گواہ رہیں کہ واقعی یہ میرا بیٹا ہے۔ حضور نے زمانۂ جاہلیت کی اس رسم کا رد فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ اسلام کا یہ قاعدہ نہیں کہ کوئی کرے اور کوئی بھرے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی شخص دوسرے کے بوجھ کا ذمہ دار نہیں۔ (۲) ابوہریرہؓ سے کسی شخص نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا انھوں نے کہا کہ ہاں کیا۔ (۳) جہذمہ جو بشیر بن خصاصیہ کی بیوی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان سے باہر تشریف لاتے ہوئے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرما رکھا تھا اسلئے سر مبارک کو جھاڑ رہے تھے اور آپکے سر پر حنا کا اثر تھا۔ (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو خضاب کیا ہوا دیکھا۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب میں مختلف روایتیں ہیں جیسا کہ مفصل گذر چکا ہے لیکن اس روایت میں ایک خاص اشکال ہے وہ یہ کہ اس سے پہلے باب کی سب سے پہلی حدیث میں خود حضرت انسؓ سے خضاب کی نفی مذکور ہو چکی ہے لیکن دونوں روایتیں اگر صحیح مان لیجاویں تو مختلف اوقات پر محمول ہوسکتی ہیں

[1] عثمان منسوب الی جده لانه عثمان بن عبد الله بن موهب بکسر الهاء او بفتحها قولان للعلماء ونسخ شراح الشمائل فتحها ۱۲ [2] قال ابو عیسی الترمذی یعنی ان ابا عوانة جعل الحدیث من مسانید ام سلمة بدل ابی هریرة والغرض بیان الاختلاف بین شریک وابی عوانة تلمیذی عثمان وحقق القاری ان ما وقع فیه من شریک وهم والصواب روایة ابی عوانة یعنی کونها من مسانید ام سلمة فتامل ۱۲ [3] ابو جناب بجیم مفتوحة فنون کسحاب هو یحیی بن ابی حیة الکلبی کذا فی الشرح وکتب الرجال فما فی النسخ من غیره غلط ۱۲ [4] بفتح الجیم وسکون الهاء وفتح الذال المعجمة بعدها میم امرأة بشیر بفتح اوله کبدیع ق وقال المناوی جهذمة صحابیة غیر النبی صلی الله علیه وسلم اسمها فسماها لیلی وبشیر سماه به النبی صلی الله علیه وسلم تغییرا لاسم زحم ۱۲ [5] الخصاصیة بفتح المعجمة وبصادین مهملتین وتخفیف التحتیة والتشدید لحن کذا نقل عن صاحب القاموس ورد علی ابن الاثیر وتعقبه شراح الشمائل بان اللحن اذا کان الخصاصیة مصدرا اما اذا کان الخصاصة بمعنی الفقر والیاء للنسبة فلا مانع لکنهم جزموا بان الروایة بالتخفیف ۱۲ [6] وقال الحنفی یعنی شک شیخی ابراهیم فی هذا اللفظ فی انه اسمعه من شیخه بالعین المهملة او بالغین المعجمة لکن قال القسطلانی اتفق المحققون علی ان الردغ بالمعجمة غلط فی هذا الموضع لاطباق اهل اللغة علی انه بالمهملة لطخ من زعفران قال الحافظ هو بمهملة الصبغ وبمعجمة الطین الکثیر وقال السیوطی

باب ماجاء فی کحل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن حمید الرازی[1] انبانا ابوداؤد الطیالسی عن عباد بن منصور عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اکتحلوا بالاثمد فانہ یجلو البصر وینبت الشعر[3] وزعم[4] ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کانت لہ مکحلۃ[5] یکتحل منہا کل لیلۃ ثلثۃ فی ہذہ وثلثۃ فی ہذہ حدثنا عبد اللّٰہ بن الصباح الہاشمی البصری انا عبید اللّٰہ بن موسی انا اسرائیل عن عباد بن منصور ح و حدثنا علی بن حجر ثنا یزید بن ہرون انبانا عباد بن منصور عن عکرمۃ عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللّٰہ

باب حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے سرمہ کا بیان

ف سرمہ آنکھ میں ڈالنا مستحب ہے، آدمی کو چاہئے کہ ثواب کی نیت سے سرمہ ڈالے کہ اس میں آنکھ کو فائدہ پہنچنے کے علاوہ اتباع کا ثواب بھی ہے امام ترمذی نے اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرو اسلئے کہ وہ آنکھ کی روشنی کو بھی تیز کرتا ہے اور پلکیں بھی زیادہ اُگاتا ہے حضرت ابن عباس یہ بھی کہتے تھے کہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے تین تین سلائی ہر رات آنکھوں میں ڈالا کرتے تھے

ف اثمد ایک خاص سرمہ کا نام ہے جو سیاہ سرخی مائل ہوتا ہے بلادِ مشرقیہ میں پیدا ہوتا ہے بعض اکابر اس سے اصفہانی سرمہ مراد بتلاتے ہیں اور بعض نے توتیا بتلایا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تندرست آنکھوں والے اور وہ لوگ ہیں جنکو موافق آجاوے ورنہ مریض آنکھ اس سے زیادہ دُکھنے لگتی ہے، سرمہ کا سوتے وقت ڈالنا زیادہ مفید ہے کہ آنکھ میں دیر تک باقی بھی رہتا ہے اور مسامات میں سرایت بھی اسوقت زیادہ کرتا ہے۔ سلائی کے بارے میں بھی مختلف روایتیں ہیں، بعض روایات میں دونوں آنکھ میں تین تین وارد ہوئی ہیں جیسا کہ ابھی گذرا ہے، اور بعض روایات میں دائیں آنکھ میں تین بائیں میں دو وارد ہوئی ہیں، یہ مختلف اوقات پر محمول ہیں کہ بعض مرتبہ حضور ایسا فرماتے تھے اور بعض مرتبہ ایسا حافظ ابن حجر ملا علی قاری وغیرہ حضرات نے پہلی صورت کو راجح فرمایا ہے چنانچہ نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے بھی متعدد احادیث میں یہی صورت نقل کی گئی ہے جیسا آئندہ روایات میں آرہا ہے (۲) ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ

لہ الکحل بالضم کل ما یوضع فی العین للاستشفاء و بالفتح جعل الکحل فی العین قال القسطلانی المسموع من الرواۃ الضم وان کان للفتح وجہ بحسب المعنی ۱۲ ۔ ۲ الرازی نسبۃ الی الری مدینۃ کبیرۃ مشہورۃ من بلاد الدیلم وزادوا الزای فی النسب لب ۱۲ ۔ ۳ الشعر بفتح العین للازدواج وہو الروایۃ ۱۲ ۔ ۴ ای ابن عباس کما یفہم من روایۃ ابن ماجۃ ویصرح بہ الروایات الاتیۃ وقیل محمد بن حمید والزعم قد یطلق علی القول المحقق وان کان اکثر ما یستعمل فیما یشک فیہ فان کان الضمیر لابن عباس فالمراد بہ القول المحقق وان کان لمحمد علی ما جوزہ بعضہم فالزعم علی معناہ المتبادر فاشارۃ الی ضعفہ باسقاط الوسائط بینہ وبین النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لکن فیہ انہ لو کان القائل ابن عباس یقیل وان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولم یکن لذکر زعم فائدۃ الا ان یقال انہ اتی لطول الفصل کما یقع اعادۃ قال فی کثیر من العبارات وایماء الی ان الاول مرفوع والثانی موقوف والاول قولی والثانی فعلی واما قول العصام الاوجہ نسبۃ الزعم الی ابن حمید ویؤیدہ نسبۃ ہذا القول فی الحدیث الثانی الی یزید بن ہارون فغیر صحیح لان المراد بقول المصنف فی الحدیث الثانی قال یزید فی حدیثہ ای حدیثہ الذی یرویہ عن ابن عباس لا انہ فی حدیث نفسہ المقصود المغایرۃ اللفظیۃ من الرواۃ قالہ القاری وجزم البیجوری ایضا ان فاعل زعم ابن عباس وقال المناوی زعم ای محمد بن حمید کما ہو المتبادر من لفظ الزعم اذ اکثر اطلاقہ علی ما یشک ونطرق الشک ہہنا من حیث انہ لم یسندہ او الضمیر لابن عباس کما افہمہ روایۃ ابن ماجۃ فالمراد بالزعم مجرد القول ۱۲ ۔ ۵ مکحلۃ بضم الاول والثالث وکان القیاس الکسر اذ ہو اسم الۃ وہو من النوادر ۱۲

عليه وسلم يكتحل قبل ان ينام بالاثمد ثلثا فى كل عين وقال يزيد[1] بن هرون فى حديثه ان النبى صلى الله عليه وسلم كانت له مكحلة يكتحل منها عند النوم ثلثا فى كل عين حدثنا احمد بن منيع انبانا محمد بن يزيد عن محمد بن اسحاق عن محمد بن المنكدر عن[3] جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم بالاثمد عند النوم فانه يجلوا البصر وينبت الشعر حدثنا قتيبة بن سعيد قال انا بشر بن المفضل عن عبد الله بن عثمان بن خثيم[2] عن سعيد بن جبير عن[4] ابن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان خير اكحالكم الاثمد يجلوا البصر وينبت الشعر حدثنا ابراهيم بن المستمر[3] البصرى ثنا ابو عاصم عن عثمان بن عبد الملك[4] عن سالم عن[5] ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم بالاثمد فانه يجلوا البصر وينبت الشعر

باب ما جاء فى لباس رسول الله صلى الله عليه وسلم

حدثنا محمد بن حميد الرازى انبانا الفضل بن موسى وابو تميلة[5] وزيد بن حباب[6] عن عبد المؤمن

فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین سلائی اثمد کے سُرمہ کی ڈالا کرتے تھے اور ایک روایت میں ابن عباسؓ ہی سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سُرمہ دانی تھی جس سے سونے کے وقت تین تین سلائی آنکھ میں ڈالا کرتے تھے (۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سُرمہ ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو روشن بھی کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اُگاتا ہے (۴) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے سب سُرموں میں سُرمہ اثمد بہترین سُرمہ ہے آنکھ کو بھی روشنی پہنچاتا ہے اور پلکیں بھی اُگاتا ہے **ف** اس حدیث کے راویوں میں بشر بن مفضل کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ ان کا معمول چار سو رکعات نفل روزانہ پڑھنے کا تھا اور ایک دن افطار اور ایک دن روزہ یہ دائمی معمول تھا۔ (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا کہ اثمد ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو بھی روشن کرتا ہے اور پلکیں بھی اُگاتا ہے **ف** ان سب روایتوں میں اثمد کی ترغیب ہے، لیکن ان سے وہی آنکھیں مراد ہیں جن کو موافق آجائے ورنہ بعض عوارض کی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ سُرمہ موافق نہیں آتا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے علماء نے ان ارشادات اور معمولات کی وجہ سے لکھا ہے کہ سُرمہ ڈالنا سنت ہے اور خاص اثمد کا سُرمہ افضل ہے لہٰذا اگر اثمد کے علاوہ کوئی اور سرمہ ڈالے تب بھی سنت ادا ہو جائے گی البتہ فضیلت اس کے لئے ہے۔

[1] وقال يزيد الخ ليس بمعلق ولا مرسل كما توهم بل هذا بيان اختلاف الرواة فى رواية ابن عباس فهو موصول بالاسناد السابق وقد اخرج المؤلف فى الجامع طريق يزيد بن هارون عن على بن حجر بالاسناد المذكور وبهذا تبين بطلان قول عصام فيما سبق من الكلام قاله القارى [2] خثيم بمعجمة مثلثة مصغرا كذا ضبط الشراح وتبعهم فمافى النسخ بعيثم غلط وكذا سعيد بن جبير بجيم مضمومة فموحدة مفتوحة وسكون يا ركما فى المغنى ١٢ [3] بصيغة اسم الفاعل من الاستمرار ١٢ [5] ابو تميلة بالمثناة الفوقانية م

ابن خالد عن عبد اللہ بن بریدۃ عن[1] ام سلمۃ قالت کان احب الثیاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القمیص حدثنا علی بن حجر[2] ثنا الفضل بن موسی عن عبد المومن بن خالد عن عبد اللہ ابن بریدۃ عن[1] ام سلمۃ قالت کان احب الثیاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القمیص حدثنا زیاد بن[3] ایوب البغدادی ثنا ابو تمیلۃ عن عبد المؤمن بن خالد عن عبد اللہ بن بریدۃ عن[4] امہ عن[5] ام سلمۃ قالت کان احب الثیاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبسہ القمیص

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا ذکر

ف اس باب میں مصنفؒ نے سولہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ لباس کے بارہ میں علماء فرماتے ہیں کہ آدمی کا لباس کوئی واجب ہوتا ہے کوئی مستحب کوئی حرام کوئی مکروہ اور کوئی مباح۔ آدمی کو لباس کے وقت اہتمام سے مندوبات کی طرف رغبت اور مکروہات سے اجتناب ہونا چاہیئے۔ واجب وہ مقدار لباس ہے جس سے ستر عورت کیا جائے۔ اور مندوب وہ ہے جس کے پہننے کی شریعت میں ترغیب آئی ہو جیسے عمدہ کپڑا عید بقر عید کیلئے اور سفید کپڑا جمعہ کیلئے مکروہ وہ ہے جس کے نہ پہننے کی ترغیب آئی ہو جیسے غنی کیلئے ہمیشہ پھٹے پرانے کپڑے پہننا۔ حرام وہ ہے جس کے پہننے کی ممانعت آئی ہو جیسے مرد کیلئے ریشمی کپڑا بلا عذر پہننا۔

(۱ و ۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب کپڑوں میں کرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کو زیادہ پسند فرمانے کی وجوہ علماء نے مختلف تحریر فرمائی ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس سے بدن اچھی طرح ڈھانکا جاتا ہے بخلاف لنگی وغیرہ کے۔ اسلئے وہ پسند تھا بعض کہتے ہیں کہ کم قیمت ہونے اور بدن پر بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے بخلاف چادر وغیرہ کے۔ بعض کی رائے ہے کہ اس سے تکبر نہیں پیدا ہوتا برخلاف بعض اور کپڑوں کے۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک اسکی وجہ بظاہر یہ ہے کہ کرتہ میں ستر عورت بھی اچھی طرح سے ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تجمل اور زینت بھی اچھی ہو جاتی ہے برخلاف اور کپڑوں کے کہ ان سے یا تجمل میں کمی رہے گی جیسے لنگی یا ستر عورت میں جیسے چادر۔ اس باب کی آٹھویں حدیث بظاہر اس حدیث کے مخالف ہے اس کے ساتھ تطبیق اسی جگہ ذکر کی جائیگی۔ (۳) ایسے ہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بعض لوگوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہننے کے لئے سب کپڑوں میں سے کرتہ زیادہ پسند تھا **ف** ملا علی قاری نے دمیاطی سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ سوت کا بنا ہوا تھا جو زیادہ لانبا بھی نہ تھا اور اسکی آستین بھی زیادہ لمبی نہ تھی بیجوری نے لکھا ہے کہ حضور کے پاس صرف ایک ہی کرتہ تھا۔ اور حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور کا معمول صبح کے کھانے میں سے شام کے لئے بچا کر رکھنے کا نہ تھا نہ شام کے

---

[1] القمیص المشہور فی الروایۃ ان لفظ احب اسم کان فیکون مرفوعا والقمیص خبرہ فیکون منصوبا وروی بعکسہ ایضا قال البیجوری القمیص اسم لما یلبس من المخیط الذی لہ کمان وجیب یلبس تحت الثیاب ولا یکون من صوف کذا فی القاموس ماخوذ من التقمص بمعنی التقلب لتقلب الانسان فیہ وقیل باسم الجلدۃ التی ہی غلاف القلب فان اسمہا القمیص ۱۲ [2] علی بن حجر الخ لم یختلف متن الروایۃ فی ہذہ الاحادیث الثلثۃ وانما کرر باختلاف السند من مبدءہ وفی الطریق الثالث زیادۃ لفظ یلبسہ ۱۲ [3] زیاد بکسر زای مثناۃ تحتیۃ کعماد والبغدادی نسبۃ الی البلد المشہور وہو مدینۃ السلام قیل فی وجہ تسمیتہ ان بغ اسم صنم لاہل المشرق وداد بمعنی العطیۃ ای عطیۃ صنم بغ ولذا کرہ ذاک الاسم بعض العلماء ۱۲ [4] قال الزین العراقی یحتاج الحال الی معرفتہا ولم ار من ترجمہا اھ قال المناوی وہکذا ہو سکت عن حالہا غیر واحد من شراح الشمائل ولم یذکرہا الحافظ فی المبہمات ولا الکنی وذکر فی مشائخ ابن بریدۃ اباہ دون امہ ۱۲

قال ابو عیسٰی هكذا قال زياد بن ايوب فى حديثه عن عبد الله بن بريدة عن امه عن ام سلمة وهكذا روى غير واحد عن ابى تميلة مثل رواية زياد بن ايوب وابو تميلة يزيد فى هذا الحديث عن امه وهو اصح حدثنا عبد الله بن محمد بن الحجاج ثنا معاذ بن هشام ثنى ابى عن بديل العقيلى عن شهر بن حوشب عن اسماء بنت يزيد قالت كان كم قميص رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الرسغ حدثنا ابو عمار الحسين بن حريث انا ابو نعيم انا زهير عن عروة بن عبد الله بن قشير عن معاوية بن قرة عن ابيه قال اتيت

کھانے میں سے صبح کیلئے بچانے کا تھا اور کوئی کپڑا کرتہ یا چادر یا لنگی یا جوتہ دو عدد نہ تھے۔ مناوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور کا کرتہ زیادہ لمبا نہ ہوتا تھا نہ اسکی آستینیں لمبی ہوتی تھیں۔ دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا کہ حضور کا کرتہ ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ نصف پنڈلی تک ہونا چاہئے۔ (۴) اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کی آستین پہونچے تک ہوتی تھی **ف** یہ روایت بظاہر اس روایت کے خلاف ہے جس میں آستین کا پہونچے سے نیچا ہونا وارد ہوا ہے۔ علماء نے ان دونوں روایتوں کو چند طرق سے جمع کیا ہے اولاً یہ کہ تعدد اوقات پر حمل کیجاویں کہ کبھی ایسی ہوتی تھیں اور کبھی اسطرح۔ دوم یہ کہ آستین جسوقت میں سکڑی ہوتی تھی تو پہنچے تک اور جسوقت کہ سیدھی ہوتی تھی تو پہنچے سے نیچے تک بھی ہوجاتی تھی۔ بعض لوگوں نے دونوں روایتوں کو تخمینہ پر حمل فرمایا ہے اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے بذل المجہود میں تحریر فرمایا ہے کہ پہونچے تک کی روایات افضلیت پر محمول ہیں اور زیادہ کی روایت بیان جواز پر علامہ جزری نے لکھا ہے کہ کرتہ کی آستین میں سنت یہ ہے کہ پہونچے تک ہو اور کرتہ کے علاوہ چوغہ وغیرہ میں نیچے تک لیکن انگلیوں سے متجاوز نہ ہو۔ (۵) قرہ بن ایاس فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کا تکمہ کھلا ہوا تھا میں نے آپ کے گریبان میں ہاتھ ڈالکر تبرکاً مہر نبوت کو چھوا **ف** انکی حاضری جس وقت ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان کھلا ہوا تھا اسی حالت میں ان کو زیارت ہوئی۔ محبت کا لازمہ ہے کہ محبوب کی ہر ادا دل میں کھب جائے۔ عروہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے معویہ کو اور ان کے بیٹے کو کبھی بھی گریبان کی گھنڈی لگائے نہیں دیکھا گرمی ہو یا سردی ہمیشہ ان کی گھنڈیاں

له قال ابو عیسٰی الخ غرض المصنف بهذا الكلام ان عبد المؤمن روى عنه الفضل بن موسى وزيد بن حباب فقالا عن عبد الله بن بريدة عن ام سلمة ولم يذكرا واسطة ام بريدة وروى عنه ابو تميلة ايضا لكن اختلف عليه فى اسناده فروى عنه ابن حميد بدون ذكر الواسطة وروى عنه زياد بن ايوب بواسطة الام وتابع زيادا على هذه الزيادة غير واحد فالراجح وجود الواسطة فى هذه الرواية وحكى المصنف فى جامعه عن البخارى ان حديث ابن بريدة عن امه عن ام سلمة اصح كما سياتى ١٢ سه قال البيجورى الذى قرره العصام ان قوله وهو اصح مفعول يزيد فقوله عن الله ليس مفعول يزيد وانما اتى به تعيينا لمحل الزيادة والمعنى على هذا ان ابا تميلة يزيد فى هذا الحديث لفظ وهو اصح ومحل هذه الزيادة بعد قوله عن امه وقرره بعضهم ان المزيد هو قوله عن امه وجعل قوله وهو اصح من كلام الترمذى والمعنى على هذا ان ابا تميلة يزيد فى هذا الاسناد لفظ عن امه وهذا الاسناد الذى فيه زيادة عن امه اصح من الاسناد الذى فيه اسقاطها وهذا التقرير هو المتبادر لكن اورد عليه ان قوله وابو تميلة يزيد الخ معلوم مما سبق فهو زيادة لا فائدة فيها واعتذر عنه بانه تاكيد لما سبق اه قلت واختار القارى والمناوى ايضا ما قرره العصام والظاهر عندى الثانى وما اوردوا عليه من انه تكرار لا فائدة فيه غير صحيح لانه لم يعرف مما سبق ان الزيادة من ابى تميلة او من الرواة عنه ولذا قال المصنف فى الجامع وروى بعضهم هذا الحديث عن

قشير بقاف وشين معجمة مصغرا وكذلك الحسين ٢ و ٣ وحريث ونعيم وزهير كلهم مصغرون وقرة بضم القاف وتشديد الراء ١٢

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رہط من مزینۃ لنبایعہ وان قمیصہ لمطلق اوقال زر قمیصہ مطلق قال
تبیلہ دگروہ کشادہ
فادخلت یدی فی جیب قمیصہ فمسست الخاتم حدثنا عبد بن حمید ثنا محمد بن الفضل انا حماد بن
بفتح السار
سلمۃ عن حبیب بن الشہید عن الحسن عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج وھو متکئ
علی اسامۃ بن زید علیہ ثوب قطری قد توشح بہ فصلی بہم قال عبد بن حمید قال محمد بن الفضل سألنی
التوشح قلادہ در گردن انگندن
یحیی بن معین عن ھذا الحدیث اول ماجلس الی فقلت ثنا حماد بن سلمۃ فقال لو کان من کتابک فقمت
بفتح المیم
لاخرج کتابی فقبض علی ثوبی ثم قال املہ علی فانی اخاف ان لا القاک قال فاملیتہ علیہ ثم اخرجت
من بیتی
کتابی فقرأت علیہ حدثنا سوید بن نصر انا عبد اللہ بن المبارک عن سعید بن ایاس الجریری عن ابی نضرۃ
منسوب الی جریر بعض اجدادہ

کھلی رہتی تھیں ان حضرات کے اسی عشق کی بدولت آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا اُمت کے پاس محفوظ ہے جزاھم اللہ عنا وعن سائر الامۃ احسن الجزاء (۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ پر سہارا لگائے ہوئے مکان سے تشریف لائے اسوقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یمنی منقش کپڑا تھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لپٹے ہوئے تھے پس حضور نے باہر تشریف لاکر صحابہ کو نماز پڑھائی۔ **ف** یہ قصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا ہے چنانچہ دارقطنی نے اسکی تصریح کی ہے اسی لئے حضور نے حضرت اسامہ پر سہارا لگا رکھا تھا اور غالب یہ ہے کہ مرض الوفات کا قصہ ہے کہ اس قسم کے واقعات اس میں پیش آئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی چیز پر ٹیک لگانے کے باب میں بھی یہ حدیث آئے گی۔ اس حدیث کی سند کے متعلق ایک عجیب قصہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے جس سے حضرات محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا حدیث کے ساتھ شدت اشتیاق اور انکی نگاہ میں دنیا کی بے ثباتی معلوم ہوتی ہے محمد بن فضل کہتے ہیں کہ یحیی بن معین جو علم حدیث کے بڑے جلیل القدر امام ہیں حتی کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ انھوں نے دس لاکھ حدیثیں اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں) نے بیٹھتے ہی اس حدیث کو مجھ سے دریافت کیا میں نے سنانا شروع کیا تو وہ فرمانے لگے کہ کاش اپنی کتاب سے سناتے تاکہ زیادہ قابل اطمینان ہوتی۔ محمد بن فضل کہتے ہیں کہ میں کتاب لینے کے لئے اندر جانے لگا تو یحیی بن معین رضی اللہ عنہ نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور یہ کہنے لگے کہ پہلے مجھے حفظ ہی لکھاتے جاؤ موت حیات کا کچھ اعتبار نہیں ممکن ہے کہ میں پھر مل سکوں نہ مل سکوں کتاب دیکھ کر دوبارہ سنا دینا۔ محمد بن فضل کہتے ہیں کہ اول میں نے حفظ سنائی اور پھر کتاب لاکر دوبارہ دیکھ کر سنائی۔ اللہ اکبر ان کو طرفین کی حیات کا اسقدر بھی اطمینان نہیں تھا کہ اندر سے کتاب لانے تک زیست کا یقین ہو اور حدیث کا شغف کہ اس کے فوت ہو جانے کا بعید خطرہ بھی گوارا نہ ہوا [illegible]

ؔلہ بضم میم و فتح زائی و سکون تحتیہ قبیلۃ معروفۃ من مضر۔ قاری۔ مساۃ باسم احدی جدتہم والبارو الجورر صفۃ لرہط ۱۲ ؔلہ ای علی الاسلام وھو متعلق بقولہ اتیت ۱۲ ؔلہ قال حنفی الشک من معویۃ اومن دونہ وتعقبہ العصام فقال بالشک من معویۃ ومن قال منہ اومن دونہ فقد ارتاب وتبعہ ابن حجر ورد جامیرک بقولہ الشک من شیخ الترمذی حققہ القاری لروایات منہا ما اخرجہ ابن سعد وابن ماجۃ عن ابی نعیم بہذا السند بغیر شک ۱۲ ؔلہ متکئ اسم فاعل من الاتکاء وفی نسخۃ متوکئ من التوکؤ وکلاہما بمعنی واحد وھو الاعتماد قالہ القاری واختلف فی اسناد ھذا الحدیث کما یاتی فی باب اتکائہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ؔلہ قطری بکسر القاف وسکون الطاء بعدہا راء ثم یاء النسب نسبۃ الی القطر بالکسر ھو نوع من البرود

عن ابی سعید الخدری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استجد ثوبا سماہ باسمہ عمامۃ او قمیصا او رداءً ثم یقول اللھم لک الحمد کما کسوتنیہ اسألک خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ حدثنا ھشام بن یونس الکوفی انبانا القاسم بن مالک المزنی عن الجریری عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ حدثنا محمد بن بشار انبانا معاذ بن ھشام ثنی ابی عن قتادۃ عن انس بن مالک قال کان احب الثیاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبسہ الحبرۃ حدثنا محمود بن غیلان انبانا عبد الرزاق انبانا سفیان عن عون بن ابی جحیفۃ

(۷) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کپڑا پہنتے تو اظہارِ مسرت کے طور پر اس کا نام لیتے مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ کرتہ مرحمت فرمایا ایسے ہی عمامہ چادر وغیرہ پھر یہ دعا پڑھتے اللھم لک الحمد کما کسوتنیہ اسألک خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ (ترجمہ) اے اللہ تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں اور اس کپڑے کے پہنانے پر تیرا ہی شکر ہے یا اللہ تجھی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں (کہ خراب نہ ہو ضائع نہ ہو) اور ان مقاصد کی بھلائی اور خوبی چاہتا ہوں جن کیلئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اور تجھ ہی سے اس کپڑے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا۔ کپڑے کی بھلائی برائی تو ظاہر ہے اور جس چیز کے لئے بنایا گیا کا مطلب یہ ہے کہ گرمی سردی زینت وغیرہ جس غرض کیلئے پہنا گیا اسکی بھلائی یہ ہے کہ اللہ کی رضا میں استعمال ہو عبادت پر معین ہو اور اسکی برائی یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں استعمال ہو عُجب و تکبر وغیرہ پیدا کرے۔ (۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی منقش چادر کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ تھی۔ ف یہ حدیث بظاہر باب کی پہلی حدیث کے مخالف ہے جس میں کرتہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ ہونا بیان کیا گیا ہے علماء نے اسکی مختلف توجیہیں فرمائی ہیں سب سے زیادہ سہل تو یہ کہ ان میں کچھ منافات ہی نہیں وہ بھی زیادہ پسند تھا اور یہ بھی یا یہ کہا جائے کہ پہننے کے کپڑوں میں کرتہ زیادہ پسند تھا اور اوڑھنے کے کپڑوں میں چادر۔ بعض لوگوں نے ثبوت کے لحاظ سے اس حدیث کو زیادہ قوی بتایا ہے۔ بعض لوگوں نے اس پہلی حدیث کو اقسام لباس پر حمل کیا ہے کہ کپڑوں کی سب قسموں میں کرتہ زیادہ پسند تھا اور اس حدیث کو الوان پر یعنی رنگ کے لحاظ سے منقش چادر کا رنگ پسند تھا بعض نے کہا ہے کہ یہ چادریں سبز رنگ کی ہوتی تھیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ رنگ کے اعتبار سے سبز رنگ پسند تھا کہ جنتی لباس سبز رنگ ہوگا۔

لہ استجد ای لبس ثوبا جدیدا و قولہ سماہ باسمہ زاد فی بعض النسخ عمامۃ او قمیصا او رداءً او غیر ہا ای یقول ہذہ عمامۃ مثلا وتعقب بان کلامہ علیہ السلام تصان عن الخلو عن الفائدۃ وہذہ لا فائدۃ فیہ واجیب بان القصد اظہار النعمۃ او یقول کسانی اللہ ہذا القمیص مثلا قلت والاوجہ عندی ما قال المظہر انہ بیان لضمیر کسوتنیہ ای یقول فی القمیص مثلا اللھم لک الحمد کما کسوتنی ہذا القمیص وکذا فی غیر القمیص من العمامۃ وغیرہ ویؤیدہ لفظ جمع الفوائد اذا استجد ثوبا قال اللھم لک الحمد انت کسوتنی ہذا ویسمیہ باسمہ اما قمیصا واما عمامۃ الحدیث لکن فیہ انہ روی الحدیث عن ابی داؤد والترمذی ولفظہا فی صلبہا … فتامل ۱۲ ؎ کما کسوتنیہ الکاف للتعلیل ای لک الحمد علی کسوتک ایاہ او للتشبیہ فی الاختصاص ای الحمد مختص بک کاختصاص الکسوۃ … ؎ ہٰذا ذکر المصنف ہذا الاسناد بعد الاول فی الجامع ایضا والظاہر عندی ان غرضہ تقویۃ الاتصال فان ابا داؤد ذکر بعدہ من ارسلہ ۱۲ … احب الثیاب وفی نسخ یلبسہا فالضمیر الی الثیاب الحبرۃ حال علی ما قال المناوی وصفۃ لاحب او الثیاب علی ما قال القاری ۱۲ ؎ الحبرۃ بالنصب خبر کان واحب بالرفع اسمہا علی ما صحح فی اکثر نسخ الشمائل ویجوز عکسہ وھو الذی ذکرہ الزمخشری فی تصحیح المصابیح والحبرۃ کعنبۃ برد … ۱۲

عن ابیہ قال رایت[1] النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ حلۃ حمراء کانی انظر الی بریق ساقیہ قال سفین اراھا حبرۃ[2]
(فیہ خطوط حمر ۱۲ — اے لمعان ساقیہ ۱۲)

۱۰ — حدثنا علی بن خشرم[3] انا عیسی بن یونس عن اسرائیل عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب قال مارایت احدا من الناس احسن فی[4] حلۃ حمراء من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کانت جمتہ لتضرب قریبا من منکبیہ
(بعنی مطلق الشعر ۱۲)

۱۱ — حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مھدی انبانا عبید اللہ بن ایاد عن ابیہ عن ابی رمثۃ[5] قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ بردان[6] اخضران
(بالکسر ۱۲ — البرد ثوب مخطط قاموس ۱۲)

۱۲ — حدثنا عبد بن حمید انا عفان بن مسلم قال انبانا عبد اللہ بن حسان العنبری عن جدتیہ[7] دحیبۃ[8] وعلیبۃ عن قیلۃ بنت مخرمۃ قالت رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(مصغرا — بالتصغیر فیہما ۱۲)

---

(۹) ابوجحیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں پنڈلیوں کی چمک گویا اب میرے سامنے ہے سفیان جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں جہاں تک سمجھتا ہوں وہ سرخ جوڑا منقش جوڑا تھا۔ **ف** یہ قصہ حجۃ الوداع کا ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی روایت میں بالتصریح موجود ہے۔ سفیان اس روایت کی مراد میں منقش جوڑا اسلئے بتلاتے ہیں کہ سرخ کپڑے کی ممانعت آئی ہے اسی وجہ سے علماء کا اسمیں اختلاف ہے چنانچہ حنفیہ کے بھی اسمیں مختلف اقوال ہیں۔ سب سے پہلے باب میں بھی گذر چکا ہے کہ اسمیں تفصیل ہے جو کپڑے کی تعیین کے بعد علماء سے تحقیق کیجا سکتی ہے حضرت قطب ارشاد مولانا گنگوہی کے فتاوی میں بکثرت یہ مضمون ہے کہ سرخ رنگ مرد کے لئے فتوی کی رو سے جائز ہے تقوی کے لحاظ سے ترک کرنا اولی ہے کہ علماء میں مختلف فیہ ہے (۱۰) حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سرخ جوڑے والے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اسوقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹھے حضور کے مونڈھوں کے قریب تک آرہے تھے۔ **ف** یہ حدیث پہلے باب میں گذر چکی ہے یہاں سرخ جوڑے کی وجہ سے مکرر ذکر کی گئی۔ (۱۱) ابورمثہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔ **ف** یہ حدیث پہلے بھی دوجگہ گذر چکی ہے لباس کی وجہ سے اس باب میں مختصر طور پر ذکر کی گئی۔ (۱۲) قیلۃ بنت مخرمۃ کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور والا پر دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں لیکن زعفران کا کوئی اثر ان پر نہیں رہا تھا اور اس حدیث میں ایک طویل قصہ بھی ہے

---

[1] وہذہ الرؤیۃ وقعت لہ فی بطحاء مکۃ فی حجۃ الوداع کما صرح بہ فی روایۃ البخاری ۱۲ق م [2] علی صیغۃ المضارع المجہول یعنی اظن المراد حبرۃ قال القاری واحتیج الی ہذا التاویل لورود النہی عن لبس الحمراء واختلف العلماء فی ذلک علی اقاویل کثیرۃ ذکر منہا الحافظ فی الفتح والقاری فی جمع الوسائل سبعۃ مسالک للعلماء واختلف اقوال الحنفیۃ ایضا فی ذلک وفی الدر المختار للشرنبلالی فیہ رسالۃ نقل فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب [3] بفتح میم فکسر بخار وشین معجمتین منصرف علی ما فی القاموس وضبط فی نسخۃ بفتح المیم علی عدم الصرف ولعل حلۃ الاخری البحۃ قال القاری ۱۲ [4] قال القاری بیان للواقع لا للتقیید اہ قلت ویؤیدہ ما تقدم من سیاق فی باب حلقۃ صلی اللہ علیہ وسلم بلفظ علیہ حلۃ حمراء مارایت شیئا قط احسن منہ ۱۲ [5] تقدم الحدیث فی باب شیبۃ صلی اللہ علیہ وسلم وفی باب خضابہ صلی اللہ علیہ وسلم واعادہ ہہنا لمناسبۃ الثیاب وقال المصنف فی الجامع ہذا حدیث غریب لانعرفہ الامن حدیث عبید اللہ ۱۲ [6] قال عصام ای ذو خطوط خضر واعترض علیہ ابن حجر بانہ اخراج اللفظ عن ظاہرہ واجیب بان البرد عند اہل اللغۃ ثوب مخطط فتعقیبہ بالخضرۃ یدل علی انہ مخطط بہا ولو کان اخضر بحت لم یکن برد ۱۲ ق م [7] قال القاری احدہما من قبل الاب والثانیۃ من قبل الام وقیلۃ جدۃ ابیہما ام امہ وکانت ربتہما ۱۲ ش [8] دحیبۃ بالضم علی المشہور وقیل بالفتح وعلیبۃ کذا فی النسخ والصواب بدلہ صفیۃ کما حققہ الشراح وہا بنتا علیبۃ وبالصواب اخرجہ المصنف فی جامعہ ونصہ عن عبد اللہ بن حسان انہ حدثتہ جدتاہ صفیۃ بنت علیبۃ ودحیبۃ بنت علیبۃ حدثتاہ عن قیلۃ بنت مخرمۃ وکانتا ربیبتیہا وقیلۃ جدۃ ابیہما ام امہ انہا قالت قدمنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث وہکذا بالصواب اخرجہ ابوداود ولفظہ عن عبد اللہ بن حسان حدثتنی جدتای صفیۃ ودحیبۃ ابنتا علیبۃ الخ

وعلیہ اسمال ملیتین کانتا بزعفران وقد نفضتہ وفی الحدیث قصۃ طویلۃ **حدثنا** قتیبۃ بن سعید ثنا بشر بن المفضل عن عبد اللہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن جبیر

ف زعفران کے رنگے ہوئے کپڑوں کی حدیث میں ممانعت بھی آئی ہے اسی لئے اس حدیث میں اس طرف اشارہ کردیا ہے کہ اس زعفران کا اثر باقی نہیں رہا تھا تاکہ ان احادیث سے اختلاف واقع نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پرانی دو چادریں پہننا تواضع کی وجہ سے تھا اسی وجہ سے صوفیا نے شکستگی کی حالت کو اختیار فرمایا کہ یہ تواضع کی طرف لیجانے والی ہے اور تکبر سے دور کرنے والی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اگر یہ مقصود حاصل نہ ہو تو پھر شکستگی کی حالت محمود نہیں۔ چہ جائیکہ بجائے اس نفع کے اور مضرت حاصل ہو جیسا کہ اس زمانہ میں ہو رہا ہے کہ بسا اوقات اس اظہار شکستگی کو اظہار کمال کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور زبان حال سے سوال ہوتا ہے۔ حضرت ابو الحسن شاذلی قدس سرہٗ کا جو اکابر صوفیا میں ہیں قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ نہایت عمدہ لباس میں تھے کسی شکستہ حال نے ان پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ میری یہ ہیئت حق تعالیٰ شانہ کا حمد و شکر ظاہر کر رہی ہے اور تیری یہ حالت صورت سوال بن رہی ہے تو اپنی زبانِ حال سے لوگوں سے سوال کر رہا ہے۔ الغرض بہ نیت تواضع لباس فاخرہ نہ پہننا افضل ہے بشرطیکہ کسی اور مضرت کی طرف نہ پہنچ جاوے۔ اسکے بالمقابل اگر کوئی دینی مصلحت مقتضی ہو مثلاً کسی ہدیہ دینے والے مخلص کی دلداری مقصود ہو یا اور کسی قسم کی دینی منفعت اس پر مرتب ہوتی ہو تو عمدہ لباس پہننا بھی افضل اور مندوب ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ ستائیس اونٹنیوں کے بدلہ میں ایک جوڑا خرید فرمایا اور پہنا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ ایک وقتی اور عارضی چیز تھی ورنہ عام لباس میرے آقا کا نہایت معمولی ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے اکثر مشائخ تصوف کا یہی معمول رہا ہے البتہ حضرات نقشبندیہ اور شاذلیہ کا معمول اچھے لباس کا رہا ہے اور صورت سوال سے تحفظ کی رعایت اہم رہی جیسا کہ حضرت ابو الحسن شاذلی ؒ نے فرمایا۔ نفس کے دھوکہ سے احتراز دونوں جانبوں میں ضروری ہے شکستہ حالت میں شہرت اور تواضع کے اظہار میں ریا اور عمدہ لباس میں تکبر و نخوت خطرناک امور ہیں۔ اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس سے کوئی تعلق نہیں تھا اسی لئے امام ترمذی ؒ نے اختصار کی وجہ سے ترک کردیا۔ قصہ تقریباً دو ورق کا ہے۔ شراح نے بھی اسکو اختصاراً چھوڑ دیا اس میں قیلہ کے ابتدائی اسلام کا قصہ اور اسکی کیفیت ہے البتہ مشہور روایات میں اتنا اور بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پرانے لباس میں غریبانہ نشست کیساتھ تشریف فرما تھے ایک کھجور کی چھڑی حضور کے دست مبارک میں تھی، ایک شخص حاضر ہوئے اور حضور کی یہ فقیرانہ ہیئت دیکھکر رعب کی وجہ سے کانپنے لگے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی اس حالت کو خود ملاحظہ فرمایا، یا کسی نے عرض کیا، اسپر حضور نے ان سے ارشاد فرمایا کہ سکون اختیار کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ان پر سے سب خوف وغیرہ جاتا رہا۔ بعض احادیث سے یہ قصہ خود قیلہ ہی کا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے حضور کی نشست کے بیان میں اسکا تھوڑا سا ذکر بھی فرمایا ہے اور قیلہ ہی کیطرف قصہ کی نسبت کی ہے جیسا کہ حضور کی نشست کے باب میں آرہا ہے۔

لہ جمع سمل محرکۃ کاسباب جمع سبب والسمل الثوب الخلق والمراد بالجمع بالفوق الواحد فیصدق بالاثنین وہو المتعین ہہنا لاضافتہ الی الملیتین وقیل وصفہ بالجمع باعتبار اجزائہ ثو بل قال المزنی ارادت کانتا تقطعت حتی صارتا قطعا فلا اشکال فی الجمع والاضافۃ بیانیۃ کجرد قطیفۃ والملیۃ بتشدید الیاء تصغیر الملاءۃ بالضم والمد لکن بعد حذف الالف و الایقال ملیئۃ والملاءۃ الازار وقیل الریطۃ ای الملحفۃ وفی القاموس ہی کل ثوب لم یلفیم بعضہ الی بعض کیط بل کلہ نسج واحد ۱۲ ش ۵ ای الاسمال وفی نسخۃ نفضتا ای الملیتان لون الزعفران ولم یبق منہ اثر وحذف المفعول شائع وکذا یکون من قولہم نفض الثوب نفضا ای ذہب بعض لونہ من الصفرۃ والحمرۃ فلا یحتاج الی حذف المفعول ۱۲ ق

عن [۱۳] ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم[لہ] بالبیاض من الثیاب لیلبسہا احیاءکم وکفنوا فیہا موتاکم فانہا من خیار ثیابکم حدثنا محمد بن بشار انبانا عبدالرحمن بن مہدی انا سفین[ہو ابن عیینہ ۱۲] عن حبیب بن ابی ثابت عن میمون بن ابی شبیب عن [۱۴] سمرۃ بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البسوا البیاض[لہ] فانہا اطہر[لہ] واطیب وکفنوا فیہا موتاکم حدثنا احمد بن منیع انبانا یحیی بن زکریا بن ابی زائدۃ[مدہ اکثر من قصرہ ۱۲] انا ابی عن مصعب بن شیبۃ عن صفیۃ[لہ] بنت شیبۃ عن [۱۵] عائشۃ قالت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات غداۃ وعلیہ مرط[لہ] من شعر اسود حدثنا یوسف بن عیسی انا وکیع انا یونس[لہ] بن ابی اسحاق عن ابیہ عن الشعبی[لہ] عن عروۃ بن المغیرۃ بن شعبۃ عن [۱۶] ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبس جبۃ رومیۃ[لہ] ضیقۃ الکمین

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس میں سے ہے سفید کپڑا ہی زندگی کی حالت میں پہننا چاہیے اور سفید ہی کپڑے میں مُردوں کو دفن کرنا چاہیے۔ **ف** اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید لباس پہننے کا ذکر نہیں۔ اسلئے اسکو شمائل میں ذکر کرنا مخفی ہے لیکن یہ توجیہ کیجا سکتی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ترغیب فرمائی تو خود پہننا بھی نکل آیا۔ چنانچہ بخاری وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفید لباس زیب تن فرمانا بالتصریح ثابت ہے۔ (۱۴) سمرۃ بن جندب فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو اسلئے کہ وہ زیادہ پاک صاف رہتا ہے اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفنایا کرو۔ **ف** زیادہ پاک صاف رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ذرا سا دھبہ کسی چیز کا پڑجائے تو فوراً محسوس ہوجاتا ہے بخلاف رنگین کپڑے کے کہ اس میں تھوڑا سا دھبہ کم محسوس ہوتا ہے۔

(۱۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لیگئے تو آپ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔ (۱۶) مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رومی جبہ زیب تن فرما رکھا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ **ف** یہ قصہ غزوۂ تبوک کا ہے علماء نے ایسی ہی احادیث سے استنباط فرمایا ہے کہ کفار کی بنائی ہوئی چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں جب تک کہ کسی خارجی طریقے سے اُن کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو۔ اسلئے کہ روم میں اسوقت تک لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے اُن کے بُنے ہوئے کپڑے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمائے ہیں۔

لہ علیکم اسم فعل بمعنی الزموا وحمل البیاض علی المبالغۃ او علی حذف المضاف کما سیاتی ومن الثیاب بیان لہ ۱۲ لہ البیاض ای الثیاب البیض بولغ فیہا فکانہا نفس البیاض او البسوا ذا البیاض علی حذف المضاف ۱۲ لہ لان الثوب المصبوغ اذا وقعت علیہ نجاسۃ لایظہر علیہا مثل ظہورہا اذا وقعت علی ثوب ابیض وقال الطیبی لان البیض اکثر تاثرا من الثیاب الملونۃ فیکون اکثر غسلا فیکون اکثر طہارۃ ۱۲ ق لہ صفیۃ لہا روایۃ وحدیث وانکار الدارقطنی ادراکہا یردہ تصریح البخاری بسماعہا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن ثم جزم فی الفتح بانہا من صغار الصحابۃ ۱۲ لہ مرط بکسر فسکون فی النہایۃ حالیۃ وہو کساء طویل واسع من خز او صوف او شعر ولفظ من شعر باثبات من وفی بعض النسخ الصحیحۃ مرط شعر بالاضافۃ وہی ترجع الی الاولی ایضا لان الاضافۃ بیانیۃ والحدیث اخرجہ مسلم وابوداؤد بلفظ خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود ۱۲ لہ قال الناوی یونس بن ابی اسحاق السبیعی الذی صرح بہ المصنف وقول الشارح السبیعی سہو اھ والظاہر عندی انہ وہم من العلامۃ المناوی والصواب قول الشارح انہ سبیعی والذی سیصرح المصنف فی باب خفہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل آخر وجزم الشیخ فی البذل انہ سبیعی وقال القاری وفی نسخۃ ابن اسحاق وہی غیر صحیحۃ اھ ۱۲ لہ الشعبی ہو نسبۃ الی شعب بطن من ہمدان بسکون المیم ہو عامر بن شراحیل والشعبی بالضم ہو معاویۃ بن حفص والشعبی بالکسر ہو عبداللہ بن مظفر

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ عَیْشِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا حماد بن زید عن ایوب عن محمد بن سیرین قال کنا عند ابی ھریرۃ وعلیہ ثوبان ممشقان من کتان فتمخط فی احدھما فقال بخ بخ یتمخط ابو ھریرۃ فی الکتان لقد رأیتنی وانی لاخر فیما بین منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحجرۃ عائشۃ مغشیا علی فیجئ الجائی فیضع رجلہ علی عنقی یری ان بی

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گذارہ کے بیان میں

ف یہ باب شمائل کے موجودہ نسخوں میں دو جگہ ملتا ہے ایک یہاں دوسرے اواخر کتاب میں۔ لیکن دو جگہ مذکور ہونے کی کوئی خاص وجہ نہیں اسی لئے بعض نسخوں میں ہر دو باب کی احادیث کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے تاہم چونکہ اکثر نسخوں میں دو جگہ پایا جاتا ہے اسلئے یہ توجیہ کیجا سکتی ہے کہ امام ترمذی کا مقصود اس جگہ صرف نفس تنگی کو بیان کرنا ہے، اور اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگی کی حالت میں جو جو چیزیں استعمال یا نوش فرمائی ہیں ان کا ذکر مقصود ہے اسی وجہ سے یہاں صرف دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اور اس جگہ زیادہ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں اس چیز کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ گذشتہ باب میں جو لباس میں بعض ایسی چیزیں گذری ہیں جیسا پرانی لنگی یا تنگ آستین کا جبہ وغیرہ جو عام معمول کے خلاف تھا یہ اسوقت کی عام تنگ حالی کی وجہ سے تھا کہ ابتداءً عسرت زیادہ تھی پس الفاظ ترجمہ کے اگرچہ ایک ہیں لیکن مقصود علحدہ ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ان پر ایک لنگی اور ایک چادر تھی وہ دونوں کتان کی تھیں اور گیروی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک سے ناک صاف کیا پھر تعجب سے کہنے لگے کہ اللہ اللہ آج ابوہریرہ کتان کے کپڑوں سے ناک صاف کرتا ہے اور ایک وہ زمانہ تھا کہ جب میں منبر نبوی اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے درمیان شدت بھوک کی وجہ سے بیہوش پڑا ہوا ہوتا تھا اور لوگ مجھکو مجنون سمجھکر میری گردن کو پاؤں سے دباتے تھے اور حقیقۃً مجھے جنون وغیرہ کچھ نہیں تھا بلکہ صرف شدت بھوک کی وجہ سے یہ حالت ہو جاتی تھی۔ **ف** کتان ایک عمدہ قسم کا کپڑا ہوتا ہے صاحب لغات الصراح نے لکھا ہے کہ ایک باریک قسم کا کپڑا ہے جو گھانس کے چھڑے سے بنتا ہے اور صاحب محیط اعظم نے لکھا ہے کہ کتان کو ہندی میں السی کہتے ہیں اس کی چھال سے کپڑا بھی بُنا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی گردن کو پاؤں سے دبانا اسوجہ سے تھا کہ اس زمانہ میں مجنون کی گردن پاؤں سے علاجاً دبائی جاتی تھی تاکہ افاقہ پائے۔ اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں اسلئے ذکر کیا کہ ابوہریرہ جیسے خواص خدام کا جب یہ حال تھا تو اس سے آپکی تنگی کا حال خود معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات اہل صفہ حضورؐ کے مہمان شمار ہوتے تھے اور جو کچھ آتا تھا وہ ان حضرات پر تقسیم ہوتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے ایک آیت کے متعلق کچھ تحقیق کیا وہ بتا رہے تھے اور میں ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ چل نہ سکا اور گر کر بیہوش ہو گیا۔ آج مسلمانوں کی تنگ حالی کا شور ہے اور روٹی کا سوال اتنا اہم ہے کہ اسکی خاطر ہر قسم کی بددینی کو اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن کیا ان حالات کے عشر عشیر بھی ہمارے حالات ہیں اور یہ حضرات ان مصائب پر بھی کسی قسم کی دینی مداہنت برداشت نہ کر سکتے تھے۔

لہ عیش ھو الحیاۃ وما یکون بہ الحیاۃ وفی القاموس ھو الحیاۃ وما یعاش بہ الخبز قال القاری وقع فی اصل سماعنا ھذا الباب لصغیر وسیاتی فی آخر الکتاب باب طویل فی عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووقع فی بعض النسخ ھنا باب طویل وعلی التقدیرین ایراد باب العیش بین بابی اللباس والخف غیر ملائم والظاہر انہ من تصرف النساخ کتبہ الفقیر جمال الدین الحسینی کذا [illegible]

[illegible]

جنوناً و ما بی جنون و ما ھو الا الجوع حدثنا قتیبۃ ثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عن مالک بن دینار قال ما شبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خبز قط ولا لحم الا علی ضفف قال مالک سألت رجلاً من اھل البادیۃ ما الضفف فقال ان یتناول مع الناس

(۲) مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی روٹی سے اور نہ گوشت سے شکم سیری فرمائی مگر حالتِ ضفف پر۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ایک بدوی سے ضفف کے معنے پوچھے تو اس نے لوگوں کے ساتھ کھانے کے معنی بتائے۔ **ف** ضفف کے معنی خفی تھے چنانچہ اب بھی اہل لغت اس میں مختلف ہیں اسیوجہ سے مالک بن دینار نے ایک بدوی سے دریافت کیا ہے اجتماعی حالت میں پیٹ بھر کر کھانے کا مطلب بعض لوگوں نے یہ بیان کیا کہ اگر کسی جگہ دعوت وغیرہ میں نوبت آتی تو شکم سیر ہو کر نوش فرماتے ویسے کبھی نوبت نہ آتی تھی۔ اسپر بعض علمائے بڑے زور سے رد فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے امر کی نسبت کرنا جسکو اگر آج کسی کی طرف نسبت کیا جاوے تو سخت ناگوار ہو نہایت بے ادبی ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے نزدیک اس مطلب میں کوئی مانع نہیں اسلئے اس زمانہ میں اگر کسی کی طرف اس امر کی نسبت کیجاتی ہے کہ اپنے گھر پیٹ بھر کر نہیں کھاتا تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص بخیل ہے اور اُس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسکی نسبت کرنے میں اسکا ایہام نہیں ہے اسلئے کہ اسوقت کی تنگ حالی معلوم ہے کہ کئی کئی وقت مسلسل فاقوں کی نوبت آتی تھی اور اسکے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخا اور جود کہ جو ہدیہ میں کہیں سے کچھ آجاتا تھا وہ اصحاب صفہ پر تقسیم کیا جاتا تھا ایسی صورت میں پیٹ بھرنے کی نوبت کہاں آسکتی تھی لیکن شراح حدیث اس مطلب کو غلط بتاتے ہیں اور انکا ارشاد حجت ہے اسلئے اگر یہ مطلب غلط ہو تو اللہ جل شانہ اپنے لطف سے معاف فرماویں اعوذ باللہ ان اقول فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لا یلیق بشانہ بالجملہ جن علماء نے اس مطلب کو ناپسند فرمایا ہے وہ حدیث کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت میزبانی میں تو شکم سیر ہو کر نوش فرماتے تاکہ مہمان حضور کے ساتھ جلد نہ اٹھ جاویں اور بھوکے نہ رہیں نیز اسوقت جبکہ آپکے یہاں کوئی مہمان ہوتا تھا تو اسکے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجود عسرت اور تنگی کے بھی فکر فرما کر کچھ نہ کچھ مہیا فرماتے تھے۔ اور ہو سکتا ہے کہ مجمع کے ساتھ کھانا مراد ہو عام ہے کہ اپنے گھر ہو یا کسی دوسری جگہ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جس مجمع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں اس میں حضور اقدس کے ہاتھ کھینچ لینے کے بعد مجمع کا ہاتھ کھینچ لینا بدیہی ہے **تنبیہ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم سیر ہونا جس جس جگہ وارد ہوا ہے ان سب مواضع میں وہی دو تہائی پیٹ بھر کر نوش فرمانا مراد ہے کہ یہ حالت بھی حالت مہمانی میں ہوتی تھی ورنہ بالکل شکم سیر ہونا کسی وقت نہیں ہوتا تھا نہ حالت مہمانی میں نہ حالت تنہائی میں۔

(بقیہ حاشیہ ص۴۳) وقال المناوی وفی المصباح انشقت الثوب انشقاقاً تمیعہ بالشق فالمعول علیہ وقالوا ثوب ممشق بالتشدید والفتح ولم یذکروا فعلاً اھ ۱۲

لہ بخ بخ بسکون آخرہ فیہما وقیل بکسرہ غیر منون فیہما وفیہ لغات اخر کلمۃ تقال عند الرضا بالشیٔ والفرح تفخیم الامر وتعظیمہ وقد تستعمل للانکار کما ہہنا ۱۲

لہ اللام فی جواب قسم مقدر ای واللہ لقد قالہ القاری ۱۲ لہ بصیغۃ المتکلم من المفرد من ضرب مشتق من الخرور ای سقط علی الارض ۱۲

لہ الضبعی بضم الضاد المعجمۃ وفتح الموحدۃ وکسر العین المہملۃ نسبۃ لقبیلۃ بنی ضبیعۃ ۱۲ لہ مالک بن دینار تابعی جلیل فالحدیث مرسل وقیل معضل لانہ سمعہ عن الحسن البصری وھو تابعی ایضاً فقال حدثنا الحسن قال لم یشبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اخرجہ ابو موسیٰ وغیرہ ۱۲ق لہ بفتح القاف وتشدید الطاء المہملۃ ای ابداً وفی زمن من الزمان بل المراد انہ ما شبع من احدہما کما افہمہ توسط قط بینہما او منہما معاً کما یاتی فی الباب الطویل عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یجتمع عندہ غداء ولا عشاء من خبز ولحم الا علی ضفف فمحل تردد ۱۲ب ش لہ قولہ ضفف ھو بفتح الضاد المعجمۃ والفائین اولاہما مفتوحۃ وفی الفائق روی حفف وشظف والثلثۃ فی معنی ضیق العیشۃ وقلتہا یعنی لم یشبع صلی اللہ علیہ وسلم الا والحال خلاف الخصب والرخاء وقیل معناہ کثرۃ الایدی واجتماع الآکلین کما فسر فی الحدیث قال البیجوری تبعاً للمناوی ای الا اذا نزل بہ الضیوف فیشبع حینئذ بحیث

بَابُ مَا جَاءَ فِی خُفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدثنا ھناد بن السری ثنا وکیع عن دلھم بن صالح عن حجیر بن عبد اللہ عن ابن بریدۃ عن ابیہ ان النجاشی اھدی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خفین اسودین ساذجین فلبسھما ثم توضأ ومسح علیھما حدثنا قتیبۃ بن سعید انا یحیی بن زکریا بن ابی زائدۃ عن الحسن بن عیاش عن ابی اسحاق عن الشعبی قال قال المغیرۃ بن شعبۃ اھدی دحیۃ

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موزہ کے بیان میں

ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قسم کے موزے استعمال فرمائے ہیں۔ موزے کے آداب میں سے دایاں موزہ پہلے پہننا ہے نیز موزہ کا پہننے سے قبل جھاڑ لینا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ معجزات میں طبرانی نے ایک روایت موزہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنگل میں ایک موزہ پہنا اور دوسرا پہننے کا قصد فرما رہے تھے کہ ایک کوا آکر وہ دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور اوپر لیجا کر اس کو پھینک دیا۔ اس میں ایک سانپ گھسا ہوا تھا جو اس گرنے کی چوٹ سے باہر نکلا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کیا اور آداب موزہ سے ایک قانون فرما دیا کہ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ جب موزہ پہننے کا ارادہ کرے تو اسکو جھاڑ لیا کرے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

(۱) بریدہ کہتے ہیں کہ نجاشی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاہ رنگ کے دو سادے موزے ہدیۃً بھیجے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا اور وضو کے بعد ان پر مسح بھی فرمایا۔ **ف** نجاشی حبشہ کے ہر بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسا کہ شریف والی مکہ کا لقب ہوتا ہے۔ ان نجاشی کا نام اصحمہ تھا یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ علماء نے اس سے استنباط فرمایا ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اسلئے کہ یہ اسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے البتہ چونکہ دوسری حدیث میں کافر کے ہدیے سے انکار بھی آیا ہے اسلئے علماء نے مختلف طرح سے دونوں کو جمع کیا ہے

(۲) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دحیہ کلبی نے دو موزے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کئے تھے۔ ایک دوسری روایت میں موزوں کے ساتھ جبہ کے پیش کرنے کا بھی ذکر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا۔ یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تحقیق نہیں فرمایا کہ وہ مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح۔ **ف** اس اخیر لفظ سے حنفیہ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ دباغت کے بعد مذبوح اور غیر مذبوح کی کھال دونوں استعمال کرنی جائز ہیں۔ بعض ائمہ کا اس میں اختلاف ہے جس کی بحث کتب فقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ [illegible]

لہ الخف معروف وھو خفاف ککتاب وخف البعیر ھو الخف [illegible] ۱۲ م [illegible] بضم [illegible] مفتوحۃ جیم فسکون یاء آخرہ راء [illegible] ھذا الحدیث الواحد اخرجہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ قالہ القاری ۱۲ سے ابن بریدۃ ھو عبد اللہ وفی بعض النسخ ابی بریدۃ قال القسطلانی ھو غلط [illegible] قال القاری وقد یوجہ بان کنیتہ [illegible] قلت لکن اہل الرجال ذکروا کنیتہ ابا سہل ۱۲ سے النجاشی بکسر اولہ افصح من فتحہ وتشدید الیاء [illegible] قال السیوطی [illegible] للمناوی وقال القاری تشدید الیاء خطأ وھو بفتح النون وتکسر وقول ابن حجر کسر النون افصح غیر صحیح [illegible] ملک الحبشۃ کالتبع [illegible] وکسری [illegible] فرعون [illegible] لقب جاہلیۃ واسم ھذا الملک اصحمۃ وقد ارسل صلی اللہ علیہ وسلم الیہ عمرو بن امیۃ الضمری یدعوہ الی الاسلام فاسلم ومات سنۃ تسع من الھجرۃ عند الاکثر [illegible] العسقلانی قال القاری وفی المواہب قبل فتح مکۃ وصلی علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ کما ھو المشہور فی کتب الحدیث ۱۲ سے وفی نسخۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واستعمال اھدی باللام والی شائع ۱۲ ق

[illegible] فی القاموس [illegible] ۱۲ ق

للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خفین فلبسہما وقال اسرائیل عن جابر عن عامر وجبۃ فلبسہما حتی تخرقا لا یدری النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذکی ہما ام لا قال ابو عیسٰی ھذا ھو ابو اسحاق الشیبانی واسمہ سلیمان

باب ما جاء فی نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن بشار ثنا ابو داؤد ثنا ھمام عن قتادۃ قلت لانس بن مالک کیف کان نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہما قبالان حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا وکیع عن سفیان عن خالد الحذاء عن عبد اللہ بن الحارث عن ابن عباس قال کان لنعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبالان مثنی

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین (جوتہ) شریف کے ذکر میں

ف اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتہ کی ہیئت اور اس کے پہننے اور نکالنے کا طریقہ ذکر فرمایا ہے نعل شریف کا نقشہ اور اس کے برکات و فضائل حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم کے رسالہ زاد السعید کے اخیر میں مفصل مذکور ہیں جسکو تفصیل مقصود ہو انہیں دیکھ لے۔ مختصر یہ ہے کہ اسکے خواص بے انتہا ہیں علمائنے بارہا تجربہ کئے ہیں حضور کی زیارت میسر ہوتی ہے ظالموں سے نجات حاصل ہوتی ہے ہر دلعزیزی میسر ہوتی ہے۔ غرض ہر مقصد میں اسکے توسل سے کامیابی ہوتی ہے۔ طریق توسل بھی اسی میں مذکور ہے۔ امام ترمذی نے اس باب میں گیارہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور کے نعل شریف کیسے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ ہر ایک جوتہ میں دو دو تسمہ تھے۔ **ف** عرب میں جوتہ ایسا نہیں ہوتا تھا جیسا کہ یہاں ہند میں متعارف ہے بلکہ ایک چمڑے کی چپٹی پر دو تسمہ ہوتے تھے جسکا نقشہ یہ ہے۔

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے تسمہ دوہرے تھے۔

ف یعنی ہر ہر تسمہ میں دو دو تسمہ تھے یعنی ہر تسمہ دوہرا تھا۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی خالد حذاء

لے وقال اسرائیل ہو من کلام الترمذی فان کان من قبل نفسہ ہو الظاہر فہو معلق وان کان من قتیبۃ فلا یکون معلقا وقال میرک یحتمل ان یکون معقولا لیحیی فیکون عطفا بحسب المعنی علی قولہ عن الحسن بن عیاش قال القاری ۱۲ ؎ بالنصب عطفا علی خفین قال میرک والحاصل ان یحیی روی قصۃ اہداء الخفین فقط عن الحسن وروی قصۃ اہداء الخفین مع الجبۃ عن اسرائیل ویحتمل ان یکون تعلیقا عن الترمذی ولم ار من خرج الحدیث غیر المؤلف فانہ ذکرہ فی جامعہ بہذا السیاق بلا تفاوت ثم رأیت الحدیث مخرجا فی اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی الشیخ بن حبان الاصبہانی فانہ اخرجہ من طریق ہیثم بن جمیل عن زہیر بن معویۃ عن جابر الجعفی عن عامر عن دحیۃ الکلبی انہ اہدی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبۃ من الشام وخفین وبعلم لمن ہذا السیاق تقویۃ احتمال التعلیق قالہ القاری ۱۲ ؎ ای الخفین والجبۃ ذکر الضمیر لان الخفین فی الحقیقۃ ملبوس واحد ویحتمل ان یکون الضمیر الی الخفین فقط کما فی الروایۃ الاولی ویؤیدہ قولہ لا یدری لہ ۱۲ ق ؎ الشیبانی بفتح المعجمۃ وتحتیۃ ساکنۃ وموحدۃ نسبۃ الی شیبان قبیلۃ معروفۃ فی بکر بن وائل وہو شیبان بن جمیل بن ثعلبۃ قالہ السمعانی والغرض ان ابا اسحاق ہذا لیس بسبیعی کما یوہمہ کون اسرائیل الراوی من ولدہ ۱۲ ق ؎ النعل قد یکنی بہ عن ارادۃ وقد یکنی اسماد وہو محتمل للحسنیین ہہنا والثانی ہو الاظہر قال القاری ۱۲ ؎ قبالان تثنیۃ قبال بکسر القاف وبالموحدۃ زمام النعل وقال الجزری زمام بین الاصبع الوسطی والتی تلیہا وکان علیہ السلام یضع احد القبالین بین الابہام والتی تلیہا والآخر بین الوسطی والتی تلیہا ۱۲ ق ؎ قال القاری ای الثوری لان ابن عیینۃ لانہ لم یرو عن خالد الحذاء

شراکھما حدثنا احمد بن منیع ویعقوب بن ابراھیم ثنا ابو احمد الزبیری[1] ثنا عیسے[۳] بن طھمان قال اخرج الینا انس بن مالک نعلین جرداوین[2] لھما قبالان قال فحدثنی ثابت بعد عن انس انھما کانتا نعلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا اسحاق بن موسیٰ[3] الانصاری قال انا معن قال ثنا مالک ثنا سعید بن ابی سعید المقبری[4] عن عبید[۴] بن جریج انہ قال لابن عمر رأیتک تلبس النعال السبتیة[5] قال انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس النعال التی لیس فیھا شعر ویتوضأ[6] فیھا فانا احب ان البسھا حدثنا اسحاق

ہیں۔ حذار کے معنی موچی کے ہیں۔ علمائنے لکھا ہے کہ یہ صاحب خود موچی نہیں تھے لیکن نشست برخاست اور تعلقات موچیوں سے تھے اسلئے ان کا لقب خالد موچی پڑگیا تھا کہ اسی سے پہچانے جاتے تھے جس قسم کے آدمیوں سے تعلقات ہوتے ہیں ان کے ظاہری اور باطنی اثرات رنگ لائے بغیر نہیں رہتے (۳) عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت انس نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھلائے ان پر بال نہیں تھے۔ مجھے اس کے بعد ثابت نے یہ بتایا کہ وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف تھے۔ **ف** اکثر چمڑے کو بغیر بال اُتارے بھی عرب میں جوتہ بنالیا جاتا تھا اسلئے راوی نے بالوں کا ذکر فرمایا۔ (۴) عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتہ پہنتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی جوتہ پہنتے ہوئے اور اس میں وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے اسلئے میں ایسے ہی جوتے کو پسند کرتا ہوں۔ **ف** منشا سوال کا یہ تھا کہ عرب میں اسوقت تک تنعم و تمدن ایسا نہ تھا اسلئے بالوں سمیت چمڑے کا جوتہ عام طور سے بنالیا جاتا تھا۔ اسی لئے بخاری شریف کی مفصل حدیث میں ہے کہ عبید نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میں چند چیزیں آپ کے معمولات میں ایسی دیکھتا ہوں جو دوسرے صحابہ کے معمولات میں نہیں دیکھتا منجملہ ان کے یہ بھی ذکر کیا کہ آپ صاف شدہ چمڑے کا جوتہ پہنتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اتباع کے شدتِ اہتمام میں اس کا لحاظ فرماتے تھے۔ دوسرے حضرات عام دستور کے موافق ویسی ہی چمڑے کا بنالیتے تھے۔ حدیث بالا میں اس میں وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عرب کے جوتے میں چونکہ پنجہ نہیں ہوتا نیچے چپتی اوپر تسمہ اسلئے جوتہ پہنے ہوئے بھی وضو ہوسکتی ہے اور بے تکلف پاؤں دھل سکتا ہے اسلئے حضور کبھی کبھی تعلیم و جواز کے واسطے ایسا بھی کرلیتے تھے۔ بعض علماء نے اسمیں وضو کا مطلب یہ بتایا ہے کہ وضو کے بعد فوراً نعلین شریف پہن لیتے تھے پاؤں کے خشک ہونے کا انتظار نہ فرماتے تھے تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ فوراً تر پاؤں میں جوتہ پہننے سے وضو میں کوئی نقص نہیں آتا۔

[1] الزبیری نسبة لجد هذیر بالزای مصغرا واسمه محمد بن عبد اللہ بن الزبیر ۱۲ [2] جرداوین الجرداء مؤنث اجرد وہی التی لا شعر علیہا استعیر من ارض جرداء لا نبات فیہا وقیل معناہ خلقین ۱۲

[3] ابن موسی کذا فی النسخ قال المناوی وتبعہ البیجوری اسحق بن موسی کذا فی نسخ وفی بعضہا اسحق بن محمد وہو الصواب قال بعض الحفاظ ہذا ہو الذی خرج لہ فی الشمائل ولیس ہو اسحق بن موسی الذی خرج لہ فی جامعہ قال فی التقریب اسحق بن محمد مجہول انتہی کلامہما وہذا عندی وہم منہما والصحیح اسحق بن موسی کما فی النسخ الموجودۃ عندی ویؤیدہ کتب الرجال ایضا کونہ ابن موسی اذ ذکروا روایة الترمذی عن ابن موسی بدون الواسطة وعن ابن محمد بواسطة وایضا ذکروا فی تلامذۃ معن بن موسی ہذا ابن موسی دون ابن محمد واسحق بن محمد الذی خرج لہ الترمذی فی الشمائل وقال صاحب التقریب فیہ انہ مجہول ہو رجل آخر راوی حدیث الاحتباء یاتی حدیثہ فی باب جلسة صلی اللہ علیہ وسلم فتامل ۱۲ [4] المقبری نسبة للمقبرۃ لکثرۃ زیارتہ لہا او لحفظہا او لکون عمر ولاہ لحفرہا ۱۲ [5] بکسر السین المہملة وسکون الموحدۃ منسوبة الی السبت قال ابو عبید ہی المدبوغة ونقلہ عن الاصمعی وقیل انہا التی حلقت عنہا وازیل شعرہا قال القاری وقال العینی رحمہ اللہ نسبة الی سبت بکسر السین وسکون الموحدۃ وہو جلد البقر المدبوغ بالقرظ وقال ابو عمر کل مدبوغ فہو سبت قال ابو زید السبت مدبوغة او غیر مدبوغة وقیل السبتیة التی لا شعر علیہا وقیل التی علیہا الشعر فی آخر ما بسطہ وجواب ابن عمر یدل علی ان المراد التی لا شعر علیہا قال الحنفی وانما اعترض علیہ لانہا نعال اہل النعمة والسعة قال ابن حجر ومن ثم لم یلبسہا الصحابة کما افادہ حدیث البخاری عن عبید بن جریج انہ قال لابن عمر رأیتک تصنع اربعا لم ار احدا من اصحابک یصنعہا الحدیث

بن منصور ثنا عبد الرزاق عن معمر عن ابن ابی ذئب عن صالح مولی التوأمة[1] عن ابی هریرة قال كان لنعل رسول الله صلى الله عليه وسلم قبالان حدثنا احمد بن منيع ثنا ابو احمد[محمد بن عبد الرحمن] انا سفيان عن السدی[2] حدثنی من سمع[3] عمرو[6] ابن حريث يقول رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلی فی نعلين مخصوفتين[4] حدثنا اسحق بن موسى الانصاری انا معن انا مالك عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يمشين[5] احدكم فی نعل واحد لينعلهما جميعا او ليحفهما جميعا حدثنا قتيبة[6] عن مالك عن ابی الزناد نحوه حدثنا اسحق ابن موسى انا معن انا مالك عن ابی الزبير عن جابر[يخلعهما] ان النبی صلى الله عليه وسلم نهى ان ياكل يعنی الرجل بشماله او يمشی فی نعل واحدة حدثنا قتيبة عن مالك ح وانا اسحق بن موسى انا معن انا مالك عن ابی الزناد

(۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی یہ ہی نقل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے دو تسمے تھے۔ (۶) عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جوتوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جنمیں دوسرا چمڑا سلا ہوا تھا۔ ف یعنی اسکی تلی دوہری تھی اوپر نیچے دو تہ چمڑے کی تھی۔ یا یہ مطلب ہے کہ ٹوٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔

(۷) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک جوتہ پہنکر کوئی نہ چلے یا دونوں پہنکر چلے یا دونوں نکالدے۔ ف اس حدیث کو شمائل میں ذکر کرنے سے یہ مقصود ہے کہ حضور کی عادت شریفہ ایک جوتہ پہننے کی نہیں تھی اسلئے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو منع فرما رہے ہیں تو خود ایسا کاہے کو کرتے۔ بظاہر اس حدیث میں ممانعت سے مقصود عادۃً ایسا کرنا ہے۔ لہذا اگر کسی عارض کی وجہ سے تھوڑی بہت دیر ایسے چلے مثلاً جوتہ ٹوٹ جاوے یا کوئی اور عارض پیش آجاوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اس حدیث کے ذیل میں علماء نے ایک موزہ اور ایک آستین پہننے کو بھی داخل فرمایا ہے غرض معتاد طریقہ پر ہر چیز کو پہننا چاہیئے تکلف اور بے تمیزی سے احتراز چاہیئے۔ (۸) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک جوتہ پہنے۔ ف جمہور علماء کے نزدیک یہ ارشادات استحبابی ہیں یعنی حرام نہیں ہیں۔ لیکن بعض اصحاب ظاہر نے ناجائز بتایا ہے۔

[1] التوأمة كالدحرجة بفتح مثناة وسكون واو وفتح همزة بنت امية لها صحبة سميت بذلك لانها كانت مع اخت فی بطن ۱۲ [2] السدی بمهملة مضمومة فمهملة مشددة مكسورة نسبة الى السدة وهو باب الدار نسب اليها اسمعيل بن عبد الرحمن لبيعه المقانع بباب مسجد الكوفة وهو السدی الكبير وحفيده السدی الصغير والمراد ههنا الكبير ۱۲ ق [3] من سمع قال القسطلانی لم ار التصريح باسمه انتهى عطاء بن السائب ۱۲ [4] عامة الشراح على انها كانتا مخروزتين بحيث ضم طاق الى طاق لكن قال القاری وفی شرح ان المراد بالمرقعة وهذا اوجه عندی لما سياتی من قول الانصاری يا خير من يمشی بنعل فرد ۱۲ [5] اشكل عليه بوجهين الاول بما فی الجامع عن عائشة من ان المصطفى صلى الله عليه وسلم ربما مشى بنعل واحدة واجيب بان موضع النهی استدامة المشی فی فردة اما لو انقطع نعله فمشى خطوة او خطوتين فليس بقبيح ولا منكر. او النهی للارشاد وفعله للجواز وفی بنعل على وابن عمر جواز أو الثانی بما فی التسعين ان الانصاری قال يا خير من يمشی بنعل فرد واجيب بان الفرد ههنا التی لم تخصف ولم تطارق وانما هی طاق واحد والعرب تمدح برقة النعال وحكى النووی الاجماع على ندب لبس النعلين جميعا وانه غير واجب ونوزع بقول ابن حزم لا يحل ۱۲ م ق [6] ای القدمين بلام الامر ضبط النووی بضم اوله من انعل وتعقب بان اهل اللغة قالوا نعل وانتعل ای لبس النعل لكن قال اهل اللغة ايضا انعل رجله البسها نعلا قال الحافظ ابن حجر والضمير ان كان للقدمين جاز الضم والفتح وان كان للنعلين تعين الفتح ۱۲ م [6] قتيبة الخ قال المناوی اسناد مرسل او منقطع لاسقاط الاعرج وابی هريرة اه وتبعه البيجوری فی ذلك

عن الاعرج عن[۹] ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا انتعل احدکم فلیبدأ بالیمین واذا نزع فلیبدأ بالشمال فلتکن الیمنی اولهما تنعل وآخرهما تنزع حدثنا ابو موسٰی محمد بن المثنی انا محمد بن جعفر انا شعبة ثنا اشعث وهو ابن ابی الشعثاء عن ابیه عن مسروق عن[۱۰] عائشة رضی الله عنها قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یحب التیمن ما استطاع فی ترجله وتنعله وطهوره حدثنا محمد بن مرزوق ابو عبد الله ثنا عبد الرحمن بن قیس ابو معاویة انبانا هشام عن محمد عن[۱۱] ابی هریرة قال کان لنعل رسول الله صلی الله علیه وسلم قبالان وابی بکر وعمر رضی الله عنهما واول من عقد عقدا واحدا عثمان رضی الله عنه

باب ماجاء فی ذکر خاتم رسول الله صلی الله علیه وسلم

(۹) ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص تم میں سے جوتہ پہنے تو دائیں سے ابتدا کرنی چاہئے اور جب نکالے تو بائیں سے پہلے نکالے۔ داہاں پاؤں جوتہ پہننے میں مقدم ہونا چاہئے اور نکالنے میں مؤخر۔ ف چونکہ جوتہ پاؤں کیلئے زینت ہے اسلئے دیر تک پاؤں میں رہنا چاہئے جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا۔ ایسے ہی ہر وہ چیز جسکا پہننا زینت ہو اس کے پہننے میں دائیں کو مقدم کرے اور نکالنے میں بائیں کو جیسے کرتہ پاجامہ اچکن وغیرہ۔ (۱۰) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کنگھی کرنے میں اور جوتہ پہننے میں اور اعضاء وضو کے دھونے میں حتی الوسع دائیں سے ابتدا فرمایا کرتے تھے۔ ف ان تین کی تخصیص نہیں بلکہ ہر چیز کا یہی حکم ہے جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے اور حتی الوسع سے اسطرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی ضرورت بائیں کے ابتدا کی لاحق ہو تو مضائقہ نہیں۔ (۱۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین کے دو تسمے تھے۔ ایسے ہی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جوتہ میں بھی دوہرا تسمہ تھا۔ ایک تسمہ کی ابتدا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔ ف غالباً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی لئے اسکو اختیار فرمایا کہ دو تسموں کا ہونا ضروری نہ خیال کر لیا جائے۔

ؔ قال الحافظ ابن حجر نقل القاضی عیاض وغیرہ الاجماع علی ان الامر فیه للاستحباب ۱۲ ق ؔ ابو موسی هو محمد ابن المثنی المذکور فی بعض النسخ من لفظ نا فهما غلط ۱۲ ؔ وهو ابن الخ الغرض ان شعبة اقتصر علی لفظ اشعث فقط فزاد بعض من دون نسبه ۱۲ ؔ فی ترجله ذکر الثلثة لیس للحصر بل للاشارة الی انه ما کان یراعی التیمن من الفرق الی القدم فی باب العبادات والعادات ۱۲ ؔ قال العصام المسمی بهشام فی اسانید الشمائل خمسة قال المناوی هو هشام ابن حسان وهو الراوی عن ابن سیرین ۱۲ ؔ ذکر زاد لفظ ذکر للتنبیه علی تمیزه والترجمة من الترجمة المتقدمة فان المراد فی الاولی هی البصمة التی شرة عند الکتف والمراد هنا ک الطابع الذی یختم به الکتب فی لفظ الخاتم خمس لغات وقیل عشر والافصح کسر التاء ۱۲ قال الزین العراقی لم ینقل کیف کانت صفة خاتمه الشریف هل کان مربعا او مثلثا او مدورا وعمل الناس فی ذلک مختلف وفی کتاب اخلاق النبوة انه لا یدری کیف هو قالوا والخاتم حلقة ذات فص من غیرها فان لم یکن لها فص فهی فتخة قال البیجوری واختلف فی حکم الخاتم کما بسط فی المطولات وفی الدر المختار ترک التختم لغیر السلطان والقاضی

حدثنا قتیبۃ بن سعید وغیر واحد عن عبد اللہ بن وھب عن یونس عن ابن شھاب عن انس بن مالک قال کان خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ورق وکان فصہ حبشیا حدثنا قتیبۃ انا ابو عوانۃ عن ابی بشر عن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتما من فضۃ فکان یختم بہ ولا یلبسہ قال ابو عیسی ابو بشر اسمہ جعفر بن ابی وحشیۃ حدثنا محمود بن غیلان

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا ذکر !

ف اس باب میں امام ترمذیؒ نے آٹھ احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اسکا نگینہ حبشی تھا۔ ف چاندی کی انگوٹھی جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ باقی پیتل لوہا وغیرہ کی حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً انگوٹھی نہیں بنوائی تھی۔ مگر جب معلوم ہوا کہ سلاطین عجم بغیر مُہر کے خطوط کی قدر نہیں کرتے اور تبلیغی خطوط سلاطین کے پاس ارسال کرنے شروع فرمائے تو سنہ چھ یا سنہ سات ہجری میں مُہر بنوائی۔ ایمیں علماء کے اقوال مختلف ہیں کہ انگوٹھی کا حکم کیا ہے۔ بعض علماء نے مطلقاً سنت فرمایا ہے۔ بعض علماء نے غیر سلطان اور قاضی کے لئے مکروہ بتلایا ہے۔ علماء حنفیہ (کثر اللہ تعالیٰ جمعھم وشکر سعیھم) کی تحقیق شامی کے قول کے موافق یہ ہے کہ بادشاہ قاضی متولی وغیرہ غرض جنکو مہر کی ضرورت پڑتی ہو ان کے لئے تو سنت ہے اور ان کے علاوہ دوسروں کے لئے جائز تو ہے لیکن ترک کرنا افضل ہے۔ اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی وقت بنوائی جب سلاطین کو خطوط لکھنے کے لئے اسکی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ حدیث ۶ میں آرہا ہے ابو داؤد شریف وغیرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بادشاہ کے علاوہ کو انگوٹھی پہننے کی ممانعت بھی آئی ہے مگر چونکہ حضور کے سامنے اکثر صحابہ سے پہننا بھی ثابت ہے اور حضور کی اجازت بھی دوسری احادیث میں آئی ہے اسلئے اس ممانعت کو اسی خلاف اولیٰ پر حمل کیا ہے۔ (۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی اس سے خطوط وغیرہ پر مہر فرماتے تھے پہنتے نہیں تھے۔ ف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی کو پہننا روایات متعددہ سے ثابت ہے اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی علماء نے چند توجیہات فرمائی ہیں۔ بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ مقصود استمرار ہے کہ ہمیشہ نہیں پہنتے تھے۔ بعض کی رائے ہے کہ حضور کی دو انگوٹھیاں تھیں، ایک یہ مُہر والی اسکو مُہر کے کام میں لاتے تھے اور پہنتے نہیں تھے۔ دوسری پہننے کے استعمال میں لاتے۔ ایسے ہی اور بھی مختلف طرق سے جمع کیا گیا ہے لیکن بندہ کے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ ہر وقت اسکو نہیں پہنتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے دائیں ہاتھ

ے بفتح الواو وکسر الراء المہملۃ وتسکن تخفیفا ای فضۃ وفی الاصل النقرۃ المضروبۃ وقیل النقرۃ مطلقا مضروبۃ اولا ۱۲ م ۲ے بتثلیث اولہ و رسم القاموس الصحاح فی حدہ الکسر لما ولفص معان کثیرۃ والمراد ھہنا ما ینقش فیہ اسم صاحبہ ۱۲ م ۳ے ای حجر امنسوبا الی الحبش لانہ معدنہ وقیل کان فصہ عقیقا کما فی خبر وقیل کان جزعا قال حبشیا لانہ یوتی بھا من بلاد الیمن وھو کورۃ الحبشۃ او معنی حبشیا ای بر من الحبشۃ او کان اسود علی لون الحبشۃ او صانعہ او صانع نقشہ من الحبشۃ ویحصل الجمع بینہ وبین ما سیاتی من فضۃ فصہ منہ اذ لم یثبت تعدد خاتمہ وھی روایۃ البخاری ومن ثم قال ابن عبد البر انہا اصح قال القاری زاد المناوی او معمولا کما یصنعہ الحبشۃ کما فسر کون سیفہ

نا حفص بن عمر بن عبید هو الطنافسی[۱] انا زهیر عن حمید عن[۳] انس قال کان خاتم رسول الله صلی الله علیه وسلم من فضة فصه[۲] منه حدثنا اسحاق بن منصور انا معاذ بن هشام ثنی ابی عن قتادة عن[۴] انس بن مالک قال لما اراد النبی صلی الله علیه وسلم ان یکتب الی العجم قیل له ان العجم لا یقبلون الا کتابا علیه خاتم فاصطنع[۳] خاتما فکانی انظر الی بیاضه فی کفه حدثنا محمد بن یحیی انا محمد بن عبد الله الانصاری[۴] ثنی ابی عن ثمامة[۵] عن[۵] انس بن مالک قال کان نقش خاتم النبی صلی الله علیه وسلم محمد سطر[۶] و رسول

(اشارۃ الی ماسبق منہ انی اراہ ۱۲) (اشارۃ الی انہ کان من الفضۃ ۱۲)

میں انگوٹھی تھی نماز میں اسپر نگاہ پڑ گئی تو اس کے بعد سے پہننا چھوڑ دیا تھا۔ احادیث میں ایک منقش کپڑے کے متعلق بھی اس قسم کا واقعہ آتا ہے کہ نماز میں اسپر نگاہ پڑ گئی تو حضور نے اسکو نکالدیا تھا اور اس کے بدلہ میں ایک معمولی کپڑا پہن لیا تھا انگوٹھی چونکہ ضرورت کی چیز تھی اسلئے مطلقاً تو اس کا ترک مشکل تھا اسلئے عام طور پر اس کا پہننا ترک فرما دیا ہو یہ اقرب ہے چنانچہ دوسرے باب کی چھٹی حدیث میں آرہا ہے کہ اکثر اوقات حضرت معیقیب کے پاس رہتی تھی۔ (۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی اس ہی کا تھا۔ ف یہ حدیث بظاہر اس روایت کے خلاف ہے جسمیں حبشی نگینہ وارد ہوا ہے۔ جو لوگ دو انگوٹھیوں کے قائل ہوئے ہیں وہ خود اس حدیث کو بھی دو ہونے پر قرینہ بتاتے ہیں چنانچہ بیہقی وغیرہ کی یہی رائے ہے ان کے نزدیک تو کوئی اشکال ہی نہیں۔ لیکن جو حضرات ایک انگوٹھی کے قائل ہیں وہ ان دونوں میں اسطرح جمع فرماتے ہیں کہ حبشی ہونے کے معنے یہ ہیں کہ حبشی رنگ یا حبشی طریقہ کا تھا۔ یا اس کا بنانیوالا حبشی تھا۔ بندہ کے نزدیک تعدد پر حمل اقرب ہے، کہ مختلف اوقات میں مختلف انگوٹھیاں ہونا متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ ایک انگوٹھی حضور نے خود بنوائی پھر ہدیہ میں خدام نے پیش کیں جیسا کہ جمع الوسائل کی مختلف روایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے۔ (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل عجم کو تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ عجم بلا مہر والے خط کو قبول نہیں کرتے۔ اسلئے حضور نے انگوٹھی بنوائی جس کی سفیدی گویا اب میری نظروں کے سامنے پھر رہی ہے۔ ف اس اخیر کے جملہ سے اس قصہ کے خوب یاد ہونے کی طرف اشارہ ہے اور سفیدی سے اس کے چاندی کی ہونے پر اشارہ ہے۔ (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ تھا اس طرح پر کہ محمد ایک سطر میں تھا رسول دوسری سطر میں لفظ اللہ تیسری سطر میں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اسکی صورت (محمد رسول اللہ) تھی کہ اللہ کا پاک نام سب سے اوپر تھا مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ ظاہر الفاظ سے (محمد رسول اللہ) معلوم ہوتا ہے۔

[۱] الطنافسی بفتح الطاء و کسر الفاء نسبۃ لطنافس کمساجد جمع طنفسۃ بضم اوله و ثالثه و کسرهما و کسر الاول و فتح الثالث بساط له خمل ای دبر نسب الیها لانه ... یعملها او یبیعها ۱۲ [۲] هذا یخالف ما تقدم من قوله و کان فصه حبشیا و تقدم الجمع بینهما و الاوجه عندی التعدد و الیه مال النووی و البیهقی و ابن العربی و القرطبی و غیرهم کما حکاه عنهم المناوی و بسط الروایات فی ذلک القاری ۱۲ [۳] فاصطنع من باب توهم بنی الامیر المدینۃ و الصانع کان یعلی بن امیۃ ۱۲ [۵] ثمامۃ بضم الثلثۃ و تخفیف المیم هو عم عبد اللہ الراوی ۱۲ [۶] قال المناوی ظاهره ان محمد سطره الاول و رسول سطره الثانی و الله سطره الثالث و قول الاسنوی کانت تقرأ من الاسفل لیکون اسم الله ...

سطرٌ واللہ سطرٌ حدثنا نصر بن علی الجھضمی[1] ابو عمروٌ انبانا نوح بن قیس عن خالد بن قیس عن قتادۃ

عن[6] انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتبَ[2] الی کسریٰ[3] وقیصرٍ[4] والنجاشی فقیل لہ انھم لا یقبلون کتابا

الا بخاتم فصاغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتما حلقتہ فضۃ ونقش[5] فیہ محمد رسول اللہ حدثنا

مشعر بان المصدر لم یکن من فضۃ ۱۲

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی کے پاس تبلیغی خطوط لکھنے کا قصد فرمایا۔ تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور یہ لوگ بدون مُہر کے خطوط کو قبول نہیں کرتے۔ اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مُہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اس میں محمد رسول اللہ منقوش تھا۔ **ف** کسریٰ ملک فارس کے بادشاہ کا لقب ہے، اور قیصر ملک روم کے اور نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا۔ کسریٰ شاہ فارس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا والانامہ عبد اللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا، کسریٰ نے آپکے والانامہ مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر بددعا فرمائی کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے فرمادے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شاہِ روم کے پاس دحیہ کلبی کے ہاتھ گرامی نامہ اقدس ارسال ہوا۔ وہ باوجود یقین نبوت کے ایمان نہیں لایا۔ نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ خط لکھا جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہ نجاشی نہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جنپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الجنازہ پڑھی۔ یہ اور نجاشی ہیں۔ ان کے اسلام کا حال جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے معلوم نہیں ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والانامجات تو متعدد ہیں جو کتب سیر و حدیث میں مفصل مذکور ہیں۔ گرامی نامجات کو بعض لوگوں نے مستقل تصانیف میں جمع بھی کر دیا ہے۔ حدیث بالا میں تین والانامجات کا ذکر ہے۔ جن کا مختصر ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے ایک والانامہ کسریٰ کے نام ہے فارس کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہے جو بھی ہو اس کسریٰ کا نام ابرویز تھا جو نوشیرواں کا پوتا تھا والانامہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ وامن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین اسلم تسلم فان تولیت فان علیک اثم المجوس (زرقانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کسریٰ کے نام جو فارس کا بڑا اور سردار ہے) سلامتی اس شخص کیلئے ہے جو ہدایت اختیار کرے اور اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ وحدہٗ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور رسول ہیں میں تجکو اللہ کی پکار (یعنی کلمہ) کی دعوت دیتا ہوں اسلئے کہ میں اللہ کا وہ رسول ہوں جو تمام جہاں کی طرف اسلئے بھیجا گیا ہے کہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے دل زندہ ہیں (یعنی ان میں کچھ

[1] الجھضمی بفتح الجیم وسکون الھاء وفتح الضاد المعجمۃ فی آخرہ میم نسبۃ للجہاضمۃ محلۃ بالبصرۃ وتلک المحلۃ تنسب الی الجہاضمۃ بطن من الازد قالہ البیجوری ۱۲ [2] ای اراد ان یکتب للروایۃ السابقۃ۔ وذلک حین رجع من الحدیبیۃ ۱۲ [3] بکسر الکاف وفتحہا لقب ملوک فارس وفی المغرب کسریٰ بالفتح افصح لکن فی القاموس کسریٰ ویفتح ملک الفرس معرب خسرو ای واسع الملک قال القاری وقال المناوی النسبۃ الیہ کسروی وان شئت کسری وعن ابی عمرو جمع کسریٰ اکاسرۃ علی غیر قیاس اھ ۱۲ [4] تقدم فی باب الخف ان قیصر لقب لملک الروم زاد القاری کما ان تبع لمن ملک حمیر والیمن وخاقان لمن ملک الترک اھ ۱۲ [5] قال القاری ثم ضبط مجہولا فی النسخ المعتمدۃ وقال الحنفی روی معروفا ومجہولا فاللہ اعلم بالصحۃ وقال میرک ضبط فی اصل سماعنا بالمجہول وضبطنا فی البخاری بالمعروف علی ان ضمیر الفاعل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والاسناد مجازی ۱۲

عقل ہے کہ بے عقل آدمی بمنزلہ مردہ کے ہے) اور تاکہ اللہ کی حجت کافروں پر پوری ہو جائے۔ (اور کل قیامت میں یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہمکو علم نہ ہو سکا) تو اسلام لے آتا کہ سلامتی سے رہے ورنہ تیرے اتباع مجوس کا بھی وبال تجھ پر ہوگا کہ وہ تیری اقتداء میں گمراہ ہوئے ہیں

حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضؓ کو یہ خط دیکر روانہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ کسریٰ کا گورنر جو بحرین میں رہتا ہے اسکے ذریعے سے کسریٰ تک پہونچادیں چنانچہ اسی ذریعے سے وہاں تک خط لیکر پہنچے۔ کسریٰ نے یہ والانامہ پڑھواکر سنا اور اسکو چاک کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینکدیا۔ حضور کو اسکا علم ہوا تو حضور نے اسکے لئے بد دعا فرمائی اور اسکے بیٹے شیرویہ نے بُری طرح سے اسکو قتل کیا جس کا قصہ کتب تواریخ میں مذکور ہے۔ دوسرا والانامہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے قیصر کے نام تھا جو روم کا بادشاہ تھا۔ اس کا نام مورخین کے نزدیک ہرقل ہے۔ یہ والانامہ حضرت دحیہ کلبی رضؓ کے ہاتھ بھیجا گیا۔ مسلمان تو قیصر بھی نہیں ہوا لیکن حضور کے والانامہ کو نہایت اعزاز اکرام سے رکھا۔ حضور کو جب ان دونوں واقعات کا علم ہوا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ نے اپنے ملک کے ٹکڑے کر لئے اور قیصر نے اپنے ملک کی حفاظت کر لی اس والانامہ کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ہرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الاریسیین ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (بخاری ما اسلام السالمین) (یا اہل الکتاب سے اخیر تک قرآن پاک کا مضمون ہے جو سورہ آل عمران کے چھٹے رکوع میں ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ہرقل کی طرف جو روم کا بڑا (اور سردار ہے) سلامتی اس شخص کیلئے ہو جو ہدایت اختیار کرے حمد و صلوٰۃ کے بعد میں تجکو اسلام کے کلمہ (یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کی طرف دعوت دیتا ہوں تو اسلام لے آتا کہ سلامتی سے رہے اور حق تعالیٰ شانہ دوہرا اجر تجکو عطا فرمائے (کہ اہل کتاب کیلئے دوہرا اجر ہے جیسا کہ کلام پاک میں بھی سورہ حدید کے ختم پر اسکا ذکر ہے) اور اگر تو روگردانی کرے گا تو تیرے ماتحت زراعت پیشہ لوگوں کا وبال بھی تجھ پر ہوگا اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کیطرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ توحید ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائے (جیسا کہ احبار اور رہبان کو بنایا جاتا تھا) اگر اسکے بعد بھی وہ اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانوں تم ان سے کہدو کہ تم اسکے گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں (ہم تو اپنے مسلک کا صاف اعلان کرتے ہیں اب تم جانو تمہارا کام)

حضرت دحیہ جب اس والانامہ کو لیکر گئے اور قیصر کے سامنے پڑھا گیا تو اس کا بھتیجا بھی وہاں موجود تھا وہ نہایت غصہ میں بھر گیا اور کہنے لگا کہ اس خط کو مجھے دو۔ چچا یعنی قیصر نے کہا تو کیا کرے گا۔ اس نے کہا یہ خط پڑھنے کے قابل نہیں ہے اس میں آپکے نام سے ابتدا نہیں کی اپنے نام سے کی ہے پھر آپ کو بادشاہ کے بجائے روم کا بڑا آدمی لکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ قیصر نے کہا تو بے وقوف ہے یہ چاہتا ہے کہ میں ایسے شخص کے خط کو پھینکدوں جسکے پاس ناموس اکبر (یعنی حضرت جبرئیلؑ) آتے ہوں اگر وہ نبی ہیں تو انکو ایسے ہی لکھنا چاہیئے۔ اسکے بعد حضرت دحیہ کو بڑے اعزاز و اکرام سے ٹھیرایا۔ قیصر اسوقت سفر میں تھا واپسی پر اس نے اپنے ارکان و امراء سلطنت کو جمع کیا اور جمع کر کے ان سے کہا کہ میں تم کو ایک ایسی بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں جو سراسر خیر و فلاح ہے اور ہمیشہ کیلئے

تمہارے ملک کے بقا کا ذریعہ ہے بیشک یہ نبی ہیں ان کا اتباع کرلو اور انکی بیعت اختیار کرلو۔ اس نے ایک بند مکان میں جہاں سب طرف کے کواڑ بند کرادئے گئے تھے اس مضمون پر ایک لمبی تقریر کی۔ وہ لوگ اسقدر متوحش ہوئے کہ ایک دم شور و شغب ہوگیا۔ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے مگر کواڑ سب بند تھے دیر تک ہنگامہ برپا رہا۔ اسکے بعد اُس نے سب کو چُپ کیا اور تقریر کی کہ درحقیقت ایک مدعی نبوت پیدا ہوا ہے میں تم لوگوں کا امتحان لینا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین میں کسقدر پختہ ہو اب مجھے اس کا اندازہ ہوگیا وہ لوگ اسکے سامنے اپنی عادت کے موافق سجدے میں گر گئے اسکے بعد ان کو شاباشی وغیرہ دیکر رخصت کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ اُس نے خط کو پڑھ کر چوما سر پر رکھا اور ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھ لیا اور پوپ کو طلب کیا اُس سے مشورہ کیا اس نے کہا بیشک یہ نبی آخر الزمان ہیں جن کی بشارتیں ہماری کتاب میں موجود ہیں۔ قیصر نے کہا مجھے بھی اس کا یقین ہے مگر اشکال یہ ہے کہ اگر میں مسلمان ہوجاؤں تو یہ لوگ مجھے قتل کردینگے اور سلطنت جاتی رہے گی (اعلام السائلین) جسوقت یہ والا نامہ سفر کیجالت میں قیصر کے پاس پہنچا تھا وہ اسوقت اپنی مذہبی ضرورت کیلئے بیت المقدس آیا ہوا تھا وہاں مکہ مکرمہ کا ایک بڑا تجارتی قافلہ بھی گیا ہوا تھا۔ اس نے تحقیق حالات کیلئے اس قافلہ کے سرداروں کو بھی طلب کیا تھا جس کا مفصل قصہ بخاری شریف میں موجود ہے یہ اس زمانہ کا قصہ ہے جب عمرہ حدیبیہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور اہل مکہ کے درمیان چند سال کے لئے ایک عہدنامہ اور صلحنامہ تیار ہوا تھا کہ آپس میں لڑائی نہ کیجائے۔ ابوسفیان جو اسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہتے ہیں کہ اس صلح کے زمانہ میں ملک شام میں گیا ہوا تھا کہ اس اثنا میں ہرقل کے نام حضور کا والا نامہ بھی گیا جسکو دحیہ کلبی لیکر گئے ہرقل کے پاس جب وہ گرامی نامہ پہنچا تو اس نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں اس شہر میں کوئی شخص اس کا واقف ہے جو مدعی نبوت پیدا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہاں کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں اسپر ہماری طلبی ہوئی۔ چنانچہ میں قریش کے چند لوگوں کی ہمراہ اس کے پاس گیا اس نے ہم سب کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ اُس شخص کے ساتھ جو نبوت کا دعویدار ہے تم میں سب سے زیادہ قریب رشتہ داری کس کی ہے۔ میں نے کہا کہ میں سب میں زیادہ قریب ہوں۔ اس نے مجھے اپنے قریب بُلایا اور باقی ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا اور ان سے یہ کہا کہ میں اس سے چند سوالات کرتا ہوں تم سب غور سے سُنتے رہنا اور جس بات کا جواب جھوٹ بتائے تو تم اسکو ظاہر کردینا۔ ابوسفیان اسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور سخت ترین دشمن تھے کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے اپنی بدنامی کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ بعد میں مجھے جھوٹ سے بدنام کرینگے تو میں ضرور جھوٹ بولتا مگر خوف بدنامی نے سچ بولنے پر مجبور کیا اسکے بعد اس نے اپنے ترجمان کے ذریعہ سے مجھ سے حسب ذیل سوالات کئے:۔

س۔ یہ مدعی نبوت نسب کے اعتبار سے تم میں کیسے شخص سمجھے جاتے ہیں؟ ج۔ ہم میں بڑا عالی نسب ہے۔ س۔ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے؟ ج کوئی نہیں ہوا۔ س۔ نبوت کے دعوی سے قبل تم کبھی ان کو جھوٹ بولنے کا الزام دیتے تھے؟ ج۔ کبھی نہیں۔ س۔ ان کے متبعین قوم کے شرفاء ہیں یا معمولی درجے کے آدمی؟ ج۔ معمولی درجہ کے لوگ۔ س ان کے متبعین کا گروہ بڑھتا جارہا ہے یا کم ہوتا جاتا ہے؟ ج۔ بڑھتا جاتا ہے۔ س۔ ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے بددل ہوکر دین سے پھر بھی جاتے ہیں یا نہیں؟ ج۔ نہیں۔ س۔ تمہاری اُن کے ساتھ کبھی جنگ ہوئی ہے یا نہیں؟

س۔ وہ کبھی بدعہدی کرتے ہیں؟ ج۔ نہیں۔ لیکن آجکل ہمارا اور ان کا ایک معاہدہ ہے نہ معلوم وہ اسکو پورا کرینگے یا نہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس ایک کلمہ کے سوا کسی چیز میں بھی مجھے موقع نہ ملا کہ کچھ اپنی طرف سے ملا دوں۔ س۔ ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟ ج۔ نہیں۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ہرقل نے پوچھا کہ بدعہدی کا کیوں خوف ہے تو ابوسفیان نے کہا کہ میری قوم نے اپنے حلیفوں کی اسکے حلیفوں کے خلاف مدد کی ہے۔ اسپر ہرقل نے کہا کہ جب تم ابتدا کر چکے ہو تو تم زیادہ عہد شکن ہوئے۔ اسکے بعد ہرقل نے ازسرنو سلسلہ شروع کیا اور کہا کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارہ میں سوال کیا تم نے عالی نسب بتایا۔ انبیاء اپنی قوم کے شریف خاندان ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے تمنے کہا نہیں۔ مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ شاید اس بہانہ سے اس بادشاہت کو واپس لینا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کے متبعین کے بارے میں سوال کیا کہ شرفا ہیں یا کمزور لوگ۔ تم نے جواب دیا کہ کمزور لوگ ہیں ہمیشہ سے انبیاء کا اتباع کرنیوالے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں (کہ شرفاء کو اپنی نخوت دوسرونکی اطاعت سے روکتی ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس دعویٰ سے قبل تم دروغگوئی کا الزام انپر لگاتے تھے یا نہیں تمنے انکار کیا میں نے یہ سمجھا تھا کہ شاید لوگوں کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے اللہ پر بھی جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہو (مگر جو شخص لوگوں کے متعلق جھوٹ نہ بولتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا جھوٹ بول سکتا ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اسکے دین میں داخل ہوکر اس سے ناراض ہوکر کوئی مرتد ہوتا ہے تم نے اس سے انکار کیا۔ ایمان کی یہی خاصیت ہے جبکہ اسکی بشاشت دلوں میں گھس جائے۔ میں نے پوچھا تھا کہ وہ لوگ بڑھتے رہتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں تمنے کہا کہ بڑھتے جاتے ہیں، ایمان کا خاصہ یہی ہے حتی کہ دین کی تکمیل ہوجائے۔ میں نے ان سے جنگ کے بارے میں سوال کیا تھا تم نے کہا کبھی وہ غالب کبھی ہم غالب۔ انبیاء کے ساتھ ہمیشہ یہی برتاؤ رہا لیکن بہتر انجام انھیں کے لئے ہوتا ہے۔ میں نے بدعہدی کے متعلق سوال کیا تم نے انکار کیا یہی انبیاء کی صفت ہوتی ہے کہ وہ بدعہد نہیں ہوتے۔ میں نے پوچھا تھا کہ ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تم نے اس سے انکار کیا۔ میں نے خیال کیا تھا کہ اگر کسی نے ان سے قبل یہ دعویٰ کیا ہوگا تو میں سمجھونگا کہ یہ اسی قول کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے پہلے کہا جا چکا ہے۔ اسکے بعد ہرقل نے ان لوگوں سے پوچھا کہ انکی تعلیمات کیا ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ نماز پڑھنے کا، صدقہ کرنے کا، صلہ رحمی کا، عفت و پاکدامنی کا حکم کرتے ہیں۔ ہرقل نے کہا اگر یہ سب امور سچ ہیں جو تمنے بیان کئے تو وہ بے شبہ نبی ہیں۔ مجھے یہ تو یقین تھا کہ عنقریب نبی پیدا ہونے والے ہیں مگر یہ یقین نہیں تھا کہ تم میں سے ہونگے۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکتا ہوں تو ان کے ملنے کی خواہش کرتا (مگر اپنے قتل اور سلطنت کے زوال کے خوف سے جا نہیں سکتا) اور میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ بلاشبہ ان کی سلطنت اس جگہ تک پہنچنے والی ہے جہاں میں ہوں۔ ہرقل کے اور بھی بہت سے قصے حدیث کی کتابوں میں ہیں۔ یہ اپنی کتاب کا بھی ماہر تھا اور نجوم میں بھی مہارت رکھتا تھا اسلئے اسکو پہلے سے اس قسم کے خیالات ہو رہے تھے اور تحقیقات کر رہا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس نے اس والا نامہ کو نہایت احتیاط سے صندوق میں سونے کی ایک نلکی میں محفوظ رکھا جو نسلاً بعد نسل اسی طرح اسکی اولاد میں منتقل ہوتا چلا آیا۔

تیسرا والا نامہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے نجاشی کے نام تھا۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہے

حضور کے زمانہ میں دو بادشاہ حبشہ میں گذرے ہیں پہلے کا نام اصحمہ تھا یہ مسلمان ہوگئے تھے ابتدائے اسلام میں صحابہ کرام نے انکی سلطنت حبشہ میں اُسوقت ہجرت کی تھی جبکہ یہ مسلمان بھی نہ ہوئے تھے جس کا قصہ حکایاتِ صحابہؓ کے پہلے باب کے نمبر ۱ پر کچھ مختصر سا گذر چکا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ ان کے پاس بھی خط بھیجا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملک الحبشۃ سلم انت فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ہو الملک القدوس السلام المومن المھیمن واشھد ان عیسی بن مریم روح اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول الطیبۃ الحصینۃ فحملت بہ فخلقہ من روحہ ونفخہ کما خلق آدم بیدہ وانی ادعوک الی اللہ وحدہ لاشریک لہ والموالاۃ علی طاعتہ وان تتبعنی وتومن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وانی ادعوک وجنودک الی اللہ عزوجل وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام علی من اتبع الھدی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام۔ تم صلح پسند ہو میں اُس اللہ کی تعریف تمھارے پاس پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک ہے ہر قسم کے نقص سے محفوظ ہے (یا بندے اسکے ظلم سے محفوظ ہیں) امن دینے والا ہے نگہبان ہے (کہ بندوں کی آفات سے حفاظت فرماتا ہے) اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کی ایک روح اور اسکے وہ کلمہ تھے جسکو اللہ جل شانہ نے پاک وصاف کنواری مریمؑ کی طرف بھیجا تھا پس وہ حاملہ بن گئیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی ایک خاص روح سے پیدا کیا اور ان میں جان ڈالدی جیسا کہ حضرت آدم ؑ کو (بغیر باپ کے) اپنے دستِ مبارک سے پیدا فرمایا۔ میں تمھیں اُسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کی دعوت دیتا ہوں اور اسکی اطاعت پر تعاون کی طرف بلاتا ہوں اور اس بات کی طرف بُلاتا ہوں کہ تم میرا اتباع کرو اور جو شریعت میں لیکر آیا ہوں اسپر ایمان لاؤ۔ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی طرف تمکو اور تمھارے سارے لشکروں کو بلاتا ہوں۔ میں حق بات تم تک پہنچا چکا ہوں اور نصیحت کر چکا۔ تم میری نصیحت قبول کرلو اور سلام (یا سلامتی) اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔

محدثین کی ایک جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نجاشی پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے۔ اس والا نامہ پر انھوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسی وقت مسلمان ہوئے بہرحال انھوں نے اس والا نامہ کے جواب میں ایک عریضہ لکھا جسمیں اپنے ایمان کا اقرار کیا اور اسکا اقرار کیا کہ آپ نے حضرت عیسیٰ ؑ کے متعلق جو کچھ لکھا وہ حرف بحرف صحیح ہے اور اپنے لڑکے کے ہاتھ ساٹھ نفر کی ایک جمعیت کے ساتھ اپنا عریضہ خدمت اقدس میں بھیجا مگر افسوس کہ راستہ میں وہ کشتی سمندر میں غرق ہوگئی اور ان میں سے کوئی بھی خدمتِ اقدس میں نہ پہنچ سکا خود ان نجاشی کا وصال بھی حضور کی حیات ہی میں ہوگیا تھا اور حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی (غائبانہ نماز کا مسئلہ ایک فقہی بحث ہے جسکی یہ جگہ نہیں ہے بہت سی وجوہ سے حنفیہ کے نزدیک انکی خصوصیت تھی) ان کے بعد ان کی جگہ دوسرا نجاشی ہوا۔ اس کے پاس بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے والا نامہ ارسال فرمایا جو حسب ذیل ہے:۔

ھذا الکتاب من النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی النجاشی عظیم الحبشۃ سلام علی من اتبع الھدی وآمن باللہ ورسولہ

یہ خط اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی کے نام ہے جو حبشہ کا بڑا اور سردار ہے سلام اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور اس کا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ذات ہے۔

اسحاق بن منصور انبانا سعید بن عامر والحجاج بن منہال عن ہمام عن ابن جریج عن الزہری عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل الخلاء نزع خاتمہ حدثنا اسحاق بن منصور انا عبد اللہ بن نمیر انا عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر ۸

وشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لم یتخذ صاحبۃ ولا ولداً وان محمداً عبدہ ورسولہ وادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسولہ فاسلم تسلم یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون فان ابیت فعلیک اثم النصاری۔

نہ کوئی اسکا شریک نہ بیوی ہے اسکے لئے نہ اولاد۔ اور اس کا اقرار کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں۔ میں اللہ کی پکار یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تجکو دعوت دیتا ہوں تو مسلمان ہو جا سلامتی سے رہیگا اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمہ کیطرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی ایکدوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا۔ اگر اسکے بعد بھی اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانوں تم کہدو کہ تم لوگ گواہ رہو اسکے کہ ہم مسلمان ہیں (بے دھڑک اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہیں) اے نجاشی اگر تو میری دعوت کے قبول کرنیسے انکاری ہے تو نصاری کا گناہ بھی (بوجہ اسکے کہ وہ تیرے متبع ہیں) تجھ پر ہوگا۔ فقط

اس خط میں غالباً حسب معمول بسم اللہ بھی ہوگی مگر میں نے جہاں سے نقل کیا ہے اسمیں نہیں ہے۔ ان نجاشی کے متعلق یہ محقق نہیں ہو سکا کہ یہ اسلام لائے یا نہیں ان کا کیا نام تھا۔ اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ حدیث بالا میں تیسرا خط جو نجاشی کے نام ہے وہ یہی نجاشی ہیں چنانچہ بعض روایات میں نجاشی کے نام کے ساتھ یہ لفظ بھی ہے کہ وہ نجاشی نہیں ہیں جنکے جنازہ کی نماز حضور نے پڑھی۔ اور یہی صحیح ہے اگرچہ بعض محدثین نے صرف پہلے ہی نجاشی کے خط کا ذکر کیا اور بعض نے صرف دوسرے کا۔

(۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا تشریف لیجاتے تو اپنی انگوٹھی نکال کر تشریف لیجاتے۔ **ف** چونکہ اس میں اللہ جل جلالہ عم نوالہ کا اسم شریف لکھا ہوا تھا اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہنے ہوئے استنجے نہ جاتے تھے۔ اسی بنا پر علماء نے اس انگوٹھی کو پہنے ہوئے پاخانہ جانے کو مکروہ لکھا ہے جسمیں کوئی متبرک نام یا عبارت ہو

(۸) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضور کے دست مبارک میں رہی۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے۔ پھر ان ہی کے زمانہ میں بیر اریس میں گر گئی تھی۔ اس انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔ **ف** بیر اریس مسجد قبا کے قریب ایک کنواں ہے۔ یہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں چھ برس تک ان کے پاس رہی اسکے بعد اتفاق سے اس کنویں میں گر گئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہرچند اس کنویں میں تلاش فرمایا تین دن تک اس کا پانی نکلوایا مگر ملی نہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس انگوٹھی کے گرتے ہی وہ فتن اور حوادث شروع ہو گئے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ میں بکثرت ظہور پذیر ہوئے ہیں

لہ بفتح حاء مہملہ وتشدید الجیم الاولی ومنہال بکسر المیم فسکون نون ۱۲ ق ۵ہ ہمام بتشدید المیم الاولی ابن یحیی بن دینار اتفق الشیخان علی الاحتجاج بہ ووثقہ غیر واحد کما حکاہ القاری وقال الحافظ فی التقریب ثقۃ ربما وہم وبسط القاری فی نصوص من ضعف الحدیث وصححہ ومن تکلم علیہ ابو داؤد فقال ہذا الحدیث منکر والوہم فیہ من ہمام ولم یروہ الا ہمام وقال الترمذی فی جامعہ حسن صحیح غریب قال الحاکم فی مستدرکہ صحیح علی شرط الشیخین وصححہ ابن حبان قال القاری قلت ولشذائذ الحدیث.

قال اتخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتما من ورق فکان فی یدہ[۱] ثم کان فی ید ابی بکر و عمر ثم کان فی ید عثمان رضی اللہ عنہم حتی وقع[۲] فی بئر اریس نقشہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

باب[۳] ماجاء فی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتختم فی یمینہ

حدثنا محمد بن سہل بن عسکر البغدادی وعبد اللہ بن عبد الرحمن قالا اخبرنا یحیی بن حسان انا سلیمان بن بلال عن شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر عن ابراھیم بن عبد اللہ بن حنین عن ابیہ عن علی بن ابی طالب

اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں موجود ہونے کو بیان فرماتے ہیں اور اسی باب کی دوسری حدیث میں خود ابن عمر رضی اللہ عنہ انگوٹھی پہننے کی نفی بھی فرما چکے ہیں جسکا بیان پہلے گذر چکا ہے اس حدیث کے تعارض کا ایک خاص جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہونیکا مطلب یہ ہے کہ حضور کے قبضہ میں رہتی تھی، حضور کے پاس رہتی تھی پہننا اسکو لازم نہیں۔ چنانچہ آئندہ باب میں آرہا ہے کہ حضرت معیقیب کے پاس رہتی تھی۔

باب۔ اس بیان میں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی کو دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے

ف۔ پہلے باب میں مصنف نے انگوٹھی کی کیفیت بتلائی تھی۔ اور اس باب میں اسکے پہننے کی کیفیت بتلانا مقصود ہے۔ اس باب میں مصنف نے نو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ **ف**۔ اس بارہ میں روایات مختلفہ وارد ہوئی ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے یا بائیں میں۔ بعض علمائے محدثین اسمیں ترجیح کی طرف مائل ہوئے ہیں چنانچہ امام بخاری و امام ترمذی وغیرہ کی رائے یہی ہے کہ دائیں ہاتھ میں پہننے کی روایات راجح ہیں۔ بعض علماء نے اس طرح جمع کیا ہے کہ اکثر داہنے دست مبارک میں پہنتے تھے اور گاہے گاہے بائیں میں بھی پہن لیتے تھے۔ علماء کے درمیان میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ انگوٹھی کونسے ہاتھ میں پہننا افضل ہے۔ خود علمائے حنفیہ میں بھی اختلاف ہے بعض نے بائیں ہاتھ میں پہننے کو افضل بتایا ہے اور بعض نے دونوں کو مساوی بتایا ہے۔ شامی نے بھی دو قول لکھے ہیں۔ ملا علی قاری نے حنفیہ کا ایک قول دائیں کے افضل ہونے کا لکھا ہے لیکن مذہب کے لحاظ سے راجح وہی قول ہے جو علامہ شامی کی تحقیق ہے۔ امام نووی نے دونوں میں بلا کراہت جائز ہونے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے مالکیہ نے بائیں ہاتھ میں پہننے کو افضل بتایا ہے۔ الغرض احادیث سے بھی دونوں فعل ثابت ہیں اور علماء بھی ترجیح کے اعتبار سے دونوں طرف گئے ہیں۔ درمختار میں قہستانی سے نقل کیا ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی کا پہننا روافض کا شعار ہو گیا ہے اسلئے

---

[۱] ای حقیقۃ بان کان لابسہ او فی تصرفہ بان کان عندہ للختم وعلی ہذا فلا ینافی ما تقدم عن ابن عمر بنفسہ انہ کان یختم بہ ولا یلبسہ ویؤید الاول ما فی البخاری عن ابن عمر فلبس لی تم بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر و عثمان الی آخرہ والاظہر انہم لبسوہ احیانا للتبرک بہ وکان فی اکثر الاوقات عند معیقیب جمعا بین الروایات قالہ القاری ۱۲ [۲] ظاہرہ انہ وقع من ید عثمان نفسہ وہو نص حدیث البخاری عن انس فلما کان عثمان جلس علی بئر اریس فاخرج الخاتم فجعل یعبث بہ فسقط الحدیث واوضح منہ ما فی البخاری عن ابن عمر انہ وقع من عثمان فی بئر اریس وسیاتی فی الباب الاتی انہ سقط من معیقیب وکذا فی بعض طرق عند مسلم قال القاری ۱۲

[۳] باب ماجاء الخ اختلف النسخ فی ذکر ہذہ الترجمۃ ففی النسخ الموجودۃ عندنا ہکذا بلفظ کان یتختم فی یمینہ وہکذا فی عامۃ الشروح من المناوی والبیجوری وغیرہما ولم یختر القاری لفظ فی یمینہ فی الترجمۃ ولفظہا باب ماجاء فی تختم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذا فی النسخۃ المکتوبۃ القلمیۃ وہو الاوجہ عندی لئلا یتکلف فی توجیہ الروایۃ التی مر [illegible]

رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس خاتمہ فی یمینہ حدثنا محمد بن یحییٰ انا احمد بن صالح

ثنا عبد اللہ بن وھب عن سلیمان بن بلال عن شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر نحوہ حدثنا احمد بن منیع

انا یزید بن ھٰرون عن ۲ حماد بن سلمۃ قال رأیت ابن ابی رافع یتختم فی یمینہ فسالتہ عن ذلک فقال رأیت

(ای عن سببہ ۱۲)

عبد اللہ بن جعفر یتختم فی یمینہ وقال عبد اللہ بن جعفر کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتختم فی یمینہ

حدثنا یحییٰ بن موسیٰ انبانا عبد اللہ بن نمیر انبانا ابراھیم بن الفضل عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل

عن ۳ عبد اللہ بن جعفر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتختم فی یمینہ حدثنا ابو الخطاب زیاد بن یحیی انا

عبد اللہ بن میمون عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن ۴ جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اُس سے احتراز واجب ہے صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ ممکن ہے اس زمانہ میں روافض کا شعار ہو اب نہیں ہے حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ سے کوکب دری میں نقل کیا گیا ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی چونکہ روافض کا شعار ہے اسلئے مکروہ ہے حضرت سہارنپوری نے بھی بذل المجہود میں یہی تحریر فرمایا ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ روافض کے کفر میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن انکے فاسق ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور فساق کے ساتھ تشبہ سے بھی احتراز ضروری ہے۔ (۲) حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی رافع کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا میں نے ان سے اسکی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۳) عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسرے طریقہ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ ف ایک حدیث میں اسکے ساتھ یہ بھی نقل کیا گیا کہ زینت دائیں ہاتھ کے ساتھ زیادہ موزوں ہے اسی لئے حافظ ابن حجر جو فن حدیث کے امام ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے احادیث کے دیکھنے سے جو محقق ہوا وہ یہ کہ اگر زینت کے ارادہ سے پہنے تو دایاں ہاتھ موزوں ہے اور اگر مہر لگانے کے ارادہ سے پہنے تو بایاں ہاتھ موزوں ہے کہ دائیں ہاتھ سے اس کو نکالکر مہر لگانے میں سہولت ہے۔ اور احادیث میں دونوں ہاتھوں میں پہننا وارد ہے۔ (۴) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

لہ بفتح الموحدۃ من یلبس بضم اللام ۱۲ ق ۵ہ ہذا طریق آخر لحدیث شریک المتقدم والظاہر عندی ان الغرض منہ تقویۃ الاتصال فان الحدیث روی عن شریک مسندا و مرسلا فان ابا داؤد اخرجہ من طریق احمد بن صالح عن ابن وھب بہذا السند متصلا ثم قال وقال شریک اخبرنی ابو سلمۃ بن عبدالرحمن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتختم فی یمینہ اھ و ہذا مرسل وہکذا بالطریقین مسندا و مرسلا اخرجہ النسائی فی سننہ ۱۲ ۵ہ ہذا الحدیث اخرجہ المصنف فی الجامع بہذا السند ثم قال قال محمد ہذا اصح شیء روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذا الباب اھ ۱۲ ۵ہ ہکذا عند المصنف فی الجامع والنسائی فی سننہ بالکنیۃ قال المناوی وتبعہ البیجوری انہ عبدالرحمن وکذا حکی اسمہ فی الحواشی عن العصام وہو الصواب فما فی جمع الوسائل اسمہ عبداللہ وہم وذکر الحافظ ہذا الحدیث فی تہذیبہ فی ترجمۃ عبدالرحمن بن ابی رافع وقال فی ذیل الکنی ابن ابی رافع عن عبداللہ بن جعفر ہو عبدالرحمن اھ ولم اجد ترجمۃ عبداللہ بن ابی رافع فی التہذیب وغیرہ ۱۲ ۵ہ یحیی بن موسی کذا فی المکتوبۃ وکذا فی الشروح الثلثۃ وہو الصواب فما فی النسخ الہندیۃ موسی بن یحیی غلط لیس فی رواۃ الصحاح احد اسمہ موسی بن یحیی فتامل ۱۲ لہ قال العصام لم اجد ترجمتہ وقال القاری لم اطلع علی ترجمتہ قال المناوی ہو قصہ راز [illegible]

كان يتختم في يمينه حدثنا محمد بن حميد الرازي ثنا جرير عن محمد بن اسحاق عن[5] الصلت بن عبد الله قال كان ابن عباس يتختم في يمينه ولا اخاله الا قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتختم في يمينه

حدثنا ابن عمر انا سفين عن ايوب بن موسى عن نافع عن[6] ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتخذ خاتما من فضة وجعل فصه مما يلي كفه ونقش فيه محمد رسول الله ونهى ان ينقش احد عليه وهو الذي سقط من معيقيب في بئر اريس حدثنا قتيبة بن سعيد قال انا حاتم بن اسمعيل

(۵) صلت بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور مجھے جہاں تک خیال ہے یہ کہا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے۔ **ف** امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو مختصر نقل کیا ہے ابوداؤد شریف میں ذرا تفصیل سے ہے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے صلت کو داہنے ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی کے برابر کی انگلی (جسکو چھنگلا انگلی بھی کہتے ہیں) میں پہنے دیکھا میں نے اسکے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ایسے ہی پہنے دیکھا اور اسکے نگین کو اوپر کی جانب رکھا تھا اور جہاں تک خیال ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ذکر کرتے تھے کہ آپ بھی اسی طرح پہنتے تھے۔ اس حدیث میں دو مضمون ہیں ایک یہ کہ نگین کو اوپر کی جانب کر رکھا تھا۔ بذل المجہود میں مرقاۃ الصعود سے نقل کیا ہے کہ نگین کا ہاتھ کے اندر کے حصہ یعنی ہتھیلی کی طرف رکھنا زیادہ صحیح ہے اور اکثر روایات میں وارد ہے۔ چنانچہ شمائل میں بھی آئندہ روایت میں آرہا ہے علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ یہی افضل ہے اسمیں نگین کی حفاظت بھی ہے اور عجب و تکبر سے حفاظت بھی ہے۔ دوسرا مضمون یہ ہے کہ انگوٹھی کو سب سے چھوٹی انگلی میں پہننا امام نوویؒ نے اسکے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ انگوٹھی اسی انگلی میں ہونا چاہئے اور نگین مردوں کی انگوٹھی میں ہتھیلی کی طرف ہونا چاہئے اور عورتوں کی انگوٹھی میں اوپر کی جانب کہ ان کا پہننا زینت کے لئے ہوتا ہے۔ (۶) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب میں رہتا تھا اس میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا تھا۔ اور لوگوں کو منع فرما دیا تھا کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر یہ کندہ نہ کرائے۔ یہ وہی انگوٹھی تھی جو معیقیبؓ سے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بئر اریس میں گر گئی تھی۔ **ف** حضورؐ نے اوروں کو اسلئے منع فرما دیا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کمال اتباع میں اگر یہی کندہ کرا لیتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر دوسروں کی مہر کے ساتھ مخلوط ہو جاتی۔ معیقیبؓ ایک صحابی تھے جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے انگوٹھی کے محافظ تھے۔ حضور کے زمانہ میں بھی جن اوقات میں کہ حضور انگوٹھی پہنے ہوئے نہیں

---

[1] بتشديد الصاد المهملة مفتوحة وسكون اللام ۱۲ م [2] اخاله هو بكسر الهمزة افصح من فتحها والقياس الفتح وقيل الثاني افصح وفي القاموس الفتح لغة وهو من افعال الشك متكلم بحال اي لا اظنه والظاهر انه مقوله الصلت ويحتمل ان يكون لواحد ممن قبله ولم توجد هذه الجملة في بعض الاصول قاله القاري والحديث اخرجه ابوداؤد برواية يونس بن بكير عن ابن اسحاق وفي آخره قال ولا يخال ابن عباس الا قد كان يذكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يلبس هكذا ۱۲ [3] عليه اي على وفق هذا النقش لئلا يلتبس ختمه صلى الله عليه وسلم بختم الغير وما قيل ان نقش خاتم معاذ بن جبل كان كذا يحمل على قبل النهي او على بعد وفاته صلى الله عليه وسلم وهذا كله على تقدير ثبوته والا فهو لم يثبت عند المحدثين صرح به البيجوري قال المناوي او يحمل على الخصوصية وقال ابن جماعة والزين العراقي بلفظه ان النهي خاص بحياته

عن جعفر بن محمد **عن** ابیه قال کان الحسن والحسین رضی الله عنهما یتختمان فی یسارهما **حدثنا** عبدالله بن عبدالرحمٰن انا محمد بن عیسٰی وهو ابن الطباع ثنا عباد بن العوام **عن** سعید بن ابی عروبة عن قتادة **عن** انس بن مالک ان النبی صلی الله علیه وسلم تختم فی یمینه **قال** ابو عیسٰی هذا

ہوتے تھے۔ اسوقت میں معیقیب رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہتی تھی۔ ایسے ہی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کے دور میں رہا۔ اور ایسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ حکومت میں۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی صورت تھی۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ وہ حضرت عثمان کو انگوٹھی دے رہے تھے یا حضرت عثمان سے لے رہے تھے کہ اس حالت میں انگوٹھی گری اور کنوئیں میں جا پڑی۔ اس میں روایات مختلف ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گری یا حضرت معیقیب کے پاس سے۔ علماء نے یہی صورت جمع کی تجویز فرمائی ہے جو اوپر لکھی گئی۔ اس صورت میں دونوں روایتیں صحیح ہیں اس لئے کہ جب درمیان میں گری تو اس کی نسبت ہر ایک کی طرف صحیح ہے۔ (۷) امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ **ف** یہ حدیث امام ترمذی رضی اللہ عنہ کے باب کی سُرخی کے خلاف ہو گئی اسلئے کہ باب داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا منعقد فرمایا تھا۔ اسکی توجیہ یہ کیجا سکتی ہے کہ مقصود اس قسم کی روایات سے جبکہ اس باب میں بہت سی روایات اسکے خلاف ہیں اشارہ اسکے ضعف کیطرف ہے بندۂ ناچیز کے نزدیک باب میں داہنے ہاتھ کی قید بیان افضلیت کیلئے ہے اور اس نوع کی روایات بیان جواز کے واسطے ہیں۔ بعض اکابر نے یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ ترجمہ میں حسب عادت محدثین کلمہ (ام فی یسارہ) محذوف ہے یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے یا بائیں میں۔ اس توجیہ پر کوئی روایت ترجمہ کے غیر مطابق نہ ہوگی۔ (۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اور حضرت انسؓ ہی سے یہ بھی بعض

لہ کان الحسن لعل غرض المصنف بایراد ہذا الاثر علی خلاف ترجمۃ اشارۃ الی شذوذہ اوالی ان ہذا موقوف والروایات المرفوعۃ کلہا مصرحۃ باللبس فی الیمین قال الشارح قلت لکن یشکل علیہ تصحیح المصنف ہذا الحدیث فی جامعہ فالاوجہ عندی فی غرض المصنف ان ہذا الحدیث روی موقوفا بفعلہما ومرفوعا بلفظ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعلی والحسن والحسین یتختمون بالیسار اخرجہ البیہقی فی الادب وابو الشیخ فی الاخلاق فغرض المصنف بذکر ہذا الموقوف ترجیح علی المرفوع واللہ اعلم وہذا کلہ علی تقیید الترجمۃ بالیمین واما علی اطلاقہ فلا حاجۃ لہ کما تقدم ثم ہذا الاثر منقطع لان محمد الباقر لم یدرک الحسن والحسین قال القاری وتبعہ المناوی وقیل مرسل باعتبار الحسن بن علی ویمکن الاتصال باعتبار الحسین. فتامل ۱۲ ؎ الطباع بتشدید الموحدۃ ای الحکاک ونقاش الی ثم قالہ القاری ؎ بتشدید الموحدۃ والواو وقال احمد حدیثہ عن سعید بن ابی عروبۃ مضطرب ۱۲ م ؎ قال ابو عیسی الخ لیس ہذا الکلام فی النسخۃ القلمیۃ ولیس ایضا عند اکثر من الشراح الثلاثۃ کما یظہر من کلامہم فانہم نقلوہ عن جامع المصنف وغیرہ کما یظہر من کلام القاری ان حدیث انس فی التختم فی الیمین او التختم فی الیسار لا یصح من ہذا الطریق والا فقد صح من طریق اخری التختم فیہما وقد اخرج مسلم من طریق حماد بن سلمۃ عن ثابت عن انس قال کان خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذہ واشار الی الخنصر الیسری انتہی قلت ویخطر فی البال ان غرض المصنف عدم الجزم بالترجیح فی روایات قتادۃ عن انس فی ہذا الباب فان الذین رووا ہذا الحدیث عن انس مختلفۃ قال العینی فی شرح البخاری وقد اختلفت الرواۃ عن انس ہل کان تختم فی یمینہ او یسارہ وقد رواہ عنہ ثابت البنانی وثمامۃ وحمید وشریک علی الشک فیہ وعبدالعزیز بن صہیب وقتادۃ والزہری فاما ثمامۃ وحمید وشریک وعبدالعزیز فلیس فی روایاتہم تعرض لذکر الیمین او الیسار واما روایۃ ثابت وقتادۃ والزہری ففیہا التعرض لذلک ثم قال واما قتادۃ فاختلف علیہ فیہا فقال سعید بن ابی عروبۃ عنہ عن انس کان یتختم فی یمینہ وقال شعبۃ وعمرو بن عامر عن قتادۃ عن انس کان یتختم فی یسارہ اھ وفی علل لابن ابی حاتم سالتہ عن حدیث رواہ سعید بن بشیر عن قتادۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتما الحدیث قال ابی اما قول تخذ خاتما من فضۃ ونقش علیہ فہو صحیح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واما قولہ وکان یلبسہ فی شمالہ فلا اعلم احدا رواہ الا ما رواہ عباد بن العوام عن سعید عن قتادۃ

حديث غريب لا نعرفه من حديث سعيد بن ابى عروبة عن قتادة عن انس عن النبى صلى الله عليه وسلم نحو هذا الا من هذا الوجه وروى بعض اصحاب قتادة عن قتادة عن انس ان النبى صلى الله عليه وسلم تختم فى يساره وهو حديث لا يصح ايضا حدثنا محمد بن عبيد المحاربى ثنا عبد العزيز بن ابى حازم عن موسٰى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر قال اتخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم خاتما من ذهب فكان يلبسه فى يمينه فاتخذ الناس خواتيم من ذهب فطرحه رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال لا البسه ابدا فطرح الناس خواتيمهم

لوگوں نے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ **ف** امام ترمذی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انس کی حدیث میں ہاتھ کی تعیین نہیں ہے یہ محدثین کی غایت احتیاط ہے کہ وہ حدیث کے ہر ہر ٹکڑے پر گہری نظر ڈالتے ہیں کہ کونسی حدیث میں کونسا مفردن صحیح ہے اور کونسا ایسا ہے جو اس حدیث میں صحیح نہیں ہے۔ دوسری حدیثوں میں اگرچہ صحیح طور پر ثابت ہو۔ یہی وہ چیز ہے جس کی بدولت حدیث شریف کا فن آج تک نہایت پختگی اور نورانیت و چمک کے ساتھ دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہننا روایات متعددہ سے ثابت ہے۔ داہنے ہاتھ کی روایات اس باب میں گذر چکی ہیں۔ اور بائیں ہاتھ کی روایات بھی ابوداؤد و مسلم وغیرہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ نووی نے دونوں قسم کی روایات کو صحیح بتایا ہے۔ لیکن محدثین کا قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود متن حدیث کے صحیح ہونے کے اگر کسی خاص طریقہ سے قواعد محدثین کے موافق صحیح نہیں ہوتی تو اس خاص طریقہ پر کلام فرماتے ہیں اسلئے امام ترمذی نے کلام کیا ہے۔ (۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی جسکو اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ صحابہؓ نے بھی اتباعاً سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے بعد وہ انگوٹھی پھینکدی اور یہ فرمایا کہ میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا۔ **ف** سونا ابتداء اسلام میں جائز تھا پھر مردوں کیلئے حرام ہوگیا۔ اس کی حرمت پر جمہور کا اتفاق ہے امام نووی نے اسکی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔ فقہی بحث اس مسئلہ میں طویل ہے جس کا یہ محل نہیں۔

له المحاربی بضم اول ومہملة وكسر راء وموحدة نسبة لبنى محارب قبيلة من العرب ومحمد بن عبيد بدون الاضافة الى اسم الجلالة ۱۲ ۲ه قال الزين العراقى نقلا عن البيهقى فى الادب وہذا الخاتم ہو الذى كان فصه حبشيا قال ابن حجر ہذا ہو الناسخ لما مع قوله صلى الله عليه وسلم فى الاحاديث الصحيحة وقد اخذ ذهبا فى يد وحريرا فى يد وقال ہذان حرامان على ذكور امتى حل لاناثها والائمة الاربعة على تحريمه النهى عنه فى الصحيحين وغيرهما قال القارى جمهور السلف والخلف على حرمة التختم بخاتم الذهب للرجال دون النساء والاعتبار بالحلقة عند الحنفية فلا باس بمسمار الذهب على الى تعقلا فاللشافعية قال المناوى فتحريمه مجمع عليه الآن فى حق الرجال كما افاده العراقى تبعا للنووى حيث قال اجمعوا على تحريمه للرجال الا ما حكى عن ابن حزم انه اباحه وعن بعضهم انه مكروه لا حرام وہذان باطلان وقائلهما محجوج بالاحاديث التى ذكرها مسلم مع اجماع من قبله على تحريمه اه قال الزين العراقى لا يصح نقل الاجماع فقد لبسه جمع من الصحابة والتابعين قال القارى فقول عياض ان الناس مجمعون على تحريمه غير سديد الا ان يقال اراد بالناس الجمهور او يقال انقرض قرن من قال بكراهة التنزيه واستقر الاجماع بعد على التحريم اه ۱۲ ۳ه ہذا ہو المعروف عند المحدثين ان المطروح خاتم الذهب وقد اخرج ابوداؤد برواية الزہرى عن انس انه راى فى يد النبى صلى الله عليه وسلم خاتما من ورق يوما واحدا فصنع الناس فلبسوا وطرح النبى صلى الله عليه وسلم فطرح الناس قال القرطبى ہو وہم من الزہرى عند جميع اہل

اتخذ ناخاتما ونقشنا فيه نقشا فلا ينقش عليه احد

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ سَیْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حدثنا محمد بن بشار انا وهب بن جریر انبانا ابی عن قتادة عن[۱] انس قال کان قبیعة سیف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من فضة حدثنا محمد بن بشار انا معاذ بن هشام ثنی ابی عن قتادة عن[۲] سعید بن ابی الحسن قال کانت قبیعة سیف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من فضة حدثنا ابو جعفر محمد بن صدران البصری انا طالب بن حجیر عن هود وهو ابن عبد اللّٰه بن سعید عن[۳] جده قال دخل رسول اللّٰه

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا بیان

ف۔ علماء کہتے ہیں کہ امام ترمذی نے انگوٹھی کے بعد اسلئے ذکر کیا کہ حقیقۃً اس سے ایک خاص نظام العمل اور دستور السلطنت کی طرف اشارہ ہے کہ اول تبلیغی خطوط سلاطین کے پاس ارسال کئے جائیں اگر وہ مسلمان ہوجاویں تو منافع دین اور دنیوی کے مالک ہیں ہی، ورنہ پھر وہ اور تلوار۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند تلواریں رہیں ان کے خاص خاص نام تھے۔ سب سے پہلی تلوار ماثور تھی جو وراثت میں آپ نے اپنے والد سے پائی تھی۔ ایک کا نام قضیب اور ایک کا قلعی ایک کا بتار ایک کا ذوالفقار وغیرہ وغیرہ تھا۔ امام ترمذی نے اس باب میں چار حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔ **ف** علامہ بیجوری نے لکھا ہے کہ یہ ذوالفقار کا ذکر ہے۔ فتح مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہی تلوار تھی۔ (۲) سعید بن ابی الحسن نے بھی یہی نقل کیا ہے کہ حضور کی تلوار کے قبضہ کی مونٹھ چاندی کی تھی۔

(۳) ہود کے نانا مزیدہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور کی تلوار پر سونا اور چاندی تھا۔ طالب جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اُستاد سے پوچھا کہ چاندی کس جگہ تھی۔ انھوں نے فرمایا کہ قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔ **ف** تلوار میں سونا لگانا جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے اس لئے استدلال نہیں ہوسکتا کہ محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اسلئے کہ اسکی سند قابل اعتماد نہیں ہے البتہ چاندی کی ٹوپی وغیرہ جیسا کہ پہلی روایتوں میں آیا جائز ہے۔ کہتے ہیں کہ چونکہ سونا ناجائز تھا اسلئے راوی نے صرف چاندی کی تحقیق کی کہ کس جگہ تھی سونے کو دریافت بھی نہیں کیا کہ کہاں تھا۔

---

[۱] الصفة الوصف والكشف والتبيين والسيف بفتح السين المهملة جمعه سيوف واسياف وبدأ به في آلات الحرب لانه اعلاها استعمالا واورد باب لى الخاتم باب السيف لما علم انه صلى الله عليه وسلم اتخذ الخاتم ليختم به رسائله الى الملوك اشارة الى انه دعاهم الى الاسلام اولا فلما امتنعوا اباهم ۱۲ ق [۲] هكذا بصيغة التذكير في النسخ الهندية والمصرية من الشمائل. وفي الشروح بلفظ كانت بصيغة التانيث وهكذا في رواية ابي داود والترمذي وغيرهما من حديث جرير ۱۲ [۳] قبيعة بفتح القاف وكسر الموحدة ما على راس مقبض السيف من فضة او حديدة على ما قاله الجوهري وقيل غير ذلك ۱۲ قاري [۴] سعيد بن ابي الحسن هو اخو الحسن البصري تابعي فالحديث مرسل وقد اخرجه المصنف في جامعه من طريق جرير بهذا السند المذكور في الشمائل ثم قال هذا حديث حسن غريب وهكذا روى عن همام عن قتادة عن انس وقد روى بعضهم عن قتادة عن سعيد بن ابي الحسن قال كانت قبيعة سيف رسول الله صلى الله عليه وسلم من فضة اه وظاهره ان المصنف مال الى ترجيح المسند اذ ذكر متابعة لكن بعضهم رجحوا المرسل كما بسط الشيخ في البذل ۱۲ [۵] صدران بمهملات كغفران هو محمد بن ابراهيم بن صدران منسوب الى جده ۱۲ ق [۶] حجير بضم حاء مهملة وفتح جيم وسكون تحتية آخره راء مهملة ۱۲ ق [۷] هكذا في نسخ الشمائل بالتحتية بعد العين قالت الشراح هكذا في بعض نسخ الشمائل المصرية المقروءة وصوابه سعد بغير ياء كما في بعض

صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ یوم الفتح وعلی سیفہ ذھب وفضۃ[1] قال طالب فسالتہ عن الفضۃ فقال کانت قبیعۃ السیف فضۃ حدثنا محمد بن شجاع البغدادی انا ابو عبیدۃ الحداد عن عثمان بن سعد عن ابن سیرین قال صنعت سیفی علی سیف سمرۃ بن جندب وزعم سمرۃ انہ صنع سیفہ علی سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان حنفیا[2] حدثنا عقبۃ[3] بن مکرم البصری ثنا محمد بن بکر عن عثمان بن سعد بھذا الاسناد نحوہ

باب ماجاء فی صفۃ[4] درع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا ابوسعید عبد اللہ بن سعید الاشج انا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن الزبیر عن ابیہ عن جدہ عبد اللہ بن الزبیر عن الزبیر[5] بن العوام قال کان علی النبی

(۴) ابن سیرین کہتے تھے کہ میں نے اپنی تلوار سمرۃ رضی اللہ عنہ کی تلوار کے موافق بنوائی اور وہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے موافق بنوائی گئی ہے۔ اور وہ قبیلۂ بنو حنیفہ کی تلواروں کے طرز پر تھی۔ **ف** بنو حنیفہ عرب کا ایک قبیلہ ہے جو تلواروں کے عمدہ بنانے میں بہت مشہور ہے۔ یہ سب لوگ یکے بعد دیگرے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ویسی ہی تلوار بناتے رہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ کا بیان

ف حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس سات زرہ تھیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ ذات الفضول۔ جو اپنی وسعت کی وجہ سے اس نام کے ساتھ مشہور تھی اور یہی وہ زرہ ہے جس کا قصہ حدیث کی کتابوں میں آتا ہے جو ابو الشحم یہودی کے پاس رہن تھی۔ اور باقی چھ کے نام یہ ہیں:۔ ذات الحواشی۔ ذات الوشاح۔ فضہ۔ سغدیہ۔ تبراء۔ خرنق۔ اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

(۱) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر اُحد کی لڑائی میں دو زرہ تھیں (ایک ذات الفضول۔ دوسری فضہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چٹان کے اوپر چڑھنے کا ارادہ فرمایا مگر (وہ اونچی تھی۔ اور دو زرہوں کا وزن نیز غزوہ احد میں وہ تکلیفیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھیں کہ جن کی وجہ سے چہرۂ مبارک خون آلود ہوگیا تھا غرض ان وجوہ سے) حضور اس چٹان پر چڑھ نہ سکے۔ اسلئے حضرت طلحہ کو نیچے بٹھا کر ان کے ذریعے اس چٹان پر چڑھے۔

---

[1] فضۃ یخالف مسلک الحنفیۃ اذ قال الشامی ولا یتحلی الرجل بذھب وفضۃ الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منہا ای من الفضۃ لا من الذھب اھ وکذلک عند الشافعیۃ وغیرھم قال القاری لا یعارض ھذا ما تقرر من حرمتہ بالذھب لان ھذا الحدیث ضعیف ولا یصح الجواب بان ھذا قبل ورود النہی عن تحریم الذھب لان تحریمہ کان قبل الفتح علی ما نقل اھ قلت لا حاجۃ الی الجواب بعد ان قال فیہ ابن القطان رادًا علی تحسین الترمذی انہ ضعیف لا حسن وقال ابوحاتم منکر قال فی المیزان صدق ابن القطان و ھذا منکر وما علمنا فی حلیۃ سیفہ ذھبا قال التوربشتی ھذا الحدیث لا تقوم بہ حجۃ وذکر ابن عبد البر فی استیعابہ انہ لیس بقوی ۱۲ [2] وکان حنفیا مقولہ ابن سیرین علی الارسال او مقولہ سمرۃ ھذا اذا ارجع الضمیر الی سیفہ صلی اللہ علیہ وسلم ویحتمل ان یکون المراد بہ سیف سمرۃ فیکون من کلام ابن سیرین لا غیر ۱۲ [3] عقبۃ بضم فسکون ومکرم بنا ء المجہول من الاکرام قالہ القاری وقال المناوی وھم من جعلہ بناء الفاعل ۱۲ [4] صفۃ درع بحذف المضاف ای صفۃ لبسہ لیوافق حدیثی الباب وھو بدال المہملۃ مکسورۃ فراء ساکنۃ جنۃ من حدید تصنع حلقا حلقا تلبس للحرب [5] ھکذا فی نسخ الشمائل قال میرک ھکذا وقع فی بعض نسخ الشمائل وکذا وقع فی اصل سماعنا لمقابلۃ بعض وحذف فی بعض النسخ ذکر الزبیر واقتصر علی عبد اللہ بن الزبیر وھو خطاء والصواب اثباتہ فی الاسناد لانہ ھکذا ذکرہ المصنف فی جامعہ وبذکرہ یکون الحدیث مسند اھ

ابن الزبیر فی السنۃ الثانیۃ من الہجرۃ وامہ فی الثالثۃ اھ ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد درعان[۱] فنھض الی الصخرۃ فلم یستطع فاقعد طلحۃ تحتہ فصعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی استوی علی الصخرۃ قال فسمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اوجب[۳] طلحۃ **حدثنا** ابن ابی عمر ثنا سفیٰن بن عیینۃ عن[۴] یزید بن خصیفۃ[۵] **عن[۲]** السائب[۶] بن یزید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علیہ یوم احد درعان قد ظاھر[۷] بینھما

محمود بن یحییٰ ۱۲

زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ طلحہ نے (جنت کو یا میری شفاعت کو) واجب کرلیا۔ **ف** جنگ اُحد میں لڑائی کی حالت نہایت خطرناک تھی حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وہم بعض لوگوں کو ہو گیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس اونچی جگہ اسلئے تشریف لیگئے تھے تاکہ سب صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مطمئن ہوجاویں۔ اور بعض اکابر نے لکھا ہے کہ کفار کے دیکھنے کے لئے چڑھتے تھے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس دن کمالِ شجاعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا حتیٰ کہ صحابہ جب غزوۂ اُحد کا ذکر فرماتے تو کہتے تھے کہ یہ دن تمام کا تمام طلحہ کا ہی۔ حضرت طلحہ نے اپنے آپ کو حضور کی ڈھال بنا رکھا تھا۔ اَسّی سے زائد زخم ان کے بدن پر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا حتیٰ کہ ان کا ہاتھ بھی شل ہو گیا تھا۔ (**۲**) سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر جنگ اُحد میں دو زرہیں تھیں جنکو اوپر نیچے پہن رکھا تھا۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دو زرہ پہننا یہ حضور کے کمالِ توکل کے منافی نہیں۔ اسلئے کہ اول تو کمالِ سلوک خود صوفیا کے یہاں بھی رجوع الی البدایت ہے یعنی عام معاملات میں عام لوگوں جیسا برتاؤ ہو لیکن شریعت کی پابندی طبیعت بنجائے۔ دوسرے یہ بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں اس قسم کے امور اُمت کو تعلیم کے لئے ہوا کرتے ہیں اور یہ ظاہر بات ہے۔ تیسری بات یہ بھی ہے کہ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے یاایھا الذین اٰمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات او انفروا جمیعا (سورہ نساء رکوع ۱۰) (اے ایمان والو کافروں کے مقابلہ میں) اپنی تو احتیاط رکھو (یعنی ان کے داؤ گھات سے بھی ہوشیار رہو اور مقابلہ کے وقت سامان ہتھیار ڈھال وغیرہ سے بھی درست رہو) پھر (ان سے مقابلہ کے لئے) متفرق طور پر یا مجتمع طور پر (جیسا موقع ہو) نکلو۔ (بیان القرآن) اسلئے حفاظت کا حسبِ موقع سامان لینا آیت شریفہ کا امتثال ہے اور حضور سے زیادہ اللہ جل شانہٗ کے ارشادات پر عمل کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ اسی سلسلہ میں زرہ خود وغیرہ جملہ احتیاطی سامان کا استعمال ہے۔

---

[۱] قال میرک ھما ذات الفضول والفضۃ کما رواہ بعض اہل السیر عن محمد بن مسلمۃ اھ ۱۲ [۲] ای متوجہا الیہا لیستعلیہا فیراہ الناس فیعلمون حیاتہ ویجتمعون عندہ ۱۲ ق [۳] ای لنفسہ الجنۃ او الشفاعۃ او المثوبۃ العظیمۃ بفعلہ ہذا او بما فعل ذلک الیوم حیث جعل نفسہ فداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی شلت یدہ ۱۲ ق [۴] ھکذا فی ابن ماجۃ بروایۃ ہشام بن عمار ثنا سفیان بن عیینۃ عن یزید بن خصیفۃ الخ واخرجہ ابو داؤد بالشک فی لفظہ حدثنا مسدد ثنا سفیان قال حسبت انی سمعت یزید بن خصیفۃ الخ ۱۲ [۵] خصیفۃ بخاء معجمۃ وصاد مہملۃ مصغرا ویزید ابن عبداللہ بن خصیفۃ منسوب الی جدہ ۱۲ [۶] السائب الحدیث مرسل فان سائبا لم یکن فی احد حضر حجۃ الوداع مع ابیہ وھو ابن سبع سنین قالہ القاری وقد اخرجہ ابو داؤد عنہ عن رجل وبسط الشیخ فی البذل الکلام علی ہذا المبہم فارجع الیہ ۱۲ [۷] ای ظاہر ای لبس احدہما فوق الاخری فیہ تعلیم واشعار بان التوقی من الاعداء لا ینافی التوکل والرضاء والتسلیم وقد روی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم اعقلہا وتوکل ۱۲

باب ما جاء فی صفة مغفر[1] رسول الله صلی الله علیه وسلم

بکسر المیم وسکون المعجمة وفتح الفاء

حدثنا قتیبة بن سعید ثنا مالك بن انس عن ابن شهاب عن انس بن مالك ان النبی صلی الله علیه وسلم دخل مكة عند الفتح وعلیه مغفر[2] فقیل[3] له هذا ابن خطل[4] متعلق باستار الكعبة فقال اقتلوه حدثنا عیسی بن احمد ثنا عبد الله بن وهب ثنی مالك بن انس عن ابن شهاب

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خود کا ذکر

ف۔ خود لوہے کی بنی ہوئی ٹوپی ہوتی ہے۔ جو لڑائی کے وقت سر کی حفاظت کے لئے اوڑھی جاتی ہے۔ مصنف نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھی (حضور جب خود اتار چکے اور اطمینان ہوگیا تو) کسی نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ ابن خطل کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے ہے حضور نے فرمایا کہ اسکو قتل کردو۔ ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے لیے جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ہیں تو اہل مکہ پر ایک ایسی دہشت اور گھبراہٹ سوار تھی جسکی کوئی انتہا نہ تھی۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت شفقت اور مہربانی کی وجہ سے یہ فرمادیا تھا کہ جو شخص بیت اللہ میں داخل ہوجائے وہ مامون ہے اور جو اپنے گھر میں داخل ہوجاوے وہ مامون ہے جو ہتھیار ڈالدے وہ مامون ہے وغیرہ وغیرہ۔ البتہ گیارہ مرد اور چھ عورتیں ایسی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے کہ ان کے جرائم ناقابل عفو تھے ان کے خون ہدر کر دیے تھے۔ اور اس معافی کے عام اعلان سے ان کو مستثنٰی کر دیا تھا اور ارشاد فرمادیا تھا کہ ان لوگوں کو امن نہیں ہے۔ ان میں سے بھی سات مرد اور دو عورتیں مسلمان ہوکر معافی میں آگئے تھے۔ باقی چار مرد اور چار عورتیں قتل کیے گئے منجملہ ان آٹھ کے ابن خطل تھا یہ شخص اول مدینہ منورہ حاضر ہوکر مسلمان ہوا اور عبداللہ نام رکھا گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قبیلہ کی زکوۃ لینے کیلئے اسکو بھیجا اس نے اپنے ایک مسلمان غلام کو اس جرم میں جان سے مار ڈالا کہ اس نے کھانا پکانے میں کچھ دیر کردی تھی۔ اور خود اس خوف سے کہ مدینہ منورہ لوٹا تو قصاص میں قتل کردیا جاؤنگا۔ مرتد ہوکر مکہ مکرمہ چلا آیا تھا۔ وہاں پہنچکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور دو باندیاں گانے والیاں خریدیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کے اشعار سے اسکو خوش کیا کرتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ ان آٹھ کے اس کا بھی خون ہدر کر دیا تھا۔ اسی لئے باوجود بیت اللہ میں داخل ہونے کے اسکو قتل کر دیا گیا۔ اسکے قاتل میں محدثین کے بہت سے اقوال ہیں کہ کس نے قتل کیا۔ اس حدیث میں ایک فقہی بحث بھی ہے کہ حدود قصاص حرم میں قائم ہوسکتی ہیں یا نہیں مسئلہ تفصیل طلب ہے

---

[1] بکسر المیم وفتح الفاء لبس تحت البیضة وقیل هی البیضة ایضا کذا فی المغرب وقیل هی حلقة تنسج من الدروع علی قدر الراس وفی المحکم هو ما یجعل من فضل دروع الحدید علی الراس کالقلنسوة وقیل هو ارفق البیضة ۱۲ ق [2] قال الحافظ ذکر ابن بطال ان انکر علی مالک قوله وعلیه المغفر وانه تفرد به والمحفوظ انه دخل وعلیه عمامة سوداء ثم اجاب عن دعوی التفرد بانه وجدلی کتاب حدیث الزهری تصنیف النسائی هذا الحدیث من روایة الاوزاعی عن الزهری مثل ما رواه مالک ودعوی الحدیث الا غرابة دخل وعلی راسه المغفر کانت العمامة فوقه وذکر الحافظ ان بضعة عشر نفسا رووه عن الزهری غیر مالک من بین مکارجها ۱۲ [3] قال النووی یعنی قال له سعید بن حریث اه قلت وهذا یخالف ما یاتی فی الحدیث الاتی ۱۲ [4] ابن خطل بفتحة فمهملة مفتوحتین کان اسمه عبد العزی وکنی بجده فاسلم فسمی عبد الله وکتب لوحی ثم ارتد والعیاذ بالله وقتل مسلما واتخذ جاریتین تغنیان بهجاء علیه الصلوة والسلام فاهدر دمه ۱۲

عن[۲] انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ عام الفتح وعلیٰ راسہ المغفر قال فلما نزعہ جاءہ رجل[۱] فقال ابن خطل متعلق باستار الکعبۃ فقال اقتلوہ[۲] قال ابن شہاب وبلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یومئذ محرما[۳]

باب ما جاء فی عمامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مھدی عن حماد بن سلمۃ ح وثنا محمود بن غیلان

اور عام ضرورت بھی اس سے متعلق نہیں اسلئے اختصاراً ترک کر دیا گیا۔ لیکن ایسے مواقع پر اسلئے تنبیہ کر دی جاتی ہے کہ اگر علم دوست حضرات یا طلبہ میں سے کوئی دیکھے تو وہ اس تنبیہ کے بعد مراجعت مشائخ سے تحقیق کرلے۔ اسی طرح اس حدیث سے مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کا جواز معلوم ہوتا ہے جس کا بیان دوسری حدیث میں آرہا ہے (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو حضور کے سر مبارک پر خود تھی جب حضور نے اسکو اتار دیا تو ایک آدمی آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ابن خطل کعبہ کے پردہ سے لپٹا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ امن والوں میں نہیں اسکو قتل کر ڈالو۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس روز محرم نہیں تھے۔

ف یہ اخیر جملہ امام زہری کا بھی ایک فقہی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہونا جائز نہیں اسلئے کہ حدیث شریف میں میقات سے بدون احرام کے تجاوز کرنے کی ممانعت آئی ہے اور شافعیہ کے نزدیک اس حدیث کی بنا پر جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث اسلئے حجت نہیں بن سکتی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فتح مکہ کی غرض سے اس دن کی حرمت اُٹھا دی گئی تھی چنانچہ بخاری وغیرہ کی روایات میں اسکی تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے لئے آج کے دن یہ حلال تھا کسی اور کے لئے نہیں ہے۔ ابن خطل کا کعبہ کے پردہ سے لپٹنا ممکن ہے آہ وزاری اور دعا کی غرض سے ہو کہ اسکو چونکہ امن نہیں دیا گیا تھا اور اپنی تمام حرکات بھی یاد تھیں کہ میں نے مرتد ہو کر کیا کچھ نہیں کیا اسلئے دعا کی غرض سے ایسا کرتا ہو۔ کعبہ کی تعظیم وتکریم تو یہ لوگ کرتے ہی تھے اور اقرب یہ ہے کہ سابقہ دستور کے موافق اسوجہ سے امن کی اُمید ہو کہ کعبہ کی تعظیم کی وجہ سے مجرموں کو اس حال میں قتل نہیں کیا جاتا تھا۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کا ذکر

ف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مشہور روایات میں نہیں ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں سات ذراع آتی ہے۔

---

[۱] رجل قال الحافظ لم اقف علی تسمیتہ وزعم الفاکہی فی شرح العمدۃ انہ فضیلۃ بن عبید ابو برزۃ الاسلمی قالہ المناوی قال الحافظ وکان لہ رجح عندہ انہ ھو الذی قتلہ رأی انہ ھو الذی جاء بخبر القصۃ ثم بسط الاختلاف فی قاتلہ وجزم بہ العینی اذ قال ھو ابو برزۃ الاسلمی بفتح الموحدۃ وسکون الراء وفتح الزای اسمہ نضلۃ بن عبید وجزم بہ الکرمانی والفاکہی اھ وھذا ینافی ما تقدم فی الحدیث السابق عن المناوی ۱۲ [۲] قال عصام وتبعہ المناوی انہ تعلق بہا متمسکا بقولہ تعالیٰ ومن دخلہ کان آمنا وتعقبہ القاری بان التمسک غیر صحیح فانہ لم یکن مومنا وانما تعلق بہا ھو من عادۃ الجاھلیۃ انہم کانوا یعظمون من تمسک بذیلہا فی کل جریمۃ اھ ۱۲

[۳] واختلف فیمن قتلہ علی اقوال بسطہا الحافظ فی الفتح ۱۲ [۳] لم یکن محرما اختلف العلماء فی جواز دخول مکۃ بغیر احرام والصحیح من قولی الشافعی المشہور عندہم جوازہ مطلقا وعن الائمۃ الثلثۃ فی المشہور عندہم وجوب الاحرام قال ابن عبد البر اکثر الصحابۃ والتابعین علی الوجوب اجاب الطحاوی عن دخولہ علیہ الصلوۃ والسلام

ثنا وکیع عن حماد بن سلمۃ عن ابی الزبیر عن[1] جابر قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ یوم الفتح وعلیہ عمامۃ[ع] سوداء حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفین[ابن عیینہ ۱۲] عن مساور[۳] الوراق[۴] عن جعفر بن عمرو بن حریث عن[۲] ابیہ قال رأیت علی[۵] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمامۃ سوداء حدثنا محمود بن غیلان ویوسف بن عیسٰی قالا ثنا وکیع مساور الوراق عن جعفر بن عمرو بن حریث عن[۳] ابیہ ان

بیجوری نے ابن حجر سے اس حدیث کا بے اصل ہونا نقل کیا ہے۔ علامہ جزری کہتے ہیں کہ میں نے سیر کی کتابوں کو خاص طور سے تلاش کیا مگر حضور کے عمامہ کی مقدار مجھے نہیں ملی۔ البتہ امام نووی سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے ایک چھوٹا چھ ہاتھ کا مناوی کے قول کے موافق اور سات ہاتھ کا ملا علی کے قول کے موافق ہو ایک بڑا بارہ ہاتھ کا۔ صاحب مدخل نے حضور کے عمامہ کی مقدار فقط سات ہی ہاتھ بتائی ہے دوسرا نہیں بتایا۔ عمامہ کا باندھنا سنت مستمرہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے (فتح الباری) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کیا عمامہ باندھنا سنت ہے انہوں نے فرمایا ہاں سنت ہے (عینی) ایک حدیث میں آیا ہے عمامہ باندھا کرو عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنیوالا ہے (عینی) اس باب میں مصنف نے پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

ف۔ یہ حدیث بظاہر گذشتہ باب کی روایات کے خلاف ہے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود پہنے ہوئے مکہ مکرمہ میں تشریف لیجانا وارد ہوا ہے لیکن حقیقۃً کوئی اختلاف نہیں اسلئے کہ خود پر عمامہ ہونے میں کوئی بعد نہیں دونوں روایتیں بسہولت جمع ہو سکتی ہیں بعض علماء نے لکھا ہے کہ داخلہ کے وقت تو خود سر مبارک پر تھی اسکے بعد متصلاً ہی عمامہ باندھ لیا تھا چونکہ وہی وقت تقریباً تھا اسلئے اس روایت میں داخلہ کا وقت کہا گیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ لوہے کی ٹوپی کی اذیت کی وجہ سے اسکے نیچے عمامہ باندھ رکھا ہوگا۔ (۲) عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔ **ف** مسلم شریف اور نسائی شریف میں ہے عمرو بن حریث کہتے ہیں وہ منظر گویا اسوقت میرے سامنے ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے سیاہ عمامہ آپکے سر مبارک پر تھا اور اسکا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا۔ (۳) عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور حضور کے

[۱] قال الزین العراقی اختلفت الفاظ حدیث جابر فی المکان والزمان الذی لبس فیہ العمامۃ السوداء فالمشہور انہ یوم الفتح وفی روایۃ البیہقی فی الشعب یوم ثنیۃ المنقل وذلک یوم الحدیبیۃ ویجاب بان ہذا لیس باضطراب وانہ لبس یوم الحدیبیۃ والفتح معا الا ان الاسناد واحد فلیتامل ۱۲ م [۲] یخالف ما تقدم فی الباب السابق من المغفر قال المناوی وفی القاموس ان العمامۃ بالکسر المغفر والبیضۃ وما یلف علی الراس اھ فلا حاجۃ الی الجواب علی ذلک ۱۲ [۳] بضم میم وکسر واو وراء قال القاری قال النووی بسین مہملۃ اسم فاعل وصحف من قال مبادر اھ ۱۲ [۴] الوراق بتشدید الراء بائع الصحف او صانعہا او منسوب الی ورق الشجر قال القاری وقال السمعانی اسم لمن یکتب المصحف وکتب الحدیث وغیرہا ویقع لمن یبیع الورق ببغداد ۱۲ [۵] قال القاری ہذا یحتمل عام الفتح وغیرہ وحال الخطبۃ وغیرہا یوم الجمعۃ وغیرہ ویجی ما یبینہ فی الحدیث الآتی اھ [۶] قال ذکر حدیث عمرو بن حریث فی معنی حدیث جابر وادردہ المصنف بطریقین وزاد فی الطریق الثانی خطب الناس ای یوم

النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس وعلیہ عمامۃ سوداء حدثنا ھارون بن اسحاق الھمدانی ثنا یحیی بن محمد المدینی عن عبدالعزیز بن محمد عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتم سدل عمامتہ بین کتفیہ قال نافع وکان ابن عمر یفعل ذلک قال عبید اللہ ورأیت القاسم بن محمد وسالما یفعلان ذلک حدثنا یوسف بن عیسی ثنا وکیع ثنا ابو سلیمان وھو عبدالرحمن بن الغسیل عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس وعلیہ عصابۃ دسمۃ

سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ **ف** مشہور قول کے موافق یہ خطبہ فتح مکہ کا خطبہ ہے جو کعبہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جس کا ذکر پہلی حدیثوں میں حضرت جابر کی روایت سے گذر چکا ہے۔ لیکن بعض لوگوں نے اسے کہ اس قصہ میں بعض جگہ منبر کا لفظ آیا ہے اور فتح مکہ کا وہ خطبہ منبر پر نہیں تھا۔ اسلئے مدینہ منورہ کا کوئی اور خطبہ جمعہ کا مراد لیا ہے کہ بعض حدیثوں میں اس قصہ میں جمعہ کا لفظ بھی موجود ہے۔ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں میرک شاہ سے نقل کیا ہے کہ یہ خطبہ حضور کے مرض وصال کا ہے۔ واللہ اعلم (۴) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اسکے شملہ کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ڈال لیتے تھے۔ نافع یہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا ہی کرتے دیکھا۔ عبید اللہ جو نافع کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم بن عبداللہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ شملہ کے بارہ میں مختلف رہی ہے۔ شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر تھا حتی کہ بعض علماء نے یہاں تک لکھدیا کہ بغیر شملہ کے باندھنا ثابت ہی نہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ گاہے بغیر شملہ چھوڑے بھی عمامہ باندھ لیتے تھے اور شملہ چھوڑنے میں بھی مختلف معمول رہا ہے اور کبھی آگے دائیں جانب کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے تھے۔ کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقہ پر چھوڑ لیتے تھے۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ ثابت اگرچہ سب صورتیں ہیں لیکن ان میں افضل اور زیادہ صحیح دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ہے۔ (۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا یا چکنی پٹی تھی **ف** یہ قصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کا ہے اور آخری

لہ قال القاری ای علی المنبر کما فی روایۃ مسلم وبھذا یندفع ما قال بعضھم من ان لبس السواد کان فی فتح مکۃ فقط فان خطبۃ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ لم یکن علی المنبر بل کان علی باب الکعبۃ ولذا ذکرہ صاحب المصابیح فی باب خطبۃ الجمعۃ اھ قلت ولفظ المشکوٰۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارخی طرفیھا بین کتفیہ یوم الجمعۃ رواہ مسلم اھ قلت لکن للامام مسلم اخرجہ فی باب دخول مکۃ بغیر احرام ولفظہ کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء ارخی لیس فیہ لفظ الجمعۃ ۱۲ لہ قال المناوی وفی نسخۃ عصابۃ قلت ولعل ذلک الباعث لمیرک شاہ اذ قال ھذہ الخطبۃ وقعت فی مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی توفی فیہ اھ کذا حکی عنہ القاری فی المرقاۃ ۱۲ لہ کذا فی الشروح وکذا فی حواشی الھندیۃ بطریق النسخۃ وفی متونھا المدنی قال القاری والمناوی وغیرھما نسبۃ الی مدینۃ السلام علی الاصح زاد المناوی احترازا عن یحیی بن محمد المدنی وھو اشجان آخران اھ قلت ولفظ المدینی ذکرہ المصنف فی الجامع بھذا الاسناد ۱۲ لہ قال القاری ای ارخی طرفھا الذی یسمی العلاقۃ وقال المناوی بل المراد یسدل الطرف الاسفل حتی یکون عذبۃ او یسدل الطرف الاعلی کل محتمل اھ ۱۲ ہ قال میرک قد ثبت فی السیر بروایات صحیحۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرخی علاقتہ احیانا بین کتفیہ واحیانا یلبس العمامۃ من غیر علاقۃ ۱۲ لہ ابن الغسیل منسوب الی جد ابیہ لان عبدالرحمن ھذا ھو ابن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل المعروف بابن الغسیل والغسیل لقب لجد ابیہ حنظلۃ ۱۲ ہ عصابۃ وفی روایۃ عمامۃ والعصابۃ ھی العمامۃ کما فی القاموس

باب ما جاء فی صفة ازار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا احمد بن منیع ثنا اسمٰعیل بن ابراھیم ثنا ایوب عن حمید بن ھلال

وعظ ہے کہ اسکے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ منبر پر تشریف لیگئے نہ کوئی خطبہ پڑھا۔ اس میں انصار کی مراعات کا خاص طور سے حضور نے ذکر فرمایا۔ ان کے محاسن اور احسانات گنوائے اور یہ ارشاد بھی فرمایا کہ جو تم میں سے کسی چیز کا بھی امیر بنایا جائے وہ ان کی خاص طور سے رعایت کرے۔ اسوقت حضور کے سر میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے پٹی کا باندھنا بھی موجب ہے اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تیل کی زیادہ مالش ہوتی تھی، جیسا کہ آئندہ آنے والا ہے۔ اسلئے اس پٹی کا چکنا ہونا بھی قرینہ قیاس ہے اور سیاہ عمامہ تو ظاہر ہے اس میں کسی قسم کا بُعد نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی ہی غرض علماء اس کے مطلب میں دونوں طرف گئے ہیں کہ بعض علماء نے سیاہ عمامہ کا ترجمہ فرمایا ہے اور بعض نے چکنی پٹی کا اور دونوں صحیح ہیں کہ لفظ بھی دونوں کو محتمل ہے اور معمول بھی دونوں کے موافق ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی ابن الغسیل ہیں جو حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کی اولاد میں۔ حضرت حنظلہ کا لقب غسیل الملائکہ پڑ گیا تھا جس کا ترجمہ فرشتوں کا غسل دیا ہوا ہے، ان کا عجیب واقعہ گذرا ہے کہ جسوقت اُحد کی لڑائی کے لئے کوچ ہوا ہے اور روانگی کا اعلان ہوا تو یہ اپنی اہلیہ کے ساتھ مشغول تھے اس حالت میں شور سُنا معلوم ہوا کہ قافلہ روانہ ہو رہا ہے یہ بھی خبر سنتے ہی ساتھ ہولئے اور اتنی مہلت نہ ہوئی کہ غسل سے فراغت پاتے وہاں پہنچکر شہید ہو گئے۔ چونکہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا اسلئے ان کو بھی غسل نہیں دیا گیا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں اسلئے تحقیق فرمایا اور واپسی پر انکی اہلیہ سے یہ سارا حال معلوم ہوا۔ درحقیقت ان حضرات کے نزدیک دین پر مرمٹنا اسکے لئے جان دیدینا اتنا ہی سہل تھا جتنا ہم لوگوں کو اپنی خواہشات دنیوی میں مشغول و منہمک ہوجانا آسان ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کا ذکر

ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ لنگی باندھنے کی تھی۔ پاجامہ پہننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف فیہ ہے علامہ بیجوری کی تحقیق کے موافق راجح قول پہننے کا عدم ثبوت ہے البتہ یہ صحیح ہے کہ حضور کے پاس موجود تھا حتی کہ کہا گیا ہے کہ وصال کے بعد ترکہ میں بھی تھا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضور نے خریدا تو ہے ہی اور ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لئے خریدا ہے اسکے علاوہ متعدد احادیث میں حضور کا پہننا بھی وارد ہے اور صحابہ کرام تو حضور کی اجازت سے پہنتے ہی تھے (زاد المعاد) ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ اہل کتاب لنگی نہیں باندھتے پاجامہ پہنتے ہیں۔ حضور نے فرمایا تم لوگ ان کا خلاف کرو پاجامہ بھی پہنو لنگی بھی باندھو۔ ابوہریرہؓ ایک طویل حدیث کے سلسلہ میں کہتے ہیں میں نے حضور سے پوچھا آپ کبھی پاجامہ پہنتے ہیں۔ حضور نے فرمایا پہنتا ہوں مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے اس سے زیادہ پردہ اور چیزوں میں نہیں ہے۔ لیکن محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے (نیل الاوطار) حضور کا معمول لنگی باندھنے کا اور چادر اوڑھنے کا اکثر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر چار ہاتھ لانبی اور اڑھائی ہاتھ۔ اور ایک قول کے موافق چھ ہاتھ لانبی اور تین ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی بتائی جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی چار ہاتھ

عن[۱] ابی بردۃ قال اخرجت الینا عائشۃ رضی اللہ عنہا کساءً ملبّدًا وازارًا غلیظًا فقالت قبض روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذین۔ حدثنا محمود بن غیلان انا ابو داود عن شعبۃ عن الاشعث بن سُلیم قال سمعت عمتی[۳] فحدثت عن[۲] عمھا قال بینما انا امشی بالمدینۃ اذا انسان خلفی یقول ارفع

بالکسر اہیستر اعلی البدن ۱۲ م

مصغرا ۱۲

اور ایک بالشت لانبی اور دو ہاتھ چوڑی لکھتے ہیں۔ اس باب میں مصنف نے چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) ابوبردہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھلائی اور یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔ **ف** یعنی وصال کے وقت تک حضور کا معمول ایسی ہی کپڑوں کے استعمال کا تھا حالانکہ اسوقت فتوحات بھی شروع ہو چکی تھیں فی الجملہ وسعت بھی ہو گئی تھی۔ خیبر کی فتح کے بعد سے مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہونا شروع ہو گئی تھی اور فتح مکہ کے بعد سے تو دوسرے سلاطین اور دوسرے ملکوں سے ہدایا اور نذرانوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا لیکن حضور کا معمول اپنی معیشت کیلئے وہی قدیم طرز رہا اور جو کچھ آتا اسکو دوسروں پر تقسیم فرما دیتے جسکا کچھ نمونہ حکایات صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں۔ امام نووی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس جیسی حدیثیں اس طرف مشیر ہیں کہ حضور کو دنیاوی لذات اور تنعمات سے اعراض تھا۔ موٹا کپڑا تواضع اور انکسار کی طرف لیجاتا ہے۔ اور باریک عمدہ لباس بسا اوقات عجب و تکبر اور خود بینی پیدا کرتا ہے۔ مجھ سے میرے محترم بزرگ مولانا مولوی حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی ثم الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا عجیب غریب قصہ نقل فرمایا کہ حضرت اقدس جب حج کو تشریف لیگئے تو مطاف کے کنارہ پر ایک نابینا بزرگ تشریف فرما تھے جب حضرت طواف میں اسطرف گذرتے تو وہ (البس لباس الصالحین) ہلکی آواز سے کہتے اور جب حضرت طواف سے فراغت پر اس طرف تشریف لیگئے تو انھوں نے خشن خشن (موٹا موٹا) فرمایا جس سے تنبیہ مقصود تھی کہ صلحاء کا لباس موٹا کپڑا ہے۔ یہ اکثری لباس تھا اور بعض اوقات عمدہ کپڑا بھی پہننا ثابت ہے جو بعض دینی مصالح کی وجہ سے نیز ترک تکلف کی وجہ سے تھا کہ جیسا مہیا ہو گیا پہن لیا یہ نہیں کہ عمدہ کپڑے سے خصوص احتراز فرماتے۔ (۲) عبید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جارہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سے یہ کہتے سُنا کہ لنگی اوپر کو اٹھاؤ کہ اس سے نجاست ظاہری اور باطنی تکبر وغیرہ سے (نظافت بھی زیادہ حاصل رہتی ہے اور کپڑا زمین پر گھسٹ کر خراب اور میلا ہونے سے) محفوظ رہتا ہے۔ میں نے کہنے والے کیطرف متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا حضور یہ ایک معمولی سی چادر ہے اس میں کیا تکبر ہو سکتا ہے اور کیا اسکی حفاظت کی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی مصلحت تیرے نزدیک نہیں تو کم از کم میرا اتباع تو کہیں گیا ہی نہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کو دیکھا تو نصف ساق تک تھی۔

[۱] ابو بردۃ کذا فی النسخ بالموحدۃ والراء وفی بعض النسخ من لفظ ابی ہریرۃ غلط ثم یوجد فی بعض النسخ بعد ابی بردۃ لفظ عن ابیہ و ھو ابو موسی الاشعری ولیس فی اکثر النسخ المکتوبۃ والمطبوعۃ الا انہ جزم بہ المناوی فی اصلہ والصواب حذفہ لان ابا بردۃ وان ثبت روایتہ عن ابیہ و عائشۃ سند کلیھما لکن ہذا الحدیث اخرجہ المصنف فی جامعہ بہذا السند بعینہ وابو داود وفی اللباس البخاری فیہ وفی الجہاد والخطیب فی المشکوۃ وغیرہم ولیس عند احدہم لفظ عن ابیہ ابو بردۃ ہذا جد ابی الحسن الاشعری الامام المعروف فی الکلام ۱۲ بتشدید الموحدۃ المفتوحۃ ای مرقعا یقال لبدت الثوب اذا رقعتہ وقیل التلبید جعل بعضہ ملتزقا ببعض کالزناد وکاتہ دلیلہ لتراکم بعضہ علی بعض قال القاری وقال المناوی اصلہ الذی یجعل فی راسہ لزوقا من نحو صمغ لتلبید شعرہ والمراد ہہنا ما ثخن وسط حتی صار کاللبد وقیل المراد المرقع ا ھ ۱۲ ۵۳ عتی

ازارك فانه اتقى وابقى فالتفت فاذا هو رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله انما هى بردة ملحاء قال اما لك فى اسوة فنظرت فاذا ازاره الى نصف ساقيه حدثنا سويد بن نصر ثنا عبد الله بن المبارك عن موسى بن عبيدة عن اياس بن سلمة بن الاكوع عن ابيه قال كان عثمان يأتزر الى انصاف ساقيه وقال هكذا كانت ازرة صاحبى يعنى النبى صلى الله عليه وسلم حدثنا قتيبة انا ابو الاحوص عن ابى اسحاق عن مسلم بن نذير عن حذيفة بن اليمان قال اخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بعضلة ساقى او ساقه فقال هذا موضع الازار فان ابيت فاسفل فان ابيت فلا حق للازار فى الكعبين

ف۔ لنگی پاجامہ وغیرہ کے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر کپڑا لٹکتا ہے وہ آگ میں جلایا جاویگا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے لنگی کے بارہ میں استفسار کیا وہ فرمانے لگے کہ تم نے بڑے واقف سے سوال کیا حضور نے یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کی لنگی آدھی پنڈلی تک ہونا چاہئے اور اس کے نیچے ٹخنوں تک بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر لنگی لٹکے گی وہ آگ میں جلے گا اور جو شخص متکبرانہ کپڑے کو لٹکائیگا قیامت میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف نظر نہیں کریں گے (ابوداؤد) اس قسم کی وعیدیں اور احادیث میں بھی آئی ہیں اسلئے اسکی طرف خاص طور سے توجہ چاہئے اسکے بالعکس ہمارے اس زمانہ میں خاص طور سے کپڑا نیچے لٹکایا جاتا ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

(۳) سلمہ بن الاکوع کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لنگی نصف ساق تک رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت تھی میرے آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی۔ (۴) حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کے یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصہ پکڑ کر یہ فرمایا کہ یہ حد ہے لنگی کی اگر تجھے اسپر قناعت نہ ہو تو اس سے کچھ نیچی سہی، اگر اسپر بھی قناعت نہ ہو تو لنگی کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں لہٰذا ٹخنوں تک نہیں پہنچنا چاہئے۔ ف ٹخنوں سے نیچی لنگی یا پاجامہ وغیرہ کا لٹکانا حرام ہے۔ لیکن علمائے ضرورت کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے کہ اگر کسی شخص کے ٹخنے میں پھنسی ہو جس سے مکھی وغیرہ بیٹھتی ہے تو ایسے شخص کو اسکی حفاظت کیلئے لنگی یا پاجامہ لٹکا لینا جائز ہے جب تک کہ زخم اچھا ہو۔

لہ ای اقرب الی سلوک التقوی او اوفق للتقوی للبعد عن الکبر والخیلاء او للتنزہ عن القاذورات ویوید الاخر ما فی بعض النسخ انقی بالنون ای انظف وقوله ابقی ای اکثر بقاء ۱۲ ام ۲ لہ ملحاء بفتح المیم والحاء المھملۃ وسکون اللام المراد بردۃ سوداء فیہا خطوط بیض یلبسہا الاعراب لیست من الثیاب الفاخرۃ وکانہ اراد ان ہذا ثوب مہنۃ لا ثوب زینۃ فلا خیلاء فیہ ۱۲ سلہ ایاس بکسر الھمزۃ وتخفیف الیاء ابن سلمۃ بن عمرو بن الاکوع فسلمۃ منسوب الی جدہ صحابی معروف شجاع ۱۲ عہ وقال ظاہر فاعلہ عثمان سم قال القاری والمناوی القائل عثمان ویحتمل ان یعود سلمۃ وتکرار قال یرجح الاول اہ ووقع الغلط فی النقل فی الطبع الاول ومن انہ کذا کان فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذا فعل عثمان ہذہ سنۃ مستمرۃ ولم اجد الحدیث فی السنن ولا المسانید الا ما ذکرہ صاحب کنز العمال عن الشمائل ہذہ وابن ابی شیبۃ بہذا اللفظ بعینہ فلم یتحقق عندی احد من الاحتمالین بعد ۱۲ شہ ازرۃ بکسر اولہ وسکون الزای اسم لہیئۃ الازار ۱۲ لحہ نذیر بنون وذال آخرہ راء مصغرا وقیل بکسر ہو فی نسخۃ یزید بفتح تحتیۃ وکسر زای آخرہ دال مہملۃ ففی التقریب مسلم بن نذیر بنون مصغرا ویقال ابن یزید کوفی اہ ۱۲ ق ۵ بعضلۃ کظلمۃ او محرکۃ کل عصب لہ لحم بکثرۃ والمراد ہہنا اللحم المجتمع اسفل من الرکبۃ من موخر الساق ولفظ او ساقہ کذا بالشک عند المصنف وابن ماجۃ والظاہر انہ شک من دون حذیفۃ کیف وہو صحابی ۱۲

باب ما جاء فی مشیة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا قتیبة بن سعید انا ابن لهیعة عن ابی یونس[2] عن ابی هریرة قال ما رأیت شیئًا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری[3] فی وجهه وما رأیت احدا اسرع فی مشیته[4] من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانما الارض تطوی له انا لنجهد انفسنا وانه لغیر مکترث[5] حدثنا علی بن حجر وغیر[6] واحد قالوا انا عیسی بن یونس عن عمر بن عبد اللہ مولی غفرة[7] ثنی[2] ابراهیم بن محمد من ولد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال کان علی اذا وصف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مشی تقلع[8] کانما ینحط فی صبب حدثنا سفیان بن وکیع قال انا ابی عن المسعودی[9] عن عثمان بن مسلم بن هرمز[10] عن نافع بن جبیر بن مطعم عن[3] علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مشی تکفأ تکفؤًا کانما ینحط من صبب

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کا ذکر

ف حلیہ شریف کی روایات میں بھی حضور کی رفتار کا ذکر تبعاً گذر چکا ہے اس باب میں صرف رفتار کی کیفیت کو مستقلاً بیان کرنا مقصود ہے اس باب میں تین روایتیں مصنف نے ذکر کی ہیں۔ (۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا چمک اور روشنی گویا کہ آفتاب آپ ہی کے چہرہ میں چمک رہا ہے میں نے آپ سے زیادہ تیز رفتار بھی کوئی نہیں دیکھا زمین گویا لپٹی جاتی تھی کہ ابھی چند منٹ ہوئے یہاں تھے اور ابھی وہاں۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ چلنے میں مشقت سے ساتھ ہوتے تھے اور آپ گویا اپنی معمولی رفتار سے چلتے تھے۔ **ف** یعنی آپ کی معمولی رفتار کے ساتھ بھی ہم لوگ اہتمام سے ساتھ رہ سکتے تھے۔ (۲) ابراہیم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب آپ کا ذکر فرماتے تو یہ فرماتے کہ جب آپ چلتے تھے تو بہت اور قوت سے پاؤں اٹھاتے۔ عورتوں کی طرح سے پاؤں زمین پر گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے۔ چلنے میں تیزی اور قوت کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کہ اونچائی سے اتر رہے ہیں۔ **ف** یہ حدیث پہلے حلیہ شریف میں مفصل گذر چکی ہے۔ (۳) حضرت علی رضی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لیجاتے تو کچھ جھک کر چلتے تھے گویا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں۔ **ف** یہ مضمون بھی گذشتہ احادیث میں چند جگہ آچکا ہے۔

---

[1] مشیة بالکسر کسدرة مایعتاده الانسان من المشی وقیل هیئة المشی قاله المناوی ۱۲ [2] ابو یونس اعلم ان المکنی بهذه الکنیة فی الرجال خمسة نفر والمراد هناک سلیم بن جبیر مولی ابی هریرة ۱۲ [3] شبه جریان الشمس فی فلکها بجریان الحسن ونوره فی وجهه صلی اللہ علیہ وسلم وعکس التشبیه مبالغة وخص الوجه بذلک لانه الذی یظهر المحاسن لان حسن البدن تابع لحسنه غالبا ۱۲ ق [4] بالکسر للهیئة وفی نسخة بلفظ المصدر وهو بفتح المیم بلا تاء ای فی کیفیة مشیه قاله القاری ۱۲ [5] مکترث الاکتراث المبالاة والمعنی انه علیه السلام غیر مسرع بحیث تلحقه مشقة ۱۲ [6] غیر واحد منهم احمد بن عبدة ومحمد بن الحسین کما تقدم ذکرهما فی اول الکتاب هذا الحدیث جزء منه فرقه المصنف فی الموضعین لمناسبة الترجمة ۱۲ ش [7] غفرة بضم المعجمة فسکون فاء تقدم فی اول الکتاب ۱۲ ش [8] تقلع بفتح اللام المشددة من قلع الشجرة اذا نزعها من اصلها ای مشی بقوة لان انقلع رفع الرجل من الارض بقوة ۱۲ ق [9] المسعودی هو عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عتبة بن عبد اللہ بن مسعود والحدیث تقدم فی الباب الاول من الشمائل بروایة ابی نعیم عن المسعودی وهذا مختصر منه ۱۲ [10] بضم الهاء والمیم غیر منصرف ۱۲ ق

باب ماجاء فی تقنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا یوسف بن عیسی انا وکیع انا الربیع بن صبیح عن یزید بن ابان عن انس ابن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر القناع کان ثوبه ثوب زیات

باب ماجاء فی جلسة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا عبد بن حمید انبانا عفان بن مسلم انا عبد اللہ بن حسان عن جدتیه عن قیلة بنت مخرمة

باب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قناع کا ذکر

ف قناع وہ کپڑا کہلاتا ہے جسکو آنحضرت سر مبارک پر عمامہ سے نیچے رکھ لیتے تھے تاکہ تیل کی وجہ سے عمامہ خراب ہو۔ اسکے علاوہ اور بھی چند منافع علماء نے تحریر فرمائے ہیں۔ اس باب میں ایک ہی حدیث ذکر کی گئی۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کپڑا اکثر رکھا کرتے تھے اور حضور کا یہ کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔ **ف** یعنی جیسا اوس کا کپڑا چکنا رہتا ہے ایسا ہی یہ کپڑا بھی تیل کی کثرت استعمال سے چکنا رہتا تھا لیکن اسکے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں یہ شمار کیا گیا ہے کہ حضور کا یہ کپڑا میلا نہ ہوتا تھا نہ حضور کے کپڑوں میں جوں پڑتی تھی نہ کھٹمل خون کو چوس سکتا تھا (قاری) علامہ رازی سے مناوی نے نقل کیا ہے کہ مکھی بھی آپکے کپڑے پر کبھی نہیں بیٹھی۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کا ذکر

ف یعنی حضور کے بیٹھنے کی کیا ہیئتیں وارد ہوئی ہیں۔ اس باب میں تین احادیث روایت فرمائی ہیں۔ (۱) قیلہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں کچھ ایسی عاجزانہ صورت میں گوٹ مارے بیٹھے دیکھا کہ میں رعب کی وجہ سے کانپنے لگی۔ **ف** قرفصاء کی تصویر میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ دونوں رانیں کھڑی کرکے دونوں ہاتھوں سے ان کا احاطہ کرے اور سرین پر بیٹھے۔ اسی کو گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں۔ رعب کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ یہ حالت فکر و رنج کی تھی۔ اور حضور کو فکر کسی معمولی بات سے ہو نہیں سکتا تھا۔ اسلئے ان کو یہ خوف ہوا کہ مبادا امت پر کوئی عذاب تو نہیں آرہا اسلئے کہ

لہ التقنع معروف وہو تغطیة الراس بطرف العمامة او برداء ام من ان یکون فوق العمامة او تحتها لروایة البخاری فی الہجرة انہ ﷺ اتی بیت ابی بکر متقنعا بثوبہ الظاہر انہ کان متغشیا بہ فوق العمامة مستخفیا من اہل مکة والمراد بہ ہہنا ہو القنا والقناع علی الراس وہو بکسر القاف خرقة تلقی علی الراس بعد تدہینہ لئلا یصل اثر الدہن الی القلنسوة والعمامة ثم جعلہ بابا برأسہ مع ان حدیثہ سبق فی باب الترجل لعلہ للتنبیہ علیہ خاصة لاہتمامہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاہ قالہ القاری وقال المناوی کثر کلام الناس فی الطیلسان والحاصل انہ قسمان محنک وہو ثوب طویل عریض قریب من الرداء مربع یجعل فوق العمامة ثم یدار طرفہ من تحت الحنک الی ان یحیط بالرقبة جمیعہا ثم یلقی طرفاہ علی المنکبین متورد وہو ما عدا ذلک فیشمل المدور والمثلث والمربع والمسدول وہو ما یرخی طرفاہ من غیر ضمہما او احدہما والاولی مندوب اتفاقا ولا سیما للصلوة وحضور جمعة وعید ومجمع والثانی مکروہ بانواعہ لانہ شعار اہل الذمة ووقع فی اکثر الاحادیث التعبیر بالتطلس بالتقنع وعن الطیلسان بالقناع ومن ثم قال الحافظ ابن حجر فی مجیء المصطفی لبیت الصدیق متقنعا ای متطیلسا راسہ ہذا اصل لبس الطیلسان فی علی الراس مع التحنیک الطیلسان ویسمی ردا ارما ز وما علی الاکتاف ہو الرداء الحقیقی ویسمی طیلسانا مجازا اہ ۲ الربیع بن صبیح بالتکبیر فیہما وہذا الحدیث مکرر تقدم بہذا السند بعینہ وبہذا المتن بشیء من الزیادة فی باب الترجل وتکلم علی الحدیث بالنکارة ۱۲ ۳ قال القاری ای اہل ثوبا او قناعا الذی لیستر بہ وقال المناوی کان طوق قمیصہ طوق قمیص بائع الزیت فانہ وان القی القناع م

انها رأت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی المسجد وھو قاعد القرفصاء[۱] قالت فلما رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

(بلفتح فاء وضمہا ۱۲ مجمع)

علیہ وسلم المتخشع فی الجلسۃ ارعدت من الفرق[۲] حدثنا سعید بن عبد الرحمن المخزومی وغیر واحد

(بالفاء والراء المفتوحتین الخوف ۱۲)

قالوا انا سفین عن الزھری عن عباد[۳] بن تمیم عن[۲] عمہ انہ رأی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مستلقیا فی المسجد

واضعا احدی رجلیہ[۴] علی الاخری حدثنا سلمۃ بن شبیب[۵] انبانا عبد اللّٰہ بن ابراھیم المدنی انا

اسحاق بن محمد الانصاری عن ربیح[۶] بن عبد الرحمن بن ابی سعید عن ابیہ عن[۳] جدہ ابی سعید الخدری

قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا جلس فی المسجد احتبی[۷] بیدیہ صلوات اللّٰہ[۸] علیہ۔

حضور کو اُمت کا فکر زیادہ رہتا تھا۔ یہ بظاہر وہی حدیث ہے جو حضور کے لباس کے بارہویں[۹] نمبر پر تھوڑی سی گذر چکی ہے وہاں بھی اسکی طرف تھوڑا سا اشارہ کر دیا تھا اس حدیث میں کچھ حصہ اور بھی ہے جسکو مصنف نے مختصر کر دیا ہے وہ یہ کہ قیلہ کی یہ دہشت کی حالت دیکھ کر حاضرین مجلس میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللّٰہ یہ مسکینہ تو خوف زدہ ہو گئی۔ قیلہ کہتی ہیں کہ میں حضور کی پشت کی طرف تھی حضور نے ادہر توجہ بھی نہیں فرمائی۔ زبان مبارک سے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ اے مسکینہ سکون اختیار کر۔ حضور کا یہ فرمانا تھا کہ جسقدر خوف و دہشت مجھ پر تھی ساری جاتی رہی۔ بعض روایات میں یہ قصہ کسی مرد کے متعلق مذکور ہے جیسا کہ حضور کے لباس کے بیان میں گذر چکا ہے۔ (۲) عباد کے چچا عبد اللّٰہ بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا اسوقت حضور اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔ **ف** مسلم شریف کی روایت میں اسطرح لیٹنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ علمائے دونوں کے درمیان میں مختلف طریقوں سے جمع فرمایا ہے۔ واضح توجیہ یہ ہے کہ اسطرح لیٹنے کی دو صورتیں ہیں جو دونوں حدیثوں کا علیحدہ علیحدہ مصداق ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ دونوں پاؤں پھیلا کر ایک قدم دوسرے قدم پر رکھ لے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور یہ صورت اس حدیث کا مصداق ہے جو شمائل میں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قدم کو دوسرے پاؤں کا گھٹنا کھڑا کر کے اسپر رکھے یہ مسلم شریف کی روایت کا مصداق ہے۔ اس صورت میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں عام طور سے لنگی باندھنے کا دستور تھا لنگی باندھ کر اسطرح لیٹنے سے ستر کھل جانیکا احتمال قوی ہے اسلئے حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اس جگہ یہ بھی اشکال کرتے ہیں کہ اس حدیث کو ہیئت نشست سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ علمائے اسکی مختلف وجوہ بتلائی ہیں سہل یہ ہے کہ باب میں بیٹھنے سے مراد عام لیا جاوے بیٹھنے اور لیٹنے کو۔ اگرچہ لیٹنے کی بعض روایات سونے کے بیان میں آئینگی یہ بھی ممکن ہے جو ابن حجر نے لکھی ہے کہ جب اس قسم کا لیٹنا باوجودیکہ روایت میں اسکی ممانعت آئی ہے مسجد میں جائز ہے تو بیٹھنا ہر قسم سے جائز ہوا۔ (۳) ابو سعید خدری

---

[۱] القرفصاء بضم قاف وسکون راء وضم فاء فصاد مہملۃ ممدود یقصر جلسۃ المحتبی یقال قرفص الرجل اذا شد یدیہ تحت رجلیہ والمراد ھہنا ان یقعد الرجل علی الیتیہ فیلصق فخذیہ ببطنہ ویضع یدیہ علی ساقیہ کما یحتبی بالثوب وقیل ان یجلس علی رکبتیہ منکبا ویلصق بفخذیہ بطنہ ویتابط کفیہ قالہ القاری ۱۲ [۲] ای من الخوف والفزع الناشی من جلالہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من عظم المہابۃ والجلالۃ او من توہم نزول عذاب علی الامۃ او من غضب منہ علیہم او للتاسی بہ لانہ اذا کان مع کمال قربہ من ربہ غشیہ من جلالہ ما یصیرہ کذلک فغیرہ یجب ان یرعد فرقا قالہ المناوی ۱۲ [۳] عباد بفتح المہملۃ وتشدید الموحدۃ کشداد وعمہ ہو عبد اللّٰہ بن زید بن عاصم اخو تمیم لابیہ اولامہ یقال ہو الذی قتل مسیلمۃ الکذاب ۱۲

[۴] قال القاری ای مع نصب الاخری اھ وہذا الحدیث فی الصحیحین وہو بظاہرہ ینافی ما رواہ مسلم عن جابر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا یستلقین احدکم ثم یضع احدی رجلیہ علی...

بَابُ مَا جَاءَ فِی تُکَأَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدثنا عباس بن محمد الدوری[۲] البغدادی انا اسحاق بن منصور عن اسرائیل عن سماک بن حرب **عن جابر**[۱] بن سمرۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متکئا علی وسادۃ علی یسارہ[۳] **حدثنا** حمید بن مسعدۃ

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف رکھتے تھے تو گوٹ مار کر تشریف رکھتے تھے **ف** گوٹ مار کر بیٹھنا یہ کہلاتا ہے کہ دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھے اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ کر لے بسا اوقات بجائے ہاتھوں کے کپڑا لنگی عمامہ وغیرہ اس طرح لپیٹا جاتا ہے کہ کمر اور پنڈلیوں پر لپیٹ جائے۔ یہ ہیئت تواضع اور مسکنت کی نشست ہے اسلئے حضور بھی اکثر ایسے ہی تشریف رکھتے تھے۔ اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی لیکن یہ مقصود نہیں کہ ہمیشہ ایسے ہی تشریف فرما ہوتے تھے۔ اسلئے اب ابوداؤد کی اس روایت سے کچھ خلاف نہیں رہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک مسجد میں چار زانو تشریف رکھتے تھے۔ ایسے ہی اور ان مختلف احادیث سے بھی خلاف نہیں رہا جو اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں۔ اس طرح بیٹھنے میں علاوہ تواضع اور انکسار کے راحت بھی ہے اس لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ گوٹ مار کر بیٹھنا عرب کی دیواریں ہیں یعنی جنگل میں چونکہ دیواریں نہیں ہوتیں جس سے سہارا ہو سکے اسلئے یہ قائم مقام دیوار کے ہے بسا اوقات بجائے ہاتھوں کے کپڑا لپیٹ لیا جاتا ہے جو مزید راحت کا سبب ہوتا ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیہ کا ذکر

ف مصنف نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) جابر بن سمرۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا ہوا تھا۔ **ف** تکیہ دائیں اور بائیں دونوں جانب میں جائز ہے حدیث میں بائیں جانب کا لفظ کسی تخصیص کی وجہ سے نہیں اتفاقی امر ہے لیکن قواعد محدثین کے لحاظ سے بائیں کا لفظ یہاں مشہور روایات میں نہیں ہے اس لئے امام ترمذی نے باب کے ختم پر اس لفظ پر کلام کیا ہے۔

---

[۱] تکاۃ بضم اولہ کلزۃ ما یتکأ علیہ من وسادۃ وغیرہا اصلہا وکاۃ ابدلت الواو تاء والمراد ہہنا ما اعد لذلک فخرج الانسان منہ فاذا اتکی علیہ لا یسمی تکاۃ ولذا ترجم المصنف لہما ببابین فرقا بینہا وقدم ہذا لانہ اصل فی الاتکاء واما الاتکاء علی الانسان فعارض وقلیل والاوجہ عندی ان ہذہ الترجمۃ تعم التکأۃ والاتکاء علیہا وغرض الترجمۃ الاتیۃ جواز الاتکاء علی الانسان خاصۃ فلا یشکل بالروایات الواردۃ فیہا ۱۲ [۲] الدوری بضم المہملۃ قال شراح الشمائل محلۃ ببغداد او قریۃ من قرایاہا وقال صاحب المغنی قریۃ بعراق ۱۲ [۳] ای حال کونہا موضوعۃ علی جانبہ الایسر وہو بیان الواقع لا للتقیید فیجوز الاتکاء علی الوسادۃ یمینا ویسارا وسیصرح المصنف بان زیادۃ علی یسارہ انفرد بہا اسحق قال القاری والمناوی لکنہ مع ذلک محتج بہ ۱۲ **بقیہ حاشیہ ص۷۵**

ولا باس بذلک لعدم الانکشاف حینئذ والثانی ان ینصب احدہما ویضع الاخری علی الرکبۃ المنصوبۃ وہو محمل النہی قال العسقلانی والثانی اولی من ادعاء النسخ لانہ لا یصار الیہ بالاحتمال وکذا القول بان الجواز من الخصائص لانہ لا یثبت بالاحتمال ولان بعض الصحابۃ کانوا یفعلون ذلک بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم ینکر علیہم اہ مختصرا

قال المناوی وجمع بان الجواز لمن امن الانکشاف کالمتسرول والنہی لمن لم یامن کالمتزر وانما اطلق النہی لان الغالب فیہم الاتزار وہذا الجمع اولی کما للمی فقط ابن حجر من ادعاء النسخ واما قول العصام انہ کان لمرض انما یتم ان عرف ذلک ولم یرد اہ ۱۲ [۵] شبیب بفتح المعجمۃ وکسر الموحدۃ الاولی کطبیب ۱۲ [۶] ربعی براء مہملۃ فموحدۃ فی وہملۃ مصغر زرم ۱۲ [۷] احتبی لا ینافیہ ماورد من النہی عن الاحتباء یوم الجمعۃ والامام یخطب لان النہی لجلب النوم والافضاء الی انتقاض الوضوء او علی احداث الاحتباء کما مال الیہ الطیبی وہو فہذا محمول علی غیر انتظار الصلوۃ بل محمول علی بعض الاوقات لما فی ابی داؤد بروایۃ جابر انہ ؐ کان اذا صلی الفجر جلس متربعا وکذا فیہ روایات اخری فہذا کلہ محمول علی اختلاف الاوقات والتوسع ۱۲ [۸] کذا فی بعض النسخ ۱۲

انا بشر بن المفضل انا الجریری[1] انا عبد الرحمٰن بن ابی بکرۃ عن ابیہ[2] قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا احدثکم باکبر الکبائر[3] قالوا بلی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الاشراک باللہ وعقوق الوالدین قال وجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان متکئاً[4] قال وشہادۃ الزور او قول الزور[5] قال فما زال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہا حتی قلنا لیتہ سکت حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا شریک عن علی بن الاقمر

(۲) ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم لوگوں کو کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ بتاؤں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور یا رسول اللہ ارشاد فرمائیں۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کرنا۔ راوی کو شک ہے کہ ان دونوں میں سے کونسی بات فرمائی تھی۔ اُسوقت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے۔ اور جھوٹ کا ذکر فرماتے وقت اہتمام کی وجہ سے بیٹھ گئے اور بار بار فرماتے رہے حتی کہ ہم لوگ یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش اب حضور سکوت فرماویں بار بار ارشاد نہ فرمائیں **ف** حضور کے بار بار ارشاد فرمانے پر سکوت کی تمنا یا تو اس عشق و محبت کی وجہ سے ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور کے ساتھ تھی کہ حضور کو بار بار فرمانے پر تعب ہوگا اور ہم لوگوں کیلئے ایک بار فرمانا بھی کافی ہے اور ممکن ہے اس خوف سے ہو کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراضی اور غصہ کے آثار ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس خطرہ سے ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لفظ ایسا ارشاد فرمائیں کہ جو اُمت کیلئے باعثِ خسران بنجائے جن لوگوں کو کسی دینی یا دنیاوی دربار کی حاضری میسر ہوتی ہے وہ اس حالت سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اور حضور کا بار بار ارشاد فرمانا شدتِ اہتمام کی وجہ سے تھا کہ جھوٹ کی وجہ سے آدمی زنا قتل وغیرہ بہت سے گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اسکے مُنہ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے کہ مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کہ جھوٹ ایمان سے دور رہتا ہے۔ (اعتدال) اس حدیث شریف میں کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے۔ شریعت میں گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک صغیرہ کہلاتے ہیں جو وضو نماز روزہ حج وغیرہ سے معاف ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے کبیرہ گناہ یعنی بڑے سخت گناہ کہلاتے ہیں جن کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ کے ہرگز معاف نہیں ہوتے البتہ حق تعالیٰ شانہ کسی کی رعایت فرماکر اپنے فضل سے معاف فرمادیں تو یہ امر آخر ہے مگر آئینی چیز یہی ہے کہ وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ اس میں اختلاف ہے کہ کبیرہ گناہ کتنے ہیں علما نے مستقل تصانیف ان میں تحریر فرمائی ہیں۔ علامہ ذہبی کی ایک کتاب اس مضمون میں مستقل ہے

---

[1] الجریری بضم الجیم وفتح الراء الاولی فتحتیۃ ساکنۃ ہو سعید بن ایاس الجریری ۱۲ [2] ابیہ ہو ابو بکرۃ نفیع ابن الحارث صحابی مشہور ۱۲ [3] باکبر الکبائر استشکل بان اکبر الکبائر لا یکون الا واحدا فکیف عدد ہہنا بضعا واجیب باجوبۃ شتی منہا ان المراد جنس معصیۃ ہی اکبر المعاصی الکبار وقیل ان الموصوف اذا کان متعددا کان المعنی متعددا من الکبائر کل منہ اکبر من جمیع ما عدا ذلک المتعدد وقیل یقصد بالاکبر الزیادۃ علی ما اضیف الیہ لا الزیادۃ المطلقۃ کما بین فی موضعہ قال القاری واختلفوا ایضا فی معنی الکبیرۃ علی اقوال کثیرۃ محلہا المطولات سیما شروح البخاری ۱۲ [4] ای قبل الجلوس والجار حال وہو یشعر بانہ اہتم بذلک حتی جلس وسبب الاہتمام کون الزور اسہل وقوعا علی الناس والتہاون بہ اکثر فان الاشراک ینبو عنہ قلب المسلم والعقوق یصرف عنہ الطبع السلیم والحوامل علی الزور کثیرۃ کالعداوۃ والحسد وغیرہا فاحتیج الی الاہتمام بہ واشکل علی الحدیث بان الوارد فیہ الانکار لا التکاۃ وکان المناسب للبابۃ الثانی وقصی ما قیل فی دفعہ انہ یستلزم التکاۃ دفیہ ما فیہ ہکذا قالت الشراح ولا یشکل علی عموم الترجمۃ کما تقدم ۱۲ [5] او قول الزور شک من الراوی وروایۃ البخاری بدون الشک بلفظ ..

جس میں چار سو کبیرہ گناہ گنوائے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے بھی دو جلدوں میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جو مصر میں چھپ گئی اوس میں نماز روزہ حج زکوٰۃ معاملات وغیرہ ہر باب کے کبیرہ گناہ مستقل گنوائے ہیں اور کل مجموعہ چار سو سڑسٹھ ۴۶۷ مفصل شمار کرائے ہیں۔ ملا علی قاری نے شرح شمائل میں مشہور کبائر کو گنوایا ہے جو حسب ذیل ہیں:۔

آدمی کا قتل کرنا۔ زنا کرنا۔ اغلام بازی۔ شراب پینا۔ چوری کرنا۔ کسی کو تہمت لگانا۔ سچی گواہی کا چھپانا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ کسی کا مال چھین لینا۔ بلا عذر کفار کے مقابلہ سے بھاگنا۔ سودی معاملہ کرنا۔ یتیم کا مال کھانا۔ رشوت لینا۔ اصول یعنے والدین وغیرہ کی نافرمانی کرنا۔ قطع رحمی کرنا۔ جھوٹی حدیث بیان کرنا۔ رمضان کا روزہ توڑ دینا۔ ناپ تول میں کمی کرنا۔ فرض نماز کو وقت سے آگے پیچھے پڑھنا۔ زکوٰۃ نہ دینا۔ مسلمان کو یا کسی کافر کو جس سے معاہدہ ہو ناحق مارنا۔ کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنا۔ غیبت کرنا بالخصوص کسی عالم کی یا حافظ قرآن کی۔ کسی ظالم سے چغلی کھانا۔ دیوث پن کرنا یعنی اپنی بیوی بیٹی وغیرہ کے ساتھ کسی کے فحش تعلق کو گوارا کرنا۔ قرم سازی یعنی بھڑوا پن کرنا کہ اجنبی مرد عورت یا اس قسم کے دوسرے ناجائز تعلقات میں سعی کرنا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دینا یعنی نیک کاموں کا حکم اور بُری باتوں سے روکنے کو باوجود قدرت کے چھوڑ دینا۔ جادو کا سیکھنا یا سکھانا۔ کسی پر جادو کرنا۔ قرآن پاک پڑھ کر بھلا دینا۔ بلا مجبوری کسی جاندار کو جلانا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ اور اُس کے عذاب سے نہ ڈرنا۔ عورت کا خاوند کی نافرمانی کرنا اسکی خواہش پر بلاوجہ انکار کرنا۔ چغلی کھانا۔

ملا علی قاری نے مثال کے طور پر ان کو نقل کیا ہے مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کے شروع میں کبائر کا مستقل باب ہے، اُس میں بھی ان کو اور اس قسم کے اور چند گناہوں کو گنوایا ہے اس میں لکھا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک خواہ اسکی ذات میں کسی کو شریک کرے یا عبادت میں یا اُس سے استعانت حاصل کرنے میں یا علم میں یا قدرت میں یا تصرف میں یا پیدا کرنے میں یا پکارنے میں یا کہنے میں یا نام رکھنے میں یا ذبح کرنے میں یا نذر ماننے میں یا لوگوں کے اسکی طرف امور سونپنے میں یعنی جیسے اللہ جل شانہ کے سب کام سپرد ہیں اسی طرح اور کو بھی جاننے۔ نیز امور ذیل بھی اس میں ذکر کئے ہیں:۔

گناہ پر اصرار کی نیت رکھنا۔ نشہ کی چیز پینا۔ اپنے محرموں سے نکاح کرنا۔ جوا کھیلنا۔ کفار سے دوستی کرنا۔ باوجود قدرت کے جہاد نہ کرنا۔ مردار کا گوشت کھانا۔ نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنا۔ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کو بُرا کہنا یا ان کا انکار کرنا۔ صحابہ کرام کو بُرا کہنا۔ بیوی اور خاوند میں لڑائی ڈلوانا۔ اسراف کرنا۔ فساد کرنا۔ کسی کے سامنے ننگا ہونا (یعنی بیوی کے علاوہ) بخل کرنا۔ پیشاب اور منی سے پاک نہ کرنا یعنی اگر لگ جائیں تو نہ دھونا۔ تقدیر کو جھٹلانا۔ تکبر کی وجہ سے پائجہ ٹخنوں سے نیچے کرنا۔ نوحہ کرنا۔ بُرا طریقہ ایجاد کرنا۔ محسن کی ناشکری کرنا۔ کسی مسلمان کو کافر کہنا۔ حائضہ سے صحبت کرنا۔ غلہ کی گرانی سے خوش ہونا۔ جانور سے بدفعلی کرنا۔ امرد کو شہوت سے دیکھنا۔ کسی کے گھر میں جھانکنا۔ عالموں اور حافظوں کی حقارت کرنا۔ اگر ایک سے زیادہ بیبیاں ہوں تو اُن کے درمیان مساوات نہ کرنا۔ امیر سے عہد شکنی کرنا وغیرہ وغیرہ بتائے ہیں۔

اِن کبائر میں بھی درجات ہیں اسی وجہ سے حدیث بالا میں کبائر کے بڑے گناہ فرمایا گیا ہے اور مختلف احادیث میں موقع کے مناسب مختلف قسم کے گناہوں کا ذکر فرمایا ہے علماء نے لکھا ہے کہ اصرار کرنے سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بنجاتا ہے اور توبہ استغفا

عن (۳) ابی جحیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انا فلا اکل متکئا حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمن بن مھدی انا سفین عن علی بن الاقمر قال سمعت ابا جحیفۃ (۴) یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا اکل متکئا حدثنا یوسف بن عیسی ثنا وکیع ثنا اسرائیل عن سماک بن حرب عن (۵) جابر بن سمرۃ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم متکئا علی وسادۃ قال ابو عیسی لم یذکر وکیع علی یسارہ ھکذا روی غیر واحد عن اسرائیل نحو روایۃ وکیع ولا نعلم احدا روی فیہ علی یسارہ الا ما روی اسحاق بن منصور عن اسرائیل۔

باب ما جاء فی اتکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن انا عمرو بن عاصم انا حماد بن سلمۃ عن حمید عن انس رضی اللہ عنہ

کرنے سے کبیرہ گناہ بھی باقی نہیں رہتا معاف ہو جاتا ہے۔ اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اس فعل پر واقعی ندامت ہو اور آئندہ کو اس گناہ کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ اب کبھی نہ کروں گا چاہے اسکے بعد کسی دوسرے وقت وہ پھر سرزد ہی ہو جائے۔ اس سے وہ پہلی توبہ زائل نہیں ہوتی۔ توبہ کے وقت یہ پختہ ارادہ ہونا چاہئے کہ پھر کبھی نہیں کروں گا۔ (۳ و ۴) ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تو ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ **ف** اسلئے کہ یہ صورت تواضع کے خلاف ہونے کے علاوہ بہت کھانا کھانے کی طرف منجر ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے پیٹ بھی بڑھ جاتا ہے اور سرعت ہضم بھی حاصل نہیں ہوتا اپنا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلئے ارشاد فرمایا تاکہ اس کا اتباع کیا جاوے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ٹیک لگانے کی چار صورتیں ہیں اور چاروں اس میں داخل ہیں اول یہ کہ دائیں یا بائیں پہلو کو دیوار یا تکیہ وغیرہ پر سہارا لگائے۔ دوسرے یہ کہ ہتھیلی سے زمین پر سہارا لگائے۔ تیسرے یہ کہ چہار زانو یعنی چوکڑی مار کر کسی گدے وغیرہ پر بیٹھے۔ چوتھے یہ کہ کمر گاؤ تکیہ یا دیوار سے لگائے کہ یہ سب ہی صورتیں بفرق مراتب ٹیک میں داخل ہیں۔ (۵) جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔ **ف** یہ وہی حدیث ہے جو باب کے شروع میں گذر چکی مصنف کو اسپر کلام کرنی مقصود تھی اسلئے مکرر ذکر فرمایا۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ کے علاوہ کسی اور چیز پر ٹیک لگانے کا ذکر

ف تکیہ کا ذکر پہلے باب میں گذر چکا ہے۔ اسکے علاوہ حضور کا آدمیوں پر بیماری کی حالت میں سہارا اور ٹیک لگانا بھی ثابت ہے، بظاہر اسی لئے مصنف نے اس باب کو مستقل ذکر کیا۔ اس باب میں دو روایتیں ہیں۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

---

[1] ابی جحیفۃ بضم الجیم وفتح الحاء المھملۃ اسمہ وھب بن عبد اللہ صحابی صغیر توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو لم یبلغ ۱۲ م ۵ ۱۱ اما انا الخ اما ھھنا لمجرد التاکید قال القاری سبب ھذا الحدیث قصۃ الاعرابی المذکور فی حدیث عبد اللہ بن بسر عند ابن ماجۃ قال اھدیت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم شاۃ فجثی علی رکبتیہ یاکل فقال الاعرابی ما ھذہ الجلسۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعلنی عبدا کریما ولم یجعلنی جبارا عنیدا ۱۲ ۵ بفتح میم وسکون ھاء آخرہ یاء مشددۃ ۱۲ ۵ سفین ھو الثوری ولعل المصنف ذکر ھذا السند لتقویۃ الروایۃ فان شریکا سیئ الحفظ عندھم ۱۲ ۵ قال ابو عیسی الغرض المصنف ان زیادۃ لفظ علی یسارہ غریب تفرد بہ اسحاق بن منصور المتقدم روایتہ فی اول الباب کذا تکلم المصنف علی ھذہ الزیادۃ فی جامعہ ۱۲ ۵ اتکاء قال بعض الشراح ان الغرض من الباب السابق بیان تکئتہ علیہ السلام وفی ھذا بیان الاتکاء المصدر فالفرق بینھما بالمعنے المصدری وبیان ما اتکی علیہ لذا قالوا البعض الروایات المتقدمۃ فی الترجمۃ السابقۃ الاولی ذکرہ فی الباب الآتی والاوجہ عندی فی بیان الفرق فی الترجمتین ان فی الاولی کان ذکر الوسادۃ المعروفۃ اعم من بیانھا وبیان الاتکاء علیھا وفی ھذہ الترجمۃ بیان الاستناد علی غیر الوسادۃ من الانسان وغیرہ بل یظھر من ملاحظۃ الروایات ان الغرض ھھنا الاتکاء علی الانسان خاصۃ فکراھۃ الانسان یوھم عدم جواز الاتکاء علیہ ولذا افرد ھذا الباب تامل ثم رأیت القاری وغیرہ مالوا الی قریب من ذاک التوجیہ فللہ الحمد والمنۃ ۱۲ ۵ واختلف فی الحدیث علی حماد بن سلمۃ فقد اخرجہ احمد فی مسندہ بروایۃ عبد اللہ بن محمد

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان شاکیا[۱] فخرج یتوکأ علی اسامۃ وعلیہ ثوب قطری قد توشح بہ فصلی بہم

حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن انا محمد بن المبارک ثنا عطاء بن مسلم الخفاف[۲] الحلبی انا جعفر بن (ای جعلہ کالوشاح ۱۲)

برقان عن عطاء ابن ابی رباح عن[۲] الفضل بن عباس قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ

الذی توفی فیہ وعلی راسہ عصابۃ[۳] صفراء فسلمت فقال یا فضل قلت لبیک یا رسول اللہ قال اشدد بہذہ (کمشتان ۱۲)

العصابۃ راسی قال ففعلت ثم قعد فوضع کفہ علی منکبی ثم قام ودخل فی المسجد وفی الحدیث قصۃ[۴]

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز تھی اسلئے حجرہ شریفہ سے حضرت اسامہ پر سہارا لگئے ہوئے تشریف لائے اور صحابہ کو نماز پڑھائی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت ایک یمنی منقش چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔ **ف** یہ حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بیان میں نمبر ۶ پر گذر چکی ہے۔ (**۲**) فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپکے مرض الوفات کی حالت میں حاضر ہوا۔ حضور اقدس کے سر مبارک پر اسوقت زرد پٹی بندھ رہی تھی میں نے سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے فضل اس پٹی سے میرے سر کو خوب زور سے باندھ دو۔ پس میں نے تعمیل ارشاد کی۔ پھر حضور بیٹھے اور میرے مونڈھے پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسجد کو تشریف لیگئے۔ اس حدیث میں مفصل قصہ ہے۔

ف حضور نے سر مبارک کو درد کی وجہ سے پٹی باندھ رکھی تھی۔ بعض علماء نے بجائے پٹی کے عمامہ کا ترجمہ کیا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف رنگ کے عمامے باندھنا ثابت کیا ہے منجملہ ان کے زرد عمامہ کا اس حدیث سے کیا ہے۔ امام ترمذی نے جس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے مجمع الزوائد میں یہ مفصل مذکور ہے۔ حضرت فضل فرماتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور کو بخار چڑھ رہا ہے اور سر مبارک پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑلے۔ میں نے حضور کا ہاتھ پکڑا۔ حضور مسجد میں تشریف لیگئے اور منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو آواز دیکر جمع کرلوں۔ میں لوگوں کو اکٹھا کر لایا۔ حضور نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا۔ میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانیکا زمانہ قریب آگیا ہے اسلئے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو میری کمر موجود ہے بدلہ لے اور جس کی آبرو پر میں نے کوئی حملہ کیا ہو میری آبرو سے بدلہ لے لے جس کا کوئی مالی مطالبہ مجھ پر ہو وہ مال سے بدلہ لے لے۔ کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھے (بدلہ لینے سے) رسول اللہ کے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے کہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت ہے نہ میرے لئے موزوں ہے۔ خوب سمجھ لو کہ مجھے بہت محبوب ہے وہ شخص جو اپنا حق مجھ سے وصول کرلے یا معاف کردے کہ میں اللہ جلشانہ کے یہاں بشاشت نفس کے ساتھ جاؤں۔ میں اپنے اس اعلان کو ایک دفعہ کہدینے پر کفایت کرنا نہیں چاہتا پھر بھی اس کا اعلان کروں گا۔ چنانچہ اسکے بعد منبر سے اُتر آئے۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر منبر پر تشریف لیگئے اور وہی اعلان فرمایا نیز بغض کے متعلق بھی مضمون بالا کا اعادہ فرمایا۔

---

[۱] شاکیا ای مریضا والظاہر انہ کان مرض وفاتہ علیہ الصلوۃ والسلام والحدیث تقدم فی اللباس بروایۃ محمد بن الفضل عن حماد عن حبیب بن الشہید عن الحسن عن انس ۱۲ [۲] الخفاف بتشدید الفاء الاولی صانع الخف او بایعہ قال القاری وجزم السمعانی فی انسابہ بالاول کان رجلا صالحا لکن فی کتبہ وکان یحدث بالحفظ فیتوہم کثیرا ۱۲ [۳] بکسر العین المہملۃ ای خرقۃ او عمامۃ قال القاری لکن قولہ الاتی اشدد بہا راسی یؤید الاول بل یعینہ قال المناوی وہو غیر مرضی اذ العمامۃ یشد بہا الراس کما لایخفی اہ قلت ویؤید الاول ما فی المواہب بروایۃ الدارمی عن ابی سعید قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن فی المسجد وہو عاصب راسہ بخرقۃ الحدیث قال الزرقانی ای من اجل الصداع ۱۲ [۴] ذکرہا فی مجمع الزوائد عن الفضل بن عباس قال جاءنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرجت الیہ فوجدتہ موعوکا قد عصب راسہ قال خذ بیدی یا فضل فاخذت بیدہ حتی انتہی الی المنبر الحدیث رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابو یعلی بنحوہ وقال فی آخرہ فقام رجل

بَابُ مَاجَاءَ فِی صِفَةِ اَکْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مهدی عن سفیان عن سعد[1] بن ابراهیم عن ابن[2] لکعب بن مالک **عن** ابیه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یلعق اصابعه ثلثا **قال** ابو عیسٰی[3] وروی غیر محمد بن بشار هذا الحدیث قال کان یلعق اصابعه الثلث **حدثنا** الحسن بن علی الخلال ثنا عفان ثنا حماد بن سلمة عن ثابت **عن** انس قال کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا اکل طعاما لعق اصابعه الثلث **حدثنا** الحسین بن علی بن یزید[4] الصدائی البغدادی ثنا یعقوب بن اسحاق یعنی الحضرمی[5] انا شعبة عن سفین الثوری عن علی بن الاقمر

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا تناول فرمانیکا طریقہ

ف یعنی کھانا تناول فرمانے کے بعض آداب کا بیان۔ اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے **ف** کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے پہلے انگلیاں چاٹ لینا مستحب ہے البتہ اس روایت کی بنا پر بعض کے نزدیک تین مرتبہ مستحب ہے۔ مُلا علی قاری کہتے ہیں کہ تین مرتبہ مراد نہیں بلکہ تین انگلیاں چاٹنا مراد ہے جیسا کہ دوسری روایت میں آ رہا ہے چنانچہ اسی باب میں خود کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہی کی روایت آگے آ رہی ہے لیکن بعض شراح حدیث نے فرمایا ہے کہ یہ مستقل ادب ہے کہ تین مرتبہ چاٹنے سے بالکل صفائی ہوجاتی ہے اور تین انگلیاں جو دوسری روایت میں آ رہا ہے وہ مستقل ادب ہے۔ (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے **ف** حضور کی عادت شریفہ تین ہی انگلیوں سے کھانا نوش فرمانے کی تھی۔ اگرچہ بعض روایات سے پانچوں انگلیوں سے کھانا بھی معلوم ہوتا ہے لیکن تین انگلیاں جن میں انگوٹھہ مسبحہ اور وسطی ہے اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ تین انگلیوں سے کھانے کی مصلحت لقمہ کا چھوٹا ہونا ہے تاکہ زیادہ مقدار میں نہ کھایا جائے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے تین انگلیوں سے کھانیکا استحباب معلوم ہوتا ہے لہذا چوتھی یا پانچویں انگلی بلا ضرورت نہ شامل کرے البتہ اگر ضرورت ہو یعنی کوئی ایسی چیز ہو جسکو تین انگلیوں سے کھانے میں دقت ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ مُلا علی قاری نے لکھا ہے کہ پانچوں انگلیوں سے کھانا حریصوں کی علامت ہے اور لقمہ کے بڑا ہونے کی وجہ سے بسا اوقات فم معدہ پر بوجھ اور حلق میں اٹک جانیکا سبب بھی ہوجاتا ہے۔

---

[0] الاکل بفتح الهمزة ادخال جامد من الفم الی البطن والشراب ادخال المائع وقیل الاکل ادخال شیء من الفم الی البطن بقصد الاستقذار والاول اولی ۱۲ [1] سعد بن ابراهیم هو الصواب فما فی بعض النسخ سعید بن ابراهیم سهو من الکاتب قال القاری قلت ولیس فی الرواة احد اسمه سعید بن ابراهیم فهو سعد بن ابراهیم بن عبد الرحمن ابن عوف الزهری ۱۲ [2] ابن لکعب اختلف فی اسمه فقیل عبد الله وقیل عبد الرحمن قال القاری جاء فی روایة بالشک بینهما قال میرک والصواب عبد الله قلت وجزم شیخنا فی البذل بانه عبد الرحمن ورد روایة الشک اخرجها مسلم بطریقین قال النووی لا یضر الشک فی الراوی اذا کان بین الثقتین فان ابنی کعب هذا ن ثقتان اه قلت واخرجها مسلم بطرق عن عبد الرحمن ۱۲ [3] قال ابو عیسی الخ لعل غرض المصنف بیان ان لفظ یلعق اصابعه الثلث محفوظ دون اصابعه ثلثا ولذا اید بروایة انس الآتیة وسیاتی روایة غیر ابن بشار قریبا قال القاری الظاهر ما قاله میرک من ان التقدیر ثلثا من الاصابع لیوافق روایة اصابعه الثلث ومن جعله قیدا لیلعق وزعم ان معناه کل واحدة من اصابعه ثلث مرات فقد ابعد من المرام فانه لم یات التصریح فی روایة انه صلی الله علیه وسلم لعق اصابعه ثلث مرات ورد التصریح بلعق اصابعه الثلث فی کثیر من الطرق انتهی ۱۲ [4] یزید بالیاء فی اوله فما فی بعض النسخ بدون الیاء بلفظ زید سهو من الناسخ قاله القاری والصدائی بضم الصاد المهملة نسبة الی صداء بالمد اسم قبیلة ۱۲ [5] نسبة الی حضرموت قبیلة بالیمن ویعقوب هذا احد القراء العشرة المعروفة ۱۲

عن ۳ ابی جحیفۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما انا فلا اکل متکئا حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مہدی ثنا سفین عن علی بن الاقمر نحوہ حدثنا ھرون بن اسحاق الھمدانی ثنا عبدۃ بن سلیمان عن ھشام بن عروۃ عن ابن لکعب بن مالک عن ۴ ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل باصابعہ الثلث و یلعقہن حدثنا احمد بن منیع ثنا الفضل بن دکین ثنا مصعب بن سلیم قال سمعت ۵ انس بن مالک یقول اُتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتمر فرأیتہ یاکل وھو مقع من الجوع

(۳) ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ ف یہ حدیث ایک باب پہلے گذر چکی ہے۔ (۴) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمانے کی تھی اور اُن کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے ف بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ پہلے بیچ کی انگلی چاٹتے تھے اسکے بعد شہادت کی انگلی اسکے بعد انگوٹھا یہی تین انگلیاں تھیں جن سے کھانا تناول فرمانیکا معمول میرے آقا کا تھا۔ اس ترتیب میں بھی علماء نے متعدد مصالح بیان فرمائے ہیں ایک یہ کہ انگلیاں چاٹنے کا دور اس طرح دائیں کو چلتا ہے کہ شہادت کی انگلی درمیانی انگلی کے دائیں جانب واقع ہوگی دوسرے یہ کہ بیچ کی انگلی لانبی ہونے کی وجہ سے زیادہ ملوث ہوتی ہے اسلئے بھی اس سے ابتدا مناسب ہے خطابی لکھتے ہیں کہ بعض بیوقوف انگلیاں چاٹنے کو ناپسند اور قبیح سمجھتے ہیں حالانکہ ان کو اتنی عقل نہیں کہ انگلیوں پر جو کھانا لگا ہوا ہے وہی تو ہے جو اتنی دیر سے کھایا جا رہا تھا اسی میں کیا نئی چیز ہوگئی۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے فعل کو قبیح سمجھے تو اسکے متعلق کلام کیا جائے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو قباحت کیطرف منسوب کرنیسے اندیشہ کفر ہے (جامع الوسائل) درحقیقت ایسے امور میں عادات کو بڑا دخل ہوتا ہے جنکو عادت ہوتی ہے ان کو التفات بھی نہیں ہوتا اسلئے اگر کسی کو کراہت طبعی اپنے اس فعل سے ہو بھی تب بھی عادت کی کوشش کرنا چاہئے۔ بندہ جب حجاز گیا تھا تو وہاں کے بعض احباب جو ہندوستان کبھی نہیں آئے تھے مجھ سے نہایت ہی تعجب اور بڑی حیرت سے یہ پوچھا تھا ہم نے سنا ہے کہ ہندوستان میں کوئی پھل آم کہلاتا ہے اسکے متعلق ایسی گندی بات سنی ہے کہ حیرت ہوتی ہے اسکو منہ میں لیکر چوسا جاتا ہے پھر باہر نکالا جاتا ہے پھر اسکو منہ میں لیکر چوسا جاتا ہے پھر اسکو نکالکر دیکھتے ہیں پھر منہ میں لے لیتے ہیں۔ غرض اس انداز سے وہ گھناوٹ سے تعبیر کر رہے تھے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان لوگوں کو اس تذکرہ سے قے ہو جائیگی۔ لیکن کسی ہندی کو کراہت کا خیال بھی نہیں آتا۔ ایک اسی پر کیا موقوف ہے فیرینی کا چمچہ سارا منہ میں لیلیا جاتا ہے پھر اسی لعاب کے بھرے ہوئے کو رکابی میں ڈالدیا جاتا ہے پھر دوبارہ اور سہ بارہ۔ اسی طرح اور سیکڑوں مناظر ہیں کہ ان کے عادی ہونے کی وجہ سے کراہیت کا واہمہ بھی نہیں ہوتا۔ (۵) انس بن مالک رضی اللہ

لہ قال البیجوری تبعا للمناوی فی الفرق بین ہذہ الروایۃ وروایۃ الحسین والصدائی التصفیۃ ان الحدیث مرسل فی ہذا الاسناد وقال القاری ظاہرہ انہ موقوف علیہ ویحتمل رفعہ ولیت شعری کیف حکموا علیہ بالارسال او الوقف وقد تقدم بہذا السند مرفوعا متصلا فی باب اتکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا کرہ ہہنا لاختلاف ترجمۃ الباب کذا فی ال ۱۲

سہ ہذا ہو الحدیث الذی اشار الیہ المصنف ان غیر ابن بشار رواہ بلیق اصابعہ الثلث ولم یظہر لی وجہ فی الفصل بالاجنبی بین روایتی ابن کعب کان حقہ ان یذکرہ موصلا ہذا ینسب فی النساخ ولتوجیہ مسارغ ۱۲ سہ قال المناوی ای متساندا الی ما ورائہ من الضعف الحاصل بسبب الجوع نقل القاموس اقعی فی جلوسہ تساند الی ما ورائہ وکلمۃ حال من فاعل یاکل ولیس اسنادہ من آداب الاکل لانہ فعلہ للضرورۃ وبما تقرر عرفت انہ لیس المراد ہہنا الاقعاء المسنون فی الصلوۃ وہو ان یجلس ... فی الصلوۃ وہو ان یجلس علی الیتیہ ناصبا فخذیہ وسقط منہ قول شارح ان الاقعاء مکروہ فی الصلوۃ دون ہہنا اہ قال القاری قد کان الاقعاء لمعان یحمل اتعابہ۔

صلی اللہ علیہ وسلم علی ما ثبت من جلوسہ عند الاکل وقد ثبت الاستناد فتعین حملہ علیہ ونقل الجوہری عن اللغویین بانہ من ہیئۃ الاستناد والتساند الی الوراء فتعین قوہ مقع من الجہد

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ خُبْزِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم

حدثنا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار قالا ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت عبد الرحمٰن بن یزید یحدث عن الاسود بن یزید عن عائشة رضی الله عنها انها قالت ما شبع آل محمد صلی الله علیه وسلم من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم حدثنا عباس بن محمد الدوری ثنا یحیی بن ابی بکیر ثنا حریز بن عثمان عن سلیم بن عامر قال سمعت ابا امامة الباهلی یقول ما کان یفضل عن اهل بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم خبز الشعیر حدثنا عبد الله بن معاویة الجمحی ثنا ثابت بن

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی گئیں تو حضور ان کو نوش فرما رہے تھے اور اسوقت بھوک کی وجہ سے اپنے سہارے سے تشریف فرما نہیں تھے بلکہ اکڑوں بیٹھ کر کسی چیز پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔ **ف** یعنی کمر کو دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک رکھا تھا۔ کسی چیز پر ٹیک لگا کر کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے لیکن اس جگہ پر چونکہ ضعف کے عذر سے تھا اسلئے نہ اس روایت پر اُن احادیث کے خلاف کا اشکال ہو سکتا ہے جن میں ممانعت آئی ہے اور نہ اس روایت سے بلاعذر ٹیک لگا کر کھانے کا استحباب ثابت ہو سکتا ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کا ذکر

ف یعنی کس قسم کی روٹی کھانے کا آپ کا معمول تھا۔ اس باب میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک حضور کے اہل و عیال نے مسلسل دو دن کبھی جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ **ف** یعنی کھجوروں سے اگرچہ اسکی نوبت آ گئی ہو لیکن روٹی سے کبھی یہ نوبت نہیں آئی کہ مسلسل دو دن ملی ہو لیکن اسپر ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ روایات سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں کا ایک سال کا نفقہ مرحمت فرما دیا کرتے تھے۔ اب ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے۔ علماء نے اسکی مختلف توجیہیں فرمائی ہیں۔ منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ اس حدیث میں اہل کا لفظ زائد ہے اور مراد خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے اور اپنے لئے ذخیرہ ثابت نہیں۔ چنانچہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت باب کے اخیر میں اسی مضمون کی آ رہی ہے۔ بعض نے یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ ذخیرہ تو حضور حوالہ فرما دیا کرتے تھے لیکن ازواج مطہرات بھی شوق ثواب میں سب تقسیم فرما دیتی تھیں۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک ان کے علاوہ دو توجیہیں اور ممکن ہیں لیکن چونکہ کسی بڑے کی کلام سے منقول نہیں اسلئے حجت نہیں ہیں تاہم محتمل ضرور ہیں۔ اوّل یہ کہ سال بھر کا نفقہ اسی حساب سے ہو کہ مسلسل دو دن کی روٹی کا حساب نہ بیٹھتا ہو بلکہ کبھی روٹی، کبھی کھجوریں، کبھی فاقہ۔ دوسری توجیہ یہ کہ وہ نفقہ کیا عجب ہے کہ کھجوریں ہوں، اس حدیث میں اسکی نفی نہیں بلکہ روٹی کی نفی ہے۔ (۲) ابو امامہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس

ؔلہ بالضم اسم لما یوکل ...

ملہ بالضم اسم لما یوکل وبالفتح مصدر یعنی اصطناعہ والمراد الاول وقال ابن حجر زعم ان فی الترجمة حذفا ای خبز آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیطابق الحدیث باطل لان لما کان آکلا ہو خبزہ ویکون منسوبا الیہ علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل فیہم ۱۲ ؔلہ یعنی عیاله الذین کانوا فی مؤنتہ ولیس المراد بہم من حرمت علیہم الصدقة قال میرک ویحتمل ان لفظ الآل مقحم ویؤیدہ ان اخرجہ فی آخر الباب من طریق شعبة بلفظ ما شبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیحصل المطابقة بینہ وبین الترجمة اھ قال المناوی وما یاکلہ عیالہ یسمی خبزہ فالخبر مطابق للترجمة اھ ۱۲ ؔسہ اشارة الی استمرار تلک الحالة طول مدة اقامتہ بالمدینة وہی عشر سنین ۱۲ ؔسہ الدوری بضم الدال المہملة وسکون الواو بعدہا راء مہملة نسبة الی مواضع والدور محلة وقریة ایضا ببغداد ۱۲ ؔشہ بفتح حاء مہملة وکسر راء، ویحیی ساکنة آخرہ زای کان ثبتا ناصبیا وغلط من قال بردہ عنہ قالہ المناوی ۱۲ ؔلہ الجمحی بضم الجیم وفتح المیم نسبة الی جمح بطن من قریش

[illegible] ... الانساب للسمعانی نسبة الی بنی جمح قال صاحب المغنی ہو جمح بن عمرو ۱۲

یزید عن ہلال بن خباب[۱] عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبیت اللیالی المتتابعۃ طاویا[۲] ھو واھلہ لایجدون عشاء[۳] وکان اکثر خبزھم خبز الشعیر حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن ثنا عبید اللہ بن عبد المجید الحنفی[۴] ثنا عبد الرحمن ھو ابن عبد اللہ بن دینار ثنا ابو حازم عن سھل بن سعد انہ قیل لہ اکل[۵] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النقی[۶] یعنی الحواری[۷] فقال سھل[۸] مارأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النقی حتی لقی اللہ تعالیٰ فقیل لہ ھل کانت لکم مناخل[۹] علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ماکانت لنا مناخل

صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جو کی روٹی کبھی نہیں بچتی تھی۔ **ف** یعنی جو کی روٹی اگر کبھی پکتی تھی تو وہ مقدار میں اتنی ہوتی ہی نہیں تھی کہ بچتی اسلئے کہ پیٹ بھرنے کو بھی کافی نہیں ہوتی تھی اور اسپر حضور کے مہمانوں کی کثرت اور اہل صفہ تو مستقل طور سے حضور کے مہمان تھے ہی (۳) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے گھر والے کئی کئی رات پے درپے بھوکے گذار دیتے تھے کہ رات کو کھانے کیلئے کچھ موجود نہیں ہوتا تھا۔ اور اکثری غذا آپکی جو کی روٹی ہوتی تھی (گو کبھی کبھی گیہوں کی روٹی بھی مل جاتی تھی) **ف** حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اگرچہ بعض لوگ ایسے تھے جو اہل ثروت تھے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غایت اخفاء کیوجہ سے ان کو علم ہی نہیں ہوتا تھا، ایسے ہی اہل وعیال بھی اخفاء کرتے تھے۔ (۴) سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفید میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ حضور کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ آیا بھی نہیں ہوگا پھر سائل نے پوچھا کہ حضور کے زمانہ میں تم لوگوں کے یہاں چھلنیاں تھیں، انھوں نے فرمایا کہ نہیں تھیں۔ سائل نے پوچھا پھر جو کی روٹی کو کیسے پکاتے تھے (چونکہ اس میں تنکے وغیرہ زیادہ ہوتے ہیں) سہل نے فرمایا کہ اسکے آٹے میں پھونک مار لیا کرتے تھے، جو موٹے موٹے تنکے ہوتے تھے وہ اُڑ جاتے تھے باقی گوندھ لیتے تھے۔ **ف** اللہ الصمد آج کل گیہوں کی روٹی بھی بغیر چھنے کھانا مشکل سمجھا جاتا ہے حالانکہ بغیر چھنے آٹے کی روٹی زود ہضم بھی ہوتی ہے اور میدہ کی روٹی نہایت ثقیل لیکن پھر بھی تنعم کے زور میں بہت سے گھرانوں میں یہ فضول رواج جاری ہوگیا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلی بدعت جو اسلام میں آئی ہے وہ چھلنیوں کا رواج ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ وہ بدعت ہی جو شرعاً سنت کے مقابل شمار کیجاتی ہے بلکہ جدید رواج کے اعتبار سے بدعت کہدیا ہے ورنہ اس کے جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

ل بفتح الخاء المعجمۃ وتشدید الموحدۃ الاولیٰ ۱۲ ق والحدیث اخرجہ المصنف فی جامعہ بہذا السند وقال حسن صحیح ۱۲ ۲ ای خالی البطن جائعا قال میرک طوی بالکسر یطوی اذا جاع وطوی بالفتح یطوی اذا جوع نفسہ قصداً ۱۲ ق ۳ عشاء بالفتح ھو طعام العشاء وبالکسر ھو آخر النہار والمعنی لایجدون مایاکلونہ فی اللیل قال المناوی قال الشارح فیہ عدم الاثم فی عدم اطعام الجائع حیث رضی اغنیاء الصحابۃ بکونہم جائعین وھو زلل استغفر اللہ لقائلہ وکیف یظن عاقل بمکان الصحب بانہم کانوا علیہ من بذلہم النفوس دونہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ یبلغہم ذلک وسکتوا عنہ بل کان صلی اللہ علیہ وسلم لشرف نفسہ یبالغ فی ستر ذلک عنہم ۱۲ م ۴ الحنفی نسبۃ لبنی حنیفۃ قبیلۃ من ربیعۃ سکنوا الیمامۃ فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ م ۵ اکل استفہام بحذف حرفہ وہی ثابتۃ فی نسخۃ قالہ المناوی ۱۲ ۶ بفتح نون وکسر قاف و تشدید تحتیۃ یقال لہ بالفارسیۃ میدہ ۱۲ ق ۷ الحواری مدرج من الراوی فی تفسیر اللفظ وہو بضم الحاء المہملۃ وتشدید الواو وفتح الراء فی آخرہ الف مقصورۃ ماحور ای بیض من الدقیق بنخلہ مراراً ماخوذ من التحویر وہو التبییض واخطأ من زعم تشدید الیاء ۱۲ ق م ۸ سہل بالسین المہملۃ ای ابن سعد المذکور فما فی بعض النسخ بلفظ سہل تصحیف ۱۲ ۹ جمع منخل بضم المیم والخاء وفتح الخاء لغۃ اسم آلۃ علی خلاف القیاس والمعنی ماکانت لنا المناخل فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولذا قیل المنخل اول بدعۃ فی الاسلام وقد روی عن سہل فی بعض طرق الحدیث مارأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منخلا من حین بعثہ الی حین قبض قال الحافظ ابن حجر احترز بہ عن قبل البعث لانہ توجہ قبلہ الشام مرتین والخبز النقی فیہ کثیر وکذا المناخل ۱۲ م

فقیل کیف کنتم تصنعون بالشعیر قال کنا ننفخه فیطیر منه ما طار ثم نعجنه حدثنا محمد بن بشار انا معاذ

ابن هشام قال ثنی ابی عن یونس عن قتادة عن [5] انس بن مالک قال ما اکل نبی الله صلی الله علیه وسلم علی خوان [1]

ولا فی سکرجة [2] ولاخبز له مرقق قال فقلت لقتادة فعلی [3] ما کانوا یاکلون قال علی هذه السفر قال محمد بن بشار

بضم ففتح جمع سفرة ۱۲ — نفی مجهول ۱۲

یونس [4] هذا الذی روی عن قتادة هو یونس الاسکاف حدثنا احمد بن منیع ثنا عباد بن عباد المهلبی [5] عن

کشداد ۱۲

مجالد عن الشعبی عن [6] مسروق قال دخلت علی عائشة فدعت لی بطعام وقالت ما اشبع من طعام فاشاء ان ابکی

الا بکیت قال قلت لم قالت اذکر الحال التی فارق علیها رسول الله صلی الله علیه وسلم الدنیا والله ما شبع من خبز ولا

لحم مرتین فی یوم واحد حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابوداود قال حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت

الطیالسی ۱۲

عبدالرحمن بن یزید یحدث عن الاسود بن یزید عن [7] عائشة قالت ما شبع رسول الله صلی الله علیه وسلم

---

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا نہ چھوٹی طشتریوں میں نوش فرمایا نہ آپ کے لئے کبھی چپاتی پکائی گئی۔ یونس کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے پوچھا کہ پھر کھانا کس چیز پر رکھکر نوش فرماتے تھے انھوں نے جواب دیا کہ یہی چمڑے کے دستر خوان پر۔ **ف** یونس اور قتادہ جن کا ذکر ترجمہ میں آیا ہے وہ اس حدیث کی سند میں دو راوی ہیں۔ ملا مناوی اور ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ میز پر کھانا کھانا ہمیشہ سے متکبر لوگوں کی عادت رہی ہے۔ کوکب دری میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں چونکہ اسمیں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ بھی ہے اسلئے مکروہ تحریمی ہے۔ تشبہ کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے احادیث میں بہت کثرت سے اس پر مختلف عنوانات سے تنبیہ کی گئی ہے کھانے میں پینے میں لباس میں حتی کہ عبادات تک میں بھی اس سے روکا گیا ہے جیسا کہ عاشورا کے روزے اور اذان کی احادیث میں کثرت سے یہ مضمون کتب حدیث میں مذکور ہے مگر ہم لوگ اسمیں خاص طور سے لاپرواہیں فالی اللہ المشتکی۔ (۶) مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا انھوں نے میرے لئے کھانا منگایا اور یہ فرمانے لگیں کہ میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتی مگر میرا رونے کو دل چاہتا ہے پس رونے لگتی ہوں۔ مسروق نے پوچھا کہ کیوں رونے کو دل چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے حضور کی وہ حالت یاد آجاتی ہے جس پر ہم سے مفارقت فرمائی ہے کہ کبھی ایک دن میں دو مرتبہ گوشت یا روٹی سے پیٹ بھرنے کی نوبت نہیں آئی۔ (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے تمام عمر میں کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن پے در پے پیٹ نہیں بھرا۔ **ف** یہ وہی حدیث ہے جو شروع باب میں گذر چکی۔ اتنا فرق ہے کہ وہاں سب گھر والوں کا ذکر تھا یہاں خود حضور کی ذات والا صفات کا ذکر ہے مآل ایک ہی ہے کہ حضور کو اپنے اور اپنے گھر والوں کیلئے فقر ہی پسند تھا اتنا ہوتا ہی نہیں تھا کہ سب پیٹ بھر سکیں جو کچھ ہوتا تھا وہ غرباء پر تقسیم ہو جاتا تھا۔

---

[1] خوان قال القاری المشہور فیہ کسر المعجمۃ و یجوز ضمہا و ہو المائدۃ ما لم یکن علیہ طعام و یطلق فی المتعارف علی ما له ارجل و یکون مرتفعا عن الارض و استعماله من صنیع المترفین لئلا یفتقروا الی خفض الراس عند الاکل فالاکل علیہ بدعۃ انتہی قلت بل فیہ تشبہ بالنصاری ایضا ۱۲ [2] سکرجۃ بضم السین المہملۃ والکاف والراء المشددۃ المہملۃ و قیل الصواب فتح الراء اناء صغیر یوکل فیہ الشئی القلیل ۱۲ [3] کذا فی بعض نسخ الشمائل و فی اکثرہا علی م بمیم مفردۃ و حرف الجر اذا دخل علی ما الاستفہامیۃ حذف الالف لکثرۃ الاستعمال لکن قد ترد فی الاستعمالات القلیلۃ علی الاصل و ایضا اذا اتصل الجار بما الاستفہامیۃ المحذوفۃ الالف فیکتب بالالف نحو حتام و علام و الام ۱۲ ق [4] یونس لما لم یکن عند المصنف لیونس ہذا الا ہذا الحدیث الواحد نبہ علیہ لیتمیز عن غیرہ سیما یونس بن عبید البصری احد الثقات المکثرین فان طبقۃ کلیہما علی ما قاله الحافظ فی الفتح واحد فنقل عن شیخہ محمد بن بشار ان م

یونس الذی روی عن قتادۃ فی ہذا ہو یونس الاسکاف ... بکسر الہمزۃ و سکون السین ... و ہو صانع الخفاف ... و الاسکاف و انہ سکون و اسکاف

من خبز شعير يومين متتابعين حتى قبض حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن ثنا عبد الله بن عمرو ابو معمر[1] ثنا عبد الوارث[2]

عن سعيد بن ابی عروبة عن قتادة عن انس قال ما اكل رسول الله صلى الله عليه وسلم على خوان ولا اكل خبزا مرققا حتى مات

الرقاق بالضم الخبز الرقيق والمرقق نقيض الغليظ ۱۲

باب[3] ما جاء فی صفة ادام رسول الله صلى الله عليه وسلم

كتاب ما يؤتدم به ۱۲ مغرب

حدثنا محمد بن سهل بن عسكر وعبد الله بن عبد الرحمن قالا ثنا يحيى بن حسان ثنا سليمان بن بلال عن هشام

ابن عروة عن ابيه عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نعم[4] الادام الخل قال[5] عبد الله

بن عبد الرحمن فی حديثه نعم الادم او الادام الخل حدثنا قتيبة ثنا ابو الاحوص عن سماك بن

سلام بن سليم ۱۲

---

(۸) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے کبھی اخیر تک میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا اور نہ کبھی چپاتی نوش فرمائی۔ **ف** یہ حدیث بھی اسی باب کے نمبر ۵ پر گذر چکی ہے۔ روایات حدیث سے یہ بات تو تصریحاً ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کی حالت خود پسند فرمائی تھی اور جب حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے کسی فرشتے کی زبانی حضور سے فقر و فاقہ اور ثروت و ریاست کے درمیان ترجیح پوچھی جاتی تو حضور پہلی ہی قسم کو پسند فرماتے۔ چنانچہ متعدد احادیث اس مضمون کی وارد ہیں لیکن اس میں علماء کے دو قول ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند فرمانے کی وجہ سے میسر ہی اتنا ہوتا تھا جسکا اوپر ذکر ہوا۔ یا باوجود میسر ہونیکے حضور تواضعاً تناول نہیں فرماتے تھے اور تقسیم فرما دیتے تھے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کا ذکر

ف اس باب میں تینتیس سے زائد حدیثیں ہیں، بعض نسخوں میں اس باب میں ایک مضمون اور بھی ذکر کیا ہے وہ یہ کہ سالن اور مختلف اشیاء کا ذکر جو حضور نے تناول فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ سرکہ بھی کیسا اچھا سالن ہے۔ **ف** اس لحاظ سے کہ اسمیں دقت و محنت زیادہ نہیں ہوتی اور روٹی بے تکلف کھائی جاتی ہے۔ ہر وقت میسر آجاتا ہے نیز تکلفات سے بعید ہے، اور دنیوی گذران میں اختصار ہی مقصود ہے۔ اسکے علاوہ سرکہ میں خصوصی فوائد بھی بہت سے ہیں سمیات کیلئے مفید ہے بلغم اور صفراء کا قاطع ہے۔ کھانے کے ہضم میں معین ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کا قاتل ہے بھوک اچھی لگاتا ہے۔ البتہ سرد مزاج ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مضر ہوتا ہے لیکن اس لحاظ سے کہ بہترین سالن ہر وقت میسر آسکتا ہے جتنی بھی مدح ہو قرین قیاس ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور نوش فرماتے تھے اور یہ فرماتے تھے کیا ہی اچھا سالن ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے اسمیں برکت کی دعا فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ پہلے انبیاء کا بھی یہ سالن رہا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ محتاج نہیں ہیں یعنی سالن کی احتیاج باقی نہیں رہتی جمع الوسائل

---

[1] ابو معمر عطف بيان لعبد الله بن عمرو فما وقع فی بعض النسخ بواو بين المؤدی الی انهما راويان وبلفظ قالا بالتثنية سهو من الكاتب قاله القاری وهو عبد الله بن عمرو ابن ابی الحجاج المنقری المقعد البصری ۱۲ [2] هو عبد الوارث بن سعيد بن ذكوان خرج له الجماعة فقصر نظر من قال لم توجد ترجمة قاله المناوی ۱۲ [3] باب الخ بكذا فی النسخ الموجودة وزيد فی الترجمة فی بعض النسخ وما اكل من الالوان كما حكاه القاری عن بعض النسخ المصححة ۱۲ [4] نعم الادام الخ قال فی الدر المختار والادام ما يصطبغ به الخبز اذا اختلط به كخل وزيت الخ فالحديث موافق لمسلك الفقهاء وقال ابن القيم هذا ثناء عليه بحسب الوقت لا التفضيل على غيره لان سببه ان اهله قدموا الخبز افقال اما من ادم قالوا ما عندنا الا خل فقال ذلك جبرا لقلوبهم لا تفضيلا له على غيره كذا فی المناوی قلت وفيه انه وقع مدحه فی بعض الروايات بدون هذا السبب ايضا ۱۲

[5] قال عبد الله هذا بيان الفرق فی الالفاظ فتحية محمود وعبد الله بان رواية محمد جازمة ورواية عبد الله بلفظ الشك والمآل واحد ۱۲

حرب قال سمعت النعمان بن بشیر یقول الستم فی طعام وشراب ما شئتم لقد رائیت نبیکم وما یجد من الدقل ما یملأ بطنه حدثنا عبدة بن عبد اللہ الخزاعی ثنا معاویۃ بن ہشام عن سفین عن محارب بن دثار عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم الادام الخل حدثنا ہناد ثنا وکیع عن سفین عن ایوب عن ابی قلابۃ عن زہدم الجرمی قال کنا عند ابی موسی فاتی بلحم دجاج فتنحی رجل من القوم فقال ما لک قال انی رایتہا تاکل شیئا نتنا فحلفت ان لا اکلہا قال ادن فانی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل لحم دجاج حدثنا الفضل بن سہل الاعرج البغدادی ثنا ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن مہدی عن ابراہیم بن عمر بن سفینۃ عن ابیہ عن جدہ قال اکلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(استفہام انکاری ۱۲ — الثوری ۱۲ — بناء المجہول ۱۲ — بکسر الدال المہملۃ وحکی فتحہا وضمہا ایضا ۱۲)

میں ان روایات کو ابن ماجہ سے نقل کیا ہے۔ (۲) نعمان بن بشیر کہتے ہیں کیا تم لوگ کھانے پینے کی خاطر خواہ نعمتوں میں نہیں ہو حالانکہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ معمولی قسم کی کھجوروں کی بھی اتنی مقدار نہ ہوتی تھی کہ جس سے شکم سیر ہو سکے۔ **ف** صحابی کا مقصود ترغیب دینا ہے حضور کے اتباع اور دُنیا کی مختصر گیری کی۔ اور حدیث میں جب شکم سیر کھجوروں کی نفی ہو گئی تو روٹی سالن کا کیا ذکر لہذا ترجمۃ الباب سے مناسبت بھی ظاہر ہو گئی۔ (۳) حضرت جابرؓ بھی نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ سرکہ بھی کیا ہی اچھا سالن ہے۔ **ف** ممکن ہے کہ جس وقت حضور نے یہ ارشاد فرمایا تو حضرت عائشہ اور حضرت جابرؓ دونوں حضرات موجود ہوں۔ اور اقرب یہ ہے کہ مختلف اوقات میں حضور نے یہ ارشاد فرمایا۔ (۴) زہدم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا ان کے پاس کھانے میں مرغی کا گوشت آیا مجمع میں سے ایک آدمی پیچھے ہٹ گیا۔ ابو موسیٰ نے اس سے ہٹنے کی وجہ دریافت کی اُس نے عرض کیا کہ میں نے مرغی کو گندگی کھاتے دیکھا تھا اسلئے میں نے مرغی کھانے کی قسم کھا رکھی ہے حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ آؤ اور بے تکلف کھاؤ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نوش فرماتے دیکھا ہے اگر ناجائز یا ناپسند ہوتی تو حضور کیسے تناول فرماتے۔ **ف** مقصود یہ ہے کہ مباح شرعی کی تحریم نہیں کرنی چاہیے اسلئے اپنی قسم کو توڑ دو اور کفارہ دو۔ مرغی جمہور ائمہ کے نزدیک جائز ہے البتہ جلالہ کو علماء نے مکروہ فرمایا ہے مرغی حارّ رطب ہوتی ہے سریع الہضم ہے، اخلاط اچھے پیدا کرتی ہے، دماغ اور جملہ اعضائے رئیسہ کو قوت دیتی ہے آواز بھی صاف کرتی ہے، اور رنگ بھی خوشنما پیدا کرتی ہے عقل کو بھی قوت دیتی ہے۔ (۵) سفینہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری کا گوشت کھایا ہے۔ **ف** حباری ایک پرند ہے۔ اسکے ترجمہ میں علماء مختلف ہوئے ہیں بعض نے تغدری کیا ہے بعض نے بٹیر اور بعض نے سرخاب

لہ قال المناوی ما بمعنی الذی بدل من طعام وشراب العائد محذوف ای ما شئتموہ ووجہہ القاری بتوجیہات قال البیجوری ای الستم منعمین فی طعام وشراب مقدار الذی شئتم من السعۃ والافراط والخطاب للتابعین او للصحابۃ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ۔ ۳ نبیکم اضافۃ النبی الیہم الزاما لہم وتبکیتا وحثا علی التاسی بہ فی الاعراض عن الدنیا وبذا والاغاثۃ صلی اللہ علیہ وسلم کما انہ نبی للمخاطبین نبی للقائل ایضا وقتل خالد مالک بن نویرۃ لما قال لہ کان صاحبکم یقول کذا فقال ... بعد ... فقتلہ لکن مجرد ہذہ الکلمۃ ... لانہ ... ارتد ... ذلک بہذہ الکلمۃ قال القاری والمناوی ۱۲ ۔ ۳ ما یملأ الخ مفعول یجد وما موصوفۃ ... بیان ما تقدم ... ۵ بصیغۃ اسم الفاعل ودثار بکسر الدال المہملۃ وتخفیف المثلثۃ ۱۲ ۔ ۵ قال القاری رواہ احمد ومسلم ... وہو حدیث مشہور کاد ان یکون متواترا ۱۲ ۔ ... ای قلابۃ بکسر ... وتخفیف اللام ... موحدۃ اسمہ عبد اللہ بن زید ۱۲ ۔ ۵ بفتح الزای وسکون الہاء وفتح الدال المہملۃ والجرمی ... الجیم المفتوحۃ والراء ... جرم ... قال المصنف فی الجامع ... ہذا الحدیث من غیر وجہ ... حدیث زہدم ... ۱۲ ۔ ۵ قال الحنفی ... مفعول ... ابن حجر فقال ... ضمیر الی ابی موسیٰ ... لحم دجاج ... وتعقبہ القاری فقال ... ابن حجر ۱۲

لحم حباری حدثنا علی بن حجر ثنا اسمٰعیل بن ابراهیم عن ایوب عن القاسم التمیمی عن زهدم الجرمی قال

کنا عند ابی موسٰی قال فقدم طعامه وقدم فی طعامه لحم دجاج وفی القوم رجل من بنی تیم الله احمر کانه مولی قال

فلم یدن فقال له ابو موسٰی ادن فانی قد رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اکل منه فقال انی رأیته یاکل شیئا فقذرته

فحلفت ان لا اطعمه ابدا حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو احمد الزبیری وابو نعیم قالا ثنا سفیٰن عن عبد الله بن

عیسٰی عن رجل من اهل الشام یقال له عطاء عن ابی اسید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کلوا الزیت و

اور بعض مترجمین نے چکا چکوئی کیا ہے۔ محیط اعظم میں لکھا ہے کہ حباری کو فارسی میں ہوبرہ اور شوات اور شوال کہتے ہیں۔ ترکی میں تو غدری اور ہندی میں چرز کہتے ہیں، جنگلی پرند ہے جس کا رنگ خاکی اور گردن بڑی اور پاؤں لانبے اور چونچ میں تھوڑی سی لمبائی ہوتی ہے، بہت تیز اُڑتا ہے اسکو حرج بھی کہتے ہیں، یونانی لوگ اسکو غلوفس کہتے ہیں، جثہ میں کونج اور مرغابی کے درمیان ہوتا ہے۔ منتخب اللغات الصراح نے بھی حباری کا ترجمہ شوات لکھا ہے اور مظاہر حق میں تعذری لکھا ہے، حباری کا ترجمہ اور حضرات نے بھی تعذری لکھا ہے اسلئے یہی صحیح ہے۔ صاحب غیاث نے تعذری اور چرز لکھا ہے صاحب بحر الجواہر نے بھی تعذری اور چرز لکھا ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اسکو سُرخاب بھی کہتے ہیں۔ لیکن صاحب محیط نے سرخاب جسکو چکوہ بھی کہتے ہیں دوسرا پرند لکھا ہے، اور صاحب نفائس نے چکوا اور سرخاب کی عربی نحام لکھا ہے اسلئے اقرب یہی ہے کہ سُرخاب دوسرا جانور ہے۔ سفینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ کا لقب تھا ان کو سفینہ اسلئے کہتے تھے کہ کشتی کیطرح سے سفر میں بہت سا سامان اپنے اوپر لاد لیتے تھے (۶) زہدم کہتے ہیں کہ ہم ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اُن کے پاس کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت بھی تھا۔ مجمع میں ایک آدمی قبیلہ بنو تیم اللہ کا بھی تھا جو سُرخ رنگ تھا بظاہر آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا اُس نے یکسوئی اختیار کی۔ ابو موسیٰ نے اُسے متوجہ ہونے کو کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرغی تناول فرمانے کا ذکر کیا، اس نے عذر کیا کہ میں نے اسکو کچھ ایسی ہی چیز کھاتے دیکھا جس کی وجہ سے مجھے اس سے کراہت آتی ہے اسلئے میں نے اسکے کھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔

ف یہ وہی حدیث ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔ اختلاف سند سے صورتاً قصہ میں کچھ اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ شمائل میں دونوں حدیثیں مختصر ذکر کی گئیں۔ بُخاری شریف میں یہ لمبا قصہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے پھر بھی یہی فرمایا کہ کھاؤ اور قسم کا کفارہ ادا کرو کہ حلال چیز کے نہ کھانے کی قسم کے کیا معنی۔ (۷) ابو اسید کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھانے میں بھی استعمال کرو

لہ الحباری الفعالالتانیث یقع علی الذکر والانثی والواحد والجمع طائر طویل العنق فی منقاره بعض طول رمادی اللون شدید الطیران یقرب به المثل فیقال اطلب من الحباری وهو اکثر الطیور حیلة فی تحصیل الرزق ولذا خصها فی حدیث انس ان الحباری لیموت هزلا بذنب ابن آدم یعنی [illegible] خصها بالذکر لانها [illegible] ومما یاتی الا انهصام نافع لاهل الریاضة والتعب قال القاری واهل مصر یسمون الحباری الحرج ویضرب به المثل فی الحمق [illegible] مادام هذا علیه اه وکذا قال الدمیری ۱۲ ؎ اختلف فی هذا الحدیث علی ایوب فروی عنه عن القاسم کما هنا وتقدم قریبا عنه عن [illegible] وقد اخرج البخاری فی [illegible] حماد بن زید عن ایوب عنهما ۱۲ ؎ التیمی بیمین بینهما یا هو الصواب وصححه فی هامش المکتوبة وما قال مولانا عصام وتبعه العلامة المناوی من تصویب [illegible] وقال وفی بعض النسخ التیمی وهو الظاهر لان ایوب من رواة القاسم بن محمد التیمی احد الفقهاء السبعة اه لیس بصواب بل القاسم هذا هو قاسم بن عاصم التیمی ویقال الکلیبی [illegible] بعد التحتیة جزم به القاری وبه جزم الحافظ فی الفتح والعینی فی شرح البخاری وما قال المناوی ان ایوب هذا من رواة القاسم بن محمد فلا دلیل فیه علی انه لیس من رواة قاسم بن [illegible] وقد مر فی تلامذته ایضا اصحاب الرجال فتامل ۱۲ ؎ بینا المجهول من التقدیم ای قدم بعض خدمه ۱۲ ؎ تیم الله ای عبد الله من قولهم تیم الحب ای ذلله وعبده وهو تیم الله بن ثعلبة من بنی بکر قیس هذا دلیل علی ان [illegible] زهدم جرمی [illegible] متنوا [illegible] لحافظ ابن حجر [illegible] زهدم الیهما [illegible] المناوی والقاری فی جمع الوسائل [illegible] قلت [illegible]

[illegible]

ادھنوا بہ فانہ من شجرۃ مبارکۃ حدثنا یحیی بن موسٰی ثنا عبد الرزاق ثنا معمر عن زید بن اسلم عن ابیہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلوا الزیت وادھنوا بہ فانہ من شجرۃ مبارکۃ قال ابو عیسٰی وکان عبد الرزاق یضطرب فی ھذا الحدیث فربما اسندہ وربما ارسلہ حدثنا السنجی وھو ابو داؤد سلیمان بن معبد المروزی السنجی ثنا عبد الرزاق عن معمر عن زید بن اسلم عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ ولم یذکر فیہ عن عمر حدثنا محمد بن بشار ثنا محمد بن جعفر وعبد الرحمن بن مھدی قالا ثنا شعبۃ عن قتادۃ عن انس بن مالک قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعجبہ الدباء فاتی بطعام او دعی لہ فجعلت اتتبعہ فاضعہ بین یدیہ لما اعلم انہ یحبہ حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا حفص بن غیاث عن اسمٰعیل بن ابی خالد عن حکیم بن

اور مالش میں بھی۔ اسلئے کہ بابرکت درخت کا تیل ہے۔ **ف** اس درخت پر مبارک کا اطلاق کلام اللہ شریف کی اس آیت میں آیا ہے من شجرۃ مُبارکۃ زیتونۃ الآیۃ اور بابرکت ہونے کی وجہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اکثر شام میں پیدا ہوتا ہے اور وہ زمین اسلئے بابرکت ہے کہ اس میں ستر نبی مبعوث ہوئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ برکت کا اطلاق اسلئے ہے کہ اس میں منافع بہت ہیں۔ چنانچہ ابو نعیم نے نقل کیا ہے کہ اس میں ستر بیماریوں کی شفا ہے جن میں سے ایک جذام بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکی ہر چیز میں منافع ہیں، اس کا تیل جلانے کے کام میں آتا ہے، کھانے کے کام میں آتا ہے، دباغت کے کام میں آتا ہے، ایندھن جلانے کے کام میں لایا جاتا ہے حتیٰ کہ اسکی راکھ ریشم دھونے کے لئے خاص طور سے مفید ہے۔ کہتے ہیں کہ اسکے درخت کی عمر بہت ہوتی ہے، چالیس سال کے بعد تو پھل لاتا ہے اور ایک ہزار برس کی عمر اکثر ہوتی ہے۔ اسکے منافع طب کی کتب میں بکثرت ذکر کئے گئے ہیں۔

(۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھاؤ اور مالش میں استعمال کرو اسلئے کہ وہ مبارک درخت سے پیدا ہوتا ہے۔ **ف** ان روایات کو حضور کے معمولات میں ذکر کرنا اس وجہ سے ہے کہ جب حضور نے اس کی ترغیب دی ہے تو خود استعمال فرمانا ظاہر ہے (۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو مرغوب تھا۔ ایک مرتبہ حضور کے پاس کھانا آیا، یا حضور کسی دعوت میں تشریف لیگئے (راوی کو شک ہے کہ یہ قصہ کس موقع کا ہے) جس میں کدو تھا۔ چونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مرغوب ہے، اسلئے اسکے قتلے ڈھونڈ کر میں حضور کے سامنے کر دیتا تھا۔ **ف** اس معلوم ہوا کہ اگر برتن میں مختلف چیزیں ہوں تو اپنے علاوہ دوسری جانب سے بھی کسی مرغوب چیز کے اٹھا لینے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ ساتھی کو کراہت نہ آوے۔ ڈھونڈ کر پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شوربا زیادہ رکھنے کا معمول تھا حضور نے اسکی ترغیب بھی فرمائی ہے کہ شوربا زیادہ رکھا کرو کہ پڑوسی بھی منتفع ہو سکے۔

لہ بفتح المیمین بینھما عین مھملۃ ساکنۃ ۱۲ سے فربما الخ غرض المصنف بیان الاضطراب فی ہذا الحدیث فی وصلہ وارسالہ فروی اولاً موصولاً بروایۃ یحیٰی عن عبد الرزاق ثم ذکر بعدہ الطریق السنجی عن عبد الرزاق مرسلاً وقال فی جامعہ ہذا حدیث لانعرفہ الا من حدیث عبد الرزاق عن معمر وکان عبد الرزاق یضطرب فی روایۃ ہذا الحدیث فربما ذکر فیہ عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وربما رواہ علی الشک فقال احسبہ عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وربما قال عن زید بن اسلم عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلاً ۱۲ سے السنجی بکسر السین المھملۃ وسکون النون نسبۃ الی سنج قریۃ من قری مرو سے معبد بفتح المیم وسکون العین المھملۃ وفتح الموحدۃ ۱۲ سے الدباء بضم الدال وتشدید الموحدۃ وبالمد علی الاشھر وحکی القصر ایضاً وم

جابر عن[١] ابیه قال دخلت علی النبی صلی الله علیه وسلم فرأیت عنده دباء یقطع[١] فقلت ما هذا؟ قال نکثر به طعامنا
قال ابو عیسٰی وجابر هذا هو جابر بن طارق ویقال[٢] ابن ابی طارق وهو رجل من اصحاب رسول الله صلی الله
علیه وسلم ولا یعرف[٣] له الا هذا الحدیث الواحد وابو خالد اسمه سعد حدثنا قتیبة بن سعید عن مالک
بن انس عن اسحاق بن عبد الله بن ابی طلحة انه سمع انس[١١] بن مالک یقول ان خیاطا[٤] دعا رسول الله صلی الله
علیه وسلم لطعام صنعه فقال انس فذهبت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم الی ذلک الطعام فقرب الی
رسول الله صلی الله علیه وسلم خبزا من شعیر ومرقا فیه دباء وقدید قال انس فرأیت النبی صلی الله علیه وسلم
یتتبع الدباء حوالی الصحفة فلم ازل احب الدباء من یومئذ حدثنا احمد بن ابراهیم الدورقی وسلمة بن
شبیب ومحمود بن غیلان قالوا انا ابو اسامة عن هشام بن عروة عن ابیه عن[١٢] عائشة قالت کان النبی صلی الله

(١٠) جابر بن طارق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کدو کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جارہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا بنیگا۔ فرمایا کہ اس سے سالن میں اضافہ کیا جائیگا۔ **ف** کدو کے فوائد بھی علماء حدیث نے بہت سے لکھے ہیں اور طب کی کتابوں میں بھی بہت سے منافع لکھے ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ عقل کو تیز کرتا ہے دماغ کو قوت دیتا ہے۔ (١١) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مرتبہ دعوت کی میں بھی حضور کے ساتھ حاضر ہوا۔ اس نے حضور کی خدمت میں جو کی روٹی اور کدو گوشت کا شوربا پیش کیا۔ میں نے حضور کو دیکھا کہ پیالہ کے سب جانبوں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما کر نوش فرمارہے ہیں۔ اسوقت سے مجھے بھی کدو مرغوب ہوگیا۔ **ف** حضرت انس کی خود بھی دعوت ہوگی یا حضور کے ساتھ خادمیت میں چلے گئے ہونگے اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ داعی کو گراں نہ ہو حضرت انس کا یہ ارشاد کہ مجھے اسوقت سے کدو سے رغبت ہوگئی اس محبت کا ثمرہ ہے جو ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور محبت کا مقتضا یہی ہے کہ محبوب کی ہر ادا پسند ہو اس کی ہر بات دل میں جگہ کرنے والی ہو جس درجہ کی محبت ہوگی اسی مرتبہ میں محبوب کے اثرات کی ساتھ شغف ہوگا لیکن اللہ کی شان ہے کہ آج حضور کے ساتھ محبت کے دعویداروں کو حضور جیسی صورت بنانا بھی پسند نہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ (١٢) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا اور شہد پسند تھا **ف** بظاہر حدیث میں حلوے سے مراد ہر میٹھی چیز ہے لیکن بعض لوگوں نے اس سے متعارف حلوا مراد لیا ہے جو مٹھائی اور گھی وغیرہ سے بنایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حلوا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوا کر

[١] من التقطیع وهو جعل الشیء قطعة قطعة وباب التفعیل للتکثیر ١٢ ق [٢] قال ابو عیسٰی لما کان جابر بن عبد الله هو المشهور من الصحابة والمطلق ینصرف الی المشهور نبه المصنف علی ان هذا رجل آخر صحابی غیر ذاک المشهور ١٢ [٣] وقال الحمیدی جابر بن طارق بن ابی طارق فقد نسبه الی ابیه وقد ینسب الی جده فیقال جابر بن ابی طارق کذا فی الاصابة قال انس وغیره ١٢ [٣] لا یعرف بناء المجهول علی الغائب وبناء المعلوم علی المتکلم روایتان قلت وفیه ان الحافظ ذکر له حدیثا آخر فی الاصابة ١٢ [٤] خیاطا قال العسقلانی لم اقف علی تسمیته لکن فی روایة انه مولی المصطفی صلی الله علیه وسلم کما قاله القاری والمناوی قلت ولفظ البخاری بروایة ثمامة عن انس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اتی مولی له خیاطا الحدیث ١٢ قال القاری حیث تطلب مخصوص او تبعا له لکونه خادما له صلی الله علیه وسلم اهـ حوالی بفتح اللام وسکون الیاء تثنیة مفرد وشی بقصره والمعنی الجوانب ١٢

علیہ وسلم یحب الحلوآء[1] والعسل حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی[2] انا حجاج بن محمد قال قال ابن جریج اخبرنی

محمد بن یوسف ان عطاء بن یسار اخبرہ ان ام سلمۃ[13] اخبرتہ انہا قربت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جنبًا مشویًا فاکل منہ ثم قام الی الصلوۃ وما توضأ حدثنا قتیبۃ ثنا ابن لہیعۃ عن سلیمان بن زیاد عن

عبد اللہ بن الحارث[14] قال اکلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شواء[3] فی المسجد حدثنا محمود بن غیلان

انا وکیع حدثنا مسعر عن ابی صخرۃ[4] جامع بن شداد عن المغیرۃ بن عبد اللہ عن المغیرۃ[15] بن شعبۃ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو پسند فرمایا۔ یہ حلوا آٹے اور شہد اور گھی سے بنایا گیا تھا۔ شکر کا اس زمانہ میں کچھ ایسا دستور نہ تھا اسلئے میٹھی چیز عموماً شہد یا کھجور سے بنائی جاتی تھی۔ (۱۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انھوں نے پہلو کا بھنا ہوا گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضور نے تناول فرمایا اور پھر بلا وضو کئے نماز پڑھی۔ **ف** بعض روایات سے آگ سے پکی ہوئی چیز کا ناقض وضو ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہی مذہب بعض علماء متقدمین کا ہے لیکن خلفائے اربعہ اور ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جو احادیث وجوب وضو پر دلالت کرتی ہیں وہ منسوخ ہیں یا مؤول ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ کی یہ حدیث بھی جمہور کی تائید کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نئی وضو کئے بغیر نماز پڑھی۔ (۱۴) عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھنا ہوا گوشت مسجد میں کھایا۔ **ف** اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں کھانا پینا جائز ہے بشرطیکہ ریزہ وغیرہ سے مسجد خراب نہ ہو ورنہ مکروہ ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ یہ حالت اعتکاف کا ذکر ہو کہ حضور کا معمول ہر سال اعتکاف کرنے کا تھا اور اس صورت میں مسجد میں کھانا پینا ظاہر ہے۔ (۱۵) مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہمان ہوا۔ کھانے میں ایک پہلو بھنا ہوا لایا گیا، حضور چاقو لیکر اس میں سے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرما رہے تھے، اسی دوران میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر نماز کی تیاری کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خاک آلودہ ہو اسکے دونوں ہاتھ، کیا ہوا اسکو کہ ایسے موقع پر خبر کی۔ اور پھر چھری رکھ کر نماز کے لئے تشریف لیگئے۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ دوسری بات میرے ساتھ یہ پیش آئی کہ میری مونچھ بہت بڑھ رہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاؤ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دوں، یا یہ فرمایا کہ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دو۔ کسی راوی کو الفاظ میں شک ہے کہ کیا لفظ فرمائے۔ **ف** اس حدیث میں چند مضمون قابل تنبیہ ہیں اوّل یہ کہ حضور کے ساتھ مہمان ہوا، اسکے مطلب میں علماء کے دو قول ہیں اور روایات مختلفہ سے دونوں کی تائید ہوتی ہے ایک یہ کہ ساتھ کا لفظ زائد ہے اور مقصود یہ ہے کہ میں حضور کا مہمان بنا اور حضور نے میزبانی کے مد میں پہلو کا گوشت بھنوایا اور کاٹ کاٹ کر کھلایا۔ جامع ترمذی شریف کی روایت اس مضمون کے کچھ زیادہ مناسب ہے، اور ابوداؤد کی روایت تو گویا اس مضمون میں صریح ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان بنا۔ دوسرے یہ کہ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کسی تیسرے شخص کے مہمان ہوئے، ساتھ کا لفظ روایات میں اسکی تائید کرتا ہے، اس صورت میں حضور کا کاٹ کر کھلانا تالیف قلوب کیلئے تھا۔ تیسرا مطلب بعض لوگوں نے یہ بھی کہا

---

[1] بالمد ویجوز قصرہ جمعہ الحلاوی قیل ہو کل شی فیہ حلاوۃ فقولہ العسل تخصیص بعد تعمیم وقیل المراد بہا المیع و ہو تمر یعجن باللبن وقیل ما صنع من انعام بحلو و قد یطلق علی الفاکہۃ وقال الخطابی تختص بما دخلتہ الصنعۃ ۱۲ [2] بفتح الفاء منسوب الی قریۃ یقال لہا الزعفرانیۃ ۱۲ ق [3] شواء بکسر اولہ و مدود ای مشویا والمراد مع الخبز کما فی روایۃ قالہ القاری ۱۲

قال ضِفتُ[1] مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ فاتی بجنب مشوی ثم اخذ الشفرۃ[2] فجعل یحز[3] لی بھا منہ قال فجاء بلال یؤذنہ[4] بالصلوۃ فالقی الشفرۃ فقال ماله تربت یداہ[5] قال وکان

ای مغیرۃ بن شعبۃ ۱۲

لکھا ہے کہ میں نے حضور کو اپنا مہمان کیا، مگر یہ صحیح نہیں۔ بندہ کے نزدیک اقرب یہ ہے کہ میں حضور کا مہمان تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مع مہمانوں کے کسی جگہ دعوت تھی جیسا عام دستور ہے کہ اکابر کی دعوت بمع خدام و مہمانان ہوتی ہے اس صورت میں ابوداؤد اور ترمذی دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ اصل میں حضور کے مہمان تھے اور حضور کی اسوقت مع مہمانوں کے دعوت کیوجہ سے یہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دونوں دوسرے کے مہمان تھے۔ دوسرا[6] مضمون چاقو سے کاٹنے کے متعلق ابوداؤد شریف اور بیہقی کی روایات میں چاقو سے کاٹنے کی ممانعت بھی آئی ہے۔ علماء حدیث نے اِن دونوں حدیثوں کے درمیان مختلف طریقوں سے جمع اور تطبیق فرمائی ہے۔ سہل یہ ہے کہ وہ ممانعت چاقو سے کھانے کی ہے۔ اور یہ واقعہ چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے کا ہے۔ اگر گوشت اچھی طرح نہ گلا ہو تو چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور ضابطہ کی بات یہ ہے کہ جس چیز میں اجازت اور ممانعت دونوں پائی جاتی ہوں اور وجوہ ترجیح میں سے کوئی وجہ نہ ہو تو قاعدہ کے موافق ممانعت کو ترجیح ہوا کرتی ہے۔ یہ ضابطہ مستقل ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جس حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے اسکے لفظ یہ ہیں کہ چاقو سے گوشت نہ کاٹا کرو یہ عجمیوں کا (یعنی کفار کا) طریقہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت اُس طریق میں ہے جس میں کفار سے تشبہ ہوتا ہو مطلقاً چاقو سے کاٹنے کی ممانعت نہیں ہے اور کفار کے ساتھ تشبہ سے بچنے کی تاکید تو سیکڑوں احادیث میں ہے۔ تیسری[7] بات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو حضور نے ارشاد فرمایا ہے یہ الفاظ تنبیہ سے ہیں ایسے الفاظ کے معنی مقصود نہیں ہوتے ملامت اور تنبیہ مقصود ہوتی ہے ہر زبان میں اس قسم کے الفاظ ڈانٹنے کے موقع میں مستعمل ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس جگہ پر بعض علماء نے حضور کے الفاظ ہونے کی وجہ سے اسکے نفیس نفیس معنی بھی بتلائے ہیں لیکن ظاہر صرف تنبیہ ہے اور تنبیہ اس امر پر تھی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہمان کی وجہ سے اسکے اہتمام میں مشغول تھے تو اسکے درمیان میں اطلاع نہ کرنی چاہئے تھی بلکہ فراغت کا انتظار مناسب تھا جبکہ نماز کے وقت میں گنجائش بھی تھی۔ چوتھی[8] بات لبوں کے کاٹنے کے متعلق ظاہر یہی مطلب ہے جو ترجمہ میں لکھا گیا کہ مغیرہ کی لبیں بڑھی ہوئی تھیں اور حضور نے کنگھے کے بجائے مسواک رکھکر کاٹنے کے متعلق ارشاد فرمایا۔ بعض شراح حدیث اسطرف گئے ہیں کہ حضور کی اپنی لبیں مراد ہیں لیکن ابوداؤد شریف کی روایت میں تصریح ہے کہ میری لبیں بڑھی ہوئی تھیں جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹ دیا۔ متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مختلف الفاظ سے وارد ہوا ہے جس میں ڈاڑھی کے بڑھانے کا حکم ہے اور مونچھوں کے کاٹنے میں مبالغہ کرنے کی تاکید ہے اسیوجہ سے ایک جماعت علمائے سلف کی اسطرف گئی ہے کہ مونچھ کا مُنڈانا سنت ہے لیکن اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ کتروانا سنت ہے لیکن کتروانے میں ایسا مبالغہ ہو کہ مونڈنے کے قریب ہو جائے۔

---

[1] ضفت الخ معناہ نزلت اتا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضیفین علی انسان و لفظ ابی داؤد ضفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فی النہایۃ ضفت الرجل اذا نزلت بہ ضیافۃ و اضفتہ اذا انزلتہ و فی القاموس ضفتہ ضیفہ نزلت علیہ ضیفا فظاہر لفظ ابی داؤد و ان المغیرۃ کان ضیفا علیہ السلام قال القاری فالظاہر ان لفظ مع فی روایۃ الترمذی مقحمۃ و قال الشیخ فی البذل تحت روایۃ ابی داؤد بلفظ ضفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای نزلت علیہ ضیفا الناس کرمن اہل المدینۃ و لا یلوی الی اہل و لا مال اھ قلت و یمکن الجمع بینہما عندی بان المغیرۃ کان ضیفہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ہو نص لفظ ابی داؤد و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ضیفہ ہو اعند احد قال القاری و قد وقعت ہذہ الضیافۃ فی بیت ضباعۃ بنت الزبیر بن عبد المطلب ابنۃ عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا افادہ القاضی اسمٰعیل و قال العسقلانی یحتمل انہا کانت فی بیت میمونۃ و اما ما قال بعضہم من ان المراد جعلتہ ضیفا الی حال کونی معہ فغیر صحیح لانہ لا معنی ضفت لغۃ اھ ۱۲

[2] بفتح الشین المعجمۃ و سکون الفاء ہی السکین العریض الذی امتہن بالعمل قال المناوی ہی السکین العریض العظیم جمعہ شفار ککلب و کلاب و شفرات کسجدۃ و سجدات ۱۲

[3] بتشدید الزائی من الحز بحاء مہملۃ القطع قال فی المصباح و غیرہ الحزۃ القطعۃ من اللحم تقطع طولا ۱۲

[4] فیہ لو امثالہ دلیل لجواز التثویب ہو الاعلام للصلوۃ بعد الاذان قال منا

[5] ای لصق بالتراب ... (بقیہ سطر ناخواندہ) ... و قال القاری کانہ صلی اللہ علیہ وسلم

شاربہ ق[1] وفی فقال له اقصّہ لک علی سواک او قصّہ علی سواک حدثنا واصل بن عبد الاعلی ثنا محمد بن فضیل عن ابی حیان[2] التیمی عن ابی زرعة[3] عن[16] ابی هریرة قال اتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بلحم فرفع الیه الذراع وکانت تعجبه فنهس[4] منها حدثنا محمد بن بشار ثنا ابوداؤد عن زهیر یعنی[5] ابن محمد عن ابی اسحاق عن سعد[6] بن عیاض عن[17] ابن مسعود قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعجبه الذراع قال وسُم[7] فی الذراع وکان یری[8] ان الیهود سموه حدثنا محمد بن بشار ثنا مسلم بن ابراهیم ثنا ابان[9] بن یزید عن قتادة

(۱۶) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کی خدمت میں کہیں سے گوشت آیا اس میں سے دست (یعنی بونگ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دست یعنی بونگ کا گوشت پسند بھی تھا حضور نے اسکو دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا (یعنی چھری وغیرہ سے نہیں کاٹا) ف دانتوں سے کاٹ کر کھانے کی ترغیب بھی حضور نے فرمائی ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھایا کرو کہ اس سے ہضم بھی خوب ہوتا ہے اور بدن کو زیادہ موافق پڑتا ہے۔ (۱۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ذراع یعنے دست کا گوشت مرغوب تھا اور اسی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا، گمان یہ ہے کہ یہود نے زہر دیا تھا۔ ف فتح خیبر میں ایک یہودی عورت کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپکو دست کا گوشت یعنی بونگ مرغوب ہے تو ایک بکری کا گوشت بھونا اور اس میں بہت زیادہ زہر ملا دیا، اور دست میں خصوصیت سے بہت زیادہ زہر قاتل۔ بھر کر حضور کی دعوت کی اور سامنے پیش کیا۔ حضور نے لقمہ منہ میں رکھا لیکن نگلنے کی نوبت نہیں آئی تھی یا کچھ نگل بھی لیا تھا کہ اسکو تھوک دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس گوشت نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس میں زہر ہے۔ لیکن کچھ نہ کچھ اثر پہنچ گیا تھا چنانچہ اس کا کبھی اثر کبھی زور کرتا تھا اور آخر میں یہی اثر حضور کے وصال کے وقت عود کر کے حضور کی شہادت کا سبب بنا۔ اس حدیث میں گوشت کے خود اطلاع دینے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اطلاع دینے کا ذکر ہے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں کہ اول گوشت نے معجزہ کے طور پر خود کہا ہو کہ مجھ میں زہر ہے۔ اسکے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسکی تصدیق فرمائی ہو۔ اس اطلاع کے بعد حضور نے خود بھی ترک فرما دیا اور ساتھیوں کو بھی کھانے سے منع فرما دیا۔ اسکے بعد اس عورت کو بلایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ اس میں زہر ملایا ہے؟ اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں نے زہر ملایا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے انتقام نہیں لیا اسلئے اس عورت کو اسوقت معاف فرما دیا گیا لیکن چونکہ بشر بن براء صحابی رضی اللہ عنہ اس زہر سے شہید ہوئے اسلئے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی شہادت پر اس عورت کو قصاصاً یا تعزیراً قتل فرمایا۔ اسکے بارہ میں مختلف روایتیں آتی ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ قصاص لیا بعض سے معلوم ہوتا ہے

[1] الضمیر الی المغیرة وجزم بالقاری وقال المناوی ہو تصحیف ہجوری ای شارب بلال وقال القاری یحتمل ان یکون الضمیر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعنی قولہ اقصہ لک ای لاجلک تبرک بہ قلت والاول متعین لما فی روایۃ لابی داؤد وکان شاربی وفی فقصہ لی علی سواک ۱۲ [2] ابی حیان بالمہملۃ والتحتیۃ مشددۃ ہو یحیی بن سعید الکوفی منسوب الی تیم الرباب کذا فی الشرح والنسخ وقال القاری وفی نسخۃ بصیغۃ التیمی بیمین ۱۲ [3] زرعۃ بضم الزای المعجمۃ وسکون الراء المہملۃ اختلف فی اسمہ علی اقوال۔ [4] فنہس الخ انما فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ اہنأ وامرأ ولانہ نہی عن ترک التکبر والتکلف ۱۲ [5] یعنی ابن محمد زاد لفظ یعنی رعایۃ للفظ الشیخ لئلا یحمل علی ان لفظ ابن محمد الخ زادہ شیخہ وبینہ لئلا یلتبس بزہیر بن حرب وغیرہ [6] سعد وفی نسخۃ سعید قال القاری قلت وہو غلط لیس فی الرواۃ احد اسمہ سعید بن عیاض وسعد ہذا الراوی لحدیث الشاۃ معدود منہم وانما قال فیہ سعید بن منصور سعید بن عیاض وہو وہم ۱۲ [7] بناء المجہول وکان ذلک فی فتح خیبر فعل فیہ سم قاتل لوقتہ فاکل منہ لقمۃ فاخبرہ جبرئیل او الذراع علی خلاف المعروف ویمکن الجمع بان الذراع اخبرتہ اولا ثم نزل روح القدس بتصدیقہا قالہ المناوی ۱۲ [8] یری بضم الیاء ای یظن ابن مسعود ان الامارۃ ای ... الی الیہود ... وشہور ... الا ان ... [illegible]

عن شہر بن حوشب عن ابی عبید[۱۸] قال طبخت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قِدرًا وکان یعجبه الذراع فناولتہ الذراع ثم قال ناولنی الذراع فناولتہ ثم قال ناولنی الذراع فقلت یارسول اللہ وکم للشاۃ من ذراع فقال والذی نفسی بیدہ لو سکتّ لناولتنی الذراع ما دعوت حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی ثنا یحیی بن عباد عن فلیح بن سلیمان

کہ نہیں لیا، اور دونوں صحیح ہیں جیسا کہ اصل واقعہ سے معلوم ہو گیا۔ ایسی صورت میں شرعاً قصاص واجب ہوتا ہے یا دیت وغیرہ، یہ فقہی مسئلہ ہے جو ائمہ میں مختلف ہے اور علمی بحث ہے اسلئے ترک کردی گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ گمان یہ ہے کہ یہود نے زہر ملایا تھا، یہ اُن کے خیال کی بنا پر ہے بظاہر ان کو محقق نہیں ہوا۔ ورنہ اصل واقعہ محقق ہو چکا اور یہود نے خود اقرار کیا کہ ہم نے ایسا کیا جیسا کہ دوسری احادیث میں مفصل مذکور ہے۔ (۱۸) ابو عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہانڈی پکائی، چونکہ آقائے نامدار کو بونگ کا گوشت زیادہ پسند تھا اسلئے میں نے ایک بونگ پیش کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طلب فرمائی۔ میں نے دوسری پیش کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور طلب فرمائی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ بکری کے دو ہی بونگیں ہوتی ہیں۔ حضور نے فرمایا اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تو چپ رہتا تو میں جب تک مانگتا رہتا اس دیگچی سے بونگیں نکلتی رہتیں۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ تھا مسند احمد میں اس روایت کے ہم معنی ابو رافع سے منقول ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ دونوں کے ساتھ پیش آیا۔ اسمیں کچھ استعجاب نہیں۔ اس قسم کے واقعات حضور کی سوانح حیات میں بکثرت ملتے ہیں چند واقعات قاضی عیاض نے شفا میں ذکر کئے ہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے ایک مرتبہ حضور کی اور حضرت ابو بکرؓ کی دعوت کی اور اتنا کھانا تیار کیا جو دو آدمیوں کو کافی ہو جائے۔ حضور نے اُن سے فرمایا کہ شرفاء انصار میں سے تیس آدمیوں کو بُلا لاؤ۔ وہ بُلا کر لے آئے اور اُن کے کھانے کے بعد حضور نے فرمایا اب ساٹھ آدمیوں کو بُلا کر لاؤ۔ اور ان کے فارغ ہونے کے بعد اوروں کو بُلایا۔ غرض ایک سو اسّی نفر کو یہ کھانا کافی ہو گیا۔ حضرت سمرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور کے پاس کہیں سے ایک پیالہ میں گوشت آیا اور صبح سے لیکر رات تک مجمع آتا رہا اور اسمیں سے کھاتا رہا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی میں چند کھجوریں دس دانوں سے کچھ زیادہ تھیں۔ حضور نے اُن سے دریافت فرمایا کچھ کھانے کو ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ چند کھجوریں اس تھیلی میں ہیں، حضور نے اپنے دست مبارک سے اس تھیلی میں سے تھوڑی سی نکالیں اور انکو پھیلایا اور دُعا پڑھی اور فرمایا کہ دس دس نفر کو بُلاتے رہو اور کھلاتے رہو۔ اسطرح پورے لشکر کو کافی ہو گئیں اور جو بچیں وہ حضرت ابو ہریرہؓ کو واپس کر دی گئیں اور ارشاد فرمایا کہ اس تھیلی میں سے نکالکر کھاتے رہنا اسکو اُلٹ کر خالی نہ کرنا۔ چنانچہ یہ اسمیں سے نکال نکالکر کھاتے رہتے تھے ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کے زمانہ میں حضرات شیخین کے زمانۂ خلافت میں حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں نکالکر کھائی۔ اور متفرق اوقات میں اسمیں سے نکالکر صدقہ بھی کرتا رہتا تھا جس کی مقدار کئی من ہو گئی ہوگی لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت کے حادثہ کے وقت وہ کسی نے مجھ سے زبردستی چھین لی اور مجھ سے جاتی رہی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور کے ایک ولیمہ میں میری والدہ نے ملیدہ تیار کیا اور ایک پیالہ میں میرے ہاتھ حضور کی خدمت میں بھیجا۔ حضور نے فرمایا کہ اس پیالہ کو رکھدو اور فلاں فلاں شخص کو بُلا لاؤ اور جو تمھیں ملے اسکو بھی بُلا لینا۔ میں اُن لوگوں کو بُلا کر لایا اور جو ملتا رہا اسکو بھی بھیجتا رہا حتیٰ کہ تمام مکان اور اہل صفہ کے رہنے کی جگہ سب آدمیوں سے پُر ہو گئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ دس دس آدمی حلقہ بنا کر بیٹھتے رہیں اور کھاتے رہیں۔ جب سب شکم سیر ہو گئے تو حضور نے مجھ سے فرمایا کہ اس پیالہ کو اُٹھا لو حضرت

قال حدثنی رجل من عباد یقال له عبد الوهاب بن یحیی بن عباد عن عبد اللہ بن الزبیر عن [19] عائشة قالت ما کان
الذراع احب اللحم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکنہ کان لا یجد اللحم الا غبا وکان یعجل الیھا لانھا اعجلھا
نضجا حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو احمد ثنا مسعر قال سمعت شیخا من فہم قال [20] سمعت عبد اللہ بن جعفر
یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اطیب اللحم لحم الظہر حدثنا سفیان بن وکیع ثنا زید بن الحباب عن
عبد اللہ بن المؤمل عن ابن ابی ملیکة عن [21] عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم الادام الخل حدثنا ابو کریب ثنا

انسؓ فرماتے ہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ پیالہ ابتدا میں زیادہ بھرا ہوا تھا یا جس وقت میں نے اسکو اٹھایا اُسوقت زیادہ پُر تھا۔ غرض اس قسم کے بہت سے واقعات حضور کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ واقعات بڑے بڑے مجمعوں میں پیش آئے ہیں ایسے واقعات کو خلاف واقعہ نقل کرنا بہت زیادہ دشوار ہے اور جو لوگ ان واقعات میں شریک تھے وہ خلاف واقعہ نقل پر سکوت نہیں کر سکتے تھے۔ حدیث بالا میں حضرت ابو عبید کے اس کہنے پر کہ بکری کے دو ہی بونگیں ہوتی ہیں آئندہ کا سلسلہ بند ہو جانا ملا علی قاری کے نزدیک اس بنا پر ہے کہ معجزات کرامات اور اس قسم کے خوارق کا پیش آنا فنائے تامہ کیوجہ سے ہوتا ہے اور اس جواب کیوجہ سے حضور کی وہ توجہ تام جو پہلے سے تھی باقی نہ رہی اور توجہ کے انقطاع کی وجہ سے یہ چیزیں منقطع ہو گئیں۔ علامہ مناوی کہتے ہیں کہ حقیقت میں ایک انعام الٰہی تھا اگر یہ انقیاد تام کے ساتھ حضور کے ارشاد کی تعمیل کرتے رہتے تو وہ باقی رہتا لیکن ان کی طرف سے اعتراض کی صورت پیدا ہوئی جو موقع کے مناسب نہ تھی اسلئے وہ اکرام تام بھی منقطع ہو گیا۔ (19) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بونگ کا گوشت کچھ لذت کیوجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند نہ تھا بلکہ گوشت چونکہ گاہے گاہے پکتا تھا اور یہ جلدی گل جاتا ہے اسلئے حضور اسکو پسند فرماتے تھے تاکہ جلدی سے فارغ ہو کر اپنے مشاغل علیہ میں مصروف ہوں۔ **ف** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست کو پسند فرمانا روایات متعددہ سے معلوم ہوتا ہے لیکن وجوہ رغبت ممکن ہے کہ کئی ہوں منجملہ ان کے یہ بھی ہو جو حضرت عائشہؓ نے تجویز فرمائی۔ اور جس رغبت کی نفی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ رغبت بطور میلان خاطر اور اشتہار کا درجہ ہے جو حضور والا کی شان کے مناسب نہیں ورنہ صرف پسندیدگی کا بظاہر انکار نہیں ہے۔ (20) عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے۔ **ف** یہ روایت ان روایات کے خلاف نہیں ہے جو دست کی پسندیدگی کے بارے میں گذری ہیں اسلئے کہ پسندیدگی اور عمدگی مختلف وجوہ سے دونوں میں ہو سکتی ہے مثلاً قوت کے لحاظ سے یا ریشہ نہ ہونے یا چکنا ہونے کی وجہ سے وغیرہ وغیرہ۔ غرض مختلف لحاظ سے دو چیزیں پسندیدہ اور عمدہ ہو سکتی ہیں۔ (21) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔ **ف** یہ مضمون

سلہ ما کان الخ قال زین الحفاظ کذا وقع فی اصل سماعنا من الشمائل بالنفی ووقع فی سماعنا من الجامع بالاثبات ولیس بجید اذ الاستدراک بعد ذلک لا یناسب فہو اما سقط اللفظ ما من بعض الرواة او اصلح بعض المتیاسرین لیناسب بقیة الاحادیث فی کون الذراع کانت تعجبہ مع ان لا منافاة بینہما قلت لکن النسخ التی بایدینا من الجامع فیہا ایضا بلفظ النفی ۱۲ سلہ قیل ہذا بحسب ما ہمتہ والذی دلت علیہ الاخبار الصحیحة انہ کان یحبہ محبة غریزة طبیعیة وکانہا ارادت تنزیہ مقامہ الشریف عن ان یکون لہ میل الی شیء من الملاذ وفیہ ایہام قصور الفہم لی ہذہ الصدیقة العالمة وقیل لا منافاة لہذا الحدیث بقیة احادیث الباب اذ یجوز ان تعجبہ ولیست باحب الیہ ۱۲ سلہ فہم بفتح الفاء وسکون الہاء اسم ابو قبیلة واسم ہذا الشیخ محمد بن عبد اللہ بن ابی رافع وقیل اسم ابیہ عبد الرحمن قال میرک اکثر ما یاتی فی الحدیث عن شیخ من فہم غیر مسمی تادی وقال البیجوری ما ذکرہ بعض الشراح من بالقاف والنار فخطأ صریح وتحریف قبیح ۱۲ سلہ لم الظہر وجہ المناسبة بالترجمة بان کونہ اطیب یقتضی انہ علیہ السلام تعلق ولو فی بعض الاحیان ثم لا منافی الفة للحدیث لما تقدم

ابوبکر بن عیاش عن ثابت ابی حمزۃ[1] الثمالی[2] عن الشعبی عن ام[22] ھانیٔ قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعندکِ شیٔ فقلت لا الا خبز یابس وخلٌ فقال ھاتی[3] ما اقفر[4] بیتٌ من اُدم فیہ خل حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن عمرو بن مُرّۃ عن مُرّۃ الھمدانی عن ابی[23] موسٰی[5] عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

شروع باب میں متعدد روایات سے گذر چکا ہے۔ (۲۲) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا (حضور کی چچازاد بہن) فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ میں) میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سوکھی روٹی اور سرکہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے آؤ وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ ہو۔ **ف** یہ قصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں جسکو بیہقی نے تخریج کیا ہے زیادہ مفصل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُم ہانی کے گھر تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کچھ کھانے کو بھی رکھا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضور سوکھی روٹی ہے جسکو پیش کرتے ہوئے شرم آتی ہے آپنے فرمایا کہ نہیں لے آؤ، وہ لے آئیں حضور نے اُن کے ٹکڑے کئے اور پانی میں بھگو کر نمک ملایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کچھ سالن بھی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ سرکہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپنے منگایا اور اس پر ڈالکر نوش فرمایا اور اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ ام ہانی جس گھر میں سرکہ موجود ہو وہ گھر سالن سے خالی نہیں۔ اللہ اکبر کیا سادہ زندگی تھی حضور کی۔ کاش حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف اور اپنے نبی کے طفیل سے ہم لوگوں کو بھی اس سادگی کا اتباع نصیب فرماتا حق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں کھانا پینا صرف اضطرار اور مجبوری ہی کا درجہ رکھتا تھا ضرورت کے وقت جو میسر ہوا جیسا موجود ہوا نوش فرمالیا کہ کھانا زندگی کی ضرورت سے تھا نہ یہ کہ ہم لوگوں کی طرح سے زندگی کھانے پینے کی ضرورت سے جس میں اصل مقصد پیٹ کا پالنا بنجائے اور دینی مشاغل مدزائد میں شمار ہو جائیں۔ وہاں مقصدِ زندگی دین کی اشاعت اور اسکو سرسبز کرنا تھا اور یہ ضروریاتِ بشریہ مجبوری کے درجہ میں پوری کرلی جاتی تھیں۔ نیز حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاں بے تکلفی ہو تعلقات وسیع ہوں سوال میں بھی مضائقہ نہیں ہے (۲۳) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔ **ف** اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر بھی ثابت ہوتی ہے اور ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر بھی نکلتی ہے ثرید شوربے میں بھگوئے ہوئے ٹکڑوں کو کہتے ہیں جن میں علاوہ لذت وقوت کے سہولت وسرعت ہضم جلد طیار ہو جانا وغیرہ وغیرہ منافع ہیں عرب میں اسکا دستور تھا اور سب کھانوں میں افضل شمار ہوتا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں بہت سی روایات آئی ہیں اس روایت میں علماء کا اختلاف ہے کہ عورتوں سے مراد سب عورتیں ہیں یا کچھ مستثنےٰ ہیں اسی بنا پر اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ کی فضیلت حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر بھی ہے یا نہیں کسی نے حضرت عائشہؓ کی فضیلت بتائی ہے اور کوئی حضرت فاطمہؓ کی فضیلت کا قائل ہے کوئی حضرت خدیجہؓ کی فضیلت عن الکل کیطرف مائل ہے لیکن بندہ کے نزدیک ان میں سے ہر ایک کسی خاص فضیلت کے لحاظ سے سب سے افضل ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فقاہت اور محبوبیت کے ساتھ اس امر میں بھی بڑھی ہوئی ہیں کہ وحی انکے لباس میں نازل ہو جاتی تھی حضرت خدیجہ پہلی بیوی پہلی مؤمنہ وغیرہ وغیرہ بہت سے امور کی بنا پر افضل ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ اور جنت کی سردار وغیرہ وغیرہ امور میں سب سے افضل ہیں

---

[1] ابی حمزۃ وفی نسخۃ ابن ابی حمزۃ قال القاری قلت والظاہر الاول وھو ثابت بن ابی صفیۃ الثمالی ۱۲ [2] الثمالی بضم المثلثۃ وخفۃ المیم منسوب الی ثمالۃ لقب عوف ابن اسلم احد اجداد ابی حمزۃ لقب بہ لانہ کان یسقیہم اللبن بثمالتہ ای رغوتہ قال القاری ۱۲ [3] ھاتی باثبات الیاء بصیغۃ امر ما اجاد من قال اسم فعل ۱۲

قال فضل عائشة على النساء[۱] كفضل الثريد[۲] على سائر الطعام حدثنا علی بن حجر ثنا اسمعیل بن جعفر ثنا عبد اللہ بن

عبد الرحمن بن معمر الانصاری ابو طوالة[۳] انه سمع انس[۲۴] بن مالک يقول قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام حدثنا قتيبة بن سعيد انا عبد العزيز بن محمد عن سهيل

ابن ابی صالح عن ابیہ عن ابی هريرة[۲۵] انه رای رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم توضا من ثور[۴] اقط ثم رآه[۵] اكل من كتف شاة ثم

صلی ولم يتوضا حدثنا ابن ابی عمر[۶] ثنا سفين بن عيينة عن وائل بن داود[۷] عن ابيه[۸] وهو بكر بن وائل عن الزهری عن انس[۲۶]

(۲۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت ہے تمام کھانوں پر۔ ف امام ترمذی کا مقصد ان روایات کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ حضور کو ثرید پسند تھا چنانچہ مختلف روایات سے اسکے نوش فرمانے کا معمول معلوم ہوتا ہے۔ (۲۵) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ پنیر کا ٹکڑا نوش فرما کر وضو فرماتے دیکھا۔ اور پھر ایک دفعہ دیکھا کہ بکری کا شانہ نوش فرمایا اور وضو نہیں فرمائی۔ ف ابتدائے اسلام میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا ممکن ہے کہ حضور نے پنیر کے ٹکڑے سے جس زمانہ میں وضو فرمایا ہو وہ زمانہ آگ سے پکی ہوئی چیزوں سے وضو ٹوٹ جانے کا زمانہ ہو یا کسی اور وجہ سے وضو فرمایا ہو مثلاً وضو بر وضو کا ارادہ فرمایا ہو یا پہلا وضو کسی اور وجہ سے جاتا رہا ہو لیکن حضرت ابو ہریرہؓ کے طرز بیان سے یہی مقصد معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں حضور آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو کرتے تھے اسی لئے پنیر کے نوش فرمانے سے حضور اقدس نے وضو کیا بعد میں یہ حکم باقی نہیں رہا اسی لئے بکری کا گوشت نوش فرما کر وضو نہیں کیا۔ (۲۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کھجور اور ستو سے فرمایا تھا۔ ف حضرت صفیہؓ حضرت ہارون علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں محرم ۷ھ ہجری میں جنگ خیبر میں باندی بنکر آئی تھیں۔ حضور نے ان کو آزاد فرما کر نکاح کر لیا اور سفر ہی میں ان کا ولیمہ ہوا۔ ولیمہ میں کیا چیز تھی اسمیں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں بعض میں حیس جو ایک قسم کا حلوا ہے اسکا ولیمہ وارد ہوا ہے بعض میں پنیر بھی آیا ہے ظاہر یہ ہے کہ چونکہ سفر کا موقعہ تھا اسلئے ناشتہ وغیرہ میں جو کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اور خاص مخلصین کے پاس موجود تھا سب ولیمہ میں شریک کر دیا۔

[۱] ای مطلقاً او نساء زمانها او نساء رسول الله صلی الله علیه وسلم التی کن فی زمانها قال القاری وقال المناوی من اطلق النساء ورد علیه خدیجة فانها افضل من عائشة علی الصواب لتصریحه صلی الله علیه وسلم بانه لم یرزق خیرا من خدیجة قال القاری فی الحدیث اشارة الی ان الفضائل التی اجتمعت فی عائشة ما توجد فی جمیع النساء من کونها امرأة افضل الانبیاء واحب النساء الیه والعلم والحسن والحسب والنسب والمکانة لخدیجة وفاطمة وجوه اخر من الفضائل لکن الهیئة الجامعیة فی الفضیلة المشبهة بالثرید لم توجد فی غیرها وبسط القاری الکلام علی روایات التفضیل بین خدیجة وفاطمة ومریم وآسیة فارجع الیه لو شئت التفصیل ۱۲ [۲] الثرید یعنی کما انه جامع لفوائد شتی من الغذائیة واللذة والقوة حتی قیل انه یعید الشیخ الی صباه کذلک هی انها تجمع بین فضائل شتی من الفضل والفقه والفصاحة والفطانة وغیرها ۱۲ [۳] ابو طوالة بضم الطاء المهملة کنیة قاضی المدینة زمن عمر بن عبد العزیز ۱۲ [۴] ثور قیل الثور قطعة من الاقط فالاضافة علی سبیل التجرید او بیانیة وقیل الثور القطعة مطلقا ۱۲ قاری [۵] ظاهر السیاق ان ابا هریرة اراد ان یبین ان الحکم السابق وهو الوضوء من ثور اقط قد نسخ بفعله صلی الله علیه وسلم باخره من اکله کتف الشاة وعدم توضئه وکانت مسئلة الوضوء مما مست النار خلافیة فی السلف ثم اجمع العلماء علی انه لا یجب الوضوء منه والظاهر من ایراد هذا الحدیث فی هذا الباب ان المصنف اراد ان یبین انه صلی الله علیه وسلم اکل ثور الاقط وکتف الشاة بطریق الاستدام ولیس لفظ الخبز بدل علیه صریحا الا ان یقال انها من جملة الادام عادة فاعتبر العرف وحمل علیه الحدیث ۱۲ ق [۶] ابن ابی عمر قیل اسمه محمد بن یحیی بن ابی عمر فهو منسوب الی جده وقیل ابو عمر کنیة ابیه یحیی ۱۲ ق [۷] کذا فی اکثر النسخ وفی بعضها ابنه وهو صواب عندی والمراد به ابنه بکر بن وائل فهو من روایة الاکابر عن الاصاغر ولفظ ابیه تصحیف لان والد وائل وهو داود لیس من رواة الصحاح والحدیث اخرجه ابو داود وفی الاطعمة بلفظ ابنه وابن ماجة بلفظ ابیه والعجب من الکل وقع فی جامع المصنف بلفظ عن ابنه نوف فلفظ ابنه صحیح لکن بعض الرواة اهداه نوف

ابن مالك قال اولم رسول الله صلى الله عليه وسلم على صفية بتمر وسويق حدثنا الحسين بن محمد البصري ثنا الفضيل بن سليمان حدثني فائد مولى عبيد الله بن علي بن ابي رافع مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حدثنا عبيد الله بن علي عن جدته سلمى ان الحسن بن علي وابن عباس وابن جعفر اتوها فقالوا لها اصنعي لنا طعاما مما كان يعجب رسول الله صلى الله عليه وسلم ويحسن اكله فقالت يا بني لا تشتهيه اليوم قال بلى اصنعيه لنا قال فقامت فاخذت شيئا من الشعير فطحنته ثم جعلته في قدر وصبت عليه شيئا من زيت ودقت الفلفل والتوابل فقربته اليهم فقالت هذا مما كان يعجب النبي صلى الله عليه وسلم ويحسن اكله حدثنا محمود بن غيلان ثنا ابو احمد ثنا سفيان عن الاسود ابن قيس عن نبيح العنزي عن جابر بن عبد الله قال اتانا النبي صلى الله عليه وسلم في منزلنا فذبحنا له شاة

(۲۷) سلمیٰ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ امام حسن اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے پاس تشریف لیگئے اور یہ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کھانا پسند تھا اور اسکو رغبت سے نوش فرماتے تھے وہ ہمیں پکاکر کھلاؤ۔ سلمیٰ نے کہا کہ پیارے بچو! اب وہ کھانا پسند نہیں آئیگا (وہ تنگی ہی میں پسند ہوتا ہے) انھوں نے فرمایا کہ نہیں ضرور پسند آئیگا۔ وہ اٹھیں اور تھوڑے سے جو لیکر ہانڈی میں ڈالے اور اسپر ذرا سا زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ مرچیں اور زیرہ وغیرہ مسالہ پیسکر ڈالا اور پکاکر لارکھا کہ حضور کو یہ پسند تھا۔ (۲۸) جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے حضور کے لئے بکری ذبح کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (دلداری کیلئے اظہار مسرت کے طرز پر) فرمایا کہ بظاہر ان لوگوں کو یہ علم ہے کہ ہمیں گوشت مرغوب ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اور بھی قصہ ہے جسکو مختصر کردیا گیا۔ **ف** کہتے ہیں کہ یہ وہ قصہ ہے جو کتب حدیث میں غزوۂ خندق کے قصہ میں مذکور ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کا بھی ذکر ہے۔ وہ یہ کہ جابر کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا اثر محسوس کیا۔ گھر میں جاکر پوچھا کہ کچھ کھانیکو بھی ہے معلوم ہوا کہ ایک بکری کا بچہ ہے اور تھیلی میں تھوڑے سے جو ہیں۔ میں نے بکری کے بچّہ کو ذبح کیا اور بیوی نے جو پیس کر آٹا گوندھا۔ گوشت دیگچی میں پکنے کیلئے رکھکر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چپکے سے عرض کیا کہ تھوڑا سا کھانا موجود ہے آپ اور چند رفقا آپکے ساتھ تشریف لے چلیں۔ حضور نے یہ سنکر تمام اہل خندق کو جو تقریبًا ایک ہزار آدمی تھے اعلان فرمادیا کہ جابر کے یہاں دعوت ہے سب چلیں۔ اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے آنے تک نہ دیگچی کو چولھے سے اتارنا اور نہ روٹی پکانا۔ جب حضور تشریف لیگئے تو آٹے اور دیگچی پر دم کیا جسکی وجہ سے اسقدر برکت ہوئی کہ اس دیگچی میں سے برابر سالن نکلتا رہا اور آٹے سے برابر روٹیاں پکتی رہیں۔ خدا کی قسم ایک ہزار آدمی کھاکر چلے گئے اور دیگچی میں سالن جوش مارتا رہا اور اس آٹے سے برابر روٹیاں پکتی رہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱؎ الحسين بن محمد وفي نسخة سفيان بن محمد قال ميرك وهي غلط لان سفيان بن محمد لم يذكر في الرواة اه قلت ولذا لم يذكره الحافظ في تهذيبه ۱۲ ۲؎ الفضيل بضم ففتح فتحتية ساكنة وفي بعض النسخ الفضل قال عصام الدين كذا في اكثر النسخ وهو غلط والصواب فضيل مصغرا قلت ليس فضل بن سليمان احد من الرواة ۱۲ ۳؎ بالفاء آخره دال مهملة ۱۲ م ۴؎ مولى منه لقوله ابي رافع يعني ابو رافع كان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو غلبت عليه كنيته اختلف في اسمه على اقوال ۱۲ ش ۵؎ سلمى بفتح اوله زوجة ابي رافع وهي كانت قابلة ابراهيم بن المصطفى صلى الله عليهما وسلم ۱۲ ۶؎ وفي نسخة بدله الحسين مصغرا ۱۲ ق م ۷؎ بصيغة المعلوم اما من الاعجاب فرسول الله صلى الله عليه وسلم مفعوله والضمير المستتر للموصول او من العجب بفتحتين من باب علم فرسول الله فاعله وضمير الموصول في الصلة محذوفة اي ما كان يعجبه صلى الله عليه وسلم ۱۲ ق ۸؎ من الاحسان وفي نسخة من التحسين اكله بالنصب مفعوله وهو بفتح الهمزة وسكون الكاف مصدر ۱۲ ق ۹؎ لا تشتهيه الخ افردت لانها خاطبت اعظمهم او لانهم لا تشتهيه كانوا كواحد قال البيجوري والمعنى ان هذا الطعام لا تحبه ...

...قال البيجوري عنزة بفتحات حي من ربيعة ۱۲

فقال کانہم علموا انا نحب اللحم و فی الحدیث قصۃ[1] حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفیان ثنا عبد اللہ بن محمد بن عقیل سمع جابرا قال سفیان وانا محمد بن المنکدر عن جابر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا معہ فدخل علی امرأۃ[2] من الانصار فذبحت لہ شاۃ فاکل منہا واتتہ بقناع[3] من رطب فاکل منہ ثم توضأ للظہر وصلی ثم انصرف فاتتہ بعلالۃ[4] من علالۃ الشاۃ فاکل ثم صلی العصر ولم یتوضأ حدثنا العباس بن محمد الدوری ثنا یونس بن محمد ثنا فلیح بن سلیمان عن عثمان بن عبد الرحمن عن یعقوب بن ابی یعقوب عن ام المنذر[5] قالت دخل

---

(۲۹) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک انصاری عورت کے مکان پر تشریف لے گئے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بکری ذبح کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمیں میں سے کچھ تناول فرمایا، اسکے بعد کھجور کی چنگیری میں کچھ تازہ کھجوریں لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے بھی کچھ تناول فرمایا پھر ظہر کی نماز کیلئے حضور نے وضو کر کے نماز ادا کی، پھر واپس تشریف لانے پر انھوں نے باسی گوشت سامنے رکھا حضور نے اسکو تناول فرمایا اور عصر کی نماز کے لئے دوبارہ وضو نہیں کیا اُسی پہلی وضو سے نماز ادا فرمائی۔ **ف** اس حدیث سے بھی آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو نہ ٹوٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے نیز دن میں دو مرتبہ کھانے کا اثبات بھی اس حدیث سے کیا جاتا ہے لہذا جن احادیث میں دو مرتبہ کا انکار گذرا ہے وہ کہنے والے کے اپنے علم کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان میں دو مرتبہ پیٹ بھرنے کا انکار تھا دو مرتبہ کھانے کا انکار نہ تھا کہ تھوڑا سا دوبارہ کھا لیا گیا۔ (۳۰) اُم منذر کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے۔ ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُن میں سے تناول فرمانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضور کے ساتھ تھے وہ بھی نوش فرمانے لگے، حضور نے ان کو روک دیا کہ تم ابھی بیماری سے اُٹھے ہو، تم مت کھاؤ۔ وہ رُک گئے اور حضور تناول فرماتے رہے۔ ام منذر کہتی ہیں کہ پھر میں نے تھوڑے سے جَو اور چقندر لیکر پکائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ یہ کھاؤ، یہ تمہارے لئے مناسب ہے۔ **ف** اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسباب کی رعایت توکل کے منافی نہیں چنانچہ احیاء العلوم میں اسکو مفصل لکھا ہے اسکے ترجمہ میں جسکا دل چاہے تفصیلاً دیکھ لے۔

---

[1] قصۃ قال القاری ہی قصۃ جابر فی غزوۃ الخندق اذ قال انکفأت الی امرأتی فقلت ہل عندک شیء فانی رأیت بالنبی علیہ السلام جوعا الحدیث اخرجہ صاحب المشکوۃ بروایۃ المتفق علیہ ویشکل علیہ ان ہذہ الروایۃ تدل علی ان ذبح الشاۃ بعد اتیانہ علیہ السلام وروایۃ المشکوۃ تدل علی عکسہ والجمع بینہما ہین جمعہما القاری بثلثۃ وجوہ وقال المناوی ہذا الحدیث یدل علی ذبح الشاۃ بعد مجیء النبی صلی اللہ علیہ وسلم منزلہم وفی حدیث الخندق کان ذبح الشاۃ قبل المجیء فالظاہر ان ہذہ القصۃ غیرہا ۱۲ [2] ہکذا رواہ المصنف فی الجامع وصرح ابو داؤد بسماع ابن المنکدر عن جابر اذ اخرج بروایۃ ابن جریج اخبرنی محمد بن المنکدر قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول قربت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خبزا ولحما الحدیث فما فی تلخیص الحبیر عن الشافعی ان ابن المنکدر لم یسمعہ عن جابر بل بینہما واسطۃ عبد اللہ بن محمد بن عقیل مشکل اللہم الا ان یقال انہ حدیث آخر وفیہ ما فیہ ۱۲ [3] ہکذا ذکرہ المصنف فی الجامع والطحاوی والبیہقی وغیرہم وخالفہم ابو داؤد فاخرج بروایۃ ابن جریج عن محمد بن المنکدر عن جابر یقول قربت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خبزا ولحما الحدیث وضبطہ بعض شراح ابی داؤد بصیغۃ المتکلم فالمتکلم یجمع بوجوہ التاویل وہی محتملۃ فروایۃ الترمذی اولی لاتفاق غیر واحد علی ہذا السیاق وسکتوا عن اسم المرأۃ والظاہر عندی انہا عمرۃ فقد قال الحافظ فی الاصابۃ عمرۃ بنت حزام بفتحتین وقیل بنت حزم بسکون الزای الانصاریۃ زوج سعد بن الربیع ذکرت فی حدیث جابر اخرجہ الطبرانی وغیرہ من طریق یحیی بن ایوب عن محمد بن ثابت البنانی عن محمد بن المنکدر عن جابر عن عمرۃ بنت حزم انہا جعلت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صورۃ نخل کنستہ ورشتہ وذبحت لہ شاۃ فاکل منہا وتوضأ وصلی الظہر ثم قدمت لہ من لحمہا فاکل وصلی العصر ولم یتوضأ اھ ۱۲ [4] بقناع بکسر القاف الطبق الذی یوکل علیہ کذا فی الصحاح وقیدہ فی القاموس بانہ طبق من سعف النخل ۱۲ قاری [5] علالۃ بضم العین المہملۃ ای بقیۃ قیل فیہ شبع من لحم فی یوم مرتین فما مر عن عائشۃ من نفی ذلک انما ہو باعتبار علمہا او باعتبار الغالب لکن دعوی الشبع غیر ظاہرۃ نعم فیہ دلیل علی حل الاکل ثانیا ۱۲ قاری [6] ام المنذر یقال اسمہا سلمی بنت قیس ویقال ہی احدی خالات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ علیؓ ولنا دوال[1] معلقۃ قالت فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل وعلیؓ
خوشۂ خرما ۱۲
معہ یاکل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی مہ یا علیؓ فانک ناقہ قالت فجلس علیؓ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم
یاکل قالت فجعلت لھم[2] سلقا وشعیرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یا علی من ھذا فاصب فانہ اوفق[3]
چقندر
لک حدثنا محمود بن غیلان ثنا بشر بن السری عن سفین عن طلحۃ بن یحیی عن عائشۃ بنت طلحۃ عن عائشۃ ۳۱
الثوری ۱۲
ام المؤمنین رضی اللہ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتینی فیقول اعندک غداء[4] فاقول لا قالت فیقول انی
صائم قالت فاتانا یوما فقلت یا رسول اللہ انہ اھدیت لنا ھدیۃ قال وما ھی قلت حیس[5] قال اما انی اصبحت

(۳۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاکر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کچھ کھانے کو رکھا ہے۔ جب معلوم ہوتا کہ کچھ نہیں تو فرماتے کہ میں نے روزہ کا ارادہ کرلیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور تشریف لائے میں نے عرض کیا کہ ایک ہدیہ آیا ہوا رکھا ہے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ کیا چیز ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کھجور کا ملیدہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو روزہ کا ارادہ کررکھا تھا۔ پھر حضور نے اس میں سے تناول فرمایا۔ **ف** اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک تو یہ کہ نفلی روزہ کی نیت صبح کے وقت بھی آدھے دن تک ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس سے پہلے کوئی عمل روزہ کے منافی نہ کیا ہو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمانے پر نیت فرمائی۔ یہ مذہب حنفیہ شافعیہ رضی اللہ عنہم کا ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ نفل روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے اس مسئلہ میں یہ حدیث ہمارے موافق ہے لیکن جب ایک معتبر امام کا خلاف ہے تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ نفل روزہ کی نیت بھی رات ہی کو کرلیجائے البتہ کوئی عارض پیش آجائے تو دوپہر سے پہلے پہلے دن میں بھی نیت کرنیکا مضائقہ نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی نفل روزہ رکھے تو اسکے توڑ دینے کا اختیار ہے یہ مذہب شافعیہ رضی اللہ عنہ کا ہے حنفیہ کے نزدیک قرآن شریف کی آیت وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ (اپنے اعمال کو باطل مت کرو) کی بنا پر روزہ نماز کوئی عمل توڑنا جائز نہیں۔ لیکن اس حدیث سے چونکہ روزہ کا توڑنا معلوم ہوتا ہے اسلئے دونوں چیزوں پر عمل اسطرح کیا جاویگا کہ اگر کوئی ضرورت اور مجبوری درپیش ہو تو اس حدیث کی وجہ سے اس میں گنجائش سمجھی جاتی ہے اور بلا ضرورت توڑنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے بھی یہی ظاہر ہے۔ بعض علماء نے حدیث کے اس جملہ کا کہ روزہ رکھنے کا ارادہ کررکھا تھا۔ اسکا مطلب یہ فرمایا ہے کہ پختہ نیت نہیں فرمائی تھی البتہ ارادہ تھا کہ آج روزہ رکھ لونگا لیکن بندہ کے نزدیک پہلی توجیہ اچھی ہے مسئلہ اگر کسی ضرورت سے نفل روزہ توڑدینے کی نوبت آوے تو حنفیہ کے نزدیک کسی دوسرے وقت قضا کرنا واجب ہے، اسلئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں اسکی تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا تھا کہ کسی دوسرے دن قضا کرلیجیو۔

[1] دوال بفتح الدال المہملۃ وتنوین اللام المکسورۃ جمع دالیۃ ہی العذق من النخلۃ یقطع ذا بسر ثم تعلق فاذا رطب یوکل وداوہ منقلبۃ عن الف اذا ہو جمع دالیۃ ۱۲ قاری

[2] لہم ای لاضیافی وفی بعض النسخ رفقیل الضمیر یعلی عنہ مرتب علی قولہ ترک ای لما لم یاکل الرطب جعلت لہ ہذا والاوجہ ان ضمیر الواحد الیہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ الاصل المتبوع والباقی تبع وہذا مرتب علی ما تقدم من اکل الرطب وغیرہ ۱۲

[3] اوفق قال میرک الظاہر ان صیغۃ التفضیل ورد ہنا لمجرد الموافقۃ لان تحقق المزیۃ یتوقف علی وجود الفضل فی الطرف المقابل اللہم الا ان یقال بطریق الامکان او بحسب الحکمۃ قالہ القاری ثم لا تنافی بین نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا وبین روایۃ ابن ماجۃ انہ عاد رجلا فقال ما تشتہی فقال کعکا وفی روایۃ خبز بر فقال من عندہ خبز بر فلیبعث الی اخیہ الحدیث لان المریض اذا اشتدت شہوتہ لشیء فتناول القلیل منہ لا یضر فصدق الشہوۃ تدفع مضرتہ قال المناوی وغیرہ قلت وقد جربت ذلک علی نفسی فوجدتہ کذا وہو الاوجہ عندی وفیہ توجیہات اخر ۱۲

[4] غداء بفتح الغین المعجمۃ والدال المہملۃ والمد ہو الطعام الذی یوکل اول النہار قالہ القاری

[5] حیس بالحاء المہملۃ مفتوحۃ وتحتیۃ ساکنۃ بعدہا سین مہملۃ ہو التمر مع السمن والاقط وقد یجعل عوض الاقط الدقیق او الفتیت ثم یدلک حتی یختلط فصل الکیس المخلوط ۱۲ قاری

صائمًا قالت ثم اکل حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن حدثنا عمر بن حفص بن غیاث ثنا ابی عن محمد بن ابی یحیی الاسلمی عن یزید بن ابی امیۃ الاعور عن یوسف ٣٢ بن عبد اللہ بن سلام عن عبد اللہ بن سلام قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ کسرۃ من خبز الشعیر فوضع علیہا تمرۃ ثم قال ھذہ ادام ھذہ فاکل حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن ثنا سعید بن سلیمان عن عباد بن العوام عن حمید عن انس ٣٣ بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعجبہ الثفل قال عبد اللہ یعنی ما بقی من الطعام

باب ماجاء فی صفۃ وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عند الطعام حدثنا احمد بن منیع ثنا اسمعیل بن ابراھیم عن ایوب عن ابن ابی ملیکۃ

(٣٢) یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور نے ایک روٹی کا ٹکڑا لیکر اس پر ایک کھجور رکھی اور فرمایا کہ یہ اس کا سالن ہے اور نوش فرمالیا۔ ف چونکہ کھجور کا سالن کے موقع پر کھانا متعارف نہیں تھا اسلئے حضور نے تنبیہ فرمادی کہ اس سے سالن کا کام بھی لیا جاسکتا ہے اور زندگی کے چند ایام کو اس طرح بھی گذارا جاسکتا ہے اسلئے آدمی کو اپنے زندگی کے اوقات کو ایسے مشاغل میں خرچ کرنا جو ابدی اور سرمدی زندگی میں کار آمد ہوں۔ سمجھ کی بات ہے اور تمام اوقات کو محض پیٹ پالنے میں ضائع کردینا انتہائی ناسمجھی ہے کہ یہ چند ایام زندگی بہر حال گذر ہی جائینگے اور موت ہر تکلیف کا خاتمہ ہے لیکن جس تکلیف کیلئے موت بھی نہیں ہے وہ نہایت اہتمام کے قابل ہے۔ (٣٣) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہانڈی اور پیالہ کا بچا ہوا کھانا مرغوب تھا۔ ف یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تواضع کی بنا پر تھا کہ اوپر کا کھانا دوسروں کو اول کھلاتے اور مابقی اپنے لئے پسند فرماتے چنانچہ متعدد روایات حدیث کی کتابوں میں اسکے شاہد ہیں بعض علماء نے اسکی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ نیچے کے کھانے میں دہنیت کم ہونیکی وجہ سے ہضم میں سہولت ہوتی ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے وقت وضو کا ذکر

ف کھانے کے وقت سے مراد عام ہے کہ کھانے کے بعد ہو یا پہلے۔ وضو اصطلاحی تو وہی ہے جو نماز کیلئے شرط ہے اور نماز کے اوقات میں کیجاتی ہے سب اسکو جانتے ہیں لیکن لغت عرب میں صرف ہاتھ منہ دھونے کو بھی وضو کہا جاتا ہے اور یہ وضو لغوی کے نام سے مشہور ہے اس باب

لہ ثم اکل فیہ جواز الفطر لمن اصبح صائما ندبۃ قالت الحنفیۃ لمن عرض لہ عذر واوجبوا القضاء ایضا لروایۃ عائشۃ عند المصنف فی الجامع وابی داؤد وغیرہما ولفظ ابی داؤد قالت اہدی لی ولحفصۃ طعام وکنا صائمتین فافطرنا فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا لہ یا رسول اللہ انا اہدیت لنا ہدیۃ فاشتہینا فافطرنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا علیکما صوما مکانہ یوما آخر الحدیث سکت علیہ ابو داؤد ولفظ الترمذی اقضیا یوما آخر مکانہ ورجح ارسالہ والمرسل حجۃ لاسیما اذا توبع وقد تابعہ حدیث الباب لما فیہ من زیادۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن اصوم یوما مکانہ وصحح عبد الحق ہذہ الزیادۃ کما فی ہامش النسائی وفی الباب ایضا حدیث ابی سعید الخدری عند الطیالسی کما فی ہامش النسائی ١٢ ٣٢ یوسف اجلسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجرہ وسماہ یوسف رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ احادیث کما قیل ولیس فی بعض النسخ کالتعلیقۃ وغیرہا زیادۃ عن عبد اللہ بن سلام فیکون الحدیث من مقولۃ یوسف وھو الاوجہ عندی لان الحدیث اخرجہ ابو داؤد فی سننہ بروایۃ یوسف وکذا الحافظ ذکرہ فی تہذیبہ فی الاصابۃ فی ترجمۃ یوسف ١٢ ٣٣ ہکذا فی النسخ المطبوعۃ الہندیۃ وبعض المصریۃ ولیست ہذہ الزیادۃ فی التعلیقۃ ولا اکثر المصریۃ ولا فی نسخ الشروح وذکرہا القاری نسخۃ اذ قال وفی نسخۃ صحیحۃ زیادۃ عن عبد اللہ بن سلام ١٢ ٣٣ ادام استدل فیہ للشافعیۃ رحمہم اللہ فی من حلف لا یاکل اداما یحنث بہ لان ہذا من باب المجاز والتشبیہ کما ہو ظاہر ناخفاء فیہ مع ان مبنی الایمان علی التعارف ١٢ ٣٣ عباد بتشدید الموحدۃ والعوام بتشدید الواو وحمید بالتصغیر ١٢ ٣٣ الثفل بضم المثلثۃ وکسرہا فی الاصل ما رسب من کل شیء وقد یطلق علی ما بقی بعد الطعام والمراد منہ کما بقی فی القدر او فی قصعۃ ١٢ ٣٤ وضوء المراد بالوضوء اللغوی کما یاتی ١٢

عن[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج من الخلاء فقرب الیہ الطعام فقالوا الا نأتیک[1] بوضوء قال انما امرت[2] بالوضوء اذا قمت الی الصلوٰۃ حدثنا سعید بن عبد الرحمٰن المخزومی ثنا سفین بن عیینۃ عن عمرو ابن دینار عن سعید بن الحویرث عن[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الغائط فاتی بطعام فقیل لہ الا تتوضأ فقال أُصلی[3] فاتوضأ[4] حدثنا یحیٰی بن موسیٰ ثنا عبد اللہ بن نمیر ثنا قیس بن الربیع وحدثنا قتیبۃ ثنا عبد الکریم الجرجانی[5] عن قیس بن الربیع عن ابی[6] ھاشم عن زاذان[7] عن[3] سلمان قال قرأت فی التوراۃ[8] ان برکۃ الطعام الوضوء بعدہ فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واخبرتہ بما قرأت فی التوراۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برکۃ الطعام الوضوء[9] قبلہ والوضوء بعدہ

ہیں دو طرح کی روایات وارد ہوئی ہیں بعض روایات سے وضو کرنا معلوم ہوتا ہے، یہ دوسری وضو ہے جو وضو لغوی کہلاتی ہے۔ اور بعض روایات سے وضو نہ کرنا معلوم ہوتا ہے یہ پہلی وضو ہے جو وضو اصطلاحی کہلاتی ہے۔ (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ بیت الخلا سے فراغت پر باہر تشریف لائے تو آپکی خدمت میں کھانا حاضر کیا گیا اور وضو کا پانی لانے کیلئے پوچھا گیا۔ آپنے فرمایا کہ مجھے وضو کا اسیوقت حکم ہے جب نماز کا ارادہ کروں۔ **ف** یعنی وضو اصطلاحی کا وجوب نماز ہی کیلئے ہے کھانے کیلئے یا جب استنجے وغیرہ سے فراغت ہو فوراً وضو کرنا ضروری نہیں ہے حضور نے اسی لئے انکار فرمادیا کہ یہ ضروری نہ سمجھ لیا جاوے کہ جب استنجے سے فراغت ہو تو وضو کیا جاوے۔ (۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور ایک مرتبہ استنجے سے فارغ ہو کر تشریف لائے حضور کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا صحابہ نے پوچھا کیا وضو نہیں فرمائیں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا اسوقت مجھے نماز پڑھنی ہے کہ وضو کروں؟ **ف** پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کھانے کیلئے وضو کرنا مستحب نہیں ہے البتہ ویسے ہی ہر وقت باوضو رہنا اولیٰ اور بہتر ہے کہ ظاہری طہارت کا اثر باطن پر پڑتا ہے اسلئے اگر استنجے وغیرہ سے فراغت پر وضو کر لیا جائے تو اولیٰ ہے۔ (۳) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے سے فراغت کے بعد وضو یعنی ہاتھ دھونا، برکت کا سبب ہے۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون عرض کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد وضو یعنی ہاتھ منہ دھونا، برکت کا سبب ہے۔ **ف** ممکن ہے کہ تورات میں ایک ہی وقت کا ذکر ہو۔ اس صورت میں دوسرے وقت کا اضافہ شریعت محمدیہ کی زیادتی ہوگی کہ اس شریعت میں بہت سے احکام پہلی شریعتوں سے زیادہ ہیں اور ممکن ہے کہ تورات میں بھی دونوں ہوں لیکن چونکہ اسمیں تحریف ہوئی ہے اسلئے ایک حکم یعنی کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا مسئلہ اسمیں غلطی سے نکل گیا ہو۔ علماء نے لکھا ہے کہ کھانے سے قبل ہاتھ دھونے میں برکت کا مطلب یہ ہے کہ کھانے میں زیادتی ہوتی ہے کھانے والوں کا شکم سیر ہو جاتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے برکت کا مفہوم یہ ہے کہ جن فوائد اور مقاصد کیلئے کھانا کھایا جاتا ہے وہ پورے ہوتے ہیں بدن کا جز بنتا ہے، نشاط پیدا کرتا ہے، عبادات اور عمدہ اخلاق پر تقویت کا سبب بنتا ہے۔

---

[1] الا نأتیک بحذف الہمزۃ الاستفہامیۃ وفی نسخۃ باثباتہا ۱۲ [2] امرت استدل بہ علی انہ ما کان یجب الوضوء علیہ لکل صلوٰۃ متطہرا وغیر متطہر وعند ابی داؤد انہ کان امر لکل فلما شق علیہ امر بالسواک قال القاری المراد بالصلوٰۃ ہی وما فی معناہا کسجدۃ التلاوۃ ومس المصحف وارادۃ الطواف وکانہ بنی الکلام علی الاعم الاغلب قال میرک شاہ ولیس فی الحدیث دلالۃ علی غسل الیدین فیحتمل انہ غسلہما ویحتمل عدم الغسل بیانا للجواز ۱۲ [3] بحذف ہمزۃ الاستفہام الانکاری وفی نسخۃ باثباتہا انکار لما توہموہ من ایجاب الوضوء للاکل ای لا اصلی ۱۲ [4] فاتوضأ بالنصب لکونہ بعد النفی وقصد السببیۃ وبالرفع لعدمہا ۱۲ [5] الجرجانی بضم الجیم الاولی قاضی جرجان روی عن ابی حنیفۃ وغیرہ وروی عنہ الشافعی وغیرہ ہرب من القضاء فیہا ورمکۃ ۱۲ [6] ای ہاشم علی وزن فاعل ہو ابو ہاشم الرمانی مختلف فی اسمہ ووقع فی بعض النسخ ابو ہشام وہو غلط من الناسخ ۱۲ [7] زاذان [illegible] ۱۲

[illegible] للتعظیم علی ما ورد بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ۱۲

باب ما جاء فی قول رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل الطعام وبعد ما یفرغ منه

حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا ابن لهیعة عن یزید بن ابی حبیب عن راشد بن جندل الیافعی[1] عن حبیب بن اوس عن ابی ایوب الانصاری قال کنا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما فقرب الیه طعام فلم ار طعاما کان اعظم برکة منه اول ما اکلنا ولا اقل برکة فی اخره قلنا یا رسول الله کیف هذا قال انا ذکرنا اسم الله حین اکلنا ثم قعد من اکل ولم یسم الله تعالیٰ فاکل معه الشیطان حدثنا یحیی بن موسیٰ ثنا ابو داؤد ثنا هشام الدستوائی[4] عن بدیل العقیلی عن عبد الله بن عبید بن عمیر عن ام کلثوم عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اکل احدکم فنسی ان یذکر اسم الله تبارک وتعالیٰ علی طعامه فلیقل بسم الله اوله واخره حدثنا عبد الله بن الصباح الهاشمی البصری ثنا عبد الاعلیٰ عن معمر عن هشام بن عروة عن ابیه عن عمر بن ابی سلمة

باب۔ اُن کلمات کا ذکر جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد فرمایا کرتے تھے

ف۔ یعنی جو دعائیں وغیرہ کھانے سے پہلے یا کھانے کے بعد پڑھنے کا حضور کا معمول تھا اُن کا ذکر۔ اس باب میں امام ترمذی نے سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور کی خدمت میں حاضر تھے کہ کھانا سامنے لایا گیا میں نے آج جیسا کھانا کہ جو ابتداء یعنی کھانے کے شروع کے وقت نہایت بابرکت معلوم ہوتا ہو اور کھانے کے ختم کے وقت بالکل بے برکت ہو گیا ہو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسلئے حیرت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شروع میں ہم لوگوں نے بسم اللہ کے ساتھ کھانا شروع کیا تھا اور اخیر میں فلاں شخص نے بدون بسم اللہ پڑھے کھایا اسکے ساتھ شیطان بھی شریک ہو گیا۔ ف۔ شیطان کا کھانا جمہور کے نزدیک حقیقت پر محمول ہے اور اسمیں کوئی محال بھی نہیں ہے کہ شیطان کھاتا پیتا ہو۔ اس حدیث میں صرف بسم اللہ کا ذکر ہے اسوجہ سے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر فقط اتنا ہی کلمہ یعنی صرف بسم اللہ پڑھے تب بھی کافی ہے لیکن بہتر اور اولیٰ پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ بسم اللہ کو آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے تاکہ دوسرے ساتھی کو اگر خیال نہ رہے تو یاد آجائے۔ (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کھانے کے درمیان جس وقت یاد آئے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ کہہ لے۔ (۳) عمر بن ابی سلمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور کے

---

[1] الیافعی نسبة الی یافع وهو اسم موضع او قبیلة من رعین علی ما فی القاموس ۱۲ قاری [2] اول منصوب علی الظرفیة وما مصدریة ولو ارید المعنی بالنسبة الی تقریب الطعام لا بالنسبة الی زمان التکلم ویحمل علی زمان قبل الخندق فلا یشکل ببرکة طعام جابر فی غزوة الخندق ۱۲ [4] الدستوائی نسبة الی دستوا بلدة من الاهواز نسب الیه لانه کان یبیع الثیاب التی تجلب منها ۱۲ [3] قال القاری ندبا وقال المناوی ندبا موکدا اذا تذکر فی حالة الاکل لا بعده علی ما علیه بعض الشافعیة لان التسمیة انما شرعت لدفع الشیطان وبالفراغ فاتت لکن رجح البعض خلافه لانها وان شرعت لذلک فقد شرعت ایضا لیتقی ما اکله فیصل بعض بین ما اذا تذکر حال الاشتغال بتوابع الطعام ولو بعد الاکل والعهد قریب وبین ما اذا بعد وانقطعت التسمیة اھ ۱۲ [5] بالنصب یسهل علی الظرفیة ای فی اوله وآخره یعنی علی جمیع اجزائه فلا یقال ذکرهما یخرج الوسط ویمکن ان یقال المراد بالاول النصف الاول وبالآخر النصف الثانی او علی انهما مفعول لفعل حذف ای اکلت اوله وآخره مستعینا به واورد علیه انه فی اول الاکل لیس مستعینا به واجیب بانه مستعین حکما لان حال المومن وشانه انه مستعین به فی جمیع احواله الم یجهر اسم الله نسیانا فهو معفو عنه ویدل علیه ان النسیان فی ترک التسمیة حال الذبح معفو مع انها شرط فکیف وهی سنة ههنا قاله القاری وقال المناوی ان الشرع جعل الشارع ہ

صاحب مستعانة بسم الله فی اوله ولیس هذا اخبار حتی یکذب وهذا تعبیر مستعینا فی اوله وترتب علیه ما یترتب علی الاستعانة فی اوله اھ ۱۲ [6] بصاد مهملة وتشدید موحدة ۱۲

انه دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعندہ طعام فقال ادن یا بُنی فسم اللہ تعالیٰ وکل بیمینک مما یلیک

حدثنا محمد بن غیلان ثنا ابو احمد الزبیری ثنا سفیان الثوری عن ابی ہاشم عن اسمعیل بن ریاح عن ریاح بن عبیدۃ عن ابی سعید الخدری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من طعامہ قال الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین حدثنا محمد بن بشار ثنا یحیی بن سعید ثنا ثور بن یزید ثنا خالد بن معدان عن ابی امامۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفعت المائدۃ من بین یدیہ یقول الحمد للہ حمداً

پاس کھانا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا بیٹا قریب ہو جاؤ اور بسم اللہ کہکر دائیں ہاتھ سے اپنے قریب سے کھانا شروع کرو۔ **ف** بسم اللہ کہنا بالاتفاق سنت ہے، اور دائیں ہاتھ سے کھانا جمہور کے نزدیک سنت ہے، اور بعض کے نزدیک واجب ہے، اسلئے کہ ایک بائیں ہاتھ سے کھانیوالے شخص پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی تھی تو اس کا ہاتھ شل ہوگیا تھا۔ جس کا عبرت انگیز واقعہ حدیث کی کتابوں میں ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، حضور نے تنبیہ فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اُس نے کہدیا کہ میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا، حضور نے فرمادیا کہ آئندہ بھی نہ کھا سکیو۔ اسکے بعد سے دایاں ہاتھ مُنہ تک نہیں جاسکتا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ایک عورت کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تھا تو اسپر بددعا فرمائی اور وہ عورت طاعون میں مَری۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے اسلئے تم بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ۔ بعض علماء کے نزدیک ان روایات کی بناء پر دائیں ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ جمہور کے نزدیک گو سنت ہے، لیکن ان روایات کی وجہ سے اہتمام ضروری ہے آجکل لوگ اس سے غافل ہیں بالخصوص پانی پینے میں تو بائیں ہاتھ سے پانی پینے کی عام وبا پھیل گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے پیو اسلئے کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا اور پیتا ہے۔ اسی طرح تیسرا مضمون یعنی اپنی جانب سے کھانا بھی بعض علماء کے نزدیک ان روایات کی وجہ سے واجب ہے، لیکن جمہور کے نزدیک سُنت ہے۔ (۴) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ (تمام تعریف اس ذات پاک کیلئے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا اور ہمیں مُسلمان بنایا) **ف** کھانے پر حمد تو ظاہر ہے کہ کھانے سے فراغت ہوئی اور آیت لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (اگر تم میرا شکر ادا کروگے تو میں عطا میں زیادتی کروں گا) کی بناء پر شکر کا موقعہ ہے ہی۔ مُسلمان ہونیکو اسکے ساتھ اسلئے منضم فرمایا کہ انعامات ظاہریہ کے ساتھ انعامات باطنیہ بھی شامل رہیں یا اسلئے کہ درحقیقت کھانے پینے پر شکر ادر حق تعالیٰ شانہ کی حمد اسلام ہی کا ثمرہ ہے اسلئے اسکو بھی شامل کیا۔ (۵) ابو امامہ کہتے

لہ بنی بصیغۃ التصغیر تشفقۃ وکان ربیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من جہۃ ام سلمۃ ۱۲ ؎ الجمہور علی ان الاوامر الثلثۃ للندب وقیل بالوجوب فی غیر الاول قلت ولعل الباعث للجمہور فی حملہم الامر بالاکل مما یلیک علی الندب حدیث تتبع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدباء حوالی القصعۃ وہو حدیث معروف والباعث فی حملہم الامر بالاکل بالیمین علی الندب ما اخرج الطبرانی بسند ضعیف ان عبداللہ بن جعفر قال رأیت فی یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم قثاء وفی شمالہ رطبا وہو یاکل من ذا مرۃ ومن ذا مرۃ واخرج ابو نعیم فی کتاب الطب بسند فیہ ضعف عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاخذ الرطب بیمینہ والبطیخ فی یسارہ فیاکل الرطب بالبطیخ ذکرہما القاری فی باب الفاکہۃ وحملہ علی تبدیل ما فی یدیہ لئلا یلزم الاکل بالشمال ۱۲ ؎ ریاح بکسر الراء والتاء التحتیۃ والد اسمعیل المذکور وعبیدۃ بفتح فکسر ۱۲ ؎ صیغۃ الجمع باعتبار شرکۃ الاہل او الاضیاف او امۃ لتضعیف فیلیق التاسی بہذہ الالفاظ تشریکا للمسلمین ۱۲ ؎ سقانا ادرفہ لانہ من تتمۃ الطعام لانہ لا یخلو من الشرب فی اثنائہ غالبا ۱۲ ؎ ہکذا فی جمیع النسخ الموجودۃ من الہندیۃ والمصریۃ وفی بعض الحواشی بطریق النسخۃ من المسلمین ای الموحدین والمنقادین لجمیع امور الدین قیل لما کان الحمد یستجلب المزید اتی بہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریضا للامۃ علی التاسی بہ وختم بقولہ وجعلنا مسلمین للجمع بین الحمد علی النعمۃ الدنیویۃ والاخرویۃ واشارۃ الی ان الاولی ان لا یجرد حمدہ الی دقائق النعم بل ینظر الی جلائلہا ولان الاتیان بحمدہ من شعائر الاسلام۔

ولا یختص بصفۃ مخصوصۃ وقد تعلق المائدۃ ویراد بہا الطعام وبقیتہ واناہ ذکرہا القاری ۱۲

كثيرًا طيبًا مباركًا فيه غير مودّع ولا مستغنى عنه ربنا حدثنا ابوبكر محمد بن ابان ثنا وكيع عن هشام الدستوائي
عن بديل بن ميسرة العقيلي عن عبد الله بن عبيد بن عمير عن ام كلثوم عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم يأكل الطعام في ستة من اصحابه فجاء اعرابي فاكله بلقمتين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو سمّى
لكفاكم حدثنا هناد ومحمود بن غيلان قالا حدثنا ابو اسامة عن زكريا بن ابي زائدة عن سعيد بن ابي بردة عن انس بن
مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله ليرضى عن العبد ان يأكل الاكلة ويشرب الشربة فيحمده عليها

باب ما جاء في قدح رسول الله صلى الله عليه وسلم

حدثنا الحسين بن الاسود البغدادي ثنا عمرو بن محمد ثنا عيسى بن طهمان عن ثابت قال اخرج الينا انس بن مالك

ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے جب دسترخوان اُٹھایا جاتا تو آپ یہ دُعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا (تمام تعریف حق تعالیٰ شانہٗ کیلئے مخصوص ہے ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ایسی تعریف جو پاک ہو ریا وغیرہ اوصاف رذیلہ سے جو مبارک ہو ایسی حمد جو نہ چھوڑی جاسکتی ہو اور نہ اس سے استغنا کیا جاسکتا ہو اے اللہ (ہمارے شکر کو قبول فرما) (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چھ آدمیوں کے ساتھ کھانا تناول فرمارہے تھے کہ ایک بدوی آیا اور اُس نے دو لقموں میں سب کو نمٹا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بسم اللہ پڑھکر کھاتا تو یہ کھانا سب کو کافی ہوجاتا۔ **ف** یعنی اسکے بسم اللہ نہ پڑھنے سے شیطان کی شرکت ہوئی اور وہ سب کو نمٹا گیا جس سے بے برکتی ہوگئی (۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ حق تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ بندہ کی اس بات پر بہت ہی رضامندی ظاہر فرماتے ہیں کہ ایک لقمہ کھانا کھاوے یا ایک گھونٹ پانی پیوے اور حق تعالیٰ شانہٗ کا اس پر شکر ادا کرے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ لَا نُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا ذکر

ف۔ پیالہ سے مراد جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے وہ پیالہ ہے جس سے پانی تناول فرماتے تھے۔ (۱) ثابت کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہم کو ایک لکڑی کا موٹا پیالہ جس میں لوہے کے پترے لگ رہے تھے نکالکر دکھلایا اور فرمایا کہ اے ثابت یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔ **ف** کہتے ہیں کہ حضرت نضر بن انس رض کی میراث سے یہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم میں فروخت ہوا تھا۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بصرہ میں اس پیالہ سے پانی بھی پیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اور پیالہ تھا۔

لہ غیر مودع الضمیر یرجع الی اللہ عز وجل او الی الحمد او الی الطعام الذی یدل علیہ السیاق ۱۲ قاری ۲ے ربنا روی بالرفع والنصب والجر فالرفع علی تقدیر ھو او انت ربنا اسمع حمدنا ودعائنا او علی انہ مبتدأ او خبرہ لفظ غیر بالرفع مقدم علیہ والنصب علی انہ منادی حذف حرف النداء والجر علی البدلیۃ من اسم الجلالۃ ۱۲ قاری ۳ے قالت یحتمل ان یکون ھذا وقع الی ایوب متعددۃ ویحتمل التعدد وھو الظاھر وکذا یحتمل ان یکون عائشۃ حضرت ذلک المنزل بعینہا قبل نزول الحجاب ویحتمل انہ یکون من مراسیل الصحابۃ ۱۲ قاری ۴ے ابی بردۃ بضم الموحدۃ وسکون الراء اسمہ عامر ۱۲ ۔ لیرضی ای یرحمہ ویثیبہ واللام فی العبد للجنس او للاستغراق ۱۲ ق ۵ے ان یاکل علۃ لیرضی ای بسبب ان یاکل او وقت ان یاکل او حول لیرضی ای یحب ان یاکل ۱۲ جمع الوسائل ۶ے بفتح الھمزۃ ای المرۃ من الاکل ویروی بالضم ای اللقمۃ وھی ابلغ فی بیان اہتمام اداء الحمد لکن الاول اوفق مع قولہ الشربۃ فانہ بالفتح لا غیر ۱۲ القاری ۱۲ ۱ے القدح بفتحتین ما یشرب منہ وذکر ابن الاثیر ھو اناء بین اثنین لا صغیر ولا کبیر وربما وصف باحدھما جمعہ اقداح قال ابن القیم کان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

قدح خشب غلیظ مضبباً[1] بحدید فقال یا ثابت هذا قدح رسول الله صلی الله علیه وسلم حدثنا عبد الله بن عبد الرحمٰن ثنا عمرو بن عاصم ثنا حماد بن سلمة ثنا حمید وثابت عن[2] انس قال لقد سقیت رسول الله صلی الله علیه وسلم بهذا القدح الشراب کله[3] الماء والنبیذ والعسل واللبن

باب ما جاء فی صفة فاکهة رسول الله صلی الله علیه وسلم

حدثنا اسمعیل بن موسی الفزاری[4] ثنا ابراهیم بن سعد عن ابیه عن عبد الله بن جعفر قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یاکل القثاء[5] بالرطب حدثنا عبدة بن عبد الله الخزاعی البصری ثنا معاویة بن هشام عن سفین عن هشام بن عروة عن ابیه عن[2] عائشة رضی الله عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یاکل البطیخ[6] بالرطب حدثنا ابراهیم بن یعقوب ثنا وهب بن جریر ثنا ابی قال سمعت حمیدا یقول او قال حدثنی حمید قال وهب وکان

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالے سے پینے کی سب انواع پانی۔ نبیذ۔ شہد۔ دودھ سب چیزیں پلائی ہیں۔ **ف** نبیذ یہ کہلاتی ہے کہ کھجور کشمش وغیرہ پانی میں بھگو دی جائے اور جب اس کا اثر اچھی طرح آجائے تو وہ پانی نبیذ کہلاتا ہے۔ مقوی اور مفرح ہوتا ہے۔ حضور کے لئے شب کو کھجوریں وغیرہ بھگو دی جاتی تھیں اور صبح کو حضور نوش فرما لیتے۔ اور کبھی دوسرے دن تک بھی جب تک کہ اس میں سکر (نشہ) کا اندیشہ نہ ہوتا تھا کام میں لایا جاتا تھا۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھلوں کا ذکر

ف یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا پھل تناول فرمائے ہیں اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔ **ف** ککڑی چونکہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور کھجور گرم۔ اس طرح سے دونوں کی اصلاح ہو کر اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں ان کے مزاج کی رعایت رکھنا مناسب ہے نیز ککڑی پھیکی ہوتی ہے اور کھجور میٹھی جس کی وجہ سے ککڑی میں بھی مٹھاس آجاتا ہے۔ (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تر کھجوروں کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔ **ف** ترمذی وغیرہ کی روایت میں اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی کو اور اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک کو زائل کر دیگی۔

---

[1] مضبباً بالتصغیر علے از صفة قدح والمضبب المشدود بالضبات جمع ضبة وهی حدیدة العریضة التی یضبب بها قال المناوی الضبة ما شعب به الاناء من حدید او غیره قال میرک وقد ثبت فی الصحیح ان قدح النبی صلی الله علیه وسلم الذی کان عند انس هو قدح جید عریض طولا اقصر من عرضه وفی الصحیح ایضا انه قد انصدع فسلسل بفضة بعضه بفضة قاله القاری ۱۲ [3] کلہ ای انواعه کلها وابدل الاربعة المذکورة بدل بعض اهتماما بشانها لکونها افضل المشروبات او لکونها اشهر انواعه ۱۲ [4] الفزاری بفتح الفاء والزای المخففة منسوب الی بنی فزارة قبیلة من غطفان ۱۲ [5] القثاء بکسر القاف والضم وتشدید المثلثة ممدودا قاله القاری وقال المناوی الکسر اشهر من اسم نوع من الخیار اخف منه ۱۲ [6] البطیخ قال العلقمی اختلف فی المراد منه قیل هو الاصفر المعبر عنه فی الروایة الآتیة بالخربز وقیل هو الاخضر وهو الاظهر ۱۲ [6] وقال مدنی اللفظ ظاهره اظهار الشک فی لفظ الشیخ بانه قال بلفظ سمعت ...

صدیقالہ[1] عن[3] انس بن مالک قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الخربز[2] والرطب حدثنا محمد بن یحیٰی ثنا محمد بن عبد العزیز الرملی ثنا عبد اللہ بن یزید بن الصلت عن محمد بن اسحاق عن یزید بن رومان عن عروۃ (بالضم الراء بالنون ۱۲) عن[4] عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل البطیخ بالرطب. حدثنا قتیبۃ بن سعید عن مالک بن انس ح وثنا اسحٰق بن موسٰی ثنا معن ثنا مالک عن سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن[5] ابی ھریرۃ قال کان الناس اذا رأوا اول الثمر جاؤا بہ الی النبی[3] صلی اللہ علیہ وسلم فاذا اخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم بارک لنا فی

---

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزہ اور کھجور اکٹھے کھاتے ہوئے دیکھا **ف** بعض علماء نے اس جگہ بھی بجائے خربوزہ کے تربوز کا ترجمہ کیا ہے۔ اور منشاء پہلی روایت کی بنا پر اس کا ٹھنڈا ہونا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں خربوزہ متعارف ہی مراد ہے۔ اور کھجور سے کھانے کی وجہ بظاہر اس کا پھیکا پن ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی مصلحت سب جگہ جاری کیجائے۔ ممکن ہے کہ کسی جگہ کوئی اور مصلحت ہو اسلئے بندہ ناچیز کے نزدیک تربوز کو کھجور سے کھانے کا قصہ مستقل ہے اور اسکی مصلحت دونوں کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنا ہے کہ تربوز ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اور خربوزہ کو کھجور سے کھانے کا قصہ مستقل ہے اور اسکی مصلحت خربوزہ کا پھیکا ہونا ہے کہ بسا اوقات اسکے پھیکے ہونے کی وجہ سے شکر ڈالکر اسکو کھایا جاتا ہے اسلئے دونوں حدیثوں کو ایک پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تر کھجوروں کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ (۵) ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ جب کسی نئے پھل کو دیکھتے تو اسکو حضور کی خدمت میں لاکر پیش کرتے تو حضور یہ دعا پڑھتے۔ اللھم بارک لنا فی ثمارنا وبارک لنا فی مدینتنا وبارک لنا فی صاعنا وفی مدنا اللھم ان ابراھیم عبدک وخلیلک ونبیک وانی عبدک ونبیک وانہ دعاک لمکۃ وانی ادعوک للمدینۃ بمثل ما دعاک بہ لمکۃ ومثلہ معہ. اس کے بعد جس چھوٹے بچہ کو دیکھتے اسکو مرحمت فرمادیتے۔ (ترجمہ دعا) اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت فرما اور ہمارے شہر میں برکت فرما۔ اور ہماری اس چیز میں جو صاع اور مد سے ناپی جاتی ہوں (یہ دو پیمانہ ہیں مدینہ منورہ میں کھجوریں وغیرہ سب چیزیں ان سے ناپ کر فروخت کیجاتی تھیں) ان میں برکت فرما اے اللہ واقعی حضرت ابراہیم تیرے بندے اور تیرے دوست اور تیرے نبی تھے۔ اور بیشک میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں (چونکہ موقع تواضع کا تھا اسلئے اپنے حبیب ہونیکا ذکر اس جگہ نہیں فرمایا) انھوں نے (جن چیزوں کی) دعا (اپنے آباد کردہ) شہر مکہ مکرمہ کیلئے کی ہے (جس کا بیان آیت فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ میں ہے کہ لوگوں کے قلوب مکہ کیطرف مائل فرمادے اور پھلوں کی روزی ان لوگوں کو میسر فرما) وہی دعا اس سے دوچند مقدار میں میں مدینہ منورہ کے لئے کرتا ہوں۔

---

[1] صدیقالہ وھو بالتخفیف بمعنی الحبیب لصادق فی المصافاۃ وفی نسخۃ بکسر الصاد وتشدید الدال بمعنی کثیر الصدق لکن لایلائمہ اذ الفعلہ الا ان یقال المعنی کان حمید مصدقا لوھب قالہ القاری قلت وفی مرجع الضمیر من نظر کما تقدم والصواب کان جریر مصدقا لحمید ۱۲ [2] قال القاری بکسر الخاء المعجمۃ وسکون الراء وکسر الموحدۃ فی آخرہ زای ھو البطیخ بالفارسیۃ علی ما فی النہایۃ والظاہر انہ معرب الخربزۃ وھی بطیخ الخاروالباری فی آخرہا اور ھو الاصفر فیحمل علی نوع منہ لم یتم نضجہ فان فیہ برودۃ ثم بعدھا الرطب فاندفع قول من زعم انہ الاخضر محتجا بان الاصفر فیہ حرارۃ علی ان للاصفر بالنسبۃ للرطب برودۃ وقال المناوی والمراد الاصفر والقول بانہ الاخضر لان الاصفر فیہ حرارۃ لیس بمناسب لان القصد التعدیل او بان الاصفر غیر النضیج غیر حار والحار ما تناہی نضجہ وقال زین الحفاظ العراقی المراد ھہنا الاصفر لا الاخضر کما وہم لان الخربز اسم للاصفر بارض الحجاز ذکی شیخی الوالدین شیخ مولانا الشیخ الکنگوہی فی الکوکب لدری ان المراد بالحرارۃ والبرودۃ حرارۃ الحس واللمس لا حرارۃ المزاج وقال ما اجاب بعضہم بانہ کان نیا غیر نضیج فیابی عنہ انہ لایوکل عادۃ اھ [5] الیہم من رزق ربہم وینبغی ان یکون خلفاؤہ من العلماء والاولیاء کذلک قال القاری وقال المناوی لبیان الباکورۃ یندب الاتیان بھا لاکبر القوم علما وعملا اھ ۱۲

ثمارنا وبارك لنا في مدينتنا وبارك لنا في صاعنا وفي مدنا اللّٰهم ان ابراهيم عبدك وخليلك ونبيك واني عبدك ونبيك وانه دعاك لمكة واني ادعوك للمدينة بمثل ما دعاك به لمكة ومثله معه قال ثم يدعو اصغر وليد يراه فيعطيه ذالك الثمر حدثنا محمد بن حميد الرازي ثنا ابراهيم بن المختار عن محمد بن اسحاق عن ابي عبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت بعثني معاذ بن عفراء بقناع من رطب وعليه اجر من قثاء زغب وكان النبي صلى الله عليه وسلم يحب القثاء فاتيته به وعنده حلية قد قدمت عليه من البحرين فملأ يده منها فاعطانيه حدثنا علي بن حجر انا شريك عن عبد الله بن محمد بن عقيل عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت اتيت النبي صلى الله عليه وسلم بقناع من رطب واجر زغب فاعطاني ملأ كفه حليا او قالت ذهبا

(۶) ربیع رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے میرے چچا معاذ بن عفرا نے تازہ کھجوروں کا ایک طبق جن پر چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں بھی تھیں لیکر حضور کی خدمت میں بھیجا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی مرغوب تھی۔ میں جس وقت ککڑیاں لیکر حاضر خدمت ہوئی ہوں حضور والا کے پاس بحرین کے کچھ زیورات آئے ہوئے رکھے تھے حضور نے ان میں سے ایک ہاتھ بھر کر مجھے مرحمت فرمایا۔

ف ککڑی کھجور کے ساتھ علاوہ مذکورہ فوائد کے بدن کو فربہ بھی کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری رخصتی کے وقت میری والدہ کو خیال ہوا کہ اس کا بدن کچھ فربہ ہو جاوے تاکہ اٹھان کچھ اچھا ہو جائے تو مجھے ککڑی تازہ کھجور کے ساتھ کھلائی جس سے میرے بدن میں اچھی فربہی آگئی۔ ایک ضعیف حدیث میں حضرت عائشہ رضی سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی نمک سے نوش فرمایا کرتے تھے۔ اس میں کوئی مانع نہیں کہ کبھی نمک سے تناول فرماتے ہوں کبھی کھجور کے ساتھ کہ رغبت کسی وقت میٹھے کی ہوتی ہے کسی وقت نمکین کی۔ (۷) ربیع ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک طبق کھجوروں اور چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیوں کا لیکر گئی۔ تو حضور نے مجھکو ایک ہاتھ بھر کر سونا یا زیور مرحمت فرمایا۔ **ف** یہ وہی پہلا قصہ ہے اس حدیث میں مختصر کر دیا سونے اور زیور میں کسی راوی کو شک ہوا ہے۔

ل المراد به الطعام الذي يكال بالصيعان والامداد فيكون دعا لهم بالبركة في اقواتهم في عموم اوقاتهم قاله القاري وقال المناوي في صاعنا ومدنا بحيث يكفي المكيال فيها من لا يكفيهم اضعافه في غيرها ثم لا يحتمل ان تكون البركة المذكورة في الحديث دينية وهي ما يتعلق بهذه المقادير من حقوق الله تعالى في الزكوة والكفارات ۱۲ م ٹ توسل بعبوديته ونبوته وقدم الاولى لانه لا اشرف اعلى منها ولم يقل خليلك وان كان خليلا كما ورد في عدة الاخبار بل خص بمقام المحبة الارفع من مقام الخلة لانه في مقام التواضع اذ هو اللائق بمقام الدعاء او ادبا مع ابيه الخليل كذا في المناوي بتغير ۱۲ م ٹ ومثله معه يعني ادعوك ضعفي ما دعاك خليلك ابراهيم عليه الصلوة والسلام ولا حجة في الحديث على المسئلة الكلامية في تحريم المدينة كما ترى ۱۲ م ٹ يراه وفي رواية اصغر من يحضره وفي اخرى فيدعو اصغر وليد له فحمل بعضهم الروايتين المتعددتين على هذه الرواية ومنهم من قال كون له اي للمؤمنين وليس المراد من اهل بيته والظاهر عندي في الجمع بينهما ان ذلك بحسب ما اتفق له من حضور صغير او دماره احد من اهل قرابته ووجه ترجيح الصغير للباكورة شدة حرصهم وكثرة تطلعهم ۱۲ ٹ ابي عبيدة بزيادة التاء في آخره كما في بعض النسخ من مذ ذكر تحريف ۱۲ م ٹ الربيع بضم الراء وفتح الموحدة وتشديد التحتانية المكسورة بنت معوذ بتشديد الواو وفتحها على الاشهر وجزم الوقشي انه بالكسر ۱۲ ٹ اجر بفتح الهمزة وسكون الجيم وراء منون مكسور جمع جرو بكسر الجيم وهو الصغير من كل شيء حتى الحنظل والبطيخ والمراد هنا القثاء كما هو مبين في البيانية في هذه الرواية قاله القاري ۱۲ ٹ زغب بضم الزاي وسكون الغين المعجمة جمع ازغب من الزغب بالفتح هو صغار الريش اول ما طلع شبه به ما على القثاء من الزغب ۱۲

باب ما جاء فی صفة شراب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا ابن ابی عمر[۱] ثنا سفیان[بن عیینہ ۱۲] عن معمر عن الزھری عن عروة عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان احب الشراب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلو البارد[هو الماء العذب ۱۲] حدثنا احمد بن منیع ثنا اسمٰعیل بن ابراھیم انا علی بن زید عن عمر هو[ابن ابی حرملة ۱۲] ابن ابی حرملة عن ابن عباس[۲] رضی اللہ تعالٰی عنہما قال دخلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا وخالد بن الولید علی میمونة فجاءتنا باناء من لبن فشرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا علی یمینه وخالد علی شماله فقال لی الشربة[۳] لك فان شئت آثرت[۴] بها خالدا[مراعاة للکبیر ۱۲] فقلت ما کنت لاوثر علی سؤرك احدا ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اطعمه اللہ طعاما فلیقل اللّٰھم بارك لنا فیه واطعمنا خیرا منه ومن سقاه اللہ لبنا فلیقل اللّٰھم بارك لنا[۵] فیه وزدنا منه

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کی چیزوں کے احوال

ف - اس باب میں مصنف نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی سب چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیز مرغوب تھی۔ **ف** بظاہر تو اس حدیث سے ٹھنڈا اور میٹھا پانی مراد ہے۔ چنانچہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں بالتصریح وارد ہے اور یہ بھی محتمل ہے کہ اس سے شہد کا شربت یا کھجوروں کا نبیذ مراد ہو جیسا کہ پیالے کے باب میں گذر چکا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کھانے کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا، جو حاضر ہوتا وہی تناول فرما لیتے لیکن میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا خاص اہتمام تھا۔ سقیا جو مدینہ طیبہ سے کئی میل پر ہے وہاں سے میٹھا پانی حضور کے لئے لایا جاتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰة والسلام کی دعا کے الفاظ میں یہ بھی نقل فرمایا کہ اے اللہ اپنی ایسی محبت مجھے عطا فرما جو میرے لئے اپنی جان و مال اور اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ ہو۔ (۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن الولید دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے (ام المؤمنین حضرت میمونہؓ ان دونوں حضرات کی خالہ تھیں) وہ ایک برتن میں دودھ لیکر آئیں۔ حضور نے اس میں سے تناول فرمایا۔ میں دائیں جانب تھا اور خالد بن الولید بائیں جانب۔ مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ اب پینے کا حق تیرا ہے (کہ تو دائیں جانب ہے)، اگر تو اپنی خوشی سے چاہے تو خالد کو ترجیح دیدے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے جھوٹے پر میں کسی کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کو حق تعالٰی شانہ کوئی چیز کھلائیں

---

[۱] ابن ابی عمر بضم العین وفتح المیم ھو محمد بن یحیی بن ابی عمر العدنی ابو عبد اللہ الحافظ قد ینسب الی جدہ ۱۲ [۳] الشربة لك لانك صاحب الیمین ومن علی الیمین اقدم لما ورد ملك الیمین الی کم علی ملك الشمال ولذا ورد الایمن فالایمن رواہ مالك واحمد واصحاب الستة عن انس قال العراقی وھل تقدیم الایمن فی الشرب خاصة او یعم کل مطعوم کفاکھة ونحوها نقل عن مالك التخصیص بہ وانکرہ بعضھم قال النووی وقال ایضا خیاسان السنة البداءة فی الشرب ونحوہ بمن عن یمین الکبیر لو صغیرا مفضولا بالنسبة لمن علی یسارہ وھذا اتفاق لکنه علی الاستحباب عند الجمھور وذھب ابن حزم الی وجوبہ فقال لا یجوز مناولة غیر الایمن الا باذنه فان قیل یعارض ھذا الحدیث ما رواہ ابو یعلی باسناد صحیح کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سقی قال ابدءوا بالاکبر او قال بالاکابر قلنا ذلك محمول علی ما اذا لم یکن عن یمینه احد بل کانوا امامه او وراءہ اہ قلت وقال الحافظ فی الفتح لحدیث ابی یعلی اسنادہ قوی وجمع بینھما بوجوہ ۱۲ [۴] آثرت بھا خالدا لکونه اشرف منك مراعاة للاکبر وفی نسبة المشیئة الیه تطییب لخاطرہ وتنبیه علی ان الایثار اولی لولم الحدیث مستدل الحنفیة فی جواز الایثار بالقرب قالت الشافعیة الایثار بالقرب مکروہ لما فیه من الاعراض بالقربة وقید الشامی جوازہ بما اذا عارض تلك القربة ما ھو افضل منھا کاحترام اھل العلم والاشیاخ کما فی ھذا الحدیث وتتفرع علی ھذا الخلاف مسائل منھا لو سبق احد الی الصف الاول فدخل رجل اکبر منه سنا او اھل علم ینبغی له ان یتاخر ویقدمه تعظیما له اھ ثم لا یشکل علی الحدیث بانه لم استاذن ابن عباس فیه ولم یستاذن الاعرابی کما جاء فانه ورد لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه ۱۲ ق۔

ثم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس شیٔ یجزئ مکان الطعام والشراب غیر اللبن قال ابو عیسٰی هکذا روی سفین ابن عیینة هذا الحدیث عن معمر عن الزهری عن عروۃ عن عائشة رضی اللہ عنہا ورواہ عبد اللہ بن المبارک وعبد الرزاق وغیر واحد عن معمر عن الزهری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا ولم یذکروا فیه عن عروۃ عن عائشة وهکذا روی یونس وغیر واحد عن الزهری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا قال ابو عیسٰی وانما اسندہ ابن عیینة من بین الناس قال ابو عیسٰی ومیمونة بنت الحارث زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم هی خالة خالد بن الولید وخالة ابن عباس رضی اللہ عنہم وخالة یزید بن الاصم واختلف الناس فی روایة هذا الحدیث عن علی بن زید بن جدعان فروی بعضہم عن علی بن زید عن عمر ابن ابی حرملة وروی شعبة عن علی بن زید فقال عن عمرو بن حرملة والصحیح عمر بن ابی حرملة۔

وهو الحدیث الاول ۱۲

باب ما جاء فی صفة شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا احمد بن منیع ثنا هشیم انا عاصم الاحول ومغیرۃ عن الشعبی عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بالکلیة ۱۲ — ابن مقسم ۱۲

تو یہ دعا پڑھنی چاہیے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِّنْهُ (اے اللہ تو اس میں برکت عطا فرما اور اس سے بہتر چیز عطا فرما) اور جب کسی کو حق تعالیٰ شانہٗ دودھ عطا فرمائیں تو یہ دعا پڑھنا چاہیے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ (اے اللہ اس میں برکت عطا فرما اور زیادتی نصیب فرما) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے ہر چیز کے بعد اس سے بہتر کی دعا اور دودھ کے بعد اسی کی زیادتی کی دعا اسلئے تعلیم فرمائی کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کھانے اور پانی دونوں کا کام دیتی ہو۔

ف حضور نے دودھ مرحمت فرمانے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حق اسلئے فرمایا کہ وہ دائیں جانب تشریف فرما تھے اور خالد بائیں جانب اور پیالہ کا دور جیسا کہ متعدد روایات میں آیا داہنی جانب چلنا چاہیے۔ اور خالد کی ترجیح کو اسلئے ارشاد فرمایا کہ وہ عمر میں بڑے تھے نیز ابن عباسؓ کی تعلیم مقصود تھی کہ حق اگرچہ ان کا ہے مگر خود ان کو یہ چاہیے کہ بڑے کی ترجیح کی رعایت کریں لیکن حضرت ابن عباسؓ کیلئے حضور کے جھوٹے کی اہمیت اور اس کا شغف غالب ہوا جو حضور کے ساتھ غایت عشق کا ثمرہ تھا۔

باب۔ اُن احادیث کا ذکر جنمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کا طرز وارد ہوا ہے

ف اس باب میں مصنف نے دس حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

لہ ثم قال ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس شی الخ هذا بمنزلة التعلیل لما تقدم من دعائہ علیہ الصلوۃ والسلام فی اللبن بالمزید وفی غیر اللبن باستدعاء الخیر منہ ۱۲

سہ قال ابو عیسی غرض المصنف بیان الکلام علی المحدثین المتقدمین وهذا ما یتعلق بالحدیث الاول وحاصلہ ان سفیان بن عیینة جعل هذا الحدیث موصولا متصلا والصواب انہ فان عبد اللہ بن المبارک وعبد الرزاق وغیر واحد من تلامذۃ معمر جعلوہ عن الزهری مرسلا وکذلک یونس وغیر واحد من تلامذۃ الزهری جعلوہ ایضا مرسلا فالحق ارسالہ وقال المصنف فی جامعہ بعد تخریج الحدیث هکذا رواہ غیر واحد عن ابن عیینة والصحیح ما روی الزهری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا وهذا اصح من حدیث ابن عیینة انتهی ملتقطا ۱۲ سہ قال ابو عیسی الخ هذا بیان للحدیث الثانی بین اولا وجہ دخولہما علیہا بانہا کانت محرما لہما وذکر کونہا خالة یزید بن الاصم استطرادا اتمام الفائدۃ ثم ذکر الکلام علی هذا الحدیث بقولہ واختلف الناس الخ وحاصلہ ان تلامذۃ علی بن زید بن جدعان اختلفوا فی بیان اسم شیخہ فروی بعضہم عمر بن ابی حرملة بدون الواو وروی بعضہم عمرو بن حرملة بذکر الواو وحذف لفظ ابی وهو غلط بوجہین والصواب عمر بن ابی حرملة بدون الواو وبذکر لفظ الکنی قال القاری الصحة فی الموضعین کما ذکرہ البیهقی الاول عمر بلا واو والثانی ابی علی الکنیة اھ قال المصنف فی جامعہ وقد روی بعضہم هذا الحدیث

شرب من زمزم وهو قائم۔ حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا محمد بن جعفر عن حسين المعلم عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب قائما وقاعدا۔ حدثنا علی بن حجر ثنا ابن المبارك عن عاصم الاحول عن الشعبی عن ابن عباس قال سقيت النبی صلى الله عليه وسلم من زمزم فشرب وهو قائم۔ حدثنا ابو كريب محمد بن العلاء ومحمد بن طريف الكوفی قالا انبأنا ابن الفضيل عن الاعمش عن عبد الملك بن ميسرة

زمزم کا پانی کھڑے ہونے کی حالت میں نوش فرمایا۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت بھی آئی ہے چنانچہ دوسری حدیث کے ذیل میں اس کا مفصل ذکر آئیگا۔ اس بنا پر بعض علماء نے زمزم پینے کو بھی اُس ممانعت میں داخل فرما کر حضور کے اس نوش فرمانے کو ازدحام کے عذر۔ یا بیان جواز پر حمل فرمایا ہے لیکن علماء کا مشہور قول یہ ہے کہ زمزم اُس نہی میں داخل نہیں اس کا کھڑے ہو کر پینا افضل ہے (۲) عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت میں بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر کوئی شخص پانی نہ پیوے اگر بھول کر پی لیوے تو قے کردے۔ علماء نے حضور کے اس فعل میں اور ممانعت میں چند وجوہ سے جمع کیا ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ ممانعت بعد میں وارد ہوئی اسلئے یہ ناسخ ہے بعض علماء اس کا عکس فرماتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینے کی روایتیں ناسخ ہیں ممانعت کیلئے لیکن مشہور قول یہ ہے کہ ممانعت حکم شرعی اور تحریمی نہیں بلکہ آداب کے طریقہ سے ہے نیز شفقت اور رحمت کے باب سے بھی ہے اسلئے کہ ابن قیم وغیرہ نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی چند مضرتیں بتلائی ہیں۔ الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہوئے نوش فرمانا بیان جواز کیلئے ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ممانعت کی وجہ سے کھڑے ہو کر پانی پینا حرام نہیں البتہ خلاف اولےٰ اور مکروہ ہے۔ (۳) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا اور حضور نے کھڑے ہوئے نوش فرمایا۔ **ف** باب کی پہلی حدیث میں اسکا ذکر گذر چکا۔

ل‍ہ الظاهر فی حجة الوداع وفی رواية الشيخين قال اتيت النبی صلى الله عليه وسلم بدلو من ماء زمزم فشرب وهو قائم وفی رواية ابن ماجة قال عاصم فذكرت ذلك لعكرمة فحلف انه ما كان حينئذ الا راكبا وعند ابی داؤد من وجه آخر عن عكرمة عن ابن عباس ان النبی صلى الله عليه وسلم طاف على بعيره ثم اناخه فصلى ركعتين فلعل شربه صلى الله عليه وسلم من زمزم كان حينئذ قبل ان يعود الى بعيره ويخرج الى الصفا وهذا هو الذی تعين المصير اليه لان عمدة عكرمة فی ذلك انما هو ما ثبت انه صلى الله عليه وسلم طاف على بعيره وسعى كذلك لكن لا بد من تخلل ركعتی الطواف بين ذلك وقد ثبت انه صلاها على الارض فما المانع من كونه صلى الله عليه وسلم شرب من زمزم وهو قائم كذا حققه القسطلانی وهو جمع جيد لا غبار عليه وما وقع فی حديث جابر فی سياق حج النبی صلى الله عليه وسلم من انه استقى بعد طواف الزيارة بعد تمام المناسك لا ينافی هذا التاويل غايته فيه يلزم منه كون الشرب من زمزم وقع فی الحج مرتين لا اجل فيه قال القاری ۱۲ ۲؎ عن ابيه عن جده اختلف النقاد كثيرا فی هذا السند فقيل لا يحتج به لان ضمير جده ان يرجع الى عمرو فالمراد به محمد وهو ليس بصحابی فالحديث مرسل وان ارجع الى شعيب فالمراد به عبد الله بن عمرو بن العاص وهو صحابی لكنه لكن لقاء شعيب عن جده خفی وقيل هو صحيفة ولذا قال ابو داؤد ولما سئل عنه عمرو بن شعيب عند كرحجة قال لا ولا نصف حجة وقال علی بن المدينی عن يحيى بن سعيد حديثه عندنا واه وقال الآخرون هذا سند صحيح به وضمير جده الى شعيب لا غير وسماعه من عبد الله بن عمرو صحيح ثابت صرح بسماعه عنه فی اماكن ووقع فی سنن ابی داؤد والنسائی عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبد الله والسند لا مطعن فيه قال البخاری رأيت احمد بن حنبل وعلی بن المدينی واسحٰق وعامة اصحابنا يحتجون بحديث عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ما تركه احد من المسلمين انتهى قلت وحقق الاحتجاج به القاری والحلبی من الحنفية ۱۲ ۳؎ قال المناوی ولا خلاف ان الاكثر من فعله المستقر المعروف من احواله صلى الله عليه وسلم الشرب قاعدا فتفعل غيره لبيان الجواز فليس تقديم القيام لكثرته كما وهم بل لانه احق بالاهتمام لما فيه من الرد على المنكر واخرج النسائی من عائشة قالت رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب قائما وقاعدا ويصلی حافيا ومتنعلا الحديث قال العراقی واسناده جيد قال القاری وما قيل من ان النبی صلى الله عليه وسلم منزه من فعل المكروه فكيف شرب قائما مردود لانه اذا كان لبيان الجواز فواجب عليه فكيف يكون مكروها اه ۱۲ ۴؎ قال القاری وقد تقدم فالمراد تعدد الاسناد تقوية الاعتماد وفی سياق هذا الحديث اشارة الى تعدد شربه صلى الله عليه وسلم وماء الى الی احدهما كان بيد ابن عباس ۱۲ ۵؎ بفتح الطاء وكسر الراء المهملتين ۱۲ ۶؎ ابن الفضيل وفی نسخة ابن الفضل قال القاری قلت والمؤيد كتب الرجال هو الاول فانه محمد بن فضيل بن غزوان ۱۲ ۷؎ ميسرة بفتح ميم وسكون يا وفتحات وهو النزال بفتح نون وتشديد زای معجمة وسبرة بفتح سين مهملة وسكون موحدة فراء قال اتی ۱۲ ق

عن النزال بن سبرة قال أتي علي بكوز من ماء وهو في الرحبة فأخذ منه كفا فغسل يديه ومضمض واستنشق ومسح وجهه وذراعيه ورأسه ثم شرب منه وهو قائم ثم قال هذا وضوء من لم يحدث هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل حدثنا قتيبة بن سعيد ويوسف بن حماد قالا حدثنا عبد الوارث بن سعيد عن أبي عصام عن أنس بن مالك أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتنفس في الإناء ثلاثا إذا شرب ويقول هو أمرأ وأروى حدثنا علي بن خشرم أنا عيسى بن يونس عن رشدين بن كريب عن أبيه عن ابن عباس

(۴) نزال بن سبرة کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جبکہ وہ مسجد کوفہ کے میدان میں (جو اُن کا دار القضا تھا) تشریف فرما تھے ایک کوزہ پانی لایا گیا۔ انھوں نے ایک چُلّو پانی لیکر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور پھر اپنے مُنہ پر اور ہاتھوں پر سر پر مسح کیا پھر کھڑے ہو کر پانی پیا اور فرمایا کہ یہ اس شخص کی وضو ہے جو پہلے سے باوضو ہو۔ ایسے ہی میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا۔ ف یہ حدیث مختصر ہے مفصل مشکوٰۃ شریف میں بروایت بخاری منقول ہے اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ مُنہ ہاتھ وغیرہ پر حقیقۃً مسح کیا ہو۔ اس صورت میں اس کو وضو کہنا مجاز ہے۔ لغوی معنی کے اعتبار سے اسکو وضو کہدیا چنانچہ پاؤں کا ذکر اس میں ہے ہی نہیں یہ قرینہ اسی احتمال کا ہے۔ دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس حدیث میں ہلکے سے دھونے کو مجازاً مسح سے تعبیر کر دیا اور پاؤں کا ذکر اس قصہ میں بعض روایات میں آتا ہے اس توجیہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مسح کی جگہ بعض روایات میں مُنہ ہاتھ دھونے کا ذکر ہے اس صورت میں اس حدیث سے تجدید وضو مراد ہے اور یہی توجیہ بندہ ناچیز کے نزدیک اولیٰ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا جائز ہے۔ کتب فقہ میں اسکے اور آب زمزم کے کھڑے ہو کر پینے کے جواز کی تصریح ہے بلکہ علامہ شامی نے تو وضو کا پانی کھڑے ہو کر پینے کو بعض بزرگوں سے شفاء امراض کیلئے علاج مجرب نقل کیا ہے اور ملا علی قاری نے شرح شمائل میں اس کا استحباب نقل کیا ہے۔ (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پینا زیادہ خوشگوار ہے اور خوب سیراب کرنے والا ہے ف پانی ایک سانس میں پینے کی ممانعت بھی آئی ہے علماء نے ایک دفعہ ہی پینے کی بہت سی مضرتیں بھی لکھی ہیں بالخصوص ضعف اعصاب کا سبب بتایا ہے نیز معدہ اور جگر کے لئے بھی مضرت کا سبب ہے۔ (۶) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی نوش فرماتے دو دفعہ

لہ اتی الخ ولفظ النسائی فی سننہ قال رأیت علیا صلی الظہر ثم قعد لحوائج الناس فلما حضرت العصر اتی بتور من ماء الحدیث ۱۲ سکہ الرحبۃ بفتح الراء والحاء المہملتین المکان المتسع قال فی المغرب لما فی حدیث علی فانہ دکان وسط مسجد الکوفۃ وکان علی ینعقد فیہ ویعظ اھ قلت وقد تقدم من روایۃ النسائی ما یوافقہ ۱۲ سکہ قال القاری ای غسلہا غسلا خفیفا فالمراد الوضوء الشرعی ویؤیدہ ما وقع فی بعض الروایات الصحیحۃ انہ غسلہا۔ ویحتمل انہ لم یغسلہا فالمراد الوضوء العرفی ویؤیدہ ترک ذکر الرجلین فی الاصل فیحمل اختلاف الروایتین علی تعدد الواقعۃ فی الرحبۃ ۱۲ سکہ قال القاری شرب صلی اللہ علیہ وسلم قائما یحتمل انیکون لبیان الجواز وانیکون للاستحباب بخصوص ہذا الماء وہو مختار مشائخنا ویؤیدہ عمل علی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لو کان فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیان الجواز لکان ترکہ افضل اھ ۱۲ شہ ابی عصام بکسر اولہ وفی نسخۃ ابی عاصم وہو ضعیف قالہ القاری قلت اختلف الرواۃ فی ذکر ہذا الراوی فذکرہ الجمہور بلفظ ابی عصام وقال بعضہم ابو عاصم وبسط الکلام علیہ الحافظ فی تہذیبہ فی ترجمۃ ابی عصام فقیل لم توجد ترجمۃ لیس بوجیہ ۱۲ لہ فی الاناء فی الصحیحین من ابی قتادۃ انہ علیہ السلام نہی ان یتنفس فی الاناء فالمعنی انہ کان یشرب ثلث مرات وفی کل ذلک یبین الاناء عن فیہ فیتنفس ثم یعود والمنہی عنہ ہو التنفس فی الاناء بدون الابانۃ ویدل علیہ قولہ ہہنا وقال القرطبی امام زعم بعضہم اجراء الحدیث علی ظاہرہ وانہ فعلہ لبیان الجواز ولکونہ لا یستقذر منہ شی فتعسف یرد بلیل بقیۃ الحدیث وہو قولہ امرأ ۱۲ شہ ہو بالہمزۃ افعل من مرأۃ الطعام سلتہ اذا ذاق المعدۃ وقال المناوی مرأ الطعام او الشراب فی جسدہ اذا لم یثقل علی المعدۃ وانحدر عنہا لیبا طیبۃ ونفع ومنہ قولہ تعالیٰ فکلوہ ہنیئا مریئا وقیل غیر ذلک امراً ای اسوغ واہضم وقولہ اروی ای اکثر ریا لماء امع للعطش ۱۲ شہ خشرم بفتح خاء وسکون شین معجمتین السرف وزا السرف ۱۲ ق

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا شرب تنفس مرتین حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفیٰن عن یزید بن یزید بن جابر عن عبد الرحمن بن ابی عمرۃ عن جدتہ کبشۃ قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشرب من فی قربۃ معلقۃ قائما فقمت الی فیہا فقطعتہ حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مہدی ثنا عزرۃ بن ثابت الانصاری عن ثمامۃ بن عبد اللہ قال کان انس بن مالک یتنفس فی الاناء ثلاثا وزعم انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتنفس فی الاناء ثلثا حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن انا ابو عاصم عن ابن جریج عن عبد الکریم عن البراء

سانس لیتے تھے۔ **ف** اس حدیث میں یا تو پانی دو سانس میں پینا مراد ہے اور یہی بظاہر قریب ہے، اسلئے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قولی حدیث میں ہے کہ پانی ایک دفعہ ہی نہ پیا کرو بلکہ دو یا تین سانس میں پیا کرو۔ اس صورت میں یہ حدیث بعض اوقات پر محمول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اقل درجہ کے بیان فرمانے کے لئے دو سانس میں بھی پیتے تھے۔ دُوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث میں پانی کے درمیان میں دو مرتبہ سانس لینا مراد ہے اور جب پانی کے درمیان میں دو مرتبہ سانس لیا تو تمام پانی تین سانس میں ہو گیا۔ اس صورت میں اور روایات سے کچھ تعارض ہی نہیں رہا۔ (۷) کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے وہاں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا حضور نے کھڑے ہوئے اس مشکیزہ کے مُنہ سے پانی نوش فرمایا میں نے اُٹھکر مشکیزہ کے مُنہ کو کتر لیا۔ **ف** امام نووی نے امام ترمذی سے اس کترنے کی دو وجہ نقل کی ہیں ایک تو تبرکا کہ اس حصہ کو جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک لگا تھا تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھنے کیلئے کتر لیا۔ دوسرے یہ کہ جس جگہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک لگا ہے دوسرا کوئی اسکو استعمال نہ کرے یعنی مقصود یہ کہ ادباً اُس جگہ کو کتر لیا کہ کسی دوسرے کا مُنہ اُس جگہ لگنا بے ادبی تھی۔ اس حدیث میں دو گفتگو ہیں ایک کھڑے ہو کر پانی پینے کی وہ پہلے گذر چکی۔ دوسری یہ کہ بخاری شریف وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مشک کے مُنہ سے پانی پینے کی ممانعت وارد ہوئی ہے اسلئے اس حدیث کو بیان جواز پر حمل کرینگے یا اس ممانعت کی روایت کو خلاف ادبی پر حمل کرینگے نیز حضور کے اُس پینے کو اس ہی کی وجہ سے ضرورت پر بھی حمل کیا جا سکتا ہے۔ ایک حدیث میں ایک قصہ آیا ہے کہ ایک شخص مشکیزہ کو مُنہ لگا کر پانی پی رہے تھے کہ اس میں سے ایک سانپ نکل آیا اسپر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پانی پینے کی ممانعت فرما دی۔ اس حدیث کی بنا پر ممانعت اس طرح پانی پینے کے واقعات بظاہر ابتدائی ہیں ایک خصوصی بات اور بھی ہے کہ اس طرح پانی پینے میں منجملہ دوسری وجوہ کے ایک وجہ ممانعت یہ بھی ہے کہ ہر شخص کا مُنہ ایسا نہیں ہوتا جس کے گھڑے یا مشک وغیرہ کے لگنے سے دوسروں کو گھن نہ آئے لیکن بعض مُنہ ایسے ضرور ہوتے ہیں جن کا لعاب بیماروں کی شفا اور دُنیا کی ہر چیز سے زیادہ لذیذ اور ہر فرحت کی چیز سے زیادہ سرور پیدا کرنے والا ہوتا ہے ؎

عناب لب لعاب دہن شربتِ وصال، یہ نسخہ چاہیے ترے بیمار کیلئے۔ اس لئے حضور اقدس محبوب دو عالم کے مشکیزے سے پینے کو دوسروں کے پینے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ (۸) ثمامہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی تین سانس میں پیتے تھے اور کہتے تھے

۱؎ قال المناوی ہذا الحدیث وان کان ضعیفا لکن لہ شواہد عند المصنف فی جامعہ وغیرہ واحادیث الثلثۃ اقوی واصح وقال الشارح لاینافی ماسبق لانہ فی بعض الاحیان لبیان الجواز او اراد التنفس اثناء الشرب اسقط الثالثۃ لانہا بعد الشرب اھ ۱۲ ۲؎ کبشۃ بنت ثابت بن المنذر الانصاریۃ اخت حسان قالہ القاری والبیجوری وجزم المناوی ۔

۳؎ قال المناوی وہذا الحدیث رواہ الطبرانی ایضا بزیادۃ فقال کان یتنفس فی الاناء ثلثۃ انفاس یسمی عند کل نفس ویشکر عند آخرہن ۱۲

ابن زید ابن[۱] ابنۃ انس بن مالک عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی ام سلیم وقربۃ معلقۃ فشرب من فم القربۃ وھو قائم فقامت ام سلیم الی راس القربۃ فقطعتھا[۲] حدثنا احمد بن نصر النیسابوری حدثنا اسحٰق بن محمد الفروی[۳] حدثتنا عبیدۃ[۴] بنت نائل[۵] عن عائشۃ بنت سعد بن ابی وقاص عن ابیھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یشرب قائما وقال ابو عیسٰی[۶] وقال بعضھم عبیدۃ بنت نابل بالموحدۃ ۱۲

باب ما جاء فی تعطر[۷] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن رافع وغیر واحد قالوا انا ابو احمد الزبیری نا شیبان عن عبد اللہ بن المختار عن موسٰی
مصغرا ۱۲ بن فراخ ۱۲

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے (۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ ام سلیم کے گھر تشریف لیگئے وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا حضور نے کھڑے ہی ہوئے اس میں سے پانی نوش فرمایا ام سلیم کھڑی ہوئیں اور اس مشکیزہ کے منہ کو کتر کر رکھ لیا۔ ف حضرت کبشہ کی حدیث بھی اسی نوع کی ابھی گذر چکی ہے لٹکے ہوئے مشکیزہ سے بیٹھکر پانی پینا ویسے بھی مشکل ہے اسلئے ضرورت کے درجہ میں بھی یہ واقعات داخل ہیں۔ ام سلیم کے قصہ میں بعض حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ انھوں نے مشکیزہ کترتے ہوئے یہ کہا کہ حضور کے بعد اب کوئی اسکو منہ لگا کر نہیں پی سکتا جس سے معلوم ہوا کہ انھوں نے ادباً کتر لیا۔

(۱۰) سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پانی نوش فرمالیتے تھے۔ ف یہ عادت شریفہ نہیں بلکہ گاہے گاہے کسی ضرورت سے ایسا کرتے تھے۔ چنانچہ پہلے مفصل گذر چکا ہے۔

باب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگانے کا ذکر

ف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن شریف سے خود خوشبو مہکتی تھی۔ گو حضور خوشبو کا استعمال نہ فرماویں چنانچہ حضرت انس کی روایت ہے کہ میں نے کوئی خوشبو عنبر نہ مشک نہ کوئی اور خوشبو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی۔ ایسے ہی اور بہت سی روایات اس مضمون پر دال ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ خوشبو کے بجائے استعمال کرنے کے بارہ میں متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں چنانچہ ام سلیم کی روایت مسلم شریف وغیرہ میں وارد ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ سونے کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ

---

[۱] ابن بالالف مجرور علی البدلیۃ من ابن زید او صفۃ ثان مضافا الی ابنۃ انس فیبین بان اباہ زید وامہ بنت انس فلا بد من تحریر حرف الالف علی لفظ ابن ۱۲ [۲] فقطعھا التانیث باعتبار المضاف الیہ او لکونھا قطعۃ وفی نسخۃ فقطعتہ وھی القیاس الحدیث اخرجہ ابن حبان فی کتاب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم وزاد فیہ وقالت لا یشرب منھا احد بعد شرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ [۳] بفتح فاء وسکون راء منسوب الی جدہ ابی فروۃ کذا قال القاری والبیجوری فما فی المناوی نسبۃ لابی قردۃ جدہ بفتح القاف وسکون الراء اھ وہم من الناسخ فانہ بالفاء وھو اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن عبد اللہ بن ابی فروۃ الفروی المدنی الاموی کما فی تہذیب الحافظ ۱۲ [۴] قال المناوی بالتصغیر عند الجمہور اھ وبالتصغیر ضبطھا القاری ۱۲ [۵] ہکذا بالہمزۃ ہہنا فی النسخ الموجودۃ وکذا ضبطہ القاری وقال الحافظ فی تقریبہ وتہذیبہ عبیدۃ بنت نابل ولم یضبط بشئ ۱۲ [۶] قال ابو عیسٰی الخ الظاہر فی غرضہ انہ وقع الاختلاف فی نسب عبیدۃ فقیل بنت نائل بالہمزۃ قبل اللام وقیل نابل بالموحدۃ بدل الہمزۃ وجزم المناوی انھا بالباء الموحدۃ وصححہ الامیر ابو نصر بن ماکولا قلت واختلفوا فی ضبط عبیدۃ ایضا فالجمہور علی انہ عبیدۃ بالتصغیر وصححہ ابن ماکولا وقال بعضھم عبیدۃ بفتح العین وکسر الموحدۃ کما قال القاری ہو خلاف تصحیح ابن ماکولا وظاہر کلام المناوی ان المصنف اراد الاشارۃ الی ہذا الاختلاف ایضا لانہ جعل عبیدۃ فی السند المذکور مصغرا وہٰہنا ضبط بفتح اولہ فقال قال بعضھم بخلاف المار من ان عبیدۃ مصغر اعبیدۃ بفتح اولہ بنت نابل بباء موحدۃ بعد الالف وقال زین الحفاظ العراقی للشہور انھا عبیدۃ مصغرۃ ونابل اولہ نون وبعد الالف موحدۃ والحدیث اسنادہ حسن اھ ۱۲ [۷] تعطر ہو استعمال العطر وہو بالکسر الطیب ورجل معطر ای کثیر التعطر ۱۲

ابن انس بن مالك عن ابيه[1] قال كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم سكة[2] يتطيب منها حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مهدی ثنا عزرة بن ثابت عن[2] ثمامة بن عبد الله قال كان انس بن مالك لا يرد الطيب وقال انس ان النبی صلى الله عليه وسلم كان لا يرد الطيب[3] حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا ابن ابی فديك[4] عن عبد الله بن مسلم بن جندب عن ابيه عن[3] ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث[5] لا ترد الوسائد

علیہ وسلم کے جسد اطہر سے پسینہ نکل رہا تھا انھوں نے اسکو ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کر دیا حضور کی آنکھ کھل گئی حضور نے دریافت فرمایا یہ کیا کر رہی ہو کہنے لگیں کہ اسکو ہم اپنی خوشبو میں ملائینگے یہ سب سے زیادہ معطر ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک پر دم فرما کر حضرت عتبہ کی کمر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا جس سے اسقدر خوشبو ہو گئی تھی کہ ان کے چار بیبیاں تھیں ہر ایک بجد خوشبو لگاتی کہ ان کی برابر خوشبو ہو جائے مگر ان کی خوشبو غالب رہتی ؎ نکہت گل را چہ کنم اے نسیم ؛ بوئے کسے بیرہنم آرزو است۔ ابو یعلی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جس کوچہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گذرتے تھے۔ بعد کے گذرنے والے اس کوچہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پاکر سمجھ لیتے تھے کہ حضور کا ابھی اس راہ سے گذر ہوا ہے۔ وغیرہ وغیرہ روایات کثیرہ اس مضمون پر دال ہیں لیکن باوجود اسکے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا استعمال اکثر فرماتے تھے۔ اس باب میں مصنف نے چھ حدیثیں ذکر کی ہیں۔ (۱) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سُکَّہ تھا اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ **ف** سُکَّہ کے معنی میں علما کے دو قول ہیں بعض تو اس کا ترجمہ عطردان اور اس ڈبہ کا بتلاتے ہیں جس میں خوشبو رکھی جاتی تھی تب تو یہ معنی کہ اس عطردان میں سے نکال کر استعمال فرماتے تھے میرے استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ترجمہ ارشاد فرمایا تھا اور بعض علما فرماتے ہیں کہ ایک مرکب خوشبو ہے چنانچہ قاموس وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے اور صاحب قاموس نے اسکے بنانے کی ترکیب بھی مفصل لکھی ہے۔ (۲) ثمامہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو کو رد نہیں کرتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوشبو کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔ (۳) ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں نہیں لوٹانی چاہیئے۔ تکیہ اور تیل خوشبو، اور دُودھ **ف** ان چیزوں کو اسلئے ذکر فرمایا کہ ہدیہ دینے والے پر بار نہیں ہوتا اور لوٹانے سے اس کو بعض اوقات رنج ہوتا ہے۔ انھیں چیزوں کے حکم میں وہ سب چیزیں داخل ہیں جو نہایت مختصر ہوں کہ جن سے ہدیہ دینے والے پر بار نہ ہو۔ تکیہ سے مراد بعض علما نے ہدیہ کے طور پر تکیہ کا دینا بتایا ہے کہ اس میں بھی کچھ ایسا بار نہیں ہے اور بعض علما نے ویسے ہی استعمال کے لئے کسی لیٹنے یا بیٹھنے والے کے پاس عارضی طور پر تکیہ رکھدینا اور اس پر سر رکھنا یا ٹیک لگا لینا مراد بتایا ہے۔

---

[1] سكة بضم سين مهملة وتشديد كاف ضرب من الطيب يتخذ من مسك وغيره وقيل عصارة الاذخر قال القاری الظاهر ان المراد منه ظرف فيها طيب قال ميرك ان كان المراد بها نفس الطيب فالظاهر ان كلمة من للتبعيض يشعر بانه يستعمل بدفعات بخلاف لو قال بها فانه يوهم ان يستعملها بدفعة واحدة وان كان المراد بها الوعاء فمن للابتداء وقال صاحب القاموس السك طيب يتخذ من الرامك مدقوقا منخولا معجونا بالماء ويعرك شديدا ويمسح بدهن الخيرى لئلا يلتصق بالاناء ويترك ليلة ثم يسحق المسك ويلقمه ويعرك شديدا ويقرص ويترك يومين ثم يثقب بمسلة وينظم فی خيط ويترك سنة وكلما عتق طابت رائحته ١٢ [2] لا يرد وقد ورد النهی عن رده مقرونا ببيان الحكمة فی حديث رواه ابو داؤد والنسائی وغيرهما عن ابی هريرة مرفوعا من عرض عليه طيب فلا يرده فانه خفيف المحمل طيب الرائحة والمراد بالمحمل الحمل ای ليس بثقيل ١٢ [3] بالفاء والدال المهملة اسمه محمد بن اسمعيل بن مسلم بن ابی فديك ١٢ [4] ثلث الخ اختلفت النسخ فی تفصيل هذه الثلثة ففی بعضها الوسائد والطيب واللبن وفی بعضها الوسائد والدهن والطيب فيحتمل انه ذكر اولا الثلث وزاد الرابع تفضلا والاوجه ان يقال ان لفظ الطيب علی تسليم صحته واثره من تعرف النساخ تفسير لقوله والدهن فان الحديث

والدهن والطيب اللّبن حدثنا محمود بن غيلان ثنا ابو داؤد الحفري عن سفيان عن الجريري عن ابي نضرة عن رجل عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طيب الرجال ما ظهر ريحه وخفي لونه وطيب النساء ما ظهر لونه وخفي ريحه حدثنا علي بن حجر ثنا اسمعيل بن ابراهيم عن الجريري عن ابي نضرة عن الطفاوي عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله بمعناه حدثنا محمد بن خليفة وعمرو بن علي قالا ثنا يزيد بن زريع ثنا حجاج الصوّاف عن حنان عن ابي عثمان النهدي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اُعطي احدكم الريحان فلا يرده فانه خرج من الجنة قال ابو عيسى لا يعرف لحنان غير هذا الحديث وقال عبد الرحمن ابن ابي حاتم في كتاب الجرح والتعديل حنان الاسدي من بني اسد بن شريك وهو صاحب الرقيق عم والد مسدد وروى عن ابي عثمان النهدي وروى عنه الحجاج بن ابي عثمان الصوّاف سمعت ابي يقول ذلك حدثنا

(۴) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ مردانہ خوشبو وہ ہے جسکی خوشبو پھیلتی ہوئی ہو اور رنگ غیر محسوس ہو (جیسے گلاب کیوڑہ وغیرہ) اور زنانہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب ہو اور خوشبو مغلوب (جیسے حنا زعفران وغیرہ)۔ **ف** مطلب یہ ہے کہ مردوں کو مردانہ خوشبو استعمال کرنا چاہئے کہ رنگ اُن کی شان کے مناسب نہیں ہے اور عورتوں کو زنانہ خوشبو استعمال کرنا چاہیے کہ دور اجنبیوں تک اس کی خوشبو نہ پہونچے۔ (۵) ابو عثمان نہدی تابعی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو ریحان دیا جائے اسکو چاہیے کہ لوٹائے نہیں اس لئے کہ (اسکی اصل) جنت سے نکلی ہے۔ **ف** ریحان سے خاص یہی قسم مراد ہے یا ہر خوشبو ریحان کہلاتی ہے اہل لغت کے دونوں قول ہیں اور دونوں یہاں مراد ہو سکتے ہیں حق تعالیٰ جل شانہ نے جنت کی خوشبوؤں کی نقل دُنیا میں اسلئے پیدا فرمائی ہے کہ یہ جنت کی طرف ترغیب کا سبب بنے اور زیادتی شوق کا ذریعہ ہو کہ خوشبو کی طرف طبعًا رغبت پیدا ہوتی ہے اور طبیعت کو ادھر کشش ہوتی ہے لیکن دُنیا کی خوشبوؤں کو جنت کی خوشبوؤں سے کیا نسبت کہ ان کی مہک اتنی دور پہونچتی ہے کہ پانسو برس میں وہ راستہ طے ہو۔

لہ الحفری بحاء مہملة ثم فاء مفتوحتين منسوب الى حفر محلة بالكوفة كان ينزلها قاله القاري قلت وكان ابو داؤد ومذا رجلا زاهدا ورعا قال عثمان بن ابي شيبة كنا عنده في غرفة وهو يصلي فلما فرغ قلت له اقرب الكتاب قال لا الغرفة بالكراء ۱۲ ؎ ابي نضرة بفتح النون وسكون الضاد المعجمة اسمه المنذر بن مالك ۱۲ ؎ رجل ذاك هو الطفاوي الآتي في الرواية الآتية وفي نسخة ههنا ايضا الطفاوي ولم يدر اسمه فهو مجهول في كل حال والحديث حسنه المؤلف في جامعه فلعله لانه تابعي والراوي عنه ثقة فجهالته تغتفر من هذا الوجه قاله القاري ۱۲ ؎ الطفاوي بضم الطاء المهملة منسوب لطفاوة حي من قيس غيلان وهو المعبر بالرجل في الرواية المتقدمة لم يدر اسمه ايضا فهو مجهول قال الحافظ في تهذيبه لم يسم ۱۲ ؎ حنان بفتح الحاء المهملة وتخفيف النون الاولى وفي نسخة بالفتح اوله فموحدة مخففة اي حبان وفي اخرى حباب بموحدتين وكتب الرجال تؤيد الاول قال الحافظ في تهذيبه حنان الاسدي روى عن ابي عثمان عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلا في الريحان وعنه حجاج بن ابي عثمان قال الترمذي لا يعرف له غير هذا الحديث انتهى ۱۲ ؎ النهدي بفتح نون وسكون هاء منسوب الى بني نهد قبيلة من اليمن واسمه عبد الرحمن بن مل بتثليث ميم ولام مشددة مشهور بكنيته مخضرم من كبار الثانية اسلم في عهد النبي صلى الله عليه وسلم ولم يلقه فالحديث مرسل كما صرح السيوطي في الجامع الصغير وقال رواه ابو داؤد في مراسيله والترمذي عن ابي عثمان مرسلا قاله القاري ۱۲ ؎ هو كل نبت طيب الريح من انواع المشموم على ما في النهاية قال ميرك واهل المغرب يخصونه بالآس والظاهر انه هو المراد في الحديث الصحيح ومثل المنافق الذي يقرأ القرآن كمثل الريحانة ريحها طيب وطعمها مر واهل العراق والشام يخصونه بالحبق والحبق قيل الفوذنج وقيل ورق الخلاف وقيل الشاهسپرم قال القاري وقال الحنفي الريحان نبت طيب الريح او كل نبت طيب الريح كذا في القاموس واختار ابن الاثير الثاني اه ۱۲ ؎ الاسدي بفتحتين وقد يسكن ثانيه ويقال في هذه النسبة الاسدي بالسين والازدي بالزاء والكل صحيح فانه من بني اسد بن شريك من اولاد الازد بن الغوث

عمر بن اسمعیل بن مجالد بن سعید الھمدانی ثنا ابی عن بیان[1] عن قیس بن ابی حازم عن جریر بن عبد اللہ قال عرضت بین یدی عمر بن الخطاب فالقی[2] جریر رداءہ ومشی فی ازار فقال لہ خذ ردائک فقال عمر[3] للقوم ما رأیت رجلا احسن صورۃ من جریر الا ما بلغنا من صورۃ یوسف علیہ السلام

باب کیف کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا حمید بن مسعدۃ البصری ثنا حمید بن الاسود عن اسامۃ بن زید عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ

(۶) جریر بن عبد اللہ بجلی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (معائنہ کے لئے) پیش کئے گئے۔ انھوں نے چادر اتار کر صرف لنگی میں چل کر اپنا امتحان کرایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چادر لیلو (معائنہ ہو چکا) پھر قوم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے جریر سے زیادہ خوبصورت کبھی کسی کو نہیں دیکھا سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کے جیسا کہ ہم تک پہنچا۔ **ف** یعنی حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے حسن کے قصے جو ہم تک پہنچے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جریر سے زیادہ حسین ہونگے ورنہ ان کے علاوہ اُن سے زیادہ حسین کوئی معلوم نہیں ہوتا حضرت عمرؓ نے جہاد کے موقعہ پر لشکر کا تفصیلی معائنہ فرمایا ہر ایک کا امتحان لیا جن میں یہ بھی پیش ہوئے اس حدیث میں چند اشکالات ہیں جو اختصاراً ترک کئے جاتے ہیں ان کے منجملہ ایک اشکال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے حُسن کا استثنا کیا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کا استثنا نہ کیا مگر ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ جب حضور کا جمال وکمال حضرت یوسفؑ سے بڑھا ہوا تھا تو اُن کے استثنا کرنے سے حضور کے جمال کا استثنا خود ہی ہوگیا اس کے علاوہ حضور کا پورا جمال عام طور سے مستور تھا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث کو باب سے بھی کچھ مناسبت نہیں اس کے جوابات میں ایک توجیہ یہ بھی کی جاتی ہے کہ خوبصورتی کو خوشبو لازم ہوتی ہے جو شخص جس درجہ کا حسین ہوتا ہے ویسی ہی ممتاز خوشبو اس کے بدن ولباس سے مہکا کرتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اجمل المخلوقات اور بدر البدور ہونا مسلم ہے اسلئے آپکو طبعی خوشبو لازم ہے۔

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کیسی ہوتی تھی

ف اس باب میں تین حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح سے لگاتار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ صاف صاف ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا پاس بیٹھنے والے اچھی طرح سے

[1] بیان بفتح الموحدۃ وتخفیف التحتیۃ الظاہر ہو بیان بن بشر الاحمسی البجلی ابو بشر الکوفی المعلم وہو غیر بیان بن بشر الطائی المجہول [2] فالقی جریر کان القیاس فالقیت ردائی ومشیت فہذا التفات من التکلم الی الغیبۃ ویحتمل ان یکون من کلام قیس کمل بہ کلام جریر او نقلا بالمعنی والعرض ہذا ہو کعرض الجیش علی الامیر لیعرفہم ویتامّلہم حتی یرد من لا یرضیہ وکان جریر لا یثبت علی الخیل حتی ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل وسالہ نحو اربعین یوما صدرہ فعادلہ التثبت واشکل بانہ لم تحقق تثبیتہ علی الخیل بعدما علیہ السلام لم یکن لامتحانہ وجہ ورد بان العرض انما کان بالمشی لا بالرکوب [3] فقال عمر ای بعد ما خاطب جریرا ومعنی ما رأیت الخ ای فی ما عدا ہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ کان کالمستثنی عقلا قال المناوی لما کان قد استقر فی الاذہان ان صورۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اجمل من کل مخلوق حتی من صورۃ یوسف علیہ السلام الفہم یبال عمر رض بافہام عبارتہ ان صورۃ جریر احسن من صورتہ ثم انہ لا یشکل ایضا بما ورد فی دحیۃ انہ کان اذا دخل بلدا خرج لرؤیتہ حتی العذراء من خدرہا لان دحیۃ کان اجمل وجہاد جریرا کان احل بدنا بدلیل ان عمر رض لم ینقل ذلک الا عنہ تجردہ اھ ثم لا مناسبۃ للحدیث بالباب الا ان یقال انہ من ملحقات النساخ او یقال ان حسن الصورۃ یلزمہ غالبا طیب الریح او یقال ان فی الترجمۃ حذفا تقدیرہ وحسن صورۃ الاصحاب بعرضہم علی ابن الخطاب قیل الاخیر اقرب قلت بل ہو الابعد لما فیہ من طول الحذف والاوجہ عندی ہو الثانی قال امرئ القیس اذا قامتا تضوع المسک منہما نسیم الصبا جاءت بریا القرنفل وقال المتنبی فلق الملیحۃ وہی مسک ہتکہا الخ وقال عنترۃ وکان فارۃ تاجر بقسیمۃ

رضی اللہ عنہا قالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسرد سردکم ھذا ولکنہ کان یتکلم بکلام بین فصل یحفظہ من جلس الیہ حدثنا محمد بن یحیی ثنا ابو قتیبۃ سلم بن قتیبۃ عن عبد اللہ بن المثنی عن ثمامۃ عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعید الکلمۃ ثلثا لتعقل عنہ حدثنا سفین بن وکیع انبانا جمیع بن عمر بن عبد الرحمن العجلی ثنی رجل من بنی تمیم من ولد ابی ہالۃ زوج خدیجۃ یکنی ابا عبد اللہ عن ابن لابی ہالۃ عن الحسن بن علی قال سالت خالی ھند بن ابی ہالۃ وکان وصافا قلت صف لی منطق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الاحزان دائم الفکرۃ لیست لہ راحۃ طویل السکت لا یتکلم فی غیر حاجۃ یفتتح الکلام ویختمہ باشداقہ ویتکلم

فی شہود جلال اللہ تعالی وکبریائہ ۱۲

ذہن نشین کر لیتے تھے۔ ف یعنی حضور کی گفتگو مجمل یا جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی کہ کچھ سمجھ میں آئے کچھ نہ آئے بلکہ ایسی اطمینان کی واضح گفتگو ہوتی تھی کہ مخاطبین اچھی طرح سمجھ جاتے تھے۔ (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (بعض مرتبہ کلام کو (حسب ضرورت) تین تین مرتبہ دہراتے تاکہ آپ کے سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔ ف یعنی یہ کہ اگر مضمون مشکل ہوتا تو غور وتدبر کے لئے یا مجمع زیادہ ہوتا تو تینوں جانب متوجہ ہو کر تین مرتبہ مضمون بیان فرماتے تاکہ حاضرین اچھی طرح محفوظ کر لیں۔ تین مرتبہ غایت اکثر یہ ہو ورنہ دو مرتبہ کافی ہو جاتا تو دو مرتبہ فرماتے۔ (۳) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو حضور کے اوصاف اکثر بیان فرماتے تھے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان فرمائیے انھوں نے فرمایا کہ حضور (آخرت کے) متواتر غموم میں مشغول رہتے تھے (ذات وصفات باری یا امت کی بہبود کے) ہر وقت سوچ میں رہتے تھے ان امور کی وجہ سے کسی وقت آپ کو بےفکری اور راحت نہیں ہوتی تھی (یا یہ کہ امور دنیویہ کے ساتھ آپ کو راحت نہ ملتی تھی بلکہ دینی امور سے آپ کو راحت اور چین ملتا تھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے) اکثر اوقات خاموش رہتے تھے بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپ کی تمام گفتگو ابتدا سے انتہا تک منہ بھر کر ہوتی تھی (یہ نہیں کہ نوک زبان سے کٹتے ہوئے حروف کے ساتھ آدھی بات زبان سے کہی اور آدھی متکلم کے ذہن میں رہی جیسا کہ موجودہ زمانہ کے متکبرین کا دستور ہے) جامع الفاظ کے ساتھ (جن کے الفاظ تھوڑے ہوں اور معانی بہت ہوں) کلام فرماتے تھے (چنانچہ ملا علی قاری نے ایسی چالیس حدیثیں اپنی شرح میں جمع کی ہیں جو نہایت مختصر ہیں عربی حاشیہ پر نقل کر دی ہیں جو یاد کرنا چاہے اسکو دیکھ کر یاد کر لے) آپ کی کلام ایک دوسرے

لہ یسرد بضم الراء من السرد وھو الاتیان بالکلام علی الولاء منصوب علی انہ مفعول مطلق او بنزع الخافض لما فی بعض النسخ کسردکم والمعنی لم یصل بعضہ ببعض کی لا یتبین بعض حروفہ لسامعہ ۱۲ ۲ہ تعلیل للاعادۃ تنبیہا علی ان الاعادۃ کانت فی مقام الحاجۃ ۱۲ م ۳ہ جمیع بن عمرو تقدم اول الحدیث بہذا السند فی مبدأ الکتاب وتقدم ہناک ان الصواب فیہ عمیر بالتصغیر کما اشارہ الی لفظ التقریب وکذا اوردہ المزی وغیرہ ۱۲ ۴ہ بالجر علی انہ بدل من ابی ہالۃ وکان زوجہا قبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ۵ہ ای اخا امی من الام ۱۲ ق ۶ہ بیان لسألت وصف امر من الوصف والسوال عن کیفیۃ النطق وہیئۃ السکوت المقابل لہ کما یدل علیہ الجواب ۱۲ ۷ہ باشداقہ جمع شدق وھو طرف الفم والمراد بالجمع ما فوق الواحد وذلک لان البیان انما یحصل برحب الشدقین بخلاف ضدہ فانہ لا یفہم منہ المقصود وفی بعض النسخ بدلہ باسم اللہ وعلی ہذا اعتماد القاری والمناوی والبیجوری فی شروحہم ولیس المراد البسملۃ خاصۃ بل المراد مطلق ذکر اللہ عز وجل ویحتمل ان یکون احدہما محرفا من الاخر والحدیث اخرجہ القاضی عیاض فی الشفا بطولہ وفیہ ویختمہ باشداقہ وعلیہ بنی القاری ثمہ شرحہ ولم یذکر باسم اللہ ۱۲

بجوامع الکلم[1] کلامہ فصل لا فضول ولا تقصیر لیس بالجافی ولا المھین[2] یعظم النعمۃ وان دقت

لا یذم منھا شیئا غیر[3] انہ لم یکن یذم ذواقا[4] ولا یمدحہ ولا تغضبہ الدنیا ولا ما کان لھا فاذا تعدی[5]

الحق لم یقم لغضبہ شیء حتی ینتصر لہ لا یغضب لنفسہ ولا ینتصر لھا اذا اشار اشار بکفہ کلھا واذا تعجب

قلبھا واذا تحدث اتصل بھا وضرب براحتہ الیمنی بطن ابھامہ الیسری واذا غضب اعرض[6] واشاح واذا

فرح غض طرفہ جل[7] ضحکہ التبسم یفتر[8] عن مثل حب الغمام

ممتاز ہوتی تھی نہ اس میں فضولیات ہوتی تھیں نہ کوتاہیاں کہ مطلب پوری طرح واضح نہ ہو۔ آپ نہ سخت مزاج تھے نہ کسی کی تذلیل فرماتے تھے اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو اس کو بہت بڑا سمجھتے تھے، اس کی مذمت نہ فرماتے تھے۔ البتہ کھانے کی اشیاء کی نہ مذمت فرماتے نہ زیادہ تعریف (مذمت نہ فرمانا تو ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی نعمت ہے زیادہ تعریف نہ فرمانا اسلئے تھا کہ اس سے حرص کا شبہ ہوتا ہے البتہ اظہار رغبت یا کسی کی دلداری کی وجہ سے کبھی کبھی خاص خاص چیزوں کی تعریف بھی فرمائی ہے) دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا (چونکہ آپ کو ان کی پرواہ بھی نہ ہوتی تھی اسلئے کبھی دنیوی نقصان پر آپ کو غصہ نہ آتا تھا) البتہ اگر کسی دینی امر اور حق بات سے کوئی شخص تجاوز کرتا تو اسوقت آپ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لا سکتا تھا۔ اور کوئی اسکو روک بھی نہ سکتا تھا یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے لیں۔ اپنی ذات کیلئے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے نہ اسکا انتقام لیتے تھے جب کسی وجہ سے کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے (اس کی وجہ بعض علماء نے یہ بتلائی ہے کہ انگلیوں سے اشارہ تواضع کے خلاف ہے اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے، اور بعض علماء نے یہ تحریر فرمائی کہ حضورؐ کی عادت شریفہ انگلی سے توحید کی طرف اشارہ فرمانے کی تھی۔ اسلئے غیر اللہ کی طرف انگلی سے اشارہ نہ فرماتے تھے) جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ پلٹ لیتے تھے اور جب بات کرتے تو (کبھی گفتگو کے ساتھ ہاتھوں کو بھی حرکت فرماتے) اور کبھی داہنی ہتھیلی کو

[1] ای بکلمات قلیلۃ الحروف جامعۃ لمعان کثیرۃ وقیل المراد القواعد الکلیۃ المحتویۃ علی الفروع الکثیرۃ وقیل المراد بہ القرآن فما کرآیۃ وما ینطق عن الھوی قالہ المناوی وقال القاری وقد جمع جمع من الائمۃ من کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم المفرد الموجز البدیع احادیث کثیرۃ فاستخرت اللہ فی جمع اربعین من ھذا الباب وھی ھذہ (۱) الامین الایمان یمان الخبر نقلہ ... [illegible] ... وذکر القاری مسانیدھا وتخریجھا ۱۲ [2] المھین بضم المیم من الاھانۃ ای لا یھین ولا یحتقر احدا او المیم زائدۃ ویروی بالفتح من المھانۃ وھو الحقارۃ فالمیم اصلیۃ ای لم یکن حقیرا ذلیلا کان کبیرا عظیما یغشاہ من الانوار والوقار والمھابۃ ما تعد منہ فرائص الکفار ۱۲ [3] غیر انہ رفع وھم نشاء من قولہ یعظم النعمۃ ۱۲ [4] ذواقا فعال بمعنی مفعول ای مذوقا ماکولا او مشروبا ۱۲ [5] تعدی بصیغۃ المجھول من التعدی ای اذ تجاوز احد عن الحق ۱۲ [6] ای عما یقتضیہ الغضب وعدل عنہ الی الحلم والکرم وعفا عنہ ظاھرا او باطنا واشاح بشین معجمۃ وحاء مھملۃ بمعنی الاعراض وبالغ فیہ کذا قالہ القاری والمناوی وقال القاضی فی الشفا المشاح مال وانقبض ۱۲ [7] بضم الجیم وتشدید اللام ای معظمہ واکثرہ وجل کل شیء معظمہ وجوز شارح ھھنا کسر الجیم ایضا کما فی حدیث اللھم اغفرلی ذنبی کلہ دقہ وجلہ والتبسم بشاشۃ فی الوجہ من غیر تاثر تام فی ھیئۃ الفم وانما قال جل لانہ ربما تضحک حتی بدت نواجذہ ۱۲ [8] بسکون الفاء وتشدید الراء من افتر فلان ضحک ضحکا حسنا حتی بدت اسنانہ من غیر قہقہۃ نفور من حب الغمام متعلق بہ والغمام السحاب حب البرد بفتحتین الذی یشبہ اللؤلؤ شبہ ما یظھر من اسنانہ صلی اللہ علیہ وسلم حین التبسم بذلک فی البیاض والصفاء واللمعان والبریق ومن قال کالدر لحبہ قطرۃ الماء شبہ ما یطفو علی الثنایا من الریق فقد وھم لان الثنایا لیس علیہ عادۃ الابل ولو اجتمع فلا حسن فیہ وقیل حب الغمام اللؤلؤ لانہ یحصل من ماء المطر النازل من الغمام قال القاری ھو انسب فی باب التشبیہ لما فیہ من زیادۃ تشبیہ الفم بالصدف والریق بماء الرحمۃ ورد المناوی فی لغۃ اللغۃ بغیر حاجۃ ولیس صفاء البرد دون صفاء اللؤلؤ ۱۲

باب ماجاء فی ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا احمد بن منیع ثنا عبّاد بن العوّام انا الحجاج وھو ابن ارطاۃ عن سماک بن حرب عن جابر[1] ابن سمرۃ قال کان فی ساقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حموشۃ[2] وکان لایضحک[3] الا تبسما فکنت اذا نظرت الیہ قلت اکحل العینین ولیس باکحل حدثنا قتیبۃ بن سعید نا ابن لھیعۃ عن عبید اللہ ابن المغیرۃ عن عبد اللہ بن الحارث بن جزءٍ[4] قال ما رأیت احدًا اکثر تبسما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا احمد بن خالد الخلال[5] ثنا یحیی بن اسحاق السیلحینی[6] حدثنا لیث بن سعد عن یزید ابن ابی حبیب عن عبد اللہ بن الحارث قال ما کان ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تبسما

با میں انگوٹھی کے اندرونی حصہ پر مارتے۔ اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو اُس سے مُنہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے یا درگذر فرماتے اور جب خوش ہوتے تو حیا کی وجہ سے آنکھیں گویا بند فرما لیتے۔ آپکی اکثر ہنسی تبسم ہوتی تھی اُس وقت آپکے دندان مبارک اولے کی طرح چمکدار سفید ظاہر ہوتے تھے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ بحسب جمالہ وکمالہ) **ف** ۔ یہ حدیث اُسی حدیث کا بقیہ ہے جو سب سے پہلے باب میں ساتویں نمبر پر گذری ہے اس کا ہر ہر ٹکڑا نہایت غور سے پڑھنے اور اپنے اندر پیدا کرنیکی کوشش کے قابل ہے کہ ہر ادا تواضع اور اخلاق کا کمال لئے ہوئے ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کا ذکر

ف ۔ اس باب میں نو حدیثیں ذکر کیگئی ہیں (۱) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں اور آپ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا تو دل میں سوچتا کہ آپ سرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ اُس وقت سرمہ لگائے ہوئے نہیں ہوتے تھے **ف** بلکہ طبعًا آپکی آنکھیں سُرمگیں تھیں (۲) عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنیوالا نہیں دیکھا **ف** ۔ اس حدیث میں اشکال ہے کہ اس سے پہلے باب کی اخیر حدیث میں گذر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائم الفکر اور پے درپے غموم میں مبتلا رہتے تھے یہ بظاہر اسکے منافی ہے اسلئے اس حدیث کی دو توجیہیں کی گئیں۔ ایک تو یہ کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپکا تبسم آپکے ہنسنے سے زیادہ ہوتا تھا ایسا کوئی اور شخص نہیں دیکھا جس کا تبسم اُسکے ہنسنے سے زیادہ ہو۔ چنانچہ آئندہ حدیث جو انہی صحابیؓ سے روایت کی جارہی ہے اُس میں یہی مطلب متعین ہے۔ دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجود طبعی غموم کے صحابہ کی دلداری اور انبساط کے خیال سے خنداں پیشانی اور تبسم فرماتے ہوئے پیش آتے تھے۔ اور یہ کمال درجہ اخلاق و تواضع ہے۔ اسی باب کے عدد ۵ پر حضرت جریر فرماتے ہیں کہ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے تبسم فرماتے یعنی خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے ملتے تھے۔ اب پہلی حدیث سے کوئی تعارض نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کسی رنج و فکر میں مبتلا ہوتا ہے لیکن دوسرے کی دلداری یا ضرورت سے اُس کو خندہ پیشانی سے ملنے کی نوبت آتی ہے جو لوگ دل میں عشق کی چوٹ کھائے ہوئے ہیں اُنکو اسکا تجربہ بہت ہوتا ہے (۳) عبد اللہ

---

[1] بصیغۃ التثنیۃ فی اکثر النسخ الموجودۃ وفی بعضھا بالافراد وبہ ضبط القاری اذ قال بالافراد للتعمیم وفی نسخۃ صحیحۃ بصیغۃ التثنیۃ کما فی المشکوۃ بروایۃ الترمذی اھ ۱۲
[2] حموشۃ قال القاری بضم الحاء المھملۃ والمیم ای دقۃ ودقتھما مما یتمدح بہ وقد اکثر اہل القیافۃ من ذکر ما حسن ذلک وضبط المناوی وابن حجر والعصام بالضم ایضا المعجم وقال السندی ای دقۃ وھو الحسن الاثر ورد ... بانہ مخالف للاصول ومعارض للغۃ علی ما یشھد بہ القاموس والنھایۃ ونحوھما للمعنی فان الحسن بالمعجمۃ ھو ... اھ قلت وبالمھملۃ فی المشکوۃ بروایۃ الترمذی ۱۲ [3] قال المناوی جعل من الضحک مجازا اذ ھو مبدئہ فھو بمنزلۃ السنۃ من النوم قال القاری ومنہ قولہ تعالی فتبسم ضاحکا ای شارعا فی الضحک ... فحمل علی غالب احوالہ صلی اللہ علیہ وسلم لما سبق من انہ جل ضحکہ التبسم ولما سیاتی من انہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک حتی بدت نواجذہ وقیل ھکان لا یضحک الا فی امر الآخرۃ واما فی امر الدنیا فلم یزد علی التبسم وھو تفصیل حسن اھ ۱۲ [4] جزء بفتح الجیم وسکون الزای بعدھا ھمزۃ ۱۲ [5] الخلال بفتح خاء معجمۃ فتشدید لام ۱۲ [6] ... بکسر اللام ...

قال ابو عیسیٰ[۱] هذا حدیث غریب من حدیث لیث بن سعد حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث انبانا وکیع ثنا الاعمش عن المعرور[۲] بن سوید عن ابی[۳] ذر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی لاعلم اول[۴] رجل یدخل الجنة واخر رجل یخرج من النار یؤتی[۵] بالرجل یوم القیمة فیقال[۶] اعرضوا علیه صغار ذنوبه ویخبأ[۷] عنه کبارها فیقال له عملت یوم کذا کذا وکذا وهو مقر لا ینکر وهو مشفق من کبارها فیقال اعطوه[۸] مکان کل سیئة عملها حسنة فیقول ان لی ذنوبا ما اراها ههنا قال ابو ذر فلقد رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم ضحک حتی بدت نواجذه حدثنا احمد بن منیع ثنا معاویة بن عمرو ثنا زائدة عن بیان عن

ابن حارث ہی کی یہ بھی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تبسم سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ ف یعنی اکثر اوقات تبسم اور مسکرانا ہی ہوتا تھا ہنسنے کی نوبت بہت کم آتی تھی (۴) ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں جو سب سے اول جنت میں داخل ہوگا۔ اور اُس سے بھی واقف ہوں جو سب سے آخر جہنم سے نکالا جائے گا قیامت کے دن ایک آدمی دربار الٰہی میں حاضر کیا جائے گا اُس کے لئے یہ حکم ہوگا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کئے جاویں اور بڑے بڑے گناہ مخفی رکھے جائیں جب اُس پر چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے کہ تو نے فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے ہیں تو وہ اقرار کرے گا اس لئے کہ انکار کی گنجائش نہیں ہوگی اور اپنے دل میں نہایت خوف زدہ ہوگا کہ ابھی تو صغائر ہی کا نمبر ہے کبائر پر دیکھیں کیا گذرے کہ اس دوران میں یہ حکم ہوگا کہ اس شخص کو ہر ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی دی جائے تو وہ شخص یہ حکم سنتے ہی خود بولے گا کہ میرے تو ابھی بہت سے گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مقولہ نقل فرما کر ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے۔ ہنسی اس بات پر تھی کہ جن گناہوں کے اظہار سے ڈر رہا تھا اُن کے اظہار کا خود طالب بن گیا۔ ف۔ یہ شخص جس کا مفصل حال بیان فرمایا وہی شخص ہے جس کو اول مجملاً جنت میں آخری داخل ہونے والا ارشاد فرمایا تھا یا کوئی اور شخص ہے شراح کی تحقیق یہ ہے کہ یہ کوئی اور شخص ہے اور جنت میں آخری داخل ہونے والا شخص وہ ہے جس کا قصہ اسی باب کے ختم پر آرہا ہے

[۱] قال ابو عیسی الخ قال المعتنون بحل الشمائل غرابته ناشئة من تفرد اللیث وهو مجمع علی امامته وجلالته فهی غرابة فی السند لاتنافی صحة الحدیث ۱۲ [۲] بفتح میم وسکون عین مهملة وضم را ابو امیة الکوفی عاش مائة وعشرین سنة ۱۲ [۳] اول رجل قال القاری وفی بعض النسخ المصححة المکتوب علیه صوابا آخر رجل اه ففی روایة الترمذی ههنا وهم والصواب آخر رجل فانه هکذا رواه مسلم وغیره من حدیث ابی ذر قاله القاری ایضا قلت والحدیث اخرجه الخطیب فی المشکوٰة بروایة مسلم ولفظه انی لاعلم آخر اهل الجنة دخولا الجنة وآخر اهل النار خروجا منها الحدیث وعلی هذا فالرجلان متحدان یعنی مصداقهما واحد واما علی النسخة التی بایدینا فهما مختلفان ومصداق اول رجل یدخل الجنة علی الاطلاق هو النبی صلی الله علیه وسلم ویحتمل لمن یراد اول رجل یدخل الجنة من عصاة المؤمنین فهو رجل آخر مذنب یخرج من النار ولم یسم والمقصود بذکر العلم بهؤلاء الرجال زیادة الوثوق فیما اخبره وعلی هذا القول یؤتی بالرجل الخ استیناف لاتعلق له بما سبق کما جزم به المناوی وذکره القاری احتمالا وامّا علی روایة مسلم وغیره فیحتمل ان یکون استینافا ایضا ویحتمل ان یکون بیانا لهذا الرجل الذی هو آخرهم خروجا من النار ودخولا الجنة ۱۲ [۴] یؤتی بالرجل قال القاری بیان للرجل الاول فیفهم بالمنة منه اذ هو اول داخل علی الاطلاق هو النبی صلی الله علیه وسلم ویحتمل ان یکون بیانا للرجل الثانی لکن الاصح ان آخر رجل یخرج من النار هو الذی ذکر فی حدیث ابن مسعود الآتی وهذا استیناف وبیان لحال رجل ثالث غیر المذکورین اه قال البیجوری فی تایید وفی بعض الروایات بواو الاستیناف فحینئذ لاوهم فی روایة الترمذی هذه ایضا وبالاستیناف جزم المناوی اذ قال لیس قوله یؤتی بالرجل تفصیلا لاول رجل یدخل الجنة کما وهم بل هو استیناف لاتعلق له بما قبله اذ هو اول داخل هو المصطفیٰ صلی الله علیه وسلم ولا ذنب له ۱۲ [۵] فیقال ای یقول الله عز وجل للملئکة هو امر من العرض ۱۲ [۶] بهمزة وصل وکسر را امر من العرض ۱۲ ق [۷] بصیغة الواحد المؤنث فی المتون والمذکر فی الشرح وعلی کل نهو مبنیا للمجهول من الخبأ الخ قال المناوی عطف علی اعرضوا اذ هو خبر بمعنی الامر مبالغة فیه کما قرر العصام ودفع به ما قیل فیه عطف علی خبر علی الشاهر ولذا اختاره م

والشارح عطفه علی یقال اه مختصرا وقال القاری الظاهر انه جملة حالیة واغرب ابن حجر اذ قال عطف جملة علی جملة اعرضوا اه ومعنی الخبأ پنهان کردن ۱۲ [۸] قال المناوی لتوبة النصوح او لغلبة طاعاته او لکونها عبادات ولم تفعل او لغیر ذلک مما یعلمه الله اه زاد القاری او لکونه مظلوما قلت او لـ

فضله بلا استحقاق ۱۲

قیس بن ابی حازم عن جریرؓ بن عبد اللہ قال ما حجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسلمت ولا رانی الا ضحک حدثنا احمد بن منیع ثنا معاویۃ بن عمرو ثنا زائدۃ عن اسمٰعیل بن ابی خالد عن قیس عن جریرؓ قال ما حجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسلمت ولا رانی الا تبسم حدثنا ھناد بن السری ثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابراھیم عن عبیدۃ السلمانی عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعرف اخر اھل النار خروجا رجل یخرج منہا زحفا فیقال لہ انطلق فادخل الجنۃ قال فیذھب لیدخل الجنۃ

(۵ و ۶)۔ جریر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد سے کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا اور جب مجھے دیکھتے تھے تو ہنستے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ تبسم فرماتے تھے **ف** یہ دوسری روایت اسی لئے ذکر کی گئی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ پہلی حدیث میں ہنسی سے تبسم فرمانا ہی مراد ہے۔ اور یہ تبسم اظہار مسرت کیلئے ہوتا تھا کہ خندہ پیشانی سے ملنا دوسرے کیلئے انبساط کا سبب ہوتا ہے میں نے اپنے اکابر کو دیکھا ہے کہ بسا اوقات آنیوالوں کے ساتھ ایسی بشاشت اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے جس سے ان کو محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے آنیکی بڑی خوشی ہوئی (۷) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اُس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے اخیر آگ سے نکلے گا وہ ایک ایسا آدمی ہوگا کہ زمین پر گھسٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا کہ جہنم کے عذاب کی سختی کی وجہ سے سیدھے چلنے پر بھی قادر نہ ہوگا)۔ اُس کو حکم ہوگا کہ جا جنت میں داخل ہوجا وہ وہاں جاکر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے سب جگہیں پُر ہو چکی ہیں لوٹ کر بارگاہ الٰہی میں اس کی اطلاع کرے گا۔ وہاں سے ارشاد ہوگا کیا دنیوی منازل کی حالت بھی یاد ہے (کہ جب جگہ پُر ہو جاوے تو آنیوالونکی گنجائش نہ ہو اور پہلے جانیوالے جتنی جگہ پر چاہیں قبضہ کرلیں اور بعد میں آنے والوں کیلئے جگہ نہ رہے۔ اس عبارت کا ترجمہ اکابر علماء نے یہی تحریر فرمایا مگر بندۂ ناچیز کے نزدیک اگر اس کا مطلب یہ کہا جاوے تو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کیا دنیا کی وسعت اور فراخی بھی یاد ہے کہ تمام دنیا کتنی بڑی تھی اور یہ اسلئے یاد دلایا کہ آئندہ تمام دنیا سے دس گنا زائد اس کو

۵۱ منذ اسلمت وکان اسلامہ فی السنۃ التی توفی فیہا علیہ الصلوٰۃ والسلام قبل وفاتہ باربعین یوما ہذا ہو المشہور وتعقبہ الحافظ فی الفتح وقال الصحیح انہ اسلم فی سنۃ عشر وسنۃ تسع ووہم من قال انہ اسلم قبل وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم باربعین یوما وجریر ہذا ہو الذی قال فیہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ یوسف ہذہ الامۃ ۱۲ **۵۲** سبیل ہذا اختلاف بین السندین فزائدۃ یروی عن بیان فی السند المتقدم وعن اسمٰعیل فی ہذا السند وقد اخرج البخاری فی الجہاد بروایۃ ابن ادریس عن اسمٰعیل وفی المناقب بروایۃ خالد عن بیان فلعل زائدۃ سمع منہما معا ۱۲ **۵۳** عبیدۃ۔ بفتح مہملۃ وکسر موحدۃ السلمانی بفتح السین وسکون اللام وبفتح منسوب الی بنی سلمان قبیلۃ من مراد ۱۲ **۵۴** رجل قیل اسمہ جہینۃ او ہناد الجہنی قالہ الشراح ۱۲ **۵۵** مفعول مطلق بغیر لفظہ او حال ای زاحفا والزحف المشی علی الاست مع اشراف الصدر وفی روایۃ حبوا بفتح الحاء وسکون الموحدۃ وہو المشی علی الیدین والرجلین او الرکبتین او المقعد ولا تنافی بین الروایتین لان احدہما قد یراد بہ الاخر او انہ یزحف تارۃ ویحبو اخری وقیل یمشی کہذا الضعف بعد اب النار او لتواریہ من ملئکۃ العذاب ۱۲ ق م +

فیجد الناس قد اخذوا المنازل فیرجع فیقول یا رب قد اخذ الناس المنازل فیقال لہ اتذکر الزمان الذی کنت فیہ فیقول نعم قال فیقال لہ تمن قال فیتمنی فیقال لہ فان لک الذی تمنیت وعشرۃ اضعاف الدنیا قال فیقول اتسخر بی وانت الملک قال فلقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک حتی بدت نواجذہ حدثنا قتیبۃ بن سعید انبانا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن علی بن ربیعۃ قال شھدت علیا رضی اللہ عنہ اتی بدابۃ لیرکبہا فلما وضع رجلہ فی الرکاب قال بسم اللہ فلما استوی علی ظھرھا قال الحمد للہ ثم

عطا فرمانے کا اعلان ہونے والا ہے تو ساری دنیا کا ایک مرتبہ تصور کرنے کے بعد اُس عطیہ کی کثرت کا اندازہ ہو) وہ عرض کریگا کہ رب العزت خوب یاد ہے اس پر ارشاد ہوگا کہ اچھا کچھ تمنائیں کر جس نوع سے دل چاہے وہ اپنی تمنائیں بیان کریگا وہاں سے ارشاد ہوگا کہ اچھا تم کو تمہاری تمنائیں اور خواہشات بھی دیں اور تمام دنیا سے دس گنا زائد عطا کیا وہ عرض کریگا کہ یا اللہ آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہو کر مجھ سے تمسخر فرماتے ہیں کہ وہاں ذرا سی بھی جگہ نہیں ہے اور آپ تمام دنیا سے دس گنا زائد مجھے عطا فرمارہے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب اُس شخص کا یہ مقولہ نقل فرمارہے تھے تو آپ پر ہنسی آگئی حتی کہ آپکے دندان مبارک بھی ظاہر ہوگئے۔ **ف**۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا یا تو اللہ جل شانہ کے اس اکرام وانعام پر خوشی اور مسرت کی وجہ سے ہے کہ جب ایسے شخص کو جو جہنم سے سب سے اخیر میں نکالا گیا جس سے اُس کا سب سے زیادہ گناہگار ہونا بدیہی ہے اس قدر زیادہ عطا وانعام ہوا تو سارے مسلمانوں پر بالخصوص متقی اور پرہیزگاروں پر کیا کچھ الطاف کی بارش ہوگی۔ اور امتیوں پر جس قدر انعام ہوا اتنا ہی حضور کیلئے مسرت کا سبب ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہ ہنسی اس شخص کی حالت پر ہو کہ کس قدر عذاب اور مصائب برداشت کرکے تو نکلا ہے اور پھر یہ جرأتیں کہ تمنائیں اور اللہ جل شانہ سے یہ کہے کہ آپ تمسخر کررہے ہیں (۸) ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس (اُنکے زمانہ خلافت میں) ایک مرتبہ (گھوڑا وغیرہ) کوئی سواری لائی گئی آپ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے بسم اللہ کہا اور جب سوار ہوچکے تو الحمد للہ کہا پھر یہ دعا پڑھی سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرمادیا ورنہ ہم کو اس کے مطیع بنانے کی طاقت نہ تھی اور واقعی ہم سب لوگ اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں (علما فرماتے ہیں کہ سواری چونکہ اسباب ہلاکت سے ہے اسلئے سواری کے تسخیر پر حق تعالی جل شانہ کی شکریہ کی ساتھ ہی موت کے ذکر کو بھی متصل فرمادیا کہ ہم آخرکار مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے الحمد للہ تین مرتبہ کہا پھر اللہ اکبر تین مرتبہ کہا پھر سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّاۤ اَنْتَ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور میں نے تیری نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنے میں

۵۱ قولہ بی بالموحدۃ وفی نسخۃ بالنون بدل الموحدۃ وہما روایتان لکن الاصول المعتمدۃ والنسخ المصححۃ علی الاولی قالہ القاری قال المناوی یقول ذلک دہشا لما نالہ من السرور ببلوغ مالم یخطر ببالہ ولم یکن ضابطا لما قالہ ولا عالما بما یترتب علیہ بل جری علی عادتہ فی مخاطبۃ المخلوق نبہ کمن قال صلی اللہ علیہ وسلم فی حقہ لم یضبط نفسہ من الفرح فی الدعاء فیقول انت عبدی وانا ربک ۱۲ **۵۲** بکسر اللام ولیست السخریۃ من دأب الملوک والما احقر من ان یسخر بی ملک الملوک وہذا نہایۃ الخضوع وتبعید نفسہ من ان یکون محل ہذا الانعام ۱۲ م **۵۳** تعجبا من دہش الرجل او من عظیم رتبۃ التواضع او من غلبۃ رحمتہ علی عذابہ قالہ المناوی ۱۲ م **۵۴** بالبناء للمجہول ای حضرۃ رضی اللہ عنہ حال کونہ جی بدابۃ اتاہ بعض خدمہ ۱۲ **۵۵** اصلہا کل ما یدب علی الارض کما فی قولہ تعالی وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا ثم خصہا العرف العام

قَالَ سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلٰثًا وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ثَلٰثًا سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ لَهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ أَحَدٌ غَيْرِي **حدثنا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ ثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ سَعْدٌ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ ضَحِكُهُ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مَعَهُ تُرْسٌ وَكَانَ سَعْدٌ رَامِيًا وَكَانَ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا

اور اوامر کی اطاعت نہ کرنے میں اپنی نفس پر ظلم کیا ہے پس یا اللہ آپ میری مغفرت فرمائیں کیونکہ مغفرت تو آپ کے سوا اور کوئی کر ہی نہیں سکتا اس دعا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسے۔ ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح دعائیں پڑھی تھیں اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبسم فرمایا تھا میں نے بھی حضور سے تبسم کی وجہ پوچھی تھی جیسا کہ تم نے مجھ سے پوچھی تو حضور اطہر و اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ جل شانہ بندہ کے اس کہنے پر کہ میرے گناہ تیرے سوا کوئی معاف نہیں کر سکتا خوش ہو کر فرماتے ہیں کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی شخص گناہ معاف نہیں کر سکتا اَللّٰهُمَّ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ۔ اَللّٰهُمَّ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ لَكَ الْكِبْرِيَاءُ وَالْعَظَمَةُ (۹) عامر بن سعد کہتے ہیں کہ میرے والد سعد نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے دن ہنسے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ عامر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کس بات پر ہنسے تھے انھوں نے کہا کہ ایک کافر ڈھال لیے ہوئے تھا اور سعد گو بڑے تیرانداز تھے لیکن وہ اپنی ڈھال کو ادھر ادھر کر لیتا تھا جس کی وجہ سے اپنی پیشانی کا بچاؤ کر رہا تھا گویا مقابلہ میں سعد کا تیر لگنے نہ دیتا تھا حالانکہ یہ مشہور تیرانداز تھے) سعد نے ایک مرتبہ تیر نکالا (اور اسکو کمان میں کھینچکر انتظار کرتے رہے)

ف۱ یسلم حال من ضمیر قال ای قال ذلک حال کونہ یسلم و ہذا علی نسخۃ غیرہ بالغائب واما علی نسخۃ غیری بالیاء التکلم فیحمل منقولا لقول محذوف ای قائلا ذلک فیحمل حالا من فاعل یعجب ای یعجب الرب عز وجل قائلا یسلم انہ لا یغفر الذنوب غیری ۱۲ ف۲ الخندق۔ قال المناوی معرب لان الخاء والدال والقاف لا تجتمع فی کلمۃ عربیۃ وقال القاری کجعفر حفیر حول اسوار المدینۃ معرب کندہ علی ما فی القاموس ۱۲ ف۳ الظاہر انہ من کلام سعد ففیہ التفات من التکلم الی الغیبۃ او روایۃ بالمعنی وہذا اذا کان الضمیر فی قال الثانی الی سعد وان کان الضمیر فیہ الی عامر فہذا ایضا من کلامہ غایۃ ما فیہ انہ عبر اباہ باسمہ ولم یقل وکان ابی وہذا معروف فی الاسانید ۱۲ ف۴ قالوا ہذا من کلام سعد حکی کل تقدیر ای وکان الرجل المذکور یفعل کذا وکذا والعرب تجعل القول عبارۃ عن جمیع الافعال فتقول قال بیدہ ای اخذ وقال برجلہ ای مشی وقال بالماء علی یدہ ای قلبہ وقال ثوبہ ای رفعہ وقال بالترس ای اشار ونقل الحنفی عن ہذا المعنی وقال فی قولہ یقول کذا وکذا ای ما لا یناسب بجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا صحابہ قالہ القاری قلت واختار ہذا المعنی المناوی ایضا اذ قال یقول کذا وکذا ای ما لا یلیق بجناب المصطفی وصحبہ کنی بہ استقباحا لما ذکرہ وبالترس متعلق بقول فعلی جملۃ حالیۃ من فاعل یقول ذکرہ العصام وغیرہ وتفسیر الشارح یقول بیفعل لیس علی ما ینبغی اہ قلت والظاہر عندی ما قال القاری ۱۲ ف۵ کذا وکذا اشارۃ بالترس شیئا وشیئا ہذا علی رای القاری واما علی رای المناوی وغیرہ المراد بہ الکلمات التی کان یقولہا ۱۲

بالترس[1] یغطی جبہتہ فنزع لہ سعد بسھم فلما رفع راسہ رماہ فلم یخطئ ھذہ الرمیۃ
منہ یعنی جبہتہ وانقلب[2] وشال برجلہ فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت
ای من الرجل او العدو ۱۲ — ای ارتفع رجلہ والباء للتعدیۃ ۱۲
نواجذہ قال قلت من ای شیٔ ضحک قال من فعلہ بالرجل

باب ماجاء فی صفۃ مزاح[3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بالضم والکسر مزاح کردن ۱۲

حدثنا محمود بن غیلان انبانا ابو اسامۃ عن شریک عن عاصم الاحول

جس وقت اُس نے ڈھال سے سر اُٹھایا فوراً ایسا لگا کہ پیشانی سے چوکا نہیں اور فوراً گر گیا ٹانگ بھی اوپر کو اُٹھ گئی پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ پر ہنسے۔ میں نے پوچھا کہ اس میں کونسی بات پر انھوں نے فرمایا کہ سعد کے اس فعل پر۔ ف۔ چونکہ اس قصہ میں اسکا شبہ ہو گیا تھا کہ اُسکے پاؤں اٹھنے اور ستر کھلجانے پر تبسم فرمایا ہو اس لئے مکرر دریافت کرنیکی ضرورت ہوئی انھوں نے فرمادیا کہ یہ نہیں بلکہ میرے حسن نشانہ اور اُسکے باوجود اتنی احتیاط کے تیر لگ جانے پر۔ کہ وہ تو ہوشیاری کر ہی رہا تھا کہ ڈھال کو فوراً ادھر اُدھر کر لیتا تھا مگر سعد نے بھی تدبیر سے ایسا جڑا کہ فوراً ہی گرا اور مہلت بھی نہ ملی۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح اور دل لگی کے بیان میں

ف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح ثابت ہے اور ممانعت بھی وارد ہوئی چنانچہ ترمذی شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اسکی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ امام نووی نے دونوں میں اس طرح تطبیق فرمائی ہے کہ کثرت مزاح جو باعث قساوت قلب کا بنجاوے یا اللہ جل شانہ کی ذکر وفکر سے روکدے یا ایذائے مسلم کا سبب بنجاوے یا وقار وہیبت گرادے یہ سب ممانعت میں داخل ہے اور جو ان سب سے خالی ہو محض دوسرے کی دلداری اور اسکی انبساط کا سبب ہو وہ مستحب ہے چنانچہ عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش طبعی کرنیوالا کسی کو نہیں دیکھا اسکی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی بجائے گرانی کے مایۂ فخر و ناز تھی کہ گر طمع خواہد زمن سلطانِ دیں + خاک بر فرق قناعت بعد ازیں + نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مزاح کی ایک خاص ضرورت بھی تھی وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی وقار اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مہینہ کی سفر کی دوری تک آپ کا رعب پہنچتا تھا اس لئے اگر حضور تبسم اور مزاح کا اہتمام نہ فرماتے تو حاضرین کو رعب کی وجہ سے پاس رہنا مشکل ہو جاتا اور انتفاع کے اسباب مسدود ہو جاتے نیز قیامت تک آنے والے مشائخ واکابر جو حضور کے اتباع میں جان توڑ کوشش کرتے ہیں نہ قصداً تبسم و مزاح سے گریز کرتے اور انکی جملہ خدام کیلئے

---

[1] متعلق بقولہ یتقی علی رای القاری وعلی ہذا قولہ یغطی جبہتہ استیناف بیان ما لاشارۃ ومتعلق بیغطی علی رای المناوی کما تقدم ۱۲ [2] قال میرک ای تنکس من شدۃ دردہ لا من الانکشاف کذا قیل وفیہ تامل قال القاری من الواضح الجلی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یضحک من کشف عورتہ فانہ لیس من مکارم اخلاق بل انما ضحک فرحا بما فعلہ سعد بعدوہ صلی اللہ علیہ وسلم اھ قال المناوی ای ضحک من رمیۃ سعد وحذاقتہ اصابتہ فرحا بذلک وسرورا لا من وقعہ رجلہ حتی بدت عورتہ وفیہ انہ متن السخریۃ والہزء بالکفار ولو حربیا بکشف سوءتہ الا ان قیاس مذہب الشافعی الجواز زیادۃ فی النکال والاغاظۃ لاہل الضلال اھ [3] المزاح بضم المیم علی انہ اسم وبکسرہا علی انہ مصدر مازحہ ومعناہ الانبساط مع الغیر من غیر ایذاء وبہ فارق الہزء والسخریۃ ویشکل علی احادیث الباب ما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تمار اخاک ولا تمازحہ اخرجہ المصنف فی الجامع من حدیث ابن عباس وقال ہذا غریب لانعرفہ الا من ہذا الوجہ وقال الشیخ الجزری اسنادہ جید فقد رواہ زیاد بن الیوب عن عبدالرحمن بن محمد عن لیث بن ابی سلیم

عن انس بن مالک قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا ذا الاذنین قال محمود قال ابو اسامۃ یعنی یمازحہ حدثنا ھناد بن السری ثنا وکیع عن شعبۃ عن ابی التیاح عن انس بن مالک قال ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیخالطنا حتی یقول لاخ لی صغیر یا ابا عمیر ما فعل النغیر قال ابو عیسی وفقہ

یقرأ بالالف ولا یکتب ۱۲ قیل عصفیر المنقار احمر الراس ۱۲ ابن حجر خالطنا مازحنا ۱۲

ھذا الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یمازح وفیہ انہ کنی غلاما صغیرا فقال لہ یا ابا عمیر وفیہ انہ لا باس ان یعطی الصبی الطیر لیلعب بہ وانما قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

العصفیر ۱۲ الطائر

بھی مشائخ کا یہ طرز مشکلات کا سبب بنتا حق تعالی شانہ بے نہایت درود وسلام اس پاک ہستی پر نازل فرمائے جو امت کی ہر سہولت کا دروازہ کھول گئی۔ سفیان بن عیینہ سے جو بڑے محدث ہیں کسی نے کہا کہ مذاق بھی ایک آفت ہے انھوں نے کہا بلکہ سنت ہے مگر اس شخص کے حق میں جو اسکے موقع جانتا ہو اور اچھا مذاق کر سکتا ہو۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ایک مرتبہ مزاحاً یا ذا الاذنین فرمایا (او دو کانوں والے)۔ ف۔ کان تو سب ہی کے دو ہوتے ہیں انکو دو کانوں والا فرمایا تو کوئی مقامی خصوصیت ہوگی مثلاً ان کے کان بڑے ہونگے یا تیز ہونگے کہ بات دور سے سن لیتے ہونگے یہی اقرب ہے۔ (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ساتھ میل جول مزاح فرماتے تھے چنانچہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا حضور اس سے فرماتے یا ابا عمیر ما فعل النغیر ارے ابو عمیر وہ نغیر کہاں جاتی رہی۔ ف۔ نغیر ایک جانور ہے جسکا ترجمہ علماء لال سے کرتے ہیں۔ صاحب حیوۃ الحیوان نے بلبل لکھا ہے امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو کنیت سے تعبیر فرمایا۔ اس نے ایک جانور پال رکھا تھا وہ مرگیا تھا جسکی وجہ سے یہ رنجیدہ بیٹھا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو چھیڑنے کیلئے پوچھا کہ وہ نغیر کیا ہوا۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ وہ مرگیا۔ یہ حدیث ایک مسئلہ مختلف فیہا میں حنفیہ کی تائید بھی ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ حرم مدینہ کا شکار شافعیہ کے نزدیک حرم مکہ کے شکار کے حکم میں ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ حرم مکہ میں شکار جائز نہیں بخلاف حرم مدینہ کہ وہاں جائز ہے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر انکار نہ فرمانا منجملہ دلائل کے ایک دلیل ہے اور تفصیل کتب فقہ وحدیث میں موجود ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ ابو عمیر انکی پہلے ہی سے کنیت تھی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ابتداءً کنیت سے تعبیر فرمایا۔ بعض علماء نے اس حدیث میں سو سے زائد مسائل اور فوائد بتائے ہیں۔ اس ذات کی زبان جسکی ایک مذاقی فقرہ میں سو سو مسائل حل ہوتے ہوں اور ان علماء کی قبروں کو حق تعالی شانہ سراپا نور بنائے جنھوں نے اپنے رسول کے کلام کی اس قدر خدمت کی کہ ایک ایک حدیث سے کتنے کتنے مسائل استنباط کئے انکو محفوظ رکھا اور پھیلایا اس حدیث میں ایک اشکال یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس میں جانور کا پنجرہ وغیرہ میں بند کرنا اور بچہ کا اس سے کھیلنا وارد ہے

لہ قال القاری وجہ المزاح انہ سماہ بغیر اسمہ مما قد یوہم انہ لیس لہ من الحواس الا الاذنان او ہو مختص بہما لا غیر مع احتمال کون الاذنین طویلتین او قصیرتین او معیوبتین واللہ اعلم ۱۲
لہ قال محمود نقل المصنف عن شیخہ ان قولہ علیہ السلام ہذا کان محمولا علی المزاح فہذا بمنزلۃ تفسیر الحدیث عن شیخہ سہ ابی التیاح۔ بفتح المثناۃ الفوقانیۃ وتشدید الیاء وبالحاء المہملۃ اسمہ یزید بن حمید ۱۲ کہ حتی قال النووی۔ غایۃ لقولہ لیخالطنا ای انتہی مخالطتہ باہلنا کلہا حتی الصبی ۱۲ قاری ہہ ہذا اذا کان ابتداء التکنیۃ علی لسانہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی الصحیحین عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس خلقا وکان لی اخ یقال لہ ابو عمیر وکان لہ نغیر یلعب بہ الحدیث والظاہر انہ کان یکنی بہ من اول الامر الا ان فی خطابہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاہ بالکنیۃ تقریرا لہ وحجۃ للجواز وانہ لا یدخل فی الکذب لان المقصد من التکنیۃ التکریم والتفاؤل لا حقیقۃ معناہا من اثبات الابوۃ والبنوۃ ۱۲ ق لہ لا باس الخ قال القاری محلہ اذا علم انہ لا یعذبہ یعنی فلا یشکل علیہ انہ تعذیب للحیوان وقد نہی النبی عنہ۔ قال المناوی ان کانت قرینۃ

يا ابا عمير ما فعل النغير لانه كان له نغير فيلعب به فمات فحزن الغلام عليه فمازحه النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا ابا عمير ما فعل النغير حدثنا عباس بن محمد الدوری قال انا علی بن الحسن بن شقيق انا عبد الله بن المبارك عن اسامة بن زيد عن سعيد المقبری عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قالوا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم انك تداعبنا قال انی لا اقول الا حقا

تداعبنا يعنی تمازحنا حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا خالد بن عبد الله عن حميد عن انس بن مالك رضی الله عنه ان رجلا استحمل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انی حاملك على ولد ناقة فقال يا رسول الله ما اصنع بولد الناقة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهل تلد الابل الا النوق حدثنا اسحاق بن منصور ثنا عبد الرزاق ثنا معمر عن ثابت عن انس بن مالك رضی الله عنه ان رجلا من اهل البادية كان اسمه زاهرا وكان يهدی الى النبی صلى الله عليه وسلم هدية من البادية فيجهزه النبی صلى الله عليه وسلم اذا اراد ان يخرج فقال النبی صلى الله عليه وسلم ان زاهرا باديتنا ونحن حاضروه

یہ جانور کو عذاب دینا اور ستانا ہے اور جانور کو عذاب دینے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ محض بند کرنا یا اُس سے دل بہلانا اور کھیلنا عذاب دینا نہیں ہے۔ ستانا اور عذاب دینا دوسری چیز ہے اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ جانور کا رکھنا اُسی کو جائز ہے جو اُسکو ستائے نہیں اُسکی خیر خبر رکھے اور جو بچہ ناسمجھ ہو یا سخت دل ہو کہ جانور کو تکلیف پہنچاتا ہو اُس کیلئے جائز نہیں ہے۔ (۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے مذاق بھی فرمالیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ہاں۔ مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔ ف۔ صحابہ کے سوال کا منشا، یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق سے منع بھی فرما رکھا ہے اور ویسے بھی بڑائی کے شان کے خلاف ہے کہ یہ وقار کو گراتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ میری خوش طبعی اس میں داخل نہیں ہے چنانچہ شروع باب میں اسکی کچھ تفصیل گذر چکی ہے (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوئی سواری کا جانور مجھے عطا فرمادیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اونٹنی کا بچہ تم کو دینگے سائل نے عرض کیا کہ حضور میں بچہ کو کیا کرونگا مجھے تو سواری کیلئے چاہئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔ ف۔ سائل کا گمان یہ ہوا کہ وہ چھوٹا ناقابل سواری ہوگا اس حدیث میں علاوہ مزاح کی اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آدمی کو گفتگو میں دوسرے کی بات کمال غور وفکر سے سننی اور سمجھنی چاہئے (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جنگل کے رہنے والے جنکا نام زاہر بن حرام تھا وہ جب حاضر خدمت ہوتے جنگل کے ہدایا سبزی ترکاری وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور وہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانیکا ارادہ کرتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہری سامان خورد و نوش کا انکو عطا فرماتے تھے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اُسکے شہر ہیں

---

۵۱ علی بن الحسن كذا صوبه السناوی والقاری قال وفی نسخة ضعيفة الحسين بالتصغير قال ميرك وهو غلط قلت وليس فی الرواة احد اسمه علی بن الحسين بن شقيق ۱۲ ۵۲ تداعبنا۔ مدرج من كلام المصنف او احد مشائخه ذكره لتفسيره وهو بالدال والعين المهملتين والباء الموحدة قال الزمخشری الدعابة كالفكاهة والمزاحة مصدر وفی المصباح دعب يدعب كمزح يمزح وزنا ومعنی ۱۲ م ۵۳ ای سأله ان يحمله على دابة والمراد ان يعطيه حمولة يركبها ۱۲ ق ۵۴ توهم ان المراد بولدها هو الصغير من اولادها كما هو المتبادر الی الفهم ۱۲ ق ۵۵ ای صغرت او كبرت والمعنی ما تلدها جميعا ۱۲ ق ۵۶ النوق۔ بضم النون جمع الناقة وهی انثى الابل وعاصله ان جميع الابل ولد الناقة صغيرا كان او كبيرا ۱۲ ۵۷ هو ابن حرام الاشجعی شهد بدرا ۱۲ ش ۵۸ ای حاصلة منها مما يوجد فيها من الازهار والاثمار والنبات ۱۲ ۵۹ باديتنا۔ ای نستفيد منه ما يستفيد الرجل من باديته من انواع النبات فصار كانه باديته وقيل من اطلاق اسم المحل على الحال او على حذف المضاف ای ساكن باديتنا كما حقق فی الاصل القرية وقيل تارة للمغالبة ويؤيده ما فی بعض النسخ بادينا والبادی هو المقيم بالبادية ۱۲ ق +

وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحبه وكان رجلا دميما فأتاه النبي صلى الله عليه وسلم يوما وهو يبيع متاعه واحتضنه من خلفه ولا يبصره فقال من هذا أرسلني فالتفت فعرف النبي صلى الله عليه وسلم فجعل لا يألو ما ألصق ظهره بصدر النبي صلى الله عليه وسلم حين عرفه فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يقول من يشتري هذا العبد فقال الرجل يا رسول الله إذا والله تجدني كاسدا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكن عند الله لست بكاسد أو قال أنت عند الله غال حدثنا عبد بن حميد حدثنا مصعب بن المقدام ثنا المبارك بن فضالة عن الحسن قال أتت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خصوصی تعلق تھا زاہر کچھ بدشکل بھی تھے ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ اپنا کوئی سامان فروخت کر رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پیچھے سے کولی ایسی طرح بھری کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکیں انھوں نے کہا ارے کون ہے مجھے چھوڑ دے لیکن جب کن انکھیوں وغیرہ سے دیکھکر حضور کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کو کرکے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ملنے لگے (کہ جتنی دیر بھی تلبس رہے ہزار نعمتوں اور لذتوں سے بڑھکر ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے۔ زاہر نے عرض کیا کہ حضور اگر آپ مجھے فروخت فرمادینگے تو کھوٹا اور کم قیمت پاوینگے حضور نے فرمایا کہ نہیں اللہ کے نزدیک تو تم کھوٹے نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو۔ **ف** ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے سے تشریف لاکر کولی بھر لینا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینا تو مزاح تھا ہی یہ ارشاد بھی مزاح ہی تھا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے اسلئے کہ حضرت زاہر غلام نہ تھے آزاد تھے مگر حضور کا یہ ارشاد بطور فرض اور تشبیہ کے تھا بعض شراح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صورت میں مزاح ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے بڑی حکمتیں اور اسرار اس میں ہیں اسلئے کہ جب حضور نے انکو اپنے سامان کی فروختگی میں نہایت مشغول پایا تو حضور کو اس میں انہماک اور انکی توجہ الی اللہ کی کمی کا بظاہر خوف ہوا اس لئے اول کولی بھری کہ حضور کیساتھ تلبس رجوع الی اللہ کا ذریعہ ظاہر ہے اور پھر تنبیہ کے طور پر ارشاد فرمایا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے اسلئے کہ جو شخص غیر اللہ میں اسقدر مشغول ہو وہ گویا اپنی خواہشات کا بندہ ہے لیکن حضور کے ساتھ اس تلبس سے انابت الی اللہ یعنی اللہ کی طرف توجہ تام حاصل ہو چکی تھی اسلئے حضور نے پھر انکو مژدہ سُنایا کہ اللہ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو (۶) حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا فرما دیجئے کہ حق تعالیٰ جل شانہ مجھے جنت میں داخل فرمادے حضور نے ارشاد

لہ بالدال المهملة اي قبيح الوجه كريه المنظر ۱۲ ﴿۲﴾ احتضنه عطف على أتاه وفي المشكوة بالفاء كما في بعض النسخ ههنا أيضا وهو الانسب اي ادخله في حضنه. قال القاري والحضن ما دون الإبط الى الكشح والمعنى ادخل يديه تحت ابط زاهر فاعتنقه ولا يبصره جملة حالية ۱۲ ﴿۳﴾ ما الصق. لفظا مصدرية اي لا يقصر في الزاق ظهره بصدره الشريف تبركا وتلذذا ۱۲ ﴿۴﴾ قيل معناه من يشتري مثل هذا العبد في الدمامة او من يستبدله مني بان ياتي بمثله او من يقابل هذا العبد الذي هو عبد الله بالاكرام والتعظيم والكل متكلف قاله المناوي قال القاري فالوجه ان الاشتراء على حقيقته وان العبد فيه تورية ولا يلزم من هذا القول لا سيما والمقام مقام المزاح ارادة تحقق بعد ليشكل على الفقيه بان بيع الحر غير جائز اه ۱۲ ﴿۵﴾ اي اذا عرضتني على البيع اذا تجدني متاعا رخيصا او غير مرغوب فيه وفي بعض النسخ تجدوني بلفظ الجمع لتعظيمه صلى الله عليه وسلم او لتعبيره ولاصحابه قال المناوي والاوفق بقواعد العربية الافراد ۱۲ ﴿۶﴾ لصيغة المفعول من الاصحاب بالصاد المهملة وفي نسخة بدله منصور قال ميرك وهو خطأ. والمقدام بكسر الميم وسكون القاف وفضالة بفتح الفاء والحسن البصري التابعي المعروف فالحديث مرسل ۱۲ +

عجوزٌ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ادع اللہ ان یدخلنی الجنۃ فقال یا ام فلانٍ ان الجنۃ لاتدخلہا عجوزٌ قال فولت تبکی فقال اخبروھا انھا لاتدخلہا وھی عجوزٌ ان اللہ تعالٰی یقول اِنَّآ اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْكَارًا

باب ما جاء فی صفۃ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الشعر

حدثنا علی بن حجر ثنا شریک عن المقدام بن شریح

فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہوسکتی۔ وہ عورت روتی ہوئی لوٹنے لگی۔ حضور نے فرمایا اُس سے کہدو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ حق تعالٰی جل شانہ سب اہل جنت عورتوں کو نوعمر کنواریاں بنادیں گے اور حق تعالٰی جل شانہ کے اس قول انا انشانا ھن انشاءً فجعلنا ھن ابکارًا۔الآیۃ میں اس کا بیان ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے انکو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں (بیان القرآن یعنی ہمیشہ کنواریاں ہی رہتی ہیں صحبت کے بعد پھر کنواریاں بنجاتی ہیں)

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات درباب اشعار

ف ۔یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جن اشعار کو پڑھنا یا سُننا روایات میں آیا ہے اُن کا ذکر۔ شعر اُس کلام کو کہتے ہیں جو قصداً مقفٰی وموزون بنایا گیا ہو یعنی ارادہ سے شعر کی طرز پر بنایا گیا ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعر نہ ہونا قطعی ہے کلام اللہ شریف میں صاف طور سے مذکور ہے بلکہ کفار کے ان مقولوں کو جو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جادوگر یا شاعر یا مجنون ہونا بیان کرتے تھے نہایت تعجب سے ذکر کیا گیا اور آپ کی شاعری کے متعلق صاف ارشاد فرمادیا وماعلمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔ ہم نے انکو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعری کا علم نہیں دیا اور یہ علم شاعری انکی شان کے مناسب بھی نہیں ہے پھر جو حضور کے کلام میں کہیں کہیں کلام موزون پایا جاتا ہے وہ بلا قصد پر محمول ہے اور کلام میں بلا قصد موزونیت اگر آجائے تو وہ شعر نہیں کہلاتا۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک درحقیقت یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعر نہ ہونا عجز کی وجہ سے نہیں ہے اسلئے کہ جس شخص کے کلام میں بلا ارادہ موزونیت آجاتی ہو وہ اگر قصداً موزوں بناوے تو کس قدر بے تکلف اور بہترین

---

۵۱ عجوز۔ ای امرأۃ کبیرۃ السن ولاتقل عجوزۃ اذہی لغۃ ردیئۃ علی مافی القاموس قیل اسمہا صفیۃ بنت عبد المطلب ام الزبیر بن العوام وعمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالہ الشارح ۱۲ ۵۲ فلان قال ہرادی نبی الاسم الذی جری علی لسانہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقام لفظ فلان مقامہ قالہ القاری قلت ولعلہ قال یا ام الزبیر لان صفیۃ ہذہ امہ کما تقدم ۱۲ ۵۳ اختلفوا فی تفسیر الآیۃ کما بسط فی محلہ ومایناسب المقام مافی جمع الوسائل اذ قال وفی الحدیث ہن اللواتی قبضن فی دار الدنیا عجائز خلقہن اللہ بعد الکبر فجعلہن عذاری متعشقات الی آخر مابسطہ ۱۲ ۵۴ قیل اصلہ الشعر بفتحتین وسمی الشاعر شاعراً لفطنتہ ودقۃ معرفتہ فالشعر فی الاصل علم للعلم الدقیق وصار فی المتعارف اسماً للموزون المقفٰی من الکلام والشاعر المختص بصناعتہ کما قالہ الراغب وقیل الشعر ہو کلام موزون مقفٰی قصداً فخرج بہذا القید ماصدر منہ صلی اللہ علیہ وسلم من الکلام الموزون اما ما وقع فی الکتاب المکنون فلاشک انہ مقرون بالارادۃ والمشیۃ م مرالتی ہی معنی القصد لانہ لایتعلق الکون شیٔ دون المشیۃ ولعل الجواب انہ لیس مقصوداً بالذات وانما وقع تبعاً کما حقق فی بحث الجزو الشرقالہ القاری ۱۲

عن ابيه عن عائشة قالت قيل لها هل كان النبي صلى الله عليه وسلم يتمثل بشئ من الشعر قالت كان يتمثل بشعر ابن رواحة ويتمثل ويقول ويأتيك بالأخبار من لم تزود حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمٰن بن مهدی قال ثنا سفین عن عبد الملك بن عمير ثنا ابو سلمة عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اصدق كلمة قالها الشاعر كلمة لبيد الا كل شئ ما خلا الله باطل

(الانصاری اسمہ عبد اللہ ۱۲)

بنا سکتا ہے لیکن حق تعالیٰ جل شانہ نے آپکی شان کو اس سے بہت ارفع بنایا تھا اس لئے کبھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اشعار کی تعریف اور مذمت کے بارہ میں روایات مختلف آئی ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر اچھی چیز ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ممنوع اور بُرا ہے لیکن قول فیصل بھی ایک حدیث میں خود ہی وارد ہوگیا ہے کہ نفس شعر میں کچھ بھلائی یا بُرائی نہیں ہے، مضمون صحیح اور مفید ہے تو شعر اچھی چیز ہے اور مضمون جھوٹ یا غیر مفید ہے تو جو حکم اُس مضمون کا ہے وہی حکم شعر کا بھی ہے یعنی جس درجہ میں وہ مضمون ناجائز ہے یا حرام یا مکروہ ہے یا خلاف اولیٰ ہے اُسی درجہ میں شعر بھی ہے لیکن بہتر ہونیکی صورت میں بھی اس میں انہماک اور کثرت سے مشغولی ممنوع ہے۔ اس باب میں مصنف نے نو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شعر بھی پڑھتے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ ہاں مثال کے طور پر کبھی عبد اللہ بن رواحہ کا کوئی شعر بھی پڑھ لیتے تھے (اور کبھی کبھی کسی اور شاعر کا بھی) چنانچہ کبھی طرفہ کا یہ مصرعہ بھی پڑھ دیا کرتے تھے۔ ویاتیك بالاخبار من لم تزود۔ یعنی تیرے پاس خبریں کبھی وہ شخص بھی لے آتا ہے جسکو تونے کسی قسم کا معاوضہ نہیں دیا۔ یعنی واقعات کی تحقیق کیلئے کسی جگہ کے حالات معلوم کرنے کیلئے تنخواہ دینا پڑتی ہے سفر خرچ دیکر آدمی کو حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجنا پڑتا ہے مگر کبھی گھر بیٹھے بٹھائے کوئی آکر خود ہی سارے حالات سنا جاتا ہے کسی قسم کا خرچ بھی اُس کیلئے کرنا نہیں پڑتا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مثال ارشاد فرمائی کہ بلا کسی اجرت اور معاوضہ کے گھر بیٹھے جنت دوزخ آخرت قیامت پچھلے انبیاء کے حالات اور آئندہ آنیوالے واقعات سناتا ہوں پھر بھی یہ کافر قدر نہیں کرتے اس حدیث میں دو شاعروں کا ذکر ہے حضرت عبد اللہ بن رواحۃ تو مشہور صحابی ہیں حضور کی ہجرت سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے اور حضور کے سامنے ہی غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تھے طرفہ عرب کا مشہور شاعر ہے ادب کی مشہور کتاب سبعہ معلقہ میں دوسرا معلقہ اسی کا ہے اس نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا (۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

ف۱ قالت ای عائشۃ وفی عدۃ النسخ قال فالضمیر لشریح ف۲ یتمثل۔ ای یستشهد یقال تمثل ای انشد شعرا وتمثل لشئ ضربه مثلا ۱۲ ف۳ یشکل علیه ان الظاهر المتبادر من الحدیث ان هذا البیت من کلام ابن رواحۃ وفیه ید الاشکال مانی نسخۃ اخری بلفظ ویتمثل بقوله وقد اتفقوا علی ان هذا البیت من کلام طرفۃ والجواب ان قوله یتمثل کلام مستانف والضمیر المجرور فی قوله بقوله راجع الی القائل او الشاعر فهو معاد الی غیر المذکور لشهرۃ قائله بینهم فیکون معنی الحدیث قالت کان احیانا یتمثل بشعر ابن رواحۃ واحیانا یتمثل بقول الشاعر هذا ۱۲ ف۴ وهو من قصیدۃ طرفۃ بن عبد المعلقۃ علی الکعبۃ من جملۃ المعلقات السبع وصدر البیت ستبدی لک الایام ما کنت جاهلا۔ قال القاری الظاهر انه علیه الصلوۃ والسلام تمثل بالمصراع الاخیر واراد باتیان الاخبار من غیر التزوید نفسه الشریفۃ کما یشیر الیه قوله عز اسمه قل ما اسألکم علیه من اجر الایۃ ۱۲ ف۵ لبید بن ابی ربیعۃ العامری وفد علی النبی صلی اللہ علیه وسلم وحسن اسلامه نزل الکوفۃ ومات سنۃ احدی و اربعین ولہ من العمر مائۃ واربعون سنۃ وقیل مائۃ وسبع وخمسون سنۃ وقیل غیر ذلک مشهور من فصحاء العرب وشعرائهم ولما اسلم لم یقل شعرا وقال یکفینی القرآن ۱۲ ف۶ باطل۔ المراد به الفانی وانما کان کلامه اصدق لانه وافق اصدق الکلام وهو قوله تعالیٰ کل شئ هالك الا وجهه۔ وتمام البیت وکل نعیم لامحالۃ زائل۔

وکاد امیۃ بن ابی[۵۱] الصلت ان یسلم حدثنا محمد بن المثنی قال انبانا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن الاسود بن قیس عن جندب بن سفیان[۵۲]
البجلی قال[۵۳] اصاب حجر اصبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدمیت فقال ھل انت الا اصبع دمیت[۵۴] وفی سبیل اللہ ما[۵۵] لقیت حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفین[۵۶]

نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا وہ لبید بن ربیعہ کا یہ کلمہ ہے الا کل شئی ما خلا اللہ باطل۔ آگاہ ہو جاؤ اللہ جل شانہ کے سوا دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ اور امیۃ بن ابی الصلت قریب تھا کہ اسلام لے آئے **ف**۔ لبید ایک مشہور شاعر تھے لیکن مسلمان ہو گئے بعد سے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا یہ کہتے تھے کہ مجھے حق تعالیٰ جل شانہ نے اشعار کا نعم البدل عطا فرما دیا یہ کرم صحابہ میں ہیں ایک سو چالیس یا اس سے کچھ زیادہ عمر ہوئی اس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے وکل نعیم لا محالۃ زائل۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر نعمت کسی نہ کسی وقت میں زائل ہونیوالی ہے۔ امیۃ بن ابی الصلت بھی ایک مشہور شاعر تھا جو اپنے اشعار میں حقائق باندھتا تھا قیامت کا قائل تھا لیکن توفیق ایزدی شامل حال نہ ہوئی اسلئے مسلمان نہیں ہو سکا۔ آٹھویں حدیث کے ذیل میں اسکی کسی قدر تفصیل بھی آرہی ہے

(۳) جندب بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک پتھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی میں لگ گیا تھا جسکی وجہ سے وہ خون آلودہ ہو گئی تھی تو حضور نے یہ شعر پڑھا جسکا حاصل ترجمہ یہ ہے۔ تو ایک انگلی ہے جسکو اسکے سوا کوئی مضرت نہیں پہنچی کہ خون آلودہ ہو گئی۔ اور یہ بھی رائیگاں نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی راہ میں یہ تکلیف پہنچی جسکا ثواب ہوگا **ف**۔ اس حدیث میں بھی وہ اشکال کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کیسے فرمایا اسکا مختصر جواب گذر بھی چکا ہے اس خاص جگہ پر یہ بھی ایک جواب دیا جاتا ہے کہ یہ رجز کہلاتا ہے شعر نہیں ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ایک آدھ شعر کہنے سے آدمی شاعر نہیں ہوتا لہٰذا یہ آیت وما علمناہ الشعر کے خلاف نہیں بعض نے کہا ہے کہ دمیت اور لقیت کی تے ساکنہ ہے مکسورہ نہیں اس صورت میں موزونیت سے بھی نکل گیا۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک اگر اسکی توجیہ یہ کی جائے کہ یہ شعر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ منقول تھا کسی دوسرے شاعر کے کلام سے تو اس صورت میں کسی اور توجیہ کی ضرورت نہیں رہیگی چنانچہ واقدی نے اس شعر کو ولید بن ولید کا بتایا ہے اور ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب محاسبۃ النفس میں ابن رواحہ کی طرف نسبت کیا ہے۔ دو شاعروں سے کسی ایک شعر کا ورود ممنوع نہیں اسلئے ممکن ہے کہ دونوں نے یہ شعر کہا ہو۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ قصہ کب کا ہے جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ جنگ احد کا ہے۔ اور بعض لوگ اسکو ہجرۃ سے قبل بتاتے ہیں۔

---

۵۱ امیۃ بالتصغیر ابن ابی الصلت بفتح فسکون ای ابن ربیعۃ الثقفی کان ینطق بالحقائق وقد کان متعبد ا فی الجاہلیۃ ویتدین ویؤمن بالبعث لکنہ ادرکہ الاسلام ولم یسلم قالہ القاری رثا من قتل ببدر من الکفار رثم مات ایام حصار الطائف کافرا سنۃ ثمان وقیل لتسع ۱۲ ۵۲ سفیان۔ ہو جد جندب بضم جیم ودال ویفتح ابن عبد اللہ فہو منسوب الی جدہ والبجلی بفتحتین نسبۃ الی بجیلۃ ۱۲ ۵۳ اصاب۔ اختلفوا فی انہ کان فی بعض غزواتہ کما ہو المشہور او کان قبل الہجرۃ وقیل کان عم یمشی الی الصلوۃ وقیل کان فی الغار لما فی روایۃ مسلم کان صلی اللہ علیہ وسلم فی غار فدمیت اصبعہ قال الباجی لعلہ غازیا فتصحف لما فی الروایۃ الاخری فی بعض المشاہد وتعقب بان القول بالتصحیف لا یصح لفظا ولا معنی ومثل ہذا الطعن لا یجوز فی حدیث مسلم قال القاری فالتحقیق انہ کان فی غار من جبل احد ولا مانع من الحمل علی تعدد الواقعۃ ۱۲ ۵۴ بفتح الدال وکسر المیم یقال دمیت اصبعہ وادمیتہا ودمیتہا ۱۲ ق ۵۵ ما موصولۃ مبتدأ وفی سبیل اللہ خبرہ یعنی فلا تبالی بل افرحی وقضیۃ کسر لیلی قدح المجنون شہیرۃ وامثالہا فی سیر المحب والمحبوب کثیرۃ ۱۲ ق ۵۶ عن سفیان اعاد الحدیث بسند آخر لیدل علی ان جندب بن سفیان المذکور فی السند السابق ہو ابن عبد اللہ ہذا ۱۲

ابن عیینة عن الاسود بن قیس عن جندب بن عبد اللہ البجلی نحوہ حدثنا محمد بن بشار حدثنا یحیی بن سعید ثنا سفیان الثوری ثنا ابو اسحاق عن البراء بن عازب قال قال لہ رجل افررتم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا عمارة فقال لا واللہ ما ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن ولی سرعان الناس تلقتھم ھوازن بالنبل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بغلتہ وابو سفین بن الحارث بن عبد المطلب اخذ بلجامھا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا النبی لا کذب + انا ابن عبد المطلب

(۴) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا تم سب لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جنگ حنین میں بھاگ گئے تھے انھوں نے فرمایا کہ نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت نہیں پھیری بلکہ فوج میں سے بعض جلد بازوں نے (جن میں اکثر قبیلہ بنی سلیم اور مکہ کے نومسلم نوجوان تھے) قبیلہ ہوازن کے سامنے کے تیروں کی وجہ سے منھ پھیر لیا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (جنکی ساتھ اکابر صحابہ کا ہونا ظاہر ہے اپنی) خچر پر سوار تھے اور ابو سفیان بن الحارث اُسکے لگام کو پکڑے ہوئے تھے۔ حضور اُس وقت یہ فرما رہے تھے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ میں بلا شک وشبہ نبی ہوں اور عبد المطلب کی اولاد (پوتا) ہوں **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپکو بجائے باپ کے اپنے دادے عبد المطلب کی طرف اسلئے نسبت کیا کہ اُنھوں نے حضور کے غلبہ کی اطلاع کفار قریش کو دی تھی اور یہ وقت گویا اسکی تصدیق کا تھا۔ بعض نے یہ وجہ بتائی ہے کہ چونکہ آپکے والد کا انتقال زمانہ حمل ہی میں ہو گیا تھا اسلئے آپ ابن عبد المطلب ہی کیساتھ مشہور تھے۔ نیز یہ بھی کہا گیا کہ چونکہ عبد المطلب مشہور سردار تھے اس لئے شہرت کی وجہ سے اُس طرف نسبت فرمائی۔ حافظ ابن حجر نے ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ کفار میں یہ بات مشہور تھی کہ عبد المطلب کی اولاد میں ایک شخص پیدا ہو گا جس سے لوگوں کو ہدایت ہو گی وہ خاتم النبیین ہو گا اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نسبت کی ساتھ ان لوگوں کو یہ مشہور چیز یاد دلائی۔

غزوۂ حنین ۸ھ میں ہوا ہے۔ قبائل عرب ایک زمانہ سے اپنے اسلام لانے میں فتح مکہ کے منتظر تھے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قبضہ کر لیا تب تو سمجھو کہ آپ غالب ہیں اور بے چون وچرا اطاعت کرو۔ اور اگر مکہ مکرمہ فتح نہ ہو تو سمجھ لو کہ یہ لوگ غالب نہیں ہو سکتے بالآخر جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو قبیلۂ ہوازن وغیرہ نے بھی جو مواضع حنین وغیرہ کے رہنے والے تھے اپنی قسمت آزمائی کا فیصلہ چاہا اور چند قبائل نے ملکر یکجائی لڑائی کے خیال سے حنین پر جو مکہ مکرمہ سے طائف وعرفات کی جانب میں تقریباً دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے وہاں مجتمع ہوئے ہر چند کہ بعض تجربہ کار بوڑھوں نے انکو اس ارادہ سے روکا مگر بعض جوشیلے نوجوانوں نے نہ مانا اور یہ کہا کہ مسلمانوں کو ابتک تجربہ کار لڑنے والوں سے سابقہ نہیں پڑا تھا اسلئے غالب ہوتے جا رہے ہیں مبادا ہم پر بھی حملہ کریں اس لئے خود ہی ابتدا کرنا چاہئے بیس ہزار سے زیادہ مجمع لڑائی کیلئے جمع کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اسکا علم ہوا تو دس بارہ ہزار کا

ف۱ جاء فی روایة انہ من قیس لکن لا یعرف اسمہ ۱۲ ف۲ متعلق بمحذوف ای معرضین عنہ وتارکین لہ او منکشفین عنہ بوضوح ان فرارھم کان عن الکفار لا عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ف۳ ابا عمارة بضم العین المھملة وتخفیف المیم کنیة البراء ۱۲ ف۴ رسول اللہ سئل عن فرارھم فاجاب بعدم فرارہ علیہ السلام اما لانہ یلزم من ثبات الرسول عدم فرار اکابر الصحابة واما لان فرارھم یوھم تولیة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لبعد ثباتہ منفرداً ولم ینقل انہ عم انھزم فی موطن قط ومن ثم اجمعوا علی انہ لا یجوز الانھزام علیہ وکذا من زعم انہ انھزم وقصد التنقیص کفر وان لم یقصد ادب تادیباً عظیماً عن الشافعی وقتل عند مالک قالہ المناوی قلت والاوجہ عندی فی الجواب ان مدار فرار الخمیس علی القلب والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی القلب وعلی ہذا یطابق الجواب السوال ویصح الاستدراک ایضاً والمعنی ان القلب یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن معہ لم یتولوا بل تولی سرعان الناس الذین کانوا فی المقدمة ۱۲ ف۵ سرعان بفتح السین والراء ویسکن ادائلھم واطال الکلام فی ضبط المناوی ۱۲ ف۶ قال الحافظ ابن حجر اجیب عن مقالتہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذہ باجوبة منھا انہ نظم غیرہ وانہ کان فیہ انت النبی لا کذب

مجمع جس میں مہاجرین و انصار اور فتح مکہ کے نو مسلم شریک تھے نیز ایک جماعت کفار مکہ کی بھی شریک تھی جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ ان میں سے بعض لوگ غنیمت کے لالچ سے شریک ہوئے تھے اور بعض لوگ محض لڑائی کا نظارہ دیکھنے گئے تھے حضور اس لشکر کے ساتھ ۶ شوال ۸ھ کو حنین کی جانب روانہ ہوئے مسلمانوں کو حنین تک پہنچنے کیلئے ایک نہایت تنگ گھاٹی سے گذرنا پڑتا تھا۔ دشمنوں نے اپنے لشکر کو اُن پہاڑوں میں چھپا رکھا تھا جیسے ہی مسلمان وہاں کو گذرے انھوں نے دفعۃً تیروں کا نشانہ بنایا مسلمان اس بے خبری کے حملے سے سخت گھبرائے اور پریشان ہو کر اِدھر اُدھر متفرق ہو گئے بخاری کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے ابتدائی حملہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی اور وہ پیچھے بھاگے یہ لوگ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے کہ دفعۃً ان لوگوں نے جو پہاڑیوں کے درمیان چھپے ہوئے تھے چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ یہ مجمع نہایت پریشانی کی حالت میں اِدھر اُدھر منتشر ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بجز چند اکابر صحابہ حضرت ابوبکر رضؓ حضرت عمر رضؓ حضرت علیؓ حضرت عباس رضؓ وغیرہ وغیرہ چند حضرات کے کوئی بھی نہیں رہا تھا اس پریشانی کی حالت میں بعض ضعیف الاسلام لوگوں کا عقیدہ بھی متزلزل ہوا۔ اور بعض نے آوازے اور فقرے کسنا شروع کئے۔ بعض لوگ بھاگ کر مکہ واپس آ گئے اور مسلمانوں کے مغلوب ہو جانے کا مژدہ ان لوگوں کو سُنایا جو مسلمان نہ ہوئے تھے یا ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور کا ہاشمی خون اس وقت جوش پر تھا آپ نے اس خوفناک منظر میں اپنی سواری سے اُتر کر پیادہ انا النبی لا کذب کہتے ہوئے دشمنوں کی فوج کا رُخ کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مہاجرین انصار اور اصحاب شجرہ کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک آواز دی کہ کہاں جا رہے ہو ادھر آؤ آواز کا سننا تھا کہ پریشان حال متفکر جماعت لبیک کہتی ہوئی ایسی جوش محبت میں لوٹی جیسے اونٹنی اپنے بچہ کی طرف لوٹتی ہے۔ مسلمانوں کا لوٹنا تھا کہ طرفین میں ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے کچھ مٹی کنکریاں وغیرہ اٹھا کر شاہت الوجوہ کہتے ہوئے مقابل پر پھینکی۔ تھوڑی دیر لڑائی کا یہ منظر رہا اُسکے بعد لڑائی کا رُخ ایسا پھرا کہ جس میدان میں مسلمان پریشان نظر آ رہے تھے۔ اُن کے بدحواس بھاگتے ہوئے نظر آنے لگے۔ اور اپنا مال و متاع اہل و عیال مسلمانوں کیلئے مال غنیمت بنا کر ایسے بھاگے کہ اِدھر کا رُخ بھی نہ کیا قصہ حسب ضرورت مختصر طور سے لکھا گیا جو صاحب مفصل دیکھنا چاہیں کسی اُردو اسلامی تاریخ میں دیکھ لیں۔

یہاں پر ایک امر پر تنبیہ اشد ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق صرف ایک دو روایت دیکھنے سے کسی قسم کا اشکال پیدا کر لینا یہ علم کی کوتاہی ہے کسی ایک دو حدیث میں اکثر واقعہ کی پوری تفصیل نہ آ سکتی ہے نہ مقصود ہوتی ہے ہر واقعہ کے متعلق اگر کوئی رائے قائم کرنا ہو تو جب تک اُس واقعہ کے پورے حالات سامنے نہ ہوں رائے زنی بے محل ہے اسی جنگ حنین کے متعلق کسی مختصر تاریخ کو دیکھ کر یا ایک دو حدیثوں کا ترجمہ دیکھ کر یہ خیال کرنا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ساری جماعت یا یہ پورا لشکر دس ہزار کا بھاگ گیا تھا اور بجز دو چار نفر کے حضور کے ساتھ کوئی بھی نہیں رہا تھا واقعہ کے خلاف ہونے کے علاوہ عقل سے بھی دور ہے۔ کفار کی جماعت جو بیس ہزار سے زیادہ تھی اُسکو کیا مشکل تھا کہ دو چار نفر کا محاصرہ کر لیتے جبکہ سب بھاگ چکے تھے چہ جائیکہ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور تنہا تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جو لڑائیوں کے حالات سے واقف ہوتے ہیں لشکروں کی ترتیب اور حملہ کے حالات پر بصیرت رکھتے ہیں وہ کسی ایسی روایت سے متعجب یا متاثر ہوں۔ لشکر کی عام ترتیب کے موافق پانچوں حصوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کی بھی ترتیب فرمائی تھی

مقدمۃ الجیش (لشکر کا اگلا حصہ) میمنہ میسرہ (دایاں بایاں حصہ) قلب یعنی درمیانی حصہ جس میں امیر لشکر کی حیثیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے اور پانچواں حصہ لشکر کا پچھلا حصہ اس کے علاوہ ہر ہر جماعت کا مستقل حصہ تھا جسکا ایک امیر مستقل جھنڈا لئے ہوئے تھا اُس کی جماعت اُس کے ساتھ تھی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تھا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سعد بن ابی وقاص اسید بن حضیر خباب بن منذر وغیرہ وغیرہ حضرات ایک ایک جماعت کے امیر بنے ہوئے اپنی اپنی مقررہ جگہ پر مامور تھے مقدمۃ الجیش میں قبیلہ بنی سلیم کی جماعت تھی جس کا جھنڈا حضرت خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھا یہ جماعت لشکر کا اگلا حصہ تھا اسی جماعت کے ساتھ یہ قصہ پیش آیا کہ جب یہ گھاٹیوں کے درمیان سے نکلے تو دشمنوں نے اول پسپائی اختیار کی جسکی وجہ سے ان کو آگے بڑھنے اور اپنے کو غالب سمجھکر مال غنیمت کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ملا او چھپے ہوئے دشمنوں نے چاروں طرف تیر برسانا شروع کر دیا ایسی صورت میں اس جماعت کی پسپائی بھی فطری چیز تھی اور ان کی پسپائی سے تمام لشکر میں تشویش انتشار ادھر اُدھر دوڑنا ضروری تھا لیکن اس کا مطلب یہ لینا کہ سارا ہی لشکر بھاگ گیا تھا پورے حالات پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے ہے چنانچہ عبد الرحمن ایک شخص کا بیان نقل کرتے ہیں جو اس وقت کافر تھا۔ کہ ہم نے جب مسلمانوں پر حنین میں حملہ کیا اور ان کو پیچھے ہٹانا شروع کیا تو وہ ہمارے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور پیچھے ہٹتے رہے ہم لوگ ان کا تعاقب کرتے رہے اور آگے بڑھتے رہے بڑھتے بڑھتے ہم ایک ایسے شخص تک پہنچے جو سفید خچر پر سوار تھے اور نہایت حسین چہرہ والے۔ لوگ ان کے گرد جمع تھے۔ انھوں نے ہم کو دیکھکر شاہت الوجوہ ارجعوا کہا یہ کہنا تھا کہ ہم مغلوب ہونا شروع ہوگئے اور وہ جماعت ہم پر چڑھ گئی۔ اسی بنا پر حضرت براء نے شمائل کی روایت میں جو اوپر گذری یہ کہا کہ حضور نے منھ نہیں پھیرا بلکہ کچھ تیز رو لوگ جو تیروں کی برداشت نہ کرسکے بھاگے تھے اس کے ساتھ ہی یہ قصہ بھی پیش آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس راستے سے بڑھ رہے تھے اُس کو ترک فرماکر دائیں جانب کو بڑھنا شروع کیا۔ غور کی بات ہے کہ اس انتشار کی حالت میں لشکر کے اکثر حصہ کو کیسے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ حضور نے اس وقت کس جانب کو بڑھنے کا ارادہ کیا ایسی حالت میں حضور کے قریب ایک وقت میں سو آدمیوں کا رہ جانا جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے . . . . اور ایک موقعہ پر اسّی کا رہ جانا جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے حتیٰ کہ جب حضور نے خچر کو تیزی سے بڑھایا تو سامنے سے لوگ ہٹتے رہے اور صرف بارہ آدمی رہ گئے اور اس کے بعد صرف وہ چار شخص رہ گئے جو خچر کی باگ اور رکاب تھامے ہوئے تھے یا رکاب وغیرہ پکڑے ہوئے تھے حتیٰ کہ جب خچر بھی حضور کی منشا کے موافق نہ بڑھ سکا تو حضور اُس پر سے اتر کر تن تنہا کنکریوں کی ایک مٹھی لیکر انکی طرف بڑھ گئے یہی وقت ہے جس کو بخاری شریف کی روایت میں اس سے تعبیر کیا کہ حضور تنہا تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا اس کی ساتھ ایک اجمالی مضمون اپنے ذہن میں یہ ہونے سے کہ اس جنگ میں لوگ بھاگ گئے تھے یہ تجویز کرلینا کہ سارے ہی صحابہ حضور کے علاوہ بھاگ گئے تھے۔ پورے واقعات پر نظر نہ ہونے کا ثمرہ ہے۔ چونکہ پورے لشکر میں انتشار تھا اور یقیناً بہت سے لوگ بھاگ بھی رہے تھے بلکہ بعض لوگ اس ہزیمت سے خوش بھی ہو رہے تھے۔ جیسا کہ مفصل واقعات میں مذکور ہے ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی جیسا کہ انتشار کے وقت کا لازمی نتیجہ ہے اس لئے حضور نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے جو نہایت بلند آواز تھے لوگوں کو آوازیں لوائیں اور مہاجرین انصار اصحاب شجرہ وغیرہ جماعتوں کو علیحدہ علیحدہ آواز دلائی جس کے سُننے پر وہ سب پھر حضور کے گرد جمع ہوگئے

حدثنا اسحاق بن منصور ثنا عبد الرزاق ثنا جعفر بن سلیمان انبانا ثابت عن انس[۵] ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ فی عمرۃ القضاء[۱] وابن رواحۃ[۲] یمشی بین یدیہ وھو یقول[۳] خلوا بنی الکفار عن سبیلہ + الیوم نضربکم علی تنزیلہ[۴] + ضربا یزیل الھام عن مقیلہ + ویذھل الخلیل عن خلیلہ + فقال لہ عمر یا ابن رواحۃ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حرم اللہ تعالیٰ تقول شعرا فقال النبی

اور دوسرے حملہ میں میدان مسلمانوں کے ہاتھ تھا۔ بہرحال اس مضمون میں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُس وقت کتنے آدمی تھے مختلف روایتیں ہیں اور ہر روایت اپنے اپنے موقع پر چسپاں ہے حتیٰ کہ صحیح بخاری کی روایت کہ حضور تن تنہا تھے کوئی ساتھ نہ تھا بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ جب حضور نے خچر سے اتر کر آگے بڑھکر ان پر کنکریاں یا مٹی پھینکی سب ہی اُس وقت پیچھے رہ گئے تھے اور حضور تنہا بڑھے چلے جارہے تھے لیکن کسی روایت میں بھی یہ نہیں ہے کہ جتنے کسی وقت حضور کے قریب تھے انکے علاوہ باقی سب ہی بھاگ گئے تھے (۵) انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو عبد اللہ بن رواحہؓ اپنی گردن میں تلوار ڈالے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے خلوا بنی الکفار الخ اے کافرزادو ہٹو آپ کا راستہ چھوڑ دو آج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ آنے سے روکدینے پر جیسا کہ تم گذشتہ سال کرچکے ہو ہم تم لوگونکی ایسی خبر لیں گے کہ کھوپڑیونکو تن سے جدا کردیں گے اور دوست کو دوست سے بھلا دینگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن رواحہ کو روکا کہ اللہ کے حرم میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھتے جارہے ہو حضور نے ارشاد فرمایا کہ عمر روکو مت یہ اشعار اُن پر اثر کرنے میں تیر برسانے سے زیادہ سخت ہیں۔

ف سنہ ۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تھا لیکن کفار مکہ نے حضور کو موضع حدیبیہ میں روکدیا تھا اُس وقت جو شرائط فریقین میں ٹھیرے تھے اُن میں یہ بھی تھا کہ سال آئندہ آکر اپنا عمرہ پورا کرلیں اس معاہدہ کی بنا پر ذیقعدہ سنہ ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا یہ عمرہ حنفیہ کے نزدیک پہلے عمرہ کی قضا ہے اور اس عمرہ کا نام عمرۃ القضاء ہونا بھی حنفیہ ہی کی تائید کرتا ہے۔ بعض ائمہ شافعیہ وغیرہ کا اس میں خلاف ہے اس کی بحث شروح حدیث میں مفصل مذکور ہے اسی سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور باعزت وشوکت عمرہ سے فراغت فرما کر حسب قرار داد تین دن مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ منورہ کو واپسی ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے حضور کے ادب اور حرم کے

---

[۱] القضاء۔ ای قضاء عمرۃ الحدیبیۃ وھو صریح لما قالہ علمائنا من ان المحصر یجب علیہ القضاء سواء کان حجہ فرضا او نفلا او کان احرامہ بعمرۃ قالہ القاری قلت یعنی ان تسمیتہ بعمرۃ القضاء مؤید لنا وما اولہ الشافعیۃ من ان المراد بہ القضیۃ بمعنی المقاضاۃ لا یساعدہ اللفظ ۱۲ [۲] ابن رواحۃ ای عبد اللہ بن رواحۃ وکان من احد شعرائہ علیہ السلام والحدیث اخرجہ المصنف فی جامعہ ثم قال وروی فی غیر ھذا الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ فی عمرۃ القضاء وکعب بن مالک بین یدیہ وھذا اصح عند بعض اھل الحدیث لان ابن رواحۃ قتل یوم موتۃ وانما کانت عمرۃ القضاء بعد ذلک اھ وتعقبہ الحافظ فی الفتح کما ذکر فی ھامش الکوکب الدری اذ قال ما حکی قول الترمذی ھذا ذھول شدید وغلط مردود وما ادری کیف وقع الترمذی فی ذلک مع وفور معرفتہ الی آخر ما ذکرہ وحاصلہ ان عمرۃ القضاء قبل سریۃ موتۃ التی استشہد فیہا ابن رواحۃ ۱۲ [۳] اختلف الروایات فی الفاظ ھذہ الابیات وترتیب مصاریعہا کما بسطہ فی الفتح ۱۲ [۴] تنزیلہ۔ قال القاری ای بناء علی کونہ صلی اللہ علیہ وسلم رسولا منزلا علیہ لوحی او بناء علی تنزیلہم ایاہ واعطاء العہد والامان وعلی کل فالضمیر فی کلا المصراعین الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الظاھر والبعد ابن حجر حیث جعل الضمیر الی القرآن اھ قلت وھذا ھو المعروف عند شراح الحدیث وقال المناوی فی کرہ علی تنزیلہ ای علی تنزیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مکۃ ولا نرجع کما رجعنا فی عام الحدیبیۃ او علی تنزیل القرآن وان لم یتقدم لہ ذکر اھ ۱۲ +

صلی اللہ علیہ وسلم خل عنہ یا عمر فلھی اسرع فیھم من نضح النبل حدثنا علی بن حجر انبانا شریک عن سماک ابن حرب عن جابر بن سمرۃ قال جالست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من مائۃ مرۃ وکان اصحابہ یتناشدون الشعر ویتذاکرون اشیاء من امر الجاھلیۃ وھو ساکت وربما تبسم معھم حدثنا علی بن حجر انبانا شریک عن عبد الملک بن عمیر عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشعر کلمۃ تکلمت بھا العرب کلمۃ لبید الا کل شیء ما خلا اللہ باطل حدثنا احمد بن منیع ثنا مروان بن معویۃ عن عبد اللہ بن عبد الرحمن الطائفی

احترام کی رعایت سے ابن رواحہ کو منع فرمایا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامی اور وقتی مصلحت سے کہ اشعار بھی لسانی جہاد ہے اس کو باقی رکھا ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت کعبؓ نے حضور سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک میں شعر کی مذمت نازل فرمائی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی اور یہ زبانی جہاد بھی ایسا ہی ہے گویا کہ تم تیر برسا رہے ہو۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اشعار بھی جہاد کے حکم میں ہیں مگر شرائط اور حقوق کی رعایت جیسا کہ اُس جہاد میں ضروری ہے اس میں بھی ہے (۶) جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سو مجلسوں سے زیادہ بیٹھا ہوں جن میں صحابہ اشعار پڑھتے تھے اور جاہلیت کے زمانہ کے قصے قصائص نقل فرماتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (اُن کو روکتے نہیں تھے خاموشی سے سنتے تھے، بلکہ کبھی کبھی اُن کے ساتھ ہنسنے میں شرکت فرماتے تھے **ف**۔ یعنی ان تذکروں میں کوئی ہنسی کی بات ہوتی تو حضور بھی تبسم فرماتے جس سے معلوم ہوا کہ وہ سکوت اور خاموشی ناراضی یا گرانی سے نہ تھی بلکہ توجہ باطنی کی وجہ سے ہوتی تھی اس لئے کوئی بات ایسی ہوتی تو حضور بھی تبسم فرماتے حضرت زید بن ثابت کاتب وحی فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پڑوس میں رہتا تھا جب وحی نازل ہوتی تو مجھے طلب فرما کر اُس کو لکھوا دیا کرتے تھے ہم لوگ جب دنیا کے تذکرہ کرتے تو حضور بھی دنیا کا تذکرہ فرماتے تھے اور جب ہم آخرت کے متعلق تذکرہ کرتے تو حضور بھی آخرت کا تذکرہ فرماتے جب ہم کھانے کا کوئی تذکرہ کرتے تو حضور اُسی نوع کا تذکرہ فرماتے مطلب یہ ہے کہ جس نوع کا تذکرہ صحابۂ کرام کرتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کمال شفقت و رأفت کی وجہ سے اُسی نوع کے تذکرے ان کی دلداری کے لئے فرماتے یہ نہ تھا کہ حضور کی مجلس میں صرف دین ہی دین کا تذکرہ ہو اور کوئی تذکرہ حضور کی مجلس میں نہ آئے کہ ان مختلف انواع کے تذکروں سے حضور کیساتھ محبت اور موانست بڑھتی تھی اور جب ایک ہی نوع کا ذکر ہر وقت رہے تو بسا اوقات توحش کا سبب بنتا ہے بالخصوص اجنبی کے لئے کہ اجانب عموماً دنیاوی اغراض لیکر آتے ہیں اور یہی تذکرے ان کے تعلقات اور موانست کا سبب بنتے ہیں۔

(۷) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ شاعران عرب کے کلام میں بہترین کلمہ لبید کا یہ

؂۱ بکسر السین وتخفیف المیم ۱۲ ؂۲ ای یطلب بعضھم بعضا ان ینشد الشعر المحمود والانشاد رفع الصوت یقرأ شعر الغیر وفی بعض النسخ یتناشدون من باب المفاعلۃ قالہ القاری وقال المناوی التناشد والمناشدۃ قراءۃ البعض علی بعض شعراً ۱۲ ؂۳ ای علی عادتہ الشریفۃ کما تقدم فی باب کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدیث ابن ابی ہالۃ من انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان طویل السکت لا یتکلم فی غیر حاجۃ او المعنی ساکت عنھم لا یمنعھم من الانشاد والشعر ۱۲ ؂۴ ای احسنھا واوفقھا واجودھا ۱۲

عن عمرو بن الشريد عن ابيه قال كنت ردف رسول الله صلى الله عليه وسلم فانشدته مائة قافية من قول امية بن ابي الصلت كلما انشدته بيتا قال لي النبي صلى الله عليه وسلم هيه حتى انشدته مائة يعني بيتا فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان كاد ليسلم حدثنا اسمعيل بن موسى الفزاري وعلي بن حجر والمعنى واحد قالا انبانا عبد الرحمن بن ابي الزناد عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع لحسان بن ثابت منبرا في المسجد يقوم عليه قائما يفاخر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم او قال ينافح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ويقول رسول الله

مقولہ ہے الا کل شئ ما خلا اللہ باطل **ف**۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اسی باب کے نمبر ۲ پر گذر چکی ہے (۸) حضرت شرید کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور کی ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اُس وقت میں نے حضور کو امیہ کے سو شعر سُنائے۔ ہر شعر پر حضور ارشاد فرماتے تھے کہ اور سُناؤ۔ اخیر میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ اُس کا اسلام لے آنا بہت ہی قریب تھا **ف**۔ اس کی وجہ پہلے گذر چکی ہے کہ اُس کے اشعار میں توحید اعتراف قیامت وغیرہ امور حقہ ونصائح زیادہ ہوتے تھے یہی وجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سُننے کی تھی اور یہی وجہ اس کے قریب عن الاسلام ہونیکی تھی بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ حضور کا یہ ارشاد اس شعر پر تھا ؎ لک الحمد والنعماء والفضل ربنا + فلا شئ اعلی منک حمدا ولا مجدا۔ اے ہمارے رب آپ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور آپ ہی کیلئے ملک کل تمام نعمتیں ہیں۔ اور آپ ہی کیلئے سب فضیلتیں ہیں۔ نہ آپ سے زیادہ کوئی تعریف کے قابل ہے۔ نہ آپ سے زیادہ کوئی بڑائی والا ہے۔ (۹) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رض کے لئے مسجد میں منبر رکھایا کرتے تھے تاکہ اُس پر کھڑے ہو کر حضور کی طرف سے مفاخرۃ کریں یعنی حضور کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھیں یا حضور کی طرف سے مدافعت کریں یعنی کفار کے الزامات کا جواب دیں۔ یہ شک راوی ہے۔ اور حضور یہ بھی فرماتے تھے کہ حق تعالی شانہ روح القدس سے حسان کی امداد فرماتے ہیں جب تک وہ دین کی امداد کرتے ہیں **ف**۔ جہاد ہر وقت اور ہر زمانہ میں مختلف انواع سے ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جہاد سیفی تھا کہ تلوار سے باہم فیصلہ ہو جاوے دوسرا جہاد لسانی تھا کہ تنبیہ اشعار وقصائد پڑھے جاویں اور ان اشعار میں مقابلے ہوتے تھے اپنے فخر کی اتصاف

---

۵۱ عمرو بالواو على الصواب وفي نسخة بدون الواو ولا يصح اذ ليس في الرواة احد اسمه عمر بن الشريد وهو عمرو بن الشريد بن سويد الثقفي قال عصام لما ه‍ ... وتعقبه المناوي ۱۲ ۵۲ هكذا في المتون الموجودة عندي وزاد في بعض الشروح بعد قوله كنت ردف النبي صلى الله عليه وسلم فقال هل معك من شعر امية بن ابي الصلت شيء فقلت نعم فقال هيه فانشدته بيتا فقال هيه ثم انشدته بيتا فقال هيه حتى انشدته مائة بيت فانشدته مائة قافية الحديث والظاهر ان هذه ليست بنسخة بل وقع التحليل في المتن والشرح واختلط رواية بالاخرى ۱۲ ۵۳ قافية المراد بها البيت اطلق الجزء واراد الكل مجازا ۱۲ ۵۴ هيه بكسر الهاء واسكان الياء وكسر الهاء الثانية قال والهاء الاولى مبدلة من الهمزة اصلها ايه للاستزادة من الحديث المعهود ويستعمل للاستزادة من غير معهود واسم فعل بمعنى حدث وهي بسكون الهاء كلمة زجر بمعنى حسبك ثم في بعض الاصول من ضبطها هنا بالسكون مشكل قاله المناوي ۱۲ ۵۵ لحسان ضبط منصرفا وغير منصرف بناء على انه فعال او فعلان والثاني هو الاظهر قال القاري وقال ايضا هو حسان ابن ثابت بن المنذر بن عمرو بن حرام الانصاري عاش مائة وعشرين سنة نصفها في الاسلام وكذا عاش ابوه وجده وجد ابيه المذكور دون امه ۱۲ وفي الحديث دليل على جواز الانشاد في المسجد للضرورة ۱۲ ۵۶ اي آلة المنبر وهو الارتفاع وكل شيء رفع فقد نبر ۱۲ ق م ۵۷ اي يذكر مفاخر رسول الله صلى الله عليه وسلم ۱۲ ۵۸ اي يخاصم ويدافع من نفحت الدابة ضربت برجلها ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسّان بروح[1] القدس ما ینافح او یفاخر[2] عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا اسمعیل بن موسیٰ وعلی بن حُجر قالا ثنا ابن ابی الزناد[3] عن ابیہ عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ

باب ماجاء فی کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السمر[4]

حدثنا الحسن بن صباح البزار[5] ثنا ابو النضر ثنا ابو عقیل الثقفی عبد اللہ ابن عقیل عن مجالد عن الشعبی عن مسروق عن عائشۃ قالت حدّث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ نساءہ حدیثا فقالت امرءۃ منهن

ذکر کیے جاتے تھے جیسا کہ آجکل مناظروں کا طرز ہے۔ ایک مرتبہ بنو تمیم کا وفد آیا انکی ساتھ ان کا شاعر اقرع بھی تھا انھوں نے آکر حضور کو مناظرہ کی دعوت اشعار اور فخریہ مضامین بیان کرنے کی دی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میری بعثت نہ تو اشعار کے لئے ہے نہ فخر کیلئے تاہم یہ مناظرہ بھی کر لو اول ان کا مقرر کھڑا ہوا تو حضور نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو حکم فرمایا کہ مقابلہ پر تقریر کریں اس کے بعد ان کا شاعر کھڑا ہوا جس کے جواب کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو حکم فرمایا دونوں مناظروں میں مسلمانوں کو غلبہ رہا اور سب سے اول ان کا شاعر مسلمان ہوا۔ غرض اشعار کا مقابلہ اُس وقت کا عام دستور تھا اور یہ اشعار کثرت سے نقل کئے جاتے تھے۔ اور یہ اشعار اُن پر مؤثر بھی ہوتے تھے چنانچہ اسی باب کی پانچویں حدیث میں یہ مضمون گذر چکا ہے مسلم شریف میں بروایت حضرت عائشہؓ حضور کا یہ ارشاد وارد ہے کہ ہجو قریش کیلئے تیر برسانے سے زیادہ نافع ہے مشکوٰۃ شریف میں استیعاب سے نقل کیا ہے کہ حضرت کعبؓ نے حضور سے اشعار کے بارہ میں استمزاج کیا تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مؤمن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔ اسی قصہ کی ایک روایت میں ہے کہ واللہ یہ اشعار اُن پر ایسے جا کر لگتے ہیں جیسے تیر۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام رات کو قصہ گوئی میں

ف یعنی حضور نے جو قصے کہانی نقل فرمائے ہیں اُنکا نمونہ دو حدیثیں مصنف نے اس میں ذکر فرمائی ہیں (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا ایک عورت نے کہا یہ قصہ حیرت اور تعجب میں بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے (عرب میں خرافہ کے قصے ضرب المثل تھے) حضور نے دریافت فرمایا کہ جانتی بھی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا تھا۔ خرافہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے ایک عرصہ تک اُنھوں نے اُس کو اپنے

---

[1] روح القدس ای جبرئیل وقد جاء فی حدیث مصرحا وسمی بہ لانہ یاتی الانبیاء بما فیہ الحیوۃ الابدیۃ واضافتہ الی القدس وھو الطھارۃ لانہ خلق منہا والمراد بتاییدہ امدادہ بالغ جواب اوانہ یحفظہ عن الاعداء ۱۲ [2] شک من الراوی علی طریق الشک السابق الا انہ نشر لا علی طریق الالف ۱۲ م [3] مثلہ ای مثل الحدیث المتقدم والفرق بین الاسنادین ان فی الاول روایۃ عبد الرحمن عن ہشام عن عروۃ وبہذا روایۃ عبد الرحمن عن ابیہ عن عروۃ بدل ہشام عن عروۃ والسندان متصلان وذکرہما للتقویۃ قالہ القاری ۱۲ [4] بفتح السین المہملۃ وسکون المیم حدیث اللیل من المسامرۃ وہی المحادثۃ وفی النہایۃ الروایۃ بفتح المیم وروا بعضہم بسکون المیم واصل السمر ضوء لون القمر سمی بہ لانہم کانوا یتحدثون فیہ قالہ القاری وقال البیجوری ہو بفتح المیم ای حدیث اللیل وجوز بعضہم سکونہا علی انہ مصدر بمعنی المسامرۃ وہی المحادثۃ اہ وقال المناوی السمر بفتح المیم ہو الحدیث لیلا سمی بہ لانہ حدیث فی ظل القمر فی اللقاء ولکن المقصود الباب انہ علی التعلیل وسلم جواز السمر وسمعہ وفعلہ ۱۲ [5] البزار بتشدید الزای آخرہ راء مہملۃ قال المناوی البزار کلمہ بمعجمتین الاثلثۃ ہذا وطلعت من ہشام وابو بکر بن عمر

كان الحديث حديث خرافة[۵۱] فقال اتدرون[۵۲] ما خرافة ان خرافة كان رجلا من عذرة[۵۳] اسرته

الجن في الجاهلية فمكث فيهم دهرا ثم ردوه الى الانس فكان يحدث الناس

بما رأى فيهم من الاعاجيب فقال الناس حديث خرافة

حديث ام زرع[۵۴]

حدثنا علي بن حجر قال انا عيسى بن يونس عن هشام بن عروة عن اخيه عبد الله بن عروة عن عروة

پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ گئے۔ وہاں کے زمانہ قیام کے عجائبات وہ لوگوں سے نقل کرتا تھا تو وہ متحیر ہوتے تھے اسکے بعد سے لوگ ہر حیرت انگیز قصے کو حدیث خرافہ کہنے لگے **ف**۔ ممکن ہے کہ اس شخص کا نام کچھ اور ہو اسکے قصوں کو لوگ جھوٹ اور من گھڑت سمجھتے تھے اس لئے وہ شخص خرافہ سے مشہور ہو گیا۔ زمانہ جاہلیت میں جنات کا نہایت غلبہ اور زور تھا وہ نہایت کثرت سے لوگوں کو ستاتے تھے لے جاتے تھے ان سے باتیں کرتے تھے عورتوں سے صحبت کرتے تھے جن کے واقعات مشہور ہیں۔ اسلام کے بعد ان کا زور گھٹ گیا حتی کہ بعض لوگ تو اس کے قائل ہو گئے کہ جنات کا وجود پہلے تھا اب ہے ہی نہیں لیکن یہ صحیح نہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ ان کا وہ زور نہیں رہا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم میں تشریف آوری کے وقت کے واقعات اور جنات کی حیرانی پریشانی اور گریہ ونوحہ کے واقعات اس کے شاہد ہیں بخاری شریف میں حضرت عمرؓ نے ایک کاہن کی محبوبہ جنیہ کے حسرت بھرے اشعار اور جنات کی ذلت ونکبت کا حال ذکر کیا ہے سیوطی نے خصائص کبریٰ میں بہت سے واقعات اس کے ذکر کئے ہیں۔ (۲) **حدیث ام زرع**)۔ یہ باب مذکور کی دوسری حدیث ہے لیکن چونکہ اسکا قصہ طویل ہے اور نیز مشہور ہے چنانچہ اس پر مستقل تصانیف بھی کی گئی ہیں اسلئے امام ترمذی نے بھی اسکو ذرا ممتاز کر دیا۔ اس حدیث کے نام بھی مختلف ہیں مگر مشہور نام یہی ہے چونکہ قصہ طویل ہے اس لئے ہر ہر عورت کا قصہ علیحدہ علیحدہ مع اسکے فائدے کے بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ کر کے بیٹھیں کہ اپنے اپنے خاوند کا پورا پورا حال سچا سچا بیان کر دیں کچھ چھپائیں نہیں۔ **ف**۔ ان گیارہ عورتوں کے نام صحیح روایات سے ثابت نہیں اگرچہ بعض روایات میں بعض کا نام آتا ہے یہ عورتیں یمنی یا حجازی تھیں انکے ناموں میں بہت اختلاف ہے اس لئے نام حذف

---

۵۱ بضم الخاء المعجمة وتخفيف الراء المهملة ولا تدخله ال كما في الصحاح لانه معرفة الا ان تريد به الخرافات الموضوعة من حديث الليل قال ابن حجر وتبعه المناوي لم ترد المرأة ما يراد من هذا اللفظ وهو الكناية عن ذلك الحديث بانه كذب مستلح لانها عالمة بانه لا يجري على لسانه صلى الله عليه وسلم الا الحق وانما ارادت انه حديث يستملح فحسب وذلك لان حديث خرافة يشتمل على وصفين الكذب والاستملاح فالتشبيه في احدهما لا في كليهما وقال القاري الاظهر ان يقال ان حديث خرافة يطلق على كل ما يكذبونه من الاحاديث وعلى كل ما يستملح ويتعجب منه ملا على النهاية فاستعمل ههنا على المعنى الثاني فلا اشكال اه ۱۲ ۵۲ اتدرون وفي تذكير الضمير باعتبار كمال عقولهن ويحتمل ان يكون هناك بعض المحارم من الرجال وفي بعض النسخ اتدرين ولما كانت العرب يكذبون احاديثه كلها حتى ضرب المثل باحاديثه في الكذب اخبر النبي صلى الله عليه وسلم على حقيقة امره ۱۲ ۵۳ عذرة بضم عين مهملة وسكون ذال معجمة قبيلة مشهورة من اليمن وهي قبل بعثته صلى الله عليه وسلم قاله القاري ۱۲ ۵۴ بزاي مفتوحة وراء ساكنة وعين مهملة واحدة من النساء المذكورات في الحديث اضيف اليها الحديث لان معظم الكلام فيه يتعلق بها ولهذا الحديث القاب اشهرها هذا وافرده الائمة بالتاليف منهم القاضي عياض والرافعي في مؤلف جامع وساقه بتمامه في تاريخ قزوين وآخرهم مولانا فيض الحسن الاديب السهارنفوري بشرحه في مؤلف سماه التحفة الصديقية قال الحافظ ابن حجر روي هذا الحديث من طرق بعضها موقوف وبعضها مرفوع ويقوي رفعه قوله في آخره كنت لك كابي زرع لام زرع تتفق على رفعه وذلك يقتضي انه عليه السلام سمع القصة واقرها فيكون كله مرفوعا من هذه الحيثية قاله المناوي ۱۲

عن عائشۃ رضؓ قالت جلست احدی عشرۃ امرأۃ فتعاھدن وتعاقدن ان لایکتمن من اخبار ازواجھن شیئاً فقالت الاولی (۱) زوجی لحم جمل غث علی راس جبل وعر لا سھل فیرتقی ولا سمین فینتقی قالت الثانیۃ (۲) زوجی لا ابث خبرہ انی اخاف ان لا اذرہ ان اذکرہ اذکر عجرہ وبجرہ قالت الثالثۃ (۳) زوجی العشنق

کر دیئے گئے ان کے خاوند دوسری جگہوں پر اپنی اپنی ضروریات میں لگے ہوئے تھے یہ خالی تھیں دل بہلانے کو باتیں شروع ہوگئیں اور یہ معاہدہ قرار پایا کہ ہر عورت اپنے خاوند کا صحیح صحیح حال بیان کرے۔ ت (۱) ایک عورت اُن میں سے بولی کہ میرا خاوند ناکارہ دُبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے (گویا بالکل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں زندگی باقی ہی نہیں ہے اور گوشت بھی اونٹ کا جو زیادہ مرغوب بھی نہیں ہوتا) اور گوشت بھی سخت دشوار گذار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ سہل ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ وہ گوشت ایسا ہے کہ اسکی وجہ سے دقت اٹھا کر اُس کے اتارنے کی کوشش کی ہی جائے اور اُسکو اختیار کیا ہی جائے ف۔ مطلب یہ کہ وہ ایک بیکار ہستی ہے جس سے کسی کو جانی یا مالی نفع نہیں ہے اور پھر اس کے باوجود متکبر اور بدخلق بھی اس درجہ کا ہے کہ اُس تک رسائی بھی مشکل ہے۔ نہ ملتے بن پڑے نہ چھوڑتے بن پڑے کسی مصرف کی دوا نہیں ہے بیکار محض ہے اور بدخلقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اُس تک رسائی بھی مشکل ہے۔ ت (۲) دوسری بولی کہ میں اپنے خاوند کی بات کہوں تو کیا کہوں اُس کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتی) مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اُس کے عیوب شروع کر دوں تو پھر خاتمہ کا ذکر نہیں اگر کہوں تو ظاہری اور باطنی عیوب سب ہی کہوں ف۔ مقصود یہ ہے کہ میں اُسکے عیوب کو گنواؤں تو کہاں تک گنواؤں سراپا عیب ہے کسی میں دو چار عیب ہوں تو انکو گنوا بھی دے اور جس میں عیوب ہی عیوب ہوں کہاں تک گنوائے کس کس کو جتائے اتنی لانبی داستان ہے کہ سُننے والے اکتا جائیں۔ بعض شراح نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس نے معاہدہ کے خلاف اپنے خاوند کی بات کہنے سے انکار کر دیا مگر صحیح یہ ہے کہ اس نے مختصر الفاظ میں سب ہی کچھ کہدیا کہ وہ مجسمہ عیوب ہے اُس کے عیوب شمار سے باہر ہیں۔ ت (۳) تیسری بولی کہ میرا خاوند لمڈھینگ ہے یعنی بہت زیادہ لانبے قد کا آدمی ہے اگر میں کبھی کسی بات میں بول پڑوں تو فوراً طلاق، اگر چپ رہوں تو اُدھر میں لٹکی رہوں ف۔ اس کے زیادہ لانبے ہونے کو یا تو اس لئے ذکر کیا کہ مشہور قول کے موافق یہ بے وقوفی کی علامت ہوتی ہے اور اگلا کلام اُس کی بے وقوفی کا بیان ہے یا اس لئے ذکر کیا کہ بدصورت بھی ہے منارہ کی طرح لانبا جو بلا مناسبت اپنے سے بدنما ہوتا ہے اور بدخلق بھی ہے کہ اگر کوئی بات بھی زبان سے نکالوں

ف۱ کن حجازیات او یمنیات قولان ومن قال کن من خثعم فلیس بقول ثالث فان خثعم بطن من الیمن ۱۲ ف۲ تشبیہ بلیغ کانہ لحم لا حیاۃ فیہ ثم لحم جمل ادون اللحوم والمقصود المبالغۃ فی قلۃ نفعہ والرغبۃ عنہ ونفارہا الطبع منہ ۱۲ ف۳ غث مہزول وشدید الردی بالجر صفۃ جمل وبالرفع صفۃ لحم والاعرف تسکون صفۃ کجبل بمعنی صعب فینتقی ای یختار للاکل فی النسخۃ فینتقل ۱۲ ف۴ لا ابث۔ اشکل علیہ انہ نقض العہد ورد بانہن لم یکن مسلمات فالیفاء العہد لم یکن واجبا علیہن ولذا لکہ لیس لیس بل ھذا ھو بیان حالہ اشارت الیہ باوثق وجہ واکملہ یعنی انی لشدۃ حالہ لا استطیع ان ابث خبرہ فھو بیان سوء خلقہ ۱۲ ف۵ اذرہ۔ الضمیر المنصوب للخبر ای خبرہ طویل ان نقلتہ لم اتمہ وقیل للزوج وقیل ھو تبعید وان مکسورۃ والجملۃ مستانفۃ والعجر جمع عجرۃ وھی نفخۃ فی عروق العنق حتی تراھا ناتئۃ من الجسد والبجر جمع بجرۃ ھو نتوء السرۃ ثم استعملتا فی العیوب الظاہرۃ والباطنۃ ارادت ماثقاسی منہ من الاذیۃ وسوء العشرۃ قال القاری وما قیل ان المراد امرہ کلہ لا بمعنی عیوبہ فیحتمل المدح ینفیہا ظاہر السیاق قالہ المناوی ۱۲ ف۶ العشنق بمہملۃ فمعجمۃ مفتوحتین فنون مشددۃ مفتوحۃ فقاف الطویل المستکرہ وقیل معناہ سیئ الخلق فان ارادت سوء الخلق فما جدہ

بل مدحت الطول لان الطول افضل من الساقط ۱۲ مناوی +

ان انطق اُطلق وان اسکت اُعلق قالت الرابعۃ (۴) زوجی کلیل تہامۃ لاحرّ ولا قرّ ولا مخافۃ ولا سامۃ قالت الخامسۃ (۵) زوجی ان دخل فہد و ان خرج اَسِدَ ولا یسأل عمّا عہد قالت السادسۃ (۶) زوجی ان اکل لفّ وان شرب

کوئی اپنی ضرورت ظاہر کروں فوراً طلاق دیدے اور چپ رہوں کوئی ضرورت اپنی اُس پر ظاہر نہ کروں تو خود کسی بات کی پرواہی نہیں ہے بس یوں ہی اُدھر میں لٹکی رہتی ہوں نہ شوہر والیوں میں شمار کہ شوہروں جیسی کوئی بات ہی نہیں اور نہ بے شوہر والیوں میں کہ کوئی دوسری جگہ تلاش کروں بعض روایات میں اس عورت کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں ہر وقت ایسی رہتی ہوں جیسے کوئی تیز تلوار کی دھار کے نیچے ہو کہ ہر وقت فکر سوار نہ معلوم کب کام تمام ہو جائے۔ **ت** (۴) چوتھی نے کہا کہ میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح معتدل مزاج ہے نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا نہ اُس سے کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال۔ **ف** یعنی معتدل مزاج ہے نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے نہ بیزار رہتا ہے۔ نہ اُس کے پاس رہنے سے خوف ہوتا ہے نہ طبیعت اُکتاتی ہے۔ اس عورت کا نام مہد بنت ابی ہرومہ بتلایا جاتا ہے۔ تہامہ مکہ مکرمہ اور اُس کے گرد ونواح کو کہتے ہیں وہاں کی رات ہمیشہ معتدل رہتی ہے خواہ دن میں کتنی ہی گرمی ہو۔ **ت** (۵) پانچویں نے کہا کہ میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اُس کی تحقیقات نہیں کرتا **ف** - اس عورت کا نام کبشہ بتلایا جاتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اُس نے اپنے خاوند کی مذمت کی یا تعریف کی۔ اس کے کلام سے دونوں نکل سکتی ہیں۔ لیکن ظاہر تعریف ہی معلوم ہوتی ہے بالجملہ اگر اس کو مذمت قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آکر چیتے کی طرح سے سو رہتا ہے نہ بات کا کہنا نہ کام سے غرض باہر جاتا ہے تو اچھا خاصہ شریفانہ برتاؤ کرتا ہے گھر میں کچھ مصیبت آجائے اُس سے کچھ مطلب نہیں نہ پوچھنا نہ خبر لینا۔ اور اگر تعریف ہے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آکر نہایت بے خبر ہو جاتا ہے کسی بات میں کرید نہیں نکالتا، خفا نہیں ہوتا۔ ایسا بے خبر رہتا ہے جیسے سونے والا ہوتا ہے ہم جو چاہے کھاویں پکاویں وہ کسی چیز میں دخل نہیں دیتا نہ ہم پر ہر بات کی تحقیق کرتا ہے کہ فلاں کام کیوں کیا، فلاں بات کیوں ہوئی۔ باہر جاتا ہے تو شیر کی طرح سے ڈانٹ ڈپٹ خوب دھڑلّے سے کرتا ہے۔ گھر میں جو کھانے پینے وغیرہ کی اشیاء رہیں اُن کا مطالبہ اور تحقیقات نہیں کرتا کہ کہاں خرچ کی اور کیوں خرچ کی۔ جو چیز گھر میں آگئی گھر والے جس طرح چاہے اُس کو خرچ کریں۔ **ت** (۶) چھٹی بولی کہ میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا جس سے میری پراگندگی معلوم ہو سکے **ف** اس کے کلام میں بھی تعریف اور مذمت دونوں کہی جاتی ہیں لیکن جیسا کہ پانچویں کے کلام میں تعریف زیادہ ظاہر ہے اس کے کلام میں مذمت زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ اگر مدح ہے جیسا کہ بعض شراح
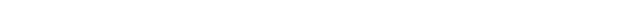
۱؎ انطق۔ ای اتکلم بعیوبہ او لتسلط بہ قالہ القاری قلت او التکلم بحضرہ مطلقا ۱۲ ۲؎ قال المناوی ای یعیرنی معلقۃ امرأۃ لا بعل لہا یرعی حالہا ولا ایما تتزوج قال تعالی فتذروہا کالمعلقۃ قال القاری وفی روایۃ علی حد السنان المذلق بفتح المعجمۃ وتشدید اللام ای المحدد والمعنی انہا منہ علی حذر کثیر و وجل کبیر ۱۲ ۳؎ تہامۃ بکسر التاء ردیئۃ مکۃ وما حولہا من الاغوار وقیل کل ما نزل عن نجد من بلاد الحجاز واما المدینۃ المنورۃ فلا تہامیۃ ولا نجدیۃ ۱۲ ۴؎ لا مخافۃ الظاہر ان لا لنفی الجنس فہو مفتوح والخبر محذوف والجمل الاربع فی محل النصب علی الحالیۃ من لیل تہامۃ واللیل توصف بالمخافۃ کما قول الہذلی حملت بہ فی لیلۃ مزؤدۃ کحسب افیہا من الغارات وتوصف بالملال لطول الاستدلو وشدۃ الحر او البرد وقیل بان یکون الجمل فی محل الرفع علی الخبریۃ من الزوج فیراد بالحر الطیش وبالقر التبلد ۱۲ ۵؎ فہد بکسر الہاء علی انہ فعل ماض ویجوز اذا اسم خبر مبتدا محذوف ای ہو فہد وکذا قولہ اسد والکلمۃ تحتمل الذم ای کالفہد فی وثوبہ للضرب تمردہ وتغافلہ عن امور المنزل فان الفہد موصوف بکثرۃ النوم حتی یقال ۲

اشتف[۱] وان اضطجع التف ولا یولج الکف لیعلم البث[۲] قالت السابعة[۷] زوجی عیایاء[۳] او غیایاء طباقاء کل داء[۴] له داء شجک[۵] او فلک او جمع کلا لک قالت الثامنة[۸] زوجی المس[۶] مس ارنب والریح ریح زرنب قالت التاسعة[۹] زوجی رفیع العماد[۷] عظیم الرماد طویل النجاد قریب البیت من الناد

نے کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھاتا ہے تو سب کچھ کھاتا ہے کہیں میوہ جات ہیں کہیں پھل ہیں مختلف انواع کے کھانے ہیں۔ اور جب پینے کا نمبر آتا ہے تو کبھی دودھ ہے کبھی شراب ہے شربت ہے غرض سب کچھ پیتا ہے ہر قسم کی چیزیں اُس کے دسترخوان پر ہوتی ہیں خرچ کرنیوالا ہے کنجوس بخیل نہیں ہے کہ دال ہے تو گوشت نہیں ہے پانی ہے تو دودھ نہیں جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہے دوسروں کی چھان بین میں ہاتھ نہیں ڈالتا یعنی عیوب کی تفتیش نہیں کرتا کوتاہیوں کو تلاش کرتا نہیں پھرتا اور اگر مذمت ہے جیسا کہ اکثر کی رائے ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھانے کا نمبر آئے تو جو کچھ سامنے ہے سب نمٹا دے گھر والوں کو بچے نہ بچے بھینس کی طرح ساری کونڈ ختم کر دے پینے کا نمبر آئے تو سارا کنواں چڑھا جائے غیروں اور اجنبیوں کی طرح الگ اپنی چادر میں لپٹ کر سو جائے مجھ سے لپٹنا تو درکنار کبھی بدن کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا کہ میرے دکھ درد کی کوئی خبر لے یا میرے بدن کی گرمی سردی کا کچھ پتہ لے۔ **ت** (۷) ساتویں کہنے لگی کہ میرا خاوند صحبت سے عاجز نامرد اور اتنا بے وقوف کہ بات بھی نہیں کر سکتا دنیا میں جو کوئی بیماری کسی میں ہو گی وہ اس میں موجود ہے اخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گذرے۔ **ت** (۸) آٹھویں نے کہا کہ میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے۔ **ف**۔ اس عورت کا نام ناشرہ بنت اوس بتلایا جاتا ہے اس کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ نرم مزاج ہے سخت اور بدخو نہیں اُس میں لذت جسمانی و روحانی دونوں موجود ہیں کہ نازک بدن ہے پلنگ کو دل چاہے یا نرم مزاج ہے کہ غصہ کا نام ہی نہیں اسکے ساتھ خوشبو میں مہکتا رہتا ہے۔ بعض روایات میں اسکے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جسکا ترجمہ ہے کہ میں اُس پر غالب رہتی ہوں اور وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے یعنی میرا غالب رہنا اُس کے عاجز ناکارہ ہونیکی وجہ سے نہیں ہے اسلئے کہ وہ سب پر غالب رہتا ہے بلکہ میری محبت یا اُس کی شرافت کی وجہ سے میں غالب رہتی ہوں۔ **ت** (۹)۔ نویں نے کہا کہ میرا خاوند رفیع الشان بڑا مہمان نواز اونچے مکان والا بڑی راکھ والا ہے دراز قد والا ہے اُسکا مکان مجلس اور دار المشورہ کے قریب ہے۔ **ف**۔ اس عورت نے اپنے اس کلام میں بہت سی تعریفیں کی ہیں۔ اول تو یہ کہ اُسکا گھر اونچا ہے اس سے اگر حقیقت میں

---

[۱] اشتف ای شرب اشتفافة بضم الشین وھی بقیة الماء فی قعره ای یستقصی الماء ولا یدع فی الاناء شیئا وآرادة المدح بانه یاکل کل صنوف الطعام ویشرب مع اھله کل الشراب ولا یدخر الشیٔ لغد بعید ۱۲ [۲] قال فی القاموس البث الحال ھو اشد الحزن اھ فالمعنی انه لا یدخل یده فی ثیاب المرأة لیعلم حرارتها وحالها ۱۲ [۳] عیایاء بفتح العین المھملة العنین العاجز عن الضراب وغیایاء بفتح الغین المعجمة وھی من الضلالة والخیبة شک من الراوی وقیل للتخییر وطباقاء بفتح اوله ممدود الاحمق تنطبق علیه الامور او منھم ینطبق علیه الکلام او یطبق بصدره علی المرأة وھو مکروه عند النساء ولذا قالت امرأة امرئ القیس تذمه ثقیل الصدر خفیف العجز سریع الاراقة بطیٔ الافاقة وذلک لان الرجل اذا اطبق بها لا یصیب الی ما ترید المرأة اصابته ۱۲ [۴] کل داء فی الناس له داء ای جمیع الادواء فیه موجودة ۱۲ [۵] شجک بتشدید الجیم المفتوحة وکسر الکاف ای جرحک فی الرأس والخطاب لنفسها او المراد خطاب العام فلک ای ضربک وکسرک والفل کسر عظم باقی الاعضاء دون الرأس او جمع کلا من الشج والفل ۱۲ [۶] المس ای مسه فاللام عوض عن ضمیر المضاف الیه والارنب معروفة بین المس ونعومة الجلد والوبر والزرنب بفتح الزای او الذال لغتان فالمھملة فالنون نبت طیب الرائحة وقیل الزعفران وقیل نوع من الطیب زاد فی بعض الروایات کما حکاه الحافظ وانا اغلبه والناس یغلب ۱۲ [۷] ای شریف الذکر ظاهر الصیت اذ العماد فی الاصل عمد تقوم علیها البیوت کنت بذلک عن علو حسبه وشرف نسبه او هو علی الحقیقة فان بیوت الاشراف اعلی من بیوت الاحاد ۱۲ [۸] النجاد بکسر النون حمائل السیف وطوله یدل علی امتداد القامة لان طولها ملزم لطول نجاده ویمکن ان یکون کنایة عن سعة حکمه

قالت العاشرة (۱۰) زوجی مالك وما مالك مالك خير من ذلك له ابل كثيرات المبارك قليلات المسارح اذا سمعن
صوت المزهر ايقن انهن هوالك **قالت الحادية عشرة** (۱۱) زوجی ابو زرع وما ابو زرع اناس من حلی اذنی
وملأ من شحم عضدی وبجحنی فبجحت الی نفسی وجدنی فی اهل غنيمة بشق فجعلنی فی اهل صهيل واطيط ودائس ومنق

استفہام للتعظیم والتفخیم — غرضها انه يحمل ابل وله يرسل الى المرعى ۱۲ — اصوات الخیل ۱۲ — مصغر للتقلیل ۱۲ — ای فرحنی ۱۲

بڑی عمارت مراد ہے تب تو اُسکی ریاست اور مالدار ہونیکی طرف اشارہ ہے اسلئے کہ اونچا محل مالدار ہی طیار کرائیگا اور اگر اونچے محل سے مکان کا اونچائی پر ہونا مراد ہے جیساکہ عرب کا دستور تھا کہ سخی اور کریم لوگ اپنا مکان بلندی پر بناتے تھے تاکہ پردیسی مسافر دور سے دیکھکر چلا آوے تو اس صورت میں اُسکے شریف کریم سخی ہونیکی تعریف ہے۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اونچے مکان سے مراد شرافت اور حسب نسب کے اعتبار سے اُنچائی مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ اونچے خاندان کا ہے۔ دوسری تعریف اُسکی مہمان نوازی کی ہے گھر میں راکھ کا بہت ہونا لازم ہے کثرت سے کھانا پکنے کو جو مہمان نوازی کیلئے لازم ہے۔ تیسری تعریف اُسکے دراز قد کی ہے دراز قد ہونا بشرطیکہ اعتدال سے زیادہ نہ ہو مردوں میں ممدوح شمار ہوتا ہے۔ مجلس سے گھر کے قریب ہونیکا مطلب یہ ہے کہ ذی رائے اور سمجدار ہے ہر شخص اُس سے مشورہ پوچھنے آتا ہے اسلئے گویا اُسکا گھر ہر وقت دار المشورہ رہتا ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی شخص مشورہ کرنے کیلئے آتا ہی رہتا ہے۔ بندہ کے نزدیک اسکا مطلب یہ بھی محتمل ہے کہ دار المشورہ سے اپنا گھر قریب رکھتا ہے تاکہ مجتمع ہونیوالوں کیلئے تواضع وغیرہ میں یہ کہنا نہ پڑے کہ میرا گھر تو دُور ہے اسلئے گھر قریب رکھتا ہے تاکہ تواضعی سامان میں دیر نہ لگے اور اسکی وجہ سے عذر کرنیکی نوبت نہ آوے

ف (۱۰) دسویں نے کہا کہ میرا خاوند مالک ہے مالک کا کیا حال بیان کروں وہ ان سب سے جو اب تک کسی نے تعریف کی ہے یا اُن سب تعریفوں سے جو میں بیان کرونگی بہت ہی زیادہ قابل تعریف ہے اُسکے اونٹ بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھلائے جاتے ہیں چراگاہ میں چرنے کیلئے کم جاتے ہیں۔ وہ اونٹ جب باجہ کی آواز سُنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت آگیا۔

ف۔ اس عورت کا نام کبشہ بنت مالک بتلایا جاتا ہے اس نے اپنے خاوند کی سخاوت کی تعریف کی ہے جسکی توضیح یہ ہے کہ اونٹ اگر چراگاہ میں چرنے جائیں تو ضیافت اور مہمانی کے وقت اُنکے واپس آنیکا انتظار کرنا پڑتا ہے اور اُسکے یہاں ہر وقت مہمان داری رہتی ہے اسلئے اُسکے اونٹ چرنے نہیں جاتے گھر ہی کھڑے کر کے کھلائے جاتے ہیں تاکہ مہمانوں کے آنے پر فوراً ذبح کر دیئے جاویں باجے کی آواز کی بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ اُسکی عادت ہے کہ جب کوئی مہمان وغیرہ آتا ہے تو اُسکی مسرت میں باجے سے اُسکا استقبال کرتا ہے تو اُس باجہ کی آواز سُنتے ہی اونٹ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ذبح کا وقت آگیا کوئی مہمان آیا ہے لیکن عرب کے دستور کے موافق یہ مطلب زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مہمان آتا ہے تو وہ شراب کباب گانے بجانے سے اُسکی فوری تواضع کرتا ہے اس آواز سے اونٹ سمجھتے ہیں کہ اب عنقریب کھانے کا وقت آیا چاہتا ہے اُسکی طیاری کیلئے ہمارے ذبح کا وقت آگیا ہے۔ **ف** (۱۱) گیارہویں عورت ام زرع نے

---

۵۱ من ذلك۔ ای من التاسعة او من كل من ذكر او مما اذكره بعد والمسرح وكذا المبرك مصدر ميمی او ظرف زمان او مكان والمزهر بكسر الميم العود الذی يضرب انخفاضه لكل بفتح الميم ۱۲ **۵۲** اناس ای امال والنوس التحرك والحلی بضم الحاء وكسر وتشديد الياء جمع حلية ما يتزين به اذنی مثنى اذن مضاف لياء المتكلم وكذا عضدی وخصها بالذكر لانهما اذا سمنتا سمن سائر البدن او لمحاورتهما للاذن او للظهور وتمها عند مزاولة الاشياء ۱۲ **۵۳** بجحنی بفتح الباء وتشديد الجيم ای فرحنی بجحت بفتح الموحدة وكسر الجيم المخففة على الافصح وقد تفتح غنيمة بالضم مصغر للتقليل يعنی ان اهله كانوا فی غنم قليلة بشق بفتح المعجمة وكسرها اسم موضع او ناحية من الجبل او بمعنى المشقة وهو الانسب صهيل بفتح فكسر صوت الخيل والطيط بفتح فكسر صوت الابل ودائس اسم فاعل من الدوس هو الذی يدوس كنس الحب ويدره من التبر وغيره ومنق بضم الميم وفتح النون على الاشهر اسم فاعل من التنقية الذی ينقی الحب وتطهيره وتنظيفه من التبن وغيره بعد الدوس ۱۲ +

فعندہ اقول فلا اقبح وارقد فاتصبح واشرب فاتقمح ام ابی زرع فما ام ابی زرع عکومها رداح وبیتها فساح ابن ابی زرع فما ابن ابی زرع مضجعہ کمسل شطبة وتشبعه ذراع الجفرة بنت ابی زرع فما بنت ابی زرع طوع ابیها وطوع امها وملء کسائها وغیظ جارتها جاریة ابی زرع فما جاریة ابی زرع لا تبث حدیثنا تبثیثا ولا تنقث میرتنا تنقیثا ولا تملأ بیتنا تعشیشا قالت خرج

(برنکردن ۱۲ — پراگندہ کردن ۱۲ — ملا ساختن ۱۲)

کہا میرا خاوند ابوزرعہ تھا۔ ابوزرعہ کی کیا تعریف کروں زیوروں سے میرے کان جھکا دیئے (اور کھلا کھلا کر) چربی سے میرے بازو پُر کر دیئے مجھے ایسا خوش وخرم رکھا کہ میں خود پسندی اور عجب میں اپنے آپکو بھلی لگنے لگی مجھے اُس نے ایک ایسے غریب گھرانہ میں پایا تھا جو بڑی تنگی کیساتھ چند بکریوں پر گذر کرتے تھے اور وہاں سے ایسے خوش حال خاندان میں لے آیا تھا جنکے یہاں گھوڑے اونٹ کھیتی کے بیل اور کسان (ہر قسم کی ثروت موجود تھی) (اس سب کے باوجود اُسکی خوش خلقی کہ) میری کسی بات پر بھی مجھے بُرا نہیں کہتا تھا۔ میں دن چڑھے تک سوتی رہتی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا کھانے پینے میں ایسی ہی وسعت کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی تھی (اور ختم نہ ہوتا تھا) ابوزرع کی ماں (میری خوشدامن) بھلا اُسکی کیا تعریف کروں اُسکے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے تھے اُسکا مکان نہایت وسیع تھا (یعنی مالدار بھی تھی اور عورتوں کی عادت کے موافق بخیل بھی نہیں تھی اسلئے کہ مکان کی وسعت سے مہمانوں کی کثرت مراد لی جاتی ہے) ابوزرع کا بیٹا بھلا اُسکا کیا کہنا وہ بھی نورٌ علیٰ نور ایسا پتلا دبلا چھریرے بدن کا کہ اُس کے سونیکا حصہ (یعنی پسلی وغیرہ) سُتی ہوئی ٹہنی یا سُتی ہوئی تلوار کی طرح سے باریک بکری کے بچہ کا ایک دست اُس کے پیٹ بھرنے کیلئے کافی (یعنی بہادر کہ سونیکے لئے لمبے چوڑے انتظامات کی ضرورت نہ تھی سپاہیانہ زندگی ذرا سی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ لیا اسی طرح کھانے میں بھی مختصر مگر بہادری کے مناسب گوشت کو دو چار ٹکڑے اُسکی غذا تھی) ابوزرع کی بیٹی بھلا اُسکی کیا بات۔ ماں کی تابعدار باپ کی فرماں بردار موٹی تازی سوکن کی جلن تھی (یعنی سوکن کو اُس کے کمالات سے جلن پیدا ہو عرب میں مرد کے لئے چھریرا ہونا اور عورت کیلئے موٹی تازی ہونا ممدوح شمار کیا جاتا ہے) ابوزرع کی باندی کا بھی کمال کیا بتاؤں ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جاکر نہ کہتی تھی کھانے تک کی چیز بھی بے اجازت خرچ نہیں کرتی تھی۔ گھر میں کوڑا کباڑ نہیں ہونے دیتی تھی مکان کو صاف شفاف رکھتی تھی ہماری یہ حالت تھی لطف سے دن گذر رہے تھے۔ کہ ایک دن صبح کے وقت جبکہ دودھ کے برتن بلوئے جا رہے تھے ابوزرع گھر سے نکلا راستہ میں ایک عورت پڑی ہوئی ملی جسکی کمر کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے (چیتے کیساتھ تشبیہ کھیل کود میں ہے اور اناروں سے یا تو حقیقۃً انار مراد ہیں کہ اُنکو لڑکا کر کھیل رہے تھے یا دو اناروں سے

؎ عکومها بضم العین و تفتح جمع عکم بالکسر هو العدل اذا کان فیه متاع ؎ رداح بفتح اوله وروی بالکسر ای عظام کبیر فساح بفتحها مفتوحة وروی بالضم ای واسع کنایة عن الثروة وکثرة الخدم والحشم او کنایة عن کثرة الاضیاف وصفت بها لانها ملأت ما خلقت علیه النساء من اللوم والبخل ۱۲ ؎ کمسل بفتح المیم والسین وتشدید اللام مصدر میمی بمعنی المسلول وحمل اسم مکان من سلول وشطبة بفتح الشین المعجمة وسکون الطاء المهملة جریدة النخل الخضراء وقیل هی السیف والمعنی ان محل اضطجاعه وهو الجنب کشطبة مسلولة من الجرید فی الدقة فهو خفیف اللحم دقیق الخصر والجفرة بفتح الجیم وسکون الفاء ولد الشاة ای هو قلیل الاکل ۱۲ ؎ ای مطیعة فی غایة الاتقیاء ولذلک بالغت فیها وجعلتها نفس الطوع والطاعة اشارة الی ان طوع کل منهما مستقل ۱۲ ؎ وملء کسائها کنایة عن ضخامتها وسمنها وکثرة شحمها ولحمها وهو مطلوب فی النساء او هو کنایة عن المبالغة فی خبائها بحیث لا یسعها غیر ثوبها ۱۲ ؎ غیظ جارتها ای مغیظ ضرتها وسمیت جارة لمجاورة بین الضرتین غالبا فتغیظ ضرتها لحسنها صورة وسیرة ۱۲ ؎ لا تبث بضم الموحدة وتشدید المثلثة وروی بالنون بدل الموحدة ومعناهما واحد ای لا تظهر ۱۲ ؎ فلا تنقث بضم التاء وکسر القاف او فتح التاء وضم القاف فالنون فی کلیهما ساکنة او بضم التاء وفتح النون وکسر القاف المشددة معناه علی کل لا تنقل فی عدة روایات والمیرة بکسر المیم الطعام ۱۲ ؎ تعشیشا بعین مهملة من عش الطائر ای لا تترک بیتنا مملوءة من القمامة والکناسة حتی یصیر کانه عش الطائر وروی بالغین المعجمة من الغش ضد النصح ای لا تملؤه.

ابوزرع والاوطاب[1] تمخض[2] فلقی امرأة معہا ولدان[3] لہا کالفہدین[4] یلعبان من تحت خصرہا[5] برمانتین[6] فطلقنی[7] ونکحہا فنکحت بعدہ رجلا سریا[8] رکب شریا[9] واخذ خطیا[10] واراح[11] علی نعما[12] ثریا[13] واعطانی من کل رائحۃ[14] زوجا وقال کلی ام زرع ومیری[15] اہلک فلو جمعت کل شئی اعطانیہ ما بلغ اصغر انیۃ ابی زرع قالت عائشۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت لک کابی زرع لام زرع +

باب ما جاء فی صفۃ نوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس عورت کے دونوں پستان ہرلو ہیں) پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دیدی اور اُس سے نکاح کرلیا (طلاق اسلئے دی کہ سوکن ہونیکی وجہ سے اُس کو رنج نہ ہو اور اُس کی وجہ سے مجھے طلاق دیدینے سے اُس کے دل میں ابوزرع کی وقعت ہو جائے) ایک روایت میں ہے اُس سے نکاح کرلیا نکاح کی بعد وہ مجھے طلاق دینے پر اصرار کرتی رہی آخر مجھے طلاق دیدی اُسکے بعد میں نے ایک اور سردار شریف آدمی سے نکاح کرلیا جو شہسوار ہے اور سپہ گری۔ اُس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور اونٹ گائے بکری وغیرہ وغیرہ ہر چیز میں سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا اور یہ بھی کہا کہ ام زرع خود بھی کھا اور اپنے میکہ میں جو چاہے بھیجدے لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اُسکی ساری عطاؤنکو جمع کروں تب بھی ابوزرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہو سکتی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سُناکر مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کیواسطے **ف**۔ اسکے بعد اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ مگر میں تجھے طلاق نہیں دونگا۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر فرمایا کہ حضرت ابوزرع کی کیا حقیقت میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ میرے لئے اُس سے بہت زیادہ بڑھکر ہیں حق تعالے جل شانہ ہر مسلم زوجین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اس مضمون میں بھی نصیب فرمادیں کہ یہ عفت کا باعث ہوتا ہے۔ آمین بعض علماء نے اس قصہ میں یہ اشکال کیا ہے کہ جن عورتوں نے اپنی خاوندوں کی بُرائی بیان کی ہے وہ غیبت ہے جو حضور کی مجلس میں ہوئی اور اگر خود حضور نے اس قصہ کو ارشاد فرمایا تو اشکال اور بھی قوی ہو جاتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے کسی غیر معروف شخص کا حال بیان کرنا جسکو لوگ جانتے ہوں غیبت نہیں ہے۔

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا ذکر

---

[1] والاوطاب جمع قلۃ لوطب بفتحتین وقیل کفلس وہو اسقیۃ اللبن ۱۲ [2] تمخض بصیغۃ المجہول ای تحرک لاستخراج الزبد من اللبن ۱۲ [3] معہا ولدان ای مصاحبان لہا ولا یلزم من ذلک ان یکونا ولدیہا فلذلک اتت بقولہا معہا ۱۲ [4] کالفہدین ای مشبہان لہما فی الوثوب واللعب وسرعۃ الحرکۃ والفہد سبع مشہور یضرب بہ المثل فی الوثوب ۱۲ [5] تحت خصرہا بفتح الخاء المعجمۃ وسکون الصاد المہملۃ ای وسطہا ۱۲ [6] برمانتین ای ذات کفل عظیم اذا استلقت یصیر تحتہا فجوۃ یجری فیہا الرمان یلعب لہا برمی الرمان فی تلک الفجوۃ او ذات ثدیین صغیرین کالرمانتین فیلعبان بہما ۱۲ [7] وفی روایۃ فخطبہا ابوزرع فتزوجہا فلم تزل حتی طلق ام زرع کذا فی الفتح ۱۲ [8] سریا بسین مہملۃ ای من سراۃ الناس ۱۲ [9] شریا بالمعجمۃ ای فرسا یستشری ویلج فی سیرہ بلا فتور ولا انکسار وقال ابن السکیت فرسا فائقا جیدا ۱۲ [10] خطیا بفتح الخاء المعجمۃ وکسر وتشدید الطاء المہملۃ المکسورۃ بعد یاء تحتیۃ مشددۃ رمح منسوب الی الخط قریۃ بساحل البحر عند عمان والبحرین ۱۲ [11] واراح ای اتی بعد الزوال ۱۲ [12] نعما بفتحتین ای انعاما من الابل والبقر وفی روایۃ نعما بکسر النون علی انہ جمع نعمۃ قال الکرمانی والاول اشہر ۱۲ [13] ثریا بفتح المثلثۃ وکسر الراء وتشدید التحتانیۃ ای کثیرۃ من الثروۃ وہو کثرۃ المال ۱۲ [14] رائحۃ ای کل ما یروح فی المساء الی المراح من الابل والبقر والغنم بالاشیاء ولما کان النوم بعد السمر غالبا ناسب ان یذکرہ بعدہ ۱۲ +

حدثنا محمد بن المثنی انبانا عبدالرحمٰن بن مہدی انبانا اسرائیل عن ابی اسحاق عن عبداللہ بن یزید **عن** البراء بن عازب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اخذ مضجعہ[۵۱] وضع کفہ الیمنیٰ تحت خدہ الایمن قال رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک[۱] **حدثنا** محمد بن المثنی انبانا عبدالرحمٰن انبانا اسرائیل عن ابی اسحاق عن ابی عبیدۃ عن عبداللہ مثلہ وقال یوم تجمع عبادک **حدثنا** محمود بن غیلان ثنا عبدالرزاق انا سفیان عن عبدالملک بن عمیر عن ربعی[۵۲] بن حراش **عن** حذیفۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا آوی الی فراشہ قال اللھم[۵۳] باسمک اموت واحییٰ واذا استیقظ قال الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور[۵۴]

ف - یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح سوتے تھے۔ سوتے وقت کیا کیا پڑھتے تھے۔ اس باب میں چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آرام فرماتے اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے اور یہ دعا پڑھتے رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک' اے اللہ مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائیو۔

ف - حصن حصین میں ہے کہ تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے۔ دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا یہ عام معمول تھا جسکو متعدد حضرات نے سُنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونیکے باوجود اس قسم کی دعاؤں کو پڑھنا یا اظہار عبدیت کیلئے ہوتا تھا کہ بندگی کا مقتضی سوالی ہی مانگنا ہی ہے یا امت کی تعلیم کیلئے۔ اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں کروٹ پر سونا معلوم ہوتا ہے اور یہی حضور کا دائمی معمول تھا اسی وجہ سے دائیں کروٹ پر سونا مستحب بھی ہے اور اس میں ایک خاص مصلحت بھی ہے وہ یہ کہ آدمی کا دل چونکہ سینہ کی بائیں طرف ہوتا ہے اسلئے دائیں کروٹ پر سونے سے وہ اوپر رہتا ہے اور استغراق کی اور گہری نیند نہیں آتی بلکہ آدمی چوکنا سوتا ہے اور اگر بائیں کروٹ پر سوتا ہے تو دل نیچے کی جانب ہوتا ہے اور اس صورت میں گہری نیند آتی ہے اس وجہ سے بعض اطبا نے بائیں جانب سونیکو اچھا بتایا ہے کہ گہری نیند آنیسے ہضم بہتر ہوتا ہے اور یہ صحیح ہے لیکن اس میں ایک مضرت بھی ہے جس طرف ان کا ذہن نہیں گیا۔ وہ یہ کہ جب دل نیچے کی جانب ہوگا تو تمام بدن کا زور اُس پر پڑے گا اور بدن کا مواد اُس پر اثر کریگا دل اعضائے رئیسہ میں اہم عضو ہے اُس پر مواد کا تھوڑا سا اثر ہونا بھی بہت سی امراض کا سبب ہے اسلئے بائیں کروٹ پر سونے میں اگر ایک طبی مصلحت ہے تو ایک طبی مضرت بھی ہے اور مضرت سے بچنا زیادہ اہم ہے اس لئے طبی حیثیت سے بھی دائیں کروٹ پر سونا بہتر ہے اس کے علاوہ دائیں کروٹ پر لیٹنا موت کے بعد قبر میں لیٹنے کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور موت کو یاد کرنے کا حکم بھی ہے اور دینی دنیوی بہت سے فوائد موت کو یاد رکھنے سے حاصل ہوتے ہیں آدمی کو چاہئے کہ اس لذتوں کے ختم کر دینے والی چیز کو کثرت سے یاد کیا کرے اور حق تو یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کو کیسے بھول جو بہرحال آنیوالی ہے نہ معلوم کب آ جائے۔ (۲) حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے اللھم باسمک اموت واحیا۔

[۱] ای یوم القیامۃ ۱۲ [حاشیہ: بن مہدی ۱۲ ؛ مصغراً ۱۲]

[۵۱] بفتح المیم والجیم ویکسر محل الاضطجاع والمراد باخذ المضجع النوم فیہ فالمعنی اذا اراد النوم واستقر فی المضجع لینام ۱۲ [۵۲] ربعی۔ بکسر الراء وسکون المھملۃ تابعی ابن حراش بکسر الحاء المھملۃ ۱۲ [۵۳] ای یا اللہ فالمیم عوض من یا ولذا لا یجتمعان الا شذوذا کما قال ابن المالک وشذ یا اللھم فی قریض ای شعر ۱۲ [۵۴] ای التفرق فی امور المعاش کالافتراق حال المعاد وقیل النشر ہو الحیوۃ بعد الممات ۱۲ ق +

حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا المفضل[1] بن فضالۃ عن عقیل اراہ[2] عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اوی الی فراشہ کل لیلۃ جمع کفیہ فنفث[3] فیھما وقرء قل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم مسح بھما ما استطاع من جسدہ یبدء بھما راسہ و وجھہ وما اقبل من جسدہ یصنع ذالک ثلث مرات حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمٰن بن مھدی ثنا سفیان عن سلمۃ بن کھیل عن کریب

پڑھتے تھے یا اللہ تیرے ہی نام سے مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں گا (یعنی سوکر اٹھوں گا) **ف**۔ نوم موت کے مشابہ ہوتی ہے اسلئے سونیکو مرنے سے اور جاگنے کو زندگی سے تعبیر کر دیتے ہیں اور اسلئے بھی سوتے وقت دائیں کروٹ پر لیٹنا چاہئے کہ سونا مرنیکا نمونہ ہے اور جب جاگتے تو یہ دعا پڑھتے تھے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ تمام تعریف اُس اللہ جل وعلا کیلئے ہے جس نے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی پاک ذات کی طرف قیامت میں لوٹنا ہے۔ (یا زندگی کی پریشانیوں میں وہی مرجع ہے) **ف** چونکہ نیند موت کے مشابہ تھی اسلئے جاگنے کو دوبارہ زندہ ہونیسے تعبیر کیا علماء نے لکھا ہے کہ سوکر اٹھنے کے بعد یہ بھی سوچنے کی چیز ہے کہ اسی طرح مرنیکے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا ہے درحقیقت حق تعالیٰ شانہٗ نے اس دنیا کو آخرت کی مثال بنایا ہے اور عبرت اور غور کیواسطے ہر قسم کی چیزیں یہاں پیدا فرمائی۔ دنیا کی ساری زندگی ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ ایک آدمی نہایت خوشحال ہے متمول ہے ہر قسم کی راحت کے سامان اُسکے پاس موجود ہیں کسی قسم کی اُسکو کوئی بھی تکلیف نہیں ہے وہ خواب میں اگر اپنے کو قید میں کوڑے کھاتا ہوا دیکھے ہر قسم کی مصیبتوں میں گرفتار دیکھے وہ نہیں سمجھ رہا کہ یہ خواب ہے وہ اس سے پریشان بھی ہو رہا ہے لیکن دفعۃً آنکھ کھل جاتی ہے وہ سب راحت و آرام مل جاتے ہیں۔ اس خواب کی تکلیف کا ذرا بھی احساس اُسکو نہیں رہتا۔ اسی طرح ایک دیندار کا حال سمجھ لو وہ اس دنیا میں جتنی بھی تکالیف اُٹھائے وہ خواب ہے۔ اگر آنکھ کھلنے کے بعد اُسکو ساری راحتیں میسر ہیں تو اس خواب کا کیا اثر اُس پر ہو سکتا ہے اسکے بالمقابل حسرت سے غور کرو اُس تہی دست پر جو اس خواب میں ہر قسم کے آرام پا رہا ہے مگر آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیلخانہ میں ہے کوڑے اُس پر پڑ رہے ہیں تو اس خواب کی راحت و آرام کو لیکر وہ کیا چاٹ لیگا۔ ایک بامشقت سزا کا قیدی خواب میں اپنے کو ہفت اقلیم کا بادشاہ بنا ہوا دیکھے لیکن آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل کی اندھیری کوٹھڑی میں ہے ہتھکڑی لگی ہوئی ہے تو اس خواب کی بادشاہت سے اُسکو کیا ملا اس گر کو جنہوں نے سمجھا تھا اسلئے وہ دنیا میں ہر مشقت کو لطف و لذت سے برداشت کرتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ خواب ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے ہم لوگوں کو بھی یہ دولت نصیب فرما دے تو اُسکے کرم سے بعید نہیں ہے (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب جب

[1] المفضل بفتح الضاد المعجمۃ المشددۃ ابن فضالۃ بفتح الفاء ۱۲ [2] اراہ بضم الھمزۃ قال البیجوری قائلہ المفضل والضمیر المنصوب لعقیل یعنی قال المفضل اظن عقیلا رواہ عن الزھری اھ قلت والحدیث اخرجہ المصنف فی جامعہ بھذا السند والمتن بعینہ ولیس فیہ لفظ اراہ بل قال عقیل عن ابن شھاب الخ فلعلہ وقع السھو لاحد من الرواۃ ۱۲ [3] فنفث الظاھر تقدیم النفث علی القراءۃ وھو مخالف لما فی بعض طرق الحدیث من لفظ ثم نفث فقرأ واستبعد ذلک بعض العلماء بانہ لا فائدۃ فیہ وحملہ علی وہم الرواۃ واجاب [illegible] الحکمۃ فیہ مخالفۃ السحرۃ وقیل معناہ ثم اراد النفث نقرأ ونفث وبعضھم حملہ علی التقدیم والتاخیر بانہ قرأ ثم نفث وقال بعضھم ان النفث وقع قبل القراءۃ وبعدھا [illegible] روایۃ ھذا الکتاب بلفظ الواو فاخف اشکالا لان الواو لمطلق الجمع وکذا روایۃ البخاری بالواو وقال شارح من علمائنا ھو الوجہ تقدیم النفث علی القراءۃ [illegible] وقال الطیبی لا تفید الفاء الترتیب لقولہ تعالیٰ اھلکناھا فجاءھا باسنا بیاتا الآیۃ۔ واجیب بان المعنی اردنا اھلاکھا وھی للترتیب الذکری کما فی القاموس بل الفاء ھنا بمعنی الواو وقال القاری ومال الحافظ فی الفتح الی تقدیم القراءۃ علی النفث ۱۲ +

عن ابن عباس[۴] ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نام حتی نفخ وکان اذا نام نفخ فاتاه بلال فاذنه بالصلوٰة فقام وصلی ولم یتوضأ[۱] وفی الحدیث قصة[۲] حدثنا اسحاق بن منصور ثنا عفان ثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس[۵] بن مالك ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان

بستر پر لیٹتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو دعا مانگنے کی طرح ملا کر اُن پر دم فرماتے اور سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھکر تمام بدن پر سر سے پاؤں تک جہاں جہاں ہاتھ جاتا ہاتھ پھیر لیا کرتے تھے تین مرتبہ ایسی ہی کرتے سر سے ابتدا فرماتے اور پھر منھ اور بدن کا اگلا حصہ پھر بقیہ بدن پر **ف** - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سونیکے وقت مختلف دعائیں پڑھنا بھی ثابت ہے اور کلام اللہ کی مختلف سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے - ایک حدیث میں حضور کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک کی کوئی سورت سوتے ہوئے پڑھے اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ محافظ اُسکے لئے مقرر ہو جاتا ہے جو جاگنے کے وقت تک اُسکی حفاظت کرتا رہتا ہے - خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سورتوں کا پڑھنا حدیث بالا میں وارد ہے انکے علاوہ مسبحات یعنی ان سورتوں کا پڑھنا جو سبح یسبح سبحان سبح سے شروع ہوئی ہیں وارد ہے - نیز الم سجدہ اور تبارک الذی کا ہمیشہ پڑھنا وارد ہے نیز آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی اخیر دو آیتوں کا پڑھنا بھی وارد ہے - ایک صحابی کہتے ہیں مجھے حضور نے ارشاد فرمایا کہ سوتے ہوئے ہمیشہ قل یا ایہا الکافرون پڑھکر سویا کرو - انکے علاوہ بہت سی دعائیں پڑھنا بھی حضور سے ثابت ہے (فتح الباری) - (۴) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سوئے اور خراٹے لینے لگے حضور کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر طیاری نماز کی اطلاع دی حضور تشریف لیگئے اور نماز پڑھائی وضو نہیں کی - اس حدیث میں ایک قصہ بھی ہے - **ف** - انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ خصوصیت ہے کہ انکی نیند ناقض وضو نہیں ہوتی - اسلئے حضور نے وضو نہیں فرمایا - اور اسکی وجہ حضور نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ سونیکی حالت میں انبیاء کی آنکھ سوتی ہے لیکن دل نہیں سوتا وہ جاگتا رہتا ہے اسی وجہ سے انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے کہ شیطان کے اثر سے وہ محفوظ ہوتے ہیں - وہ قصہ جسکی طرف امام ترمذی نے اشارہ کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اپنی خالہ کے گھر سونیکے متعلق ہے جو آئندہ باب کی پانچویں حدیث میں مفصل مذکور ہے - اس باب سے اُسکو کچھ تعلق نہیں تھا اسلئے مصنف نے اُسکو اختصاراً چھوڑ دیا -

(۵) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وآوانا فکم ممن لا کافی لہ ولا مؤدی - تمام تعریفیں اللہ جل جلالہ عم نوالہ کیلئے ہیں جس نے شکم سیر فرمایا اور سیراب کیا اور ہماری مہمات کیلئے خود کفایت فرمائی اور سونے کے لئے ٹھکانا مرحمت فرمایا بہت سے لوگ ایسے ہیں جنکو نہ کوئی کفایت کرنیوالا ہے نہ کوئی ٹھکانا دینے والا ہے - **ف** - چونکہ عادت اللہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ جل جلالہ عم نوالہ پر اپنے کاموں کو چھوڑ دیتا ہے حق تعالیٰ شانہ بھی اُسکے کاموں کو غیب سے پورا فرماتے ہیں ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ جسکا کسی نے ترجمہ کیا ہے - خدا خود میر سامان است ارباب توکل را - اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ مضمون علی وجہ الاتم ہونا ہی چاہئے تھا - اس لئے وہاں کفایت بھی علی وجہ الاتم ہوتی تھی - اسکے بعد جو شخص جتنا زیادہ بھروسہ اللہ جل شانہ پر کرتا ہے اتنا ہی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اُسکی اعانت

[۱] قال البیجوری لان من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نومہ لا ینقض وضوئہ لبقاء یقظۃ قلبہ کما فی حدیث نحن معاشر الانبیاء تنام اعیننا ولا تنام قلوبنا فہذہ خصوصیۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ لا علی باقی الانبیاء اھ ۱۲ [۲] قال البیجوری تبعا لغیرہ ستاتی قریبا فی الحدیث الخامس من باب عبادتہ صلی اللہ علیہ وسلم من

اذا اوى الى فراشه قال الحمد لله الذى اطعمنا وسقانا وكفانا وآوانا فكم ممن
لا كافى له ولا مؤوى حدثنا الحسين بن محمد الجريرى[2] ثنا سليمان بن حرب ثنا
حماد بن سلمة عن حميد عن بكر بن عبد الله المزنى عن عبد الله
ابن رباح عن ابى قتادة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا عرّس[3]
(اسمه الحارث بن ربعى الانصارى الخزرجى ۱۲)
بليل اضطجع على شقه الايمن واذا عرس قبيل الصبح نصب ذراعه ووضع راسه على كفه

ہوتی ہے متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے یہ مضمون وارد ہے ایک حدیث میں وارد ہے جس شخص کو فاقہ پہنچے اور وہ لوگوں سے اُس کے ازالہ کی درخواست کرے تو اُسکی حاجت پوری نہیں کی جاتی اور اگر اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں اُسکو پیش کرے تو بہت جلد کسی نہ کسی طرح سے اُسکی ضرورت پوری کر دی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے آدمی کے بچے اگر تو میری عبادت کیلئے فارغ ہو جائے تو میں تیری ضرورتوں کو پورا کردوں اور تیرے دل کو غنا سے بھردوں ورنہ تیرے دل کو تفکرات سے بھردونگا اور ضرورتیں پوری نہ ہونے دونگا جو لوگ دینی کاموں میں مشغول ہونیکے لئے ضروریات سے فراغت کا انتظار دیکھا کرتے ہیں وہ اس سے سبق حاصل کریں کہ ضروریات سے فراغت کا راستہ ہی اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اُسکے کاموں میں مشغول ہونا ہے۔ حدیث بالا میں جو دعا نقل کی گئی ہے اُس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اپنی حالت میں شکر کرنا ضروری ہے کہ زیادتی انعام کا ذریعہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اگر تم شکر کرتے ہو گے تو میں اپنے احسانات میں اضافہ کرونگا اور اس طرف متوجہ فرمایا کہ اپنے سے کمتر کی حالت کی طرف بھی غور کرنا چاہئے تاکہ شکر دل سے نکلے کتنے آدمی دنیا میں ایسے ہیں جنکو کھانا میسر نہیں فاقہ کرتے ہیں کتنے لوگ ایسے ہیں جنکو ٹھکانا نصیب نہیں ہے۔ ٹھکانے گذر کرتے ہیں۔ اسی طرح سے کوئی حامی مددگار نہیں ہے جو مصائب میں کوئی اعانت کرسکے اللہ تعالیٰ کے کتنے احسانات ہیں جس نے یہ سب کچھ عطا فرما رکھا ہے۔ (۶) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دسفر میں رات کو چلنے کے بعد) اگر اخیر شب میں کچھ سویرے کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو دائیں کروٹ پر لیٹکر آرام فرماتے اور اگر صبح کے قریب ٹھیرنا ہوتا تو اپنا دایاں بازو کھڑا کرتے اور ہاتھ پر سر رکھکر کچھ آرام فرما لیتے۔ **ف**۔ مقصود یہ ہے کہ اگر وقت وسیع ہوتا تو لیٹ کر سو جاتے تھے اور عادت شریفہ دائیں کروٹ پر لیٹنے کی تھی ہی۔ لیکن اگر وقت قلیل ہوتا تو پھر ہاتھ پر ٹیک لگاکر تھوڑی دیر آرام فرما لیتے ایسے وقت میں بالکل لیٹ کر آرام نہ فرماتے تھے کہ نیند گہری آجائے اور نماز فوت ہو جائے بلکہ کہنی پر ٹیک لگاکر سر مبارک کو ہاتھ پر رکھکر تھوڑا سا آرام کر لیتے تھے۔ +

[1] قيل ذكرها لان الحيوة لا تتم بدونها كالنوم فالثلاثة من واد واحد فكان ذكره مستدعيا لذكرها وايضا النوم فرع الشبع والرى مرقاة ۱۲
[2] الجريرى قيل بمهملة مفتوحة مكبرا وقيل بجيم مضمومة مصغرا وصوبه ابن حجر فى شرح الشمائل ورجح القارى الاول وقال فى نسخة ضعيفة بالجيم المضمومة انتهى. وسكت اهل الرجال عن ضبطه ۱۲ [3] عرس. التعريس نزول القوم فى السفر من آخر الليل للاستراحة وقوله بليل المراد به زمن ممتد بدليل قوله فى الشق الثانى قبيل الصبح ۱۲ +

باب ما جاء فی عبادة رسول الله صلی الله علیہ وسلم

حدثنا قتیبة بن سعید و بشر بن معاذ قالا انا ابو عوانة [اسمہ الوضاح ۱۲] عن زیاد بن علاقة [۵۲]

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ذکر

ف۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حرکت و سکون عبادت ہی ہر کلام وخاموشی ذکر و فکر ہے لیکن مثال کے طور پر شمائل کا جز ہونیکی وجہ سے مصنف نے چند عبادات کا ذکر کیا ہے جس سے اندازہ ہو جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود مغفرت اور مراتب عالیہ کے حصول کا پروانہ ملنے کے باوجود اُس مرتبہ پر فائز ہو جانیکے باوجود جہاں تک نہ کوئی ولی پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبی پہنچا کس قدر نفلی عبادات کا اہتمام فرماتے تھے اور ہم لوگ جو امتی کہلاتے ہیں حضور کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کتنا اہتمام کرتے ہیں حالانکہ ہم گنہگار ہیں سیہ کار ہیں گناہوں کے مقابلہ اور تول کیلئے بھی ہم عبادات کے حضور سے زیادہ محتاج ہیں پھر ہماری عبادتیں بھی ایسی ہیں جنکا پورا معاوضہ درکنار ان کا کوئی بھی معاوضہ ملجائے تو بساغنیمت ہے اللہ جل شانہ کے یہاں ہر عبادت کا وزن اور اسکی قیمت اخلاص پر مبنی ہے جس درجہ کا اخلاص ہو گا اسی درجہ کا عبادت میں وزن ہو گا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اُس کیلئے اُس نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے کسی کیلئے نواں اسی طرح آٹھواں ساتواں چھٹا پانچواں چوتھائی تہائی آدھا حصہ لکھا جاتا ہے (ابو داؤد) اور دسواں بھی مثال کے طور پر ارشاد ہے ورنہ اس سے بھی کم ہوتا ہے دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے اول نماز کا حساب ہو گا۔ حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے ارشاد فرمائیگا کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو پوری ہے یا ناقص ہے اگر وہ پوری ہوتی ہے تو جائزہ میں پوری لکھدی جائیگی اور اگر ناقص ہو گی تو ارشاد ہو گا کہ دیکھو اس کیلئے کچھ نوافل بھی ہیں یا نہیں اگر نوافل ہوتی ہیں تو اُن سے فرائض کی تکمیل کر دی جاتی ہے اُسکے بعد پھر اسی طرح دوسری عبادات زکوٰۃ وغیرہ کا محاسبہ ہوتا ہے (ابو داؤد) ہم لوگوں کے فرائض جیسے ادا ہوتے ہیں وہ ہمیں بھی معلوم ہیں ایسی صورت میں کیا ضروری نہیں کہ نفلی عبادات نماز کے قبیلہ سے ہوں یا صدقات کے یا اور دوسری عبادات کو نہایت کثرت و اہتمام اور اخلاص سے کی جائیں عدالت میں پیشی کا وقت نہایت سخت ہے اور ہمارے اعمال کے دو نگراں ہر وقت

---

۵۱ قال المناوی العبادة اقصی غایة الخضوع وتعارف فی الشرع فیما جعل علامة لنهایة الخضوع من صلوٰة وصوم وجهاد وقراءة قال القاری والمراد بها ههنا الزیادة علی الواجبات واختلف هل کان صلی الله علیه وسلم قبل النبوة متعبدا بشرع من قبله فقال الجمهور لا والا لنقل وقال امام الحرمین بالوقف وقال آخرون نعم ثم اختلف بعضهم عن التعیین وجسر علیه بعضهم علی ما نقل فقیل آدم وقیل نوح وقیل ابراهیم وقیل موسی وقیل عیسی وقیل جمیع الشرائع وقال السراج البلقینی فی شرح البخاری لم یجئ فی الاحادیث التی وقفنا علیها کیفیة تعبده ولکن روی ابن اسحق وغیره انه علیه السلام کان یخرج الی حراء فی کل عام شهرا یتنسک فیه قال القاری الظاهر انه صلی الله علیه وسلم کان متعبدا بالعبادات الباطنیة من الاذکار القلبیة والتفکر فی الصفات الالهیة والمصنوعات الآفاقیة علی ما یکون حال کمل الاولیاء ولذا قیل بدایة الانبیاء نهایة الاولیاء وما قال بعضهم بدایة الولی نهایة النبی فانما هو باعتبار التکالیف الشرعیة من الاوامر الفرضیة والزواجر النهیة فما لم یتصف السالک بما انتهی الیه امر دینه لم یدخل فی باب الولایة اه ۱۲ **۵۲** علاقة۔ بکسر العین وتخفیف اللام والقاف ووهم من فتح العین کذا فی الشرح ۱۲

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتفخت قدماہ فقیل لہ اتتکلف[۵۲] ھذا وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا[۵۳] اکون عبداً[۵۴] شکورا

حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث[۵۵] انا الفضل بن موسی عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ

ہماری ساتھ ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ آدمی کے بدن کا ہر ہر جزء اُس عمل نیک یا بد کی گواہی دینے والا ہے جو اس سے صادر ہوئے ہیں اسی لئے حضور کا ارشاد ہے کہ انگلیوں پر کلمہ طیبہ اور تسبیحات کو گنا کرو کہ قیامت کے دن ان انگلیوں سے بھی محاسبہ ہوگا کہ اپنے اپنے اعمال بتائیں اور ان کو گویائی عطا کی جائیگی اور حضور پر میرے ماں باپ قربان کہ آپ کا نمونہ ہر چیز میں ہمارے سامنے ہے۔ اس باب میں جو حدیثیں ہیں

(۱) مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر لمبی نفلیں پڑھتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک ورم کر گئے تھے صحابہ نے عرض کیا کہ آپ اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ کے اول و آخر سب گناہ بخش دیئے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب حق جل شانہ نے مجھ پر اتنا انعام فرمایا ہے) تو کیا میں اُس کا شکر ادا نہ کروں **ف**۔ سائل کی غرض بظاہر یہ تھی کہ کثرت عبادت معاصی کے کفارہ کیلئے ہوتی ہے جب آپ معصوم ہیں آپ سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتا پھر آپ کو اس درجہ مشقت برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضور نے اُس کا جواب فرما دیا کہ عبادت کی یہی ایک غرض نہیں ہوتی بلکہ مختلف وجوہ سے ہوتی ہے اور جب اللہ جل شانہ نے میرے سارے گناہ معاف فرما دیئے تو اس کا مقتضا تو یہی ہے کہ میں اُس کے احسان کے شکر میں کثرت سے عبادت کروں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ عبادت کبھی جنت وغیرہ کی رغبت کی وجہ سے ہوتی ہے یہ تاجروں کی عبادت ہے کہ عبادت سے خریداری مقصود ہے۔ یہاں قیمت ادا کی جا رہی ہے وہاں مال مل جائیگا۔ اور کبھی عبادت خوف کی وجہ سے ہوتی ہے یہ غلاموں کی عبادت ہے کہ ڈنڈے کے خوف سے کام کرتے ہیں جیسا نوکروں کا عام دستور ہوتا ہے۔ ایک وہ عبادت ہے جو بلا رغبت و بلا خوف محض اللہ کے انعامات کے شکر میں ہو۔ یہ احرار کی عبادت ہے۔ حدیث بالا میں گذرا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ کے سب گناہ معاف فرما دیئے اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ گناہ تو آپ سے صادر ہوئے لیکن حق تعالیٰ شانہ نے معاف فرما دیئے حالانکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام معصوم ہوتے ہیں اُن سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتا اسکے بہت سے جواب علماء نے مرحمت فرمائے ہیں جو اپنے موقعوں پر درج ہیں بالخصوص سورہ انا فتحنا کی تفسیروں میں مختلف جواب نقل کئے گئے ہیں بندہ کے نزدیک سہل یہ ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین (نیک لوگوں کی خوبیاں مقربین کیلئے گناہ بن جاتے ہیں)، ہر شخص کے گناہ اُس کے درجہ کے مناسب ہوتے ہیں۔ آپ کے درجہ اور رتبہ کے مناسب جو کوتاہیاں شمار کی گئیں وہ ایسے امور ہیں جو ہمارے لئے عین عبادت ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھ لیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فر سرداروں کے اسلام لانے کی توقع اور امید میں اُن سے گفتگو فرما رہے تھے جو عین دین تھا اس وقت ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم نے آکر کچھ بات کی جس کی طرف حضور کو ان لوگوں کی اہمیت کی وجہ سے ان کا درمیان میں دخل دینا گراں ہوا۔ اس پر سورہ عبس میں حضور پر تنبیہ ہوئی اسی طرح جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے

[۵۱] فقیل قالوا ای قال بعضھم ۱۲ م [۵۲] التکلیف اسم لما یتعنیہ الانسان بمشقۃ او تصنع الاول محمود والثانی مذموم ومن البین ان المراد ھھنا الاول دون الثانی والمعنی آلزم نفسک بھذہ الکلفۃ والمشقۃ التی لا تطاق ۱۲ ق م [۵۳] عطف علی مقدر ای اترک تہجدی اعتمادا علی غفران فلا اکون عبدا شکورا والمعنی ان ذکر العبد فی ھذا المقام ادعی الی الشکر علی الدوام لانہ اذا لاحظ کونہ عبدا انعم علیہ مولاہ وجب علیہ القیام لشکرہ ۱۲ [۵۴] ... [۵۵] بضم فاتح الراء المہملۃ وتحتیۃ ساکنۃ ومثلثۃ ۱۲ م

عن ابی[۲] ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حتی ترم[۱] قدماہ قال فقیل لہ تفعل ھذا وقد جاءک ان اللہ تعالٰی قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا حدثنا عیسی بن عثمان بن عیسی بن عبد الرحمٰن الرملی ثنی عمی یحیی بن عیسی الرملی عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی[۳] ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقوم یصلی حتی تنتفخ[۴] قدماہ فیقال لہ یا رسول اللہ اتفعل ھذا وقد غفر اللہ لک

الفاء للعطف علی المقدر تقدیرہ ا اترک فلا اکون الخ

نسبۃ الی رملۃ قطعۃ من بلاد الشام ۱۲

میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت شفقت اور رحمت کی وجہ سے اس توقع پر کہ یہ لوگ مسلمان ہو جائیں یا انکی نسل سے مسلمان پیدا ہوں فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دیا تو قرآن پاک میں اس پر تنبیہ ہوئی غرض اس نوع کے واقعات ہیں جو حضور کی علو شان کے لحاظ سے وہ تقصیر شمار کی گئی۔ (۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا کسی نے عرض کیا کہ آپ پر اگلے پچھلے سب گناہوں کی معافی کی بشارت نازل ہو چکی ہے پھر آپ اس درجہ کیوں مشقت برداشت فرماتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا میں شکرگذار بندہ نہ بنوں۔ **ف** حضرت عائشہؓ سے بھی اس شکریہ کے بارہ میں ایک مفصل روایت نقل کی گئی ہے حضرت عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب ترین بات سنا ئیں انھوں نے ارشاد فرمایا کہ حضور کی کونسی بات ایسی تھی کہ جو عجیب ترین نہ تھی اس کے بعد فرمانے لگیں۔ ایک رات کا قصہ ہے کہ سونے کیلئے مکان پر تشریف لائے اور میرے پاس میرے لحاف میں لیٹ گئے لیٹتے ہی تھوڑی سی دیر میں فرمایا کہ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر کھڑے ہو گئے وضو کیا اور نماز کی نیت باندھی اور رونا شروع کر دیا یہانتک کہ سینہ مبارک تک آنسو بہہ کر آنے لگے اسکے بعد رکوع کیا اس میں بھی روتے۔ پھر سجدہ کیا اس میں بھی روتے رہے پھر سجدہ سے اٹھے اور روتے رہے۔ غرض صبح تک یہی کیفیت رہی حتی کہ بلالؓ صبح کی نماز کیلئے بلانے کو آگئے۔ میں نے عرض کیا حضور آپ اس قدر کیوں روئے اللہ جل شانہ نے تو آپکے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے آپ نے فرمایا کہ تو میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں اسکے بعد ارشاد فرمایا میں ایسا کیونکر نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر آیتیں نازل ہوئیں اس کے بعد ان فی خلق السموات سورہ آل عمران کے آخر رکوع کی آیت تلاوت فرمائی۔ (۳) نیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز اتنی طویل پڑھتے کہ آپ کے قدم مبارک ورم کر آتے آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ اتنی طویل نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آپ کے سب گناہ اولین و آخرین معاف ہو چکے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں **ف**۔ امام ترمذی نے اہتمام کی وجہ سے تین طریقوں سے اس مضمون کو ذکر کیا ان روایات پر ایک اشکال وارد

---

[۱] ترم بنصب الفعل باضمار ان بعد حتی وھو بفتح المثناۃ وکسر الراء وتخفیف المیم علی وزن تعد وفی نسخۃ حتی تورم بنا[illegible] علی الاصل ... [illegible] احدی التائین ۱۲

[۲] بصیغۃ التانیث ویروی بالتذکیر من الانتفاخ قال القاری ذکر المصنف الحدیث باسانید اشارۃ الی التاکید والتقویۃ قلت ویشکل علیہ الروایات الواردۃ من التشدید فی العبادۃ کما بسط الروایات المختلفۃ فی ذلک صاحب اقامۃ الحجۃ ثم قال وخیرۃ المرام ان [illegible] من البدعات والریاضات لیس ببدعۃ ولا منہی عنہ فی الشرع بل ھو امر حسن مرغوب فیہ لکن بشرط لم ذکرہ [illegible] عشرۃ شروط ان رجع الیہ لوشئت التفصیل وقال الحافظ فی الفتح تحت حدیث الباب فیہ اخذ الانسان علی نفسہ بالشدۃ بالعبادۃ وان اضر ذلک ببدنہ [illegible] واما یفضی الی الملال وعلیہ یحمل قولہ صلی اللہ علیہ وسلم خذوا من الاعمال ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا اھ ۱۲

ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا اكون عبدا شكورا حدثنا محمد بن بشار انا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن ابی اسحاق عن الاسود بن يزيد قال سألت عائشة عن صلوة رسول الله صلی الله عليه وسلم بالليل فقالت كان ينام اول الليل ثم يقوم فاذا كان من السحر اوتر ثم اتی فراشه فاذا كانت له حاجة الم باهله فاذا سمع الاذان وثب فان كان جنبا افاض عليه من الماء والا توضأ وخرج الی الصلوة حدثنا قتيبة بن سعيد عن مالك بن انس ح وثنا اسحاق بن موسی الانصاری ثنا معن عن مالك عن مخرمة بن سليمان عن كريب

ہوتا ہے وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف طریقوں سے طاقت سے زیادہ مجاہدات اور عبادات کی ممانعت وارد ہوئی ہے لیکن حق یہ ہے کہ آدمی صرف عبادت کیلئے پیدا کیا گیا ہے حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمادیا کہ میں نے جن و انس کو صرف اسلئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ جب یہی اصل مقصد پیدائش کا ہے تو اس میں جتنا بھی اضافہ اور اہتمام اور زیادتی ہوگی وہ ممدوح اور پسندیدہ ہوگی۔ اس کے بعد زیادتی کی ممانعت جہاں جہاں وارد ہوئی ہے وہ عوارض کی وجہ سے ہے جہاں کوئی عارض اور مانع پیش آجائیگا وہاں غیر مستحسن ہوجائیگی۔ منجملہ ان عوارض کے اکتاجانا اور گھبرا کر بالکل ترک کر دینا ہے مثل مشہور ہے نہ بھاگ کر چلنا نہ اکھڑ کر گرنا۔ احادیث منع میں اس طرف اشارہ ہے چنانچہ حضور کا ارشاد ہے کہ اعمال اسی قدر کرو جتنے کا تحمل ہو سکے۔ اللہ جل شانہ ثواب عطا کرنے سے نہیں دریغ فرماتے جبتک کہ تم عمل سے نہ اکتاجاؤ اسی لئے علماء مجاہدات کی زیادتی سے روکتے ہیں کہ مبادا اکتاکر بالکل ہی ترک ہوجائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بہت بلند تھی۔ وہاں اکتاجانیکا کیا احتمال پیدا ہوسکتا ہے جبکہ حضور کا ارشاد ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور کیوں نہ ہوتی جبکہ نماز اللہ کی ساتھ راز و نیاز ہے تو حضور جیسے مخلص بندے کیلئے آقا کی ساتھ سرگوشی میں جتنی بھی لذت ہو قرینہ قیاس ہے۔ اکتاوے وہ جو اس لذت سے محروم ہو۔ اسی طرح دوسرا مانع جو احادیث میں وارد ہوا ہے حقوق لازمہ کی ادا میں کوتاہی ہے کہ مجاہدات کی کثرت سے ضعف پیدا ہوکر حقوق میں کوتاہی ہوگی۔ حضور کے یہاں یہ سوال بھی پیدا نہیں ہوتا اسلئے کہ جو قدسی ذات ان مجاہدات اور تقلیل طعام وغیرہ پر بھی ایک دفعہ میں نو بیبیوں سے صحبت کرسکتا ہو وہاں ضعف کا کیا سوال۔ اسی طرح دیگر عوارض کا حال ہے جو حضور کے یہاں منتفی تھے اس لئے ان جیسی روایات پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ (۴) اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز یعنی تہجد اور وتر کے متعلق استفسار کیا کہ حضور کا کیا معمول تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز کے بعد شب کے نصف اول میں استراحت فرماتے تھے اسکے بعد تہجد پڑھتے رہتے تھے یہاں تک کہ اخیر شب ہوجاتی تب وتر پڑھتے اسکے بعد اپنے بستر پر تشریف لے آتے۔ اگر رغبت ہوتی تو اہل کے پاس تشریف لے جاتے یعنی صحبت کرتے پھر صبح کی اذان کے بعد فوراً اٹھکر اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرماکر نماز کیلئے تشریف لے جاتے **ف**۔ اطبا کے نزدیک بھی صحبت کیلئے بہترین وقت اخیر شب ہے کہ وہ اعتدال کا وقت ہے

---

۵۱ ای یصلی فان قیام اللیل متعارف فی الصلوۃ فیہ فیستمر یصلی السدس الرابع والخامس ۱۲ ۵۲ فاذا کانت قال میرک فی اکثر الروایات بلفظ ثم وقیل فی کلمۃ ثم فائدۃ وہی انہ لم یقض حاجتہ بعد احیاء اللیل بالتہجد فاداء العبادۃ قبل قضاء الشہوۃ بعد برہ صلی اللہ علیہ وسلم وقیل یحتمل ان ثم لتراخی الاخبار ای کان عادتہ ہو صلی اللہ علیہ وسلم یکذا ثم ان اتفق احیانا ان یقضی حاجتہ فیقضیہا ۱۲ ۵۳ الم باہلہ ای قرب من زوجتہ کنایۃ عن الجماع ۱۲ ۵۴ مخرمۃ بفتح المیم وسکون الخاء المعجمۃ وفتح الراء المہملۃ ۱۲

عن ابن عباس انه اخبره انه بات عند ميمونة وهي خالته قال فاضطجعت (اشارة الى انه محرم ۱۲) في عرض[٥١] الوسادة[٥٢] واضطجع رسول الله صلى الله عليه وسلم في طولها فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اذا انتصف الليل او قبله[٥٣] بقليل فاستيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يمسح النوم عن وجهه ثم قرء العشر الآيات الخواتيم[٥٤] (الآيات خواتم) من سورة آل عمران (من قوله ان في خلق السموات ۱۲) ثم قام الى شن (مشک کہنہ ۱۲) معلق فتوضأ منه فاحسن الوضوء ثم قام يصلي قال عبد الله بن عباس فقمت (اے بعد الوضوء کما ہو مصرح فی روایۃ الصحیحین ۱۲) الى جنبه فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده اليمنى على راسي ثم اخذ باذني اليــــــــمنى

نیز سو کر اٹھنے کے بعد طرفین کی طبیعت بھی نشاط پر ہوتی ہے۔ اول شب میں پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے ایسی حالت میں صحبت مضر ہوتی ہے اور بھوک کی حالت میں زیادہ مضر ہے آخیر شب کا وقت اس لحاظ سے بھی اعتدال کا ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب طبی مصالح ہیں شرعاً جواز ہر وقت حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اول شب اور دن کے مختلف اوقات میں صحبت کرنا ثابت ہے۔ البتہ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ عین نماز کے وقت اگر صحبت کی جائے اور اُس سے حمل ٹھیر جائے تو وہ اولاد والدین کی نافرمان ہوتی ہے۔ (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات (لڑکپن میں) اپنی خالہ حضرت میمونہ (ام المومنین رضی اللہ عنہا) کے یہاں سویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکی اہل تکیہ کے طولانی حصہ پر سر رکھے ہوئے تھے اور میں تکیہ کی چوڑان پر سر رکھے ہوئے تھا (قاضی عیاض وغیرہ حضرات نے بجائے تکیہ کے بستر ے کا ترجمہ فرمایا ہے لیکن جبکہ لفظ کا اصل ترجمہ تکیہ ہی کا ہے اور تکیہ مراد لینے میں کوئی بُعد بھی نہیں تو پھر بستر مراد لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ مثلاً تکیہ کی لمبائی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سر رکھکر قبلہ کی طرف منھ کر کے لیٹ گئے ہوں اور ابن عباس تکیہ کے چوڑان پر سر رکھکر یعنی قبلہ کی طرف سر کر کے لیٹ گئے ہوں) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم (اپنی اہل سے تھوڑی باتیں فرمانیکے بعد) سو گئے اور تقریباً نصف رات ہونے پر اپنے چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کے آثار کو دور فرمانے لگے پھر سورۂ آل عمران کے اخیر رکوع ان فی خلق السموات والارض کو تلاوت فرمایا (علماء کہتے ہیں کہ جاگنے کے بعد تھوڑا سا قرآن شریف پڑھ لینا چاہئے کہ اُس سے نشاط پیدا ہوتا ہے اور ان آیات کا پڑھنا مستحب ہے) اُسکے بعد مشکیزہ کی طرف جو پانی سے بھرا ہوا لٹک رہا تھا تشریف لیگئے اور اُس سے (برتن میں پانی لیکر) وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی وضو کر کے حضور کی (بائیں جانب) برابر کھڑا ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس لئے کہ مقتدی کو دائیں جانب کھڑا ہونا چاہئے) میرے سر پر ہاتھ رکھکر میرا کان مروڑا (تنبیہ کیلئے ایسا کیا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے

---

٥١ عرض بفتح العين على الاصح الاشهر وفي رواية بضمها وهو بمعنى مفتوح العين اي جانبها قاله القاري ۱۲ ٥٢ الوسادة بكسر الواو المخدة المعروفة الموضوعة تحت الرؤس ونقل القاضي عياض وغيره ان المراد هنا الفراش لقوله اضطجع صلى الله عليه وسلم في طولها الخ فكانه نام تحت رجليه تادبا وتبركا قلت كان هذا احسن لو ساعده اللفظ فالاوجه عندي ان المراد بالمخدة هو معناه الحقيقي ولا محذور فيه كما لا يخفى ۱۲ ٥٣ او قبله الظاهر انه ترديد من ابن عباس بناء على تردده في نهاية النوم نصف الليل او اقل منه او اكثر وقيل الشك من الراوي قاله القاري ۱۲ ٥٤ الخواتيم وفي نسخة الخواتم جمع خاتم بمعنى الخاتمة منصوب على ان الآيات

فصلّٰها فصلّٰی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین قال معن ست مرات ثم اوتر ثم اضطجع ثم جاءه المؤذن فقام فصلّٰی رکعتین خفیفتین ثم خرج فصلّٰی الصبح حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا وکیع عن شعبة عن ابی جمرة عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرة رکعة حدثنا قتیبة بن سعید ثنا ابو عوانة عن قتادة عن زرارة بن اوفٰی عن سعد بن هشام عن عائشة ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان اذا لم یصل باللیل منعه من ذلک النوم او غلبته عیناه صلی من النهار ثنتی عشرة رکعة حدثنا محمد بن العلاء انا ابو اسامة عن هشام یعنی ابن حسان عن محمد بن سیرین عن ابی هریرة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم

کہ میں اونگھنے لگا تو حضور نے میرا کان پکڑا ایک روایت میں ہے کہ کان پکڑ کر دائیں جانب کو کھینچا تاکہ سنت کے موافق امام کے دائیں جانب کھڑے ہو جاویں) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دو دو رکعت پڑھتے رہے معن جو اس روایت کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ چھے مرتبہ حضور نے دو دو رکعت پڑھی گویا بارہ رکعت ہوگئی (ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تہجد کی بارہ رکعتیں ہیں) پھر وتر پڑھکر لیٹ گئے صبح نماز کیلئے جب بلال بلانے آئے تو دو رکعت سنت مختصر قرأت سے پڑھکر صبح کی نماز کیلئے تشریف لیگئے۔ **ف** - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تہجد کی مختلف رکعات نقل کی گئی ہیں جو مختلف اوقات کے اعتبار سے ہیں کہ وقت میں گنجائش زیادہ ہوئی تو زیادہ پڑھ لیں ورنہ کم پڑھ لیں۔ کوئی خاص تحدید تہجد کی رکعات میں ایسی نہیں ہے جس سے کم و بیش جائز نہ ہوں بسا اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود وسیع وقت ہونیکے بھی رکعات کم پڑھتے تھے البتہ ان میں قرآن پاک کی تلاوت زیادہ مقدار میں فرماتے تھے جیساکہ اسی باب کی مختلف احادیث میں یہ مضامین آرہے ہیں۔ (۶) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تہجد (مع وتر کبھی) تیرہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ **ف** - یعنی دس رکعت تہجد اور تین رکعت وتر۔ بعض علماء نے ان میں صبح کی دو سنتیں شمار کی ہیں اس صورت میں آٹھ رکعت تہجد کی ہوئیں۔ (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی عارض کی وجہ سے رات کو تہجد نہیں پڑھ سکتے تھے تو دن میں (چاشت کے وقت) بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے **ف** - اگر حضور پر تہجد فرض تھا تو قضا ظاہر ہے اور اگر فرض نہیں تھا تب بیان افضلیت کے لئے قضا فرماتے تھے۔ مسلم شریف میں حضرت عمر رض کی روایت سے حضور کا یہ ارشاد بھی وارد ہے جو شخص اپنا ورد اور معمول رات کو پورا نہ کر سکے اسکو چاہیئے کہ صبح کے بعد سے دوپہر تک کسی وقت پورا کرلے یہ ایسا ہی ہے گویا رات ہی کو پورا کرلیا اسی سے مشائخ سلوک کا یہ معمول ماخوذ ہے کہ ذکر وغیرہ اگر رات کو پورا نہ ہوسکے تو صبح کے وقت اسکو پورا کرلے۔ وقت گذر جانیکی وجہ سے بالکل ہی ترک نہ کرے کہ پھر نفس اسکا عادی ہوجاتا ہے۔ (۸) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد

سلہ قال القاری رنستلہا انا لیتنبہ عن فی لغۃ السنۃ او لیزداد تیقظہ لحفظ تلک ... فقال اولیزیل ما عندہ من النعاس لروایۃ فجعلت اذا اغفیت یاخذ بشحمۃ اذنی زاد المناوی زاد استعطافا للصبی المحتاج الی العطف فی مقام العبادۃ او زعاجا او تنبیہا او تحریضا لہ علی قیام اللیل و تعلم الدین اھ ۱۲ سلہ ابی جمرۃ بجیم و راء مہملۃ اسمہ نصر بن عمران الضبعی ۱۲ سلہ زرارۃ بضم الزای اول الحروف ثم مہملات ۱۲ سلہ قال القاری فیہ دلیل علی جواز قضاء النافلۃ بل علی استحبابہ و ملی ۱۲

قال اذا قام احدكم من الليل فليفتتح صلوته بركعتين خفيفتين حدثنا قتيبة بن سعيد عن مالك بن انس ح وحدثنا اسحاق بن موسى حدثنا معن حدثنا مالك عن عبد الله بن ابي بكر عن ابيه ان عبد الله ابن قيس بن مخرمة اخبره عن زيد بن خالد الجهني انه قال لارمقن صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فتوسدت عتبته او فسطاطه فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين خفيفتين ثم صلى ركعتين طويلتين طويلتين طويلتين ثم صلى ركعتين وهما دون اللتين قبلهما ثم صلى ركعتين وهما دون اللتين قبلهما ثم صلى ركعتين وهما دون اللتين قبلهما ثم صلى ركعتين وهما دون اللتين قبلهما ثم اوتر فذلك ثلث عشرة ركعة حدثنا اسحاق بن موسى حدثنا معن حدثنا مالك عن سعيد بن ابي سعيد المقبري

فرمایا کہ جب رات کو تہجد کیلئے اٹھو تو شروع میں اول دو مختصر رکعتیں پڑھلو۔ **ف** تاکہ شروع ہی سے طویل رکعتیں شروع کرنے سے تکان نہ ہو جائے بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ دو رکعتیں تحیۃ الوضوء ہوتی تھیں اور تحیۃ الوضوء کا مختصر پڑھنا اولی ہے اسلئے انکو مختصر پڑھنے کا ارشاد ہے اور حضور بھی مختصر پڑھتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں ایک لطیف بات لکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی سوتا ہے تو شیطان اسکے بالوں میں تین گرہیں جادوگر کی طرح سے لگاتا ہے جن میں یہ افسون ہوتا ہے کہ ابھی تو رات بہت ہے اور سوتا رہوں جب آدمی اٹھکر اللہ کا پاک نام لیتا ہے یعنی کوئی دعا وغیرہ پڑھتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھلتی ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو تیسری کھلتی ہے۔ چونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری گرہ نماز پڑھنے پر کھلتی ہے اسلئے دو رکعت مختصر طور پر پڑھنے کا حکم ہے تاکہ وہ تیسری گرہ بھی کھلجائے اور پھر ساری نماز شیطان کے اثر سے محفوظ ہونیکے بعد پڑھی جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے تسلط ہی کو محفوظ تھے مگر حضور کا معمول امت کی تعلیم کے لحاظ سے ایسی امور کی رعایت فرمانیکا تھا جنکی امت کو احتیاج ہو اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بسا اوقات ان مختصر رکعتوں کو پڑھتے تھے جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے۔ (۹) حضرت زید بن خالد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن یہ ارادہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو آج غور سے دیکھونگا۔ میں آپ کے مکان یا خیمہ کی چوکھٹ پر سر رکھکر لیٹ گیا (تاکہ غور سے دیکھتا رہوں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دو مختصر رکعتیں پڑھیں اسکے بعد طویل طویل طویل رکعتیں پڑھیں (تین دفعہ طویل کا لفظ اسکے زیادتی طول بیان کرنے کیلئے فرمایا) پھر اُن سے مختصر دو رکعتیں پڑھیں پھر اُن سے بھی مختصر دو رکعتیں پڑھیں پھر اُن سے بھی مختصر دو رکعتیں پھر اُن سے بھی مختصر دو رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھے یہ سب تیرہ رکعتیں ہوئیں **ف**۔ جو لوگ وتر کی ایک رکعت ہونیکے قائل ہیں اُنکے نزدیک چھ مرتبہ دو دو رکعتیں نوافل اور ایک رکعت وتر کل تیرہ ہوئیں اور جنکے نزدیک وتر تین رکعت ہیں اُنکے نزدیک کل پندرہ رکعتیں ہوئیں تیرہ رکعتیں فرمانا اس بنا پر کہ تحیۃ الوضوء شروع کی دو رکعت اسمیں شمار نہیں کی گئیں بعض روایتوں میں پھر کر مختصر دو رکعت پڑھیں یہ لفظ بجائے چار مرتبہ کے تین مرتبہ ہے اس صورت میں تحیۃ الوضوء کی دو خفیف رکعتیں جو شروع میں وارد ہوئی ہیں

۵۱ قال الحنفي مناسبة الحديث بالترجمة بان امره صلى الله عليه وسلم يقتضي فعله ۱۲ بجوری ۵۲ هو عبد الله بن ابي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم ... [illegible] في آخر لفظ ابي بكر سهو من النساخ ۵۳ ... ۵۴ ... [illegible] او عتبة فسطاطه ... [illegible]

عن ابی سلمة بن عبد الرحمٰن انه اخبره انه سأل عائشة كيف كان صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فی رمضان فقالت ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليزيد فی رمضان ولا فی غيره على احدى عشرة ركعة يصلی اربعا لا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلی اربعا لا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلی ثلاثا قالت عائشة قلت يا رسول الله اتنام قبل ان توتر قال يا عائشة ان عينی تنامان ولا ينام قلبی حدثنا اسحاق بن موسى حدثنا معن حدثنا مالك عن

اُنکے باوجود دس رکعت نوافل ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں لامحالہ وتر کو تین ہی رکعت ماننا پڑیگا ایک رکعت ماننے کی صورت میں تیرہ رکعت کا عدد پورا نہ ہوگا۔ اس حدیث میں ایک لفظ گذرا ہے کہ آپ کے مکان یا خیمہ کی چوکھٹ پر کسی راوی کو شک ہے کہ اُستاذ نے مکان کی چوکھٹ کہا تھا یا خیمہ کی اور یہ حضرات محدثین رحمہم اللہ کی غایت احتیاط ہوتی ہے کہ جس لفظ میں انکو ذرا بھی تردد ہوا کرتا ہے اسکو ظاہر فرمادیا کرتے ہیں لیکن ظاہر یہ ہے کہ خیمہ کی چوکھٹ مراد ہے اور یہ قصہ کسی سفر کا ہے اسلئے کہ مدینہ طیبہ کے قیام میں حضور کا معمول بنانہ مکان میں آرام فرمانیکا تھا وہاں کوئی نہ کوئی بیوی پاس ہوتی تھیں اسلئے حضرت خالد کو دیکھنے کا موقعہ نہ مل سکتا تھا سفر میں یہ صورت کہ خیمہ میں حضور تنہا آرام فرما رہے ہوں بیبیوں میں سے کوئی ساتھ نہ ہوں قرین قیاس ہے، اسلئے یہی اقرب ہے، اکثر علماء نے اس قصہ کو سفر ہی کا تجویز فرمایا ہے (۱۰) ابوسلمہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں تہجد کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (گویا آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر چنانچہ خود اسکی تفصیل فرماتی ہیں) کہ اول چار رکعت پڑھتے تھے یہ نہ پوچھ کہ وہ کتنی طویل ہوتی تھیں اور کس عمدگی کے ساتھ بہترین حالت یعنی خشوع وخضوع سے پڑھی جاتی تھیں۔ اسی طرح پھر چار رکعت اور پڑھتے تھے انکی بھی لمبائی اور عمدگی کا حال کچھ نہ پوچھ۔ پھر تین رکعات پڑھتے تھے یعنی وتر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ آپ وتر سے پہلے سوجاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے (یہ انبیاء علیہم الصلوٰة والسلام کا خاصہ ہے کہ اُنکے قلوب جاگتے رہتے ہیں)۔ **ف**۔ اس حدیث میں چند ضروری مباحث ہیں جن میں سے دو ذکر کئے جاتے ہیں۔ اول تو یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس حدیث میں رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی گیارہ رکعت سے زیادہ کی نفی فرماتی ہیں۔ حالانکہ حضرت ابن عباس زید بن خالد وغیرہ وغیرہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے تیرہ ثابت ہیں بلکہ بعض

لہ قال القاری ای فی لیالیہ وقت التہجد فلا ینافیہ ما صلاہ بعد صلوٰة العشاء من صلوٰة التراویح اھ وکتب الشیخ فی البذل لیشکل علیہ ما ورد من روایتہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی من اللیل ثلث عشرة رکعة وایضا یشکل علیہ بصلوٰة التراویح فانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاہا بثلث لیال ثم ترکہا بعذر فرضیہا والجواب من الاول ان السائل لما سأل عن صلوٰة اللیل وزاد لفظا فی رمضان فظن ان عنده ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلہ کان یزید فی رمضان علی تہجده فی غیر رمضان فردتہ بقولہا ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیره ای فی غالب الاحوال والاوقات فغرضہا بہذا الرد علی ما ظن انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یزید فی رمضان علی غیره فلا ینافیہ ما کان یزید فی بعض الاوقات واما عن الثانی فان ہذا الحدیث لا تعلق لہ بصلوٰة التراویح لا نفیا ولا اثباتا لانہا صلوٰة اخری والاستدلال بہذا الحدیث علی ان التراویح ثمان رکعات لغو یکذا کتاب مولانا محمد یحیی المرحوم من تقریر شیخہ رحمہ اللہ مختصرا ۱۲ سلہ اتنام۔ المشہور عند الشراح فی معنی الحدیث انہا تعنی ان الوتر ربما یفوت بان لا یستیقظ فی الوقت ثم اشکلوا علیہ بقصة لیلة التعریس فاجابوا عنہا باجوبة عدیدة والاوجہ عندی ان الحدیث من باب نقض الوضوء بالنوم دون باب الوقت والمعنی انک تنام قبل الوتر ثم توتر بعد الاستیقاظ ولا تجدد الوضوء احیانا فاجابہا علیہ السلام بان قلبہ یقظان فیدرک الحدث فلا ایراد ولا جواب فتأمل ۱۲

روایات میں تیرہ سے زیادہ بھی وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ابوداؤ میں خود حضرت عائشہؓ نے عبد اللہ بن ابی قیس کے سوال پر حضور کی شب کی نماز کی رکعات یہ گنوائی ہیں کہ چار اور تین چھ اور تین آٹھ اور تین دس اور تین جو تیرہ ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی تیرہ رکعتیں نقل کی گئی ہیں چنانچہ ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا کہ حضور سات رکعت سے کم اور تیرہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے اور موطا امام مالک کی روایت ہے۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء للصبح رکعتین خفیفتین یعنی حضور رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے اس کے بعد صبح کی اذان پر دو رکعت صبح کی سنتیں پڑھتے تھے۔ بعض علماء نے تو اس اختلاف کو دیکھکر یہ کہدیا کہ حضرت عائشہؓ کی روایات تہجد کی رکعات کے بارے میں مضطرب ہیں یعنی ضعیف ہیں لیکن مضطرب کہنے کی ضرورت نہیں ہے اس میں کیا اشکال ہے کہ گیارہ رکعات اکثر اوقات اور عام معمول کے اعتبار سے ہوں اور کبھی کبھی ان سے کم وبیش بھی حضور نے پڑھی ہوں جیساکہ دوسری روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ بعض لوگ اس حدیث سے یہ بھی مسئلہ نکالتے ہیں کہ تراویح بھی آٹھ رکعت ہے حالانکہ اس روایت سے تہجد کا صرف آٹھ رکعت ہونا بھی معلوم نہیں ہوتا جیساکہ پہلے گذر چکا چہ جائیکہ تراویح۔ اس حدیث کو تراویح سے کوئی تعلق ہی نہیں صلوۃ اللیل کے لفظی معنی رات کی نماز کے ہیں لیکن اس سے مراد قرینہ سے تہجد کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اس سے اگر رات کی ہر نماز مراد لیجاوے تو تراویح کیساتھ مغرب اور عشاء کے فرض اور انکی سنتیں سب ہی خارج ہو جاوینگی جنکو کوئی بھی نہیں نکال سکتا غرض اس حدیث میں صرف تہجد کا ذکر ہے وہی پوچھنا مقصود ہے اسی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب مرحمت فرمایا اور بظاہر پوچھنے کی یہ ضرورت پیش آئی تھی کہ حضور کی عادت شریفہ رمضان المبارک میں زیادتی عبادت کی تھی جیساکہ متعدد روایات میں آیا ہے۔ اسلئے ابوسلمہ کو خیال ہوا کہ شاید تہجد کے عدد رکعات میں بھی کچھ اضافہ فرماتے ہوں اسلئے پوچھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُسکی نفی فرمادی ورنہ خود حضرت عائشہؓ کا بھی یہ مقصود نہیں کہ تراویح تو درکنار تہجد کی رکعات بھی گیارہ سے زیادہ بھی نہیں ہوتی تھیں اسلئے کہ تیرہ رکعات تک خود حضرت عائشہؓ سے ثابت ہوچکا ہے۔ تراویح کے بارے میں حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مفصل رسالہ الرای النجیح اردو میں شائع شدہ ہے جسکا دل چاہے اُسے دیکھ لے مختصر امر یہ ہے کہ احادیث میں تہجد کو صلوۃ اللیل (رات کی نماز) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تراویح کو قیام رمضان (رمضان کی نماز) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں نمازیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ متعدد علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ قیام رمضان سے تراویح مراد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام رمضان کا بہت اہتمام تھا متعدد احادیث میں قولاً و فعلاً اسکی اہمیت وارد ہے حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایمان اور ثواب کی امید کیساتھ قیام رمضان کرے اُس نے جتنے بھی گناہ کئے ہیں تمام معاف ہو جاتے ہیں (علماء کے نزدیک صغائر مراد ہیں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کا ایجابی حکم تو نہ فرماتے تھے۔ البتہ ترغیب دیا کرتے تھے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی بڑی لمبی جماعت کیساتھ اس نماز کو پڑھتے تھے اور ہمیشہ نہ پڑھنے کا یہ عذر فرماتے تھے کہ مجھے اسکے فرض ہو جانیکا اندیشہ ہے اور حضور کے ہمیشہ پڑھنے سے فرض ہو جانا کسی وجہ سے محتمل تھا۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین متفرق طور پر کچھ تنہا اور کچھ جماعت میں پڑھتے تھے جو تقریباً نصف رات تک پڑھتے تھے اور کبھی اس سے بھی زیادہ۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان متفرق جماعتوں اور علیحدہ پڑھنے والوں کو ایک امام کے

ابن شہاب بن عروۃ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی من اللیل احدیٰ عشرۃ رکعۃ یوتر منہا بواحدۃ فاذا فرغ منہا اضطجع علی شقہ الایمن حدثنا ابن ابی عمر انا معن عن مالک عن ابن شہاب نحوہ وثنا قتیبۃ عن مالک عن ابن شہاب نحوہ حدثنا ہناد ثنا ابو الاحوص عن الاعمش عن ابراہیم عن الاسود

پیچھے پڑھنے کا حکم فرمایا کہ انتشار نہ ہو سائب کہتے ہیں کہ امام عموماً ہر رکعت میں سو سو آیتوں والی سورتیں پڑھتے تھے ہم لوگ کھڑے کھڑے تکان کی وجہ سے کسی چیز پر سہارا لگاتے تھے اور سحر کے قریب فارغ ہوتے تھے بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ تراویح کے مسنون ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے اور اہل قبلہ میں سے روافض کے سوا کوئی فرقہ بھی اسکا انکار نہیں کرتا۔ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل سب حضرات کے فقہ کی کتابوں میں اسکی تصریح ہے کہ تراویح کی بیس رکعات سنۃ مؤکدہ ہیں۔ البتہ امام مالک رح کے نزدیک مشہور قول کے موافق چھتیس [36] رکعتیں ہیں فقہ حنبلی کی مشہور کتاب مغنی میں لکھا ہے کہ امام احمد کے نزدیک راجح قول بیس رکعات کا ہے اور یہی مذہب ہے سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ امام شافعی کا البتہ امام مالک کے نزدیک چھتیس [36] رکعات ہیں امام مالک سے نقل کیا گیا کہ میرے پاس بادشاہ کا قاصد آیا کہ تراویح کی رکعات میں تخفیف کی اجازت دیدی جائے میں نے انکار کر دیا امام مالک کے شاگرد کہتے ہیں کہ مدینہ میں انتالیس [39] رکعات پڑھی جاتی تھیں یعنی چھتیس [36] تراویح اور تین وتر۔ اوجز میں یہ بحث مفصل ہے میرے اساتذہ کا ارشاد ہے کہ مدینہ میں چھتیس رکعات جو پڑھی جاتی تھیں ان میں بیس تراویح ہوتی تھیں لیکن ہر ترویحہ میں اتنی دیر ٹھیرنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعت پڑھے اسلئے وہ حضرات ہر ترویحہ میں چار رکعت نفل پڑھ لیتے تھے اس لئے یہ سولہ [16] رکعات چار درمیان ترویحوں کی بڑھ گئیں۔ بہرحال یہ مالکیہ کا مذہب ہے بقیہ تینوں اماموں کے نزدیک راجح قول بیس رکعات ہی کا ہے۔ (۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے جس میں ایک رکعت وتر ہوتی تھی۔ جب آپ اس سے فارغ ہوتے تو اپنی دائیں کروٹ پر آرام فرماتے۔ **ف**۔ یہ حدیث خود اس پہلی حدیث کے خلاف ہے جس میں آٹھ رکعت کا بیان تھا اسی وجہ سے بعض علماء نے حضرت عائشہ رض کی روایات میں کلام کیا ہے جیساکہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا۔ البتہ توجیہ کے درجہ میں اس اختلاف روایات کو اختلاف اوقات پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ گاہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے اور گاہے کم و بیش۔ دوسرا مسئلہ وتر کی ایک رکعت کا ہے۔ وتر کے بارے میں چند اختلافات ہیں سب سے اول اسکے حکم میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک وہ واجب ہے بعض دیگر ائمہ کے نزدیک مستحب ہے حدیث چونکہ اس سے ساکت ہے اسلئے اس بحث کو چھوڑ دیا گیا۔ دوسرا اختلاف اسکی رکعات میں ہے حنفیہ کے نزدیک تین رکعتیں ہیں جو ایک سلام سے ہیں۔ دوسرے بعض اماموں کے نزدیک ایک رکعت ہے ان میں بھی اختلاف ہے بعض صرف ایک رکعت فرماتے ہیں اور بعض ائمہ ایک رکعت کی ساتھ اس سے پہلے دو رکعت علیحدہ سلام کیساتھ واجب بتلاتے ہیں احادیث میں مختلف روایات اس بارے میں وارد ہوئی ہیں جنکی ترجیح میں ائمہ میں اختلاف ہوا اسی وجہ سے اس مسئلہ میں اختلاف ہوا۔ حنفیہ اپنے مسلک پر چند احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ (۱) عبد اللہ بن ابی قیس کی وہ روایت جو ابو داؤد وغیرہ نے ذکر کی ہے گذشتہ حدیث کی بحث اول میں گذر چکی ہے کہ حضرت عائشہ رض نے حضور کی

لہ اختلفت النسخ فی ذکر لفظ نحوہ ولفظ التحویل ففی بعضہا احدہما وفی بعضہا ذکرہما معا ولا وجہ لذکرہما فالوجہ الاقتصار علی احدہما والمقصود بیان الطرق لعدیدۃ الروایۃ المتقدمۃ قال القاری اجماع النسخ علی قولہ وثنا قتیبۃ بالواو العاطفۃ یدل علی ثبوت التحویل سواء ضم معہ لفظ نحوہ کما ہنا کیدا وحذف ثم کان حق التحویل ان

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل تسع ركعات حدثنا محمود بن غيلان ثنا يحيى بن آدم ثنا سفين الثوري عن الاعمش نحوه حدثنا محمد بن المثنى ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن ابي حمزة رجل من الانصار عن رجل من بني عبس عن حذيفة بن اليمان انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من الليل قال فلما دخل في الصلوة قال الله اكبر ذو الملكوت والجبروت والكبرياء والعظمة قال ثم قرأ البقرة ثم ركع فكان ركوعه نحوا من قيامه وكان يقول سبحان ربي العظيم سبحان ربي العظيم ثم رفع رأسه فكان قيامه نحوا من ركوعه وكان يقول لربي

شب کی نماز چار اور تین چھ اور تین آٹھ اور تین دس اور تین رکعتیں ذکر فرمائی اس تکلف کی ساتھ ذکر کرنا اور تین رکعت کو ہر جگہ بلا کم و زیادہ علیحدہ ذکر کرنا اس پر صاف دلیل ہے کہ یہ کوئی ایسی نماز ہے جس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی تھی یہ تین ہی رکعتیں رہتی تھی ورنہ حضرت عائشہؓ سات نو گیارہ فرماتیں۔ چار اور تین چھے اور تین وغیرہ کیوں فرماتیں۔ (۲) ملا علی قاری نے حنفیہ کی دلیل یہ لکھی ہے کہ صحابہ کا اس پر اجماع ہے کہ تین رکعت وتر جائز و مستحسن ہیں اور اس سے کم میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایک رکعت بھی جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز ہی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ قول اولیٰ ہے مختلف فیہ سے حسن بصریؒ جو مشہور محدثین اور اکابر صوفیہ میں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز عمر ثانی رحمہ اللہ نے علمائے مدینہ سے تحقیق کے بعد یہ حکم نافذ کر دیا تھا کہ وتر تین رکعات پڑھی جائیں۔ حضرت حسنؒ سے کسی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وتر کی تین رکعات میں دو پر سلام پھیرتے ہیں اور تیسری رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ انکے باپ حضرت عمرؓ تینوں رکعات ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے اور وہ ابن عمرؓ سے زیادہ عالم تھے (۳) احادیث میں ایک رکعت پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی نے کہا کہ حضرت سعد وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں اُنھوں نے فرمایا کہ ایک رکعت نماز ہی نہیں ہوتی۔ اسکے علاوہ اور بہت سے طریقوں سے حنفیہ استدلال فرماتے ہیں علماء نے اس بارے میں مستقل رسائل تحریر فرمائے ہیں۔ اس رسالہ میں فقہی مسائل سے بحث نہیں کی گئی بقدر ضرورت مختصر اشارے کر دیئے گئے۔

(۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو رکعات پڑھتے تھے **ف** حنفیہ کے نزدیک چھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر چنانچہ عبداللہ بن ابی قیس کی روایت میں خود حضرت عائشہؓ نے چھ اور تین فرمایا۔ (۱۳) حذیفہ رضی اللہ عنہ

ف۱ قال القرطبي استشكل حديثها على كثير حتى نسب الى الاضطراب واجيب بانه انما يتم لو اتحد الراوي عنها والوقت والصلوة والصواب حمله على اوقات متعددة واحوال مختلفة فتارة يصلي سبعا وتارة تسعا وتارة احدى عشرة وهو الاغلب ۱۲ ق م ف۲ ابو حمزة قال القاري قال المؤلف في جامعه ابو حمزة عندنا طلحة بن زيد وقال النسائي ابو حمزة عندنا طلحة بن يزيد قال ميرك هو قول الاكثر قلت وبه جزم اهل الرجال وسيأتي شيء منه في آخر الحديث ۱۲ ف۳ بني عبس بمهملتين بينهما موحدة كتبه ساكنة كفلس اسمه صلة ابن زفر العبسي الكوفي حكاه القاري عن المنذري ۱۲ ف۴ قال البيجوري اي جماعة فان كانت الصلوة صلوة التراويح فالامر ظاهر لان الجماعة مشروعة فيها وان كانت غيرها نفعلها جماعة جائز ويؤيده ظاهر السياق من ان الاربع ركعات كانت بسلام واحد وعلى كونها صلوة التراويح يتعين انها كانت بسلامين لان التراويح يجب فيها السلام من كل ركعتين ولا يصح فيها اربع ركعات بسلام واحد اه ۱۲ ف۵ من للتبعيض او بمعنى في ولفظ ابي داؤد والنسائي انه معه في ليلة من رمضان ۱۲ ق ف۶ قال القاري الاظهر انه بعد تكبيرة التحريمة وقال المناوي اي اراد الدخول فيها ۱۲ ف۷ اي بعد الفاتحة لانه ما توهم انه افتتحها بدون الفاتحة ولم يذكر بالمرادي اعتمادا على فهم السامع وكان معروفا من عادته فقد قال لا صلوة الا بفاتحة الكتاب ۱۲ ق م ف۸ قال القاري المراد ان ركوعه كان متجاوزا عن المعهود كالقيام واغرب من كان من هنا للبيان حيث قال هذا بيان لقوله نحوا اي مثلا اه وكأن المناوي والنسفي تعلق بنحو المتضمن معنى القرب اي قريبا ۱۲ ف۹ يقول الخ كرر الالفاظ لافادة التكثير اشارة الى جمع كل من ثنتين منفس ولعد ذكره جمع من الشراح ۱۲ ف۱۰ فيه حجة للجمهور منهم الائمة الثلثة ان من طال الاعتدال والجلسة تصح صلاته خلافا للشافعية قال المناوي لا دليل فيه لما ذهب اكثر الشافعية منهم النووي ان الاعتدال والقعود بين السجدتين ركنان طويلان بل المذهب انهما ركنان قصيران فمتى زاد فيهما على قدر الذكر

الحمد ثم سجد فكان سجوده نحوا من قيامه وكان يقول سبحان ربي الاعلى سبحان ربي الاعلى ثم رفع راسه فكان ما بين السجدتين نحوا من السجود وكان يقول رب اغفر لي رب اغفر لي حتى قرأ البقرة وآل عمران والنساء والمائدة او الانعام شعبة الذي شك في المائدة والانعام قال ابو عيسى وابو حمزة اسمه طلحة بن زيد وابو حمزة الضبعي اسمه نصر بن عمران حدثنا ابو بكر محمد بن نافع البصري ثنا عبد الصمد بن عبد الوارث عن اسمٰعيل بن مسلم العبدي عن ابي المتوكل

کہتے ہیں کہ انھوں نے ایک رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ نماز پڑھی (بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ قصہ رمضان المبارک کی رات کا تھا اسلئے محتمل ہے کہ یہ تہجد کی نماز ہو یا تراویح ہوں) حضور نے نماز شروع فرماکر یہ دعا پڑھی اللہ اکبر ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ (اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی ذات والاصفات سب سے برتر ہے وہ ایسی ذات ہے جو بڑی بادشاہت والی ہے بڑے غلبہ والی ہے بڑائی اور بزرگی وعظمت والی ذات ہے) پھر حضور نے (سورۂ فاتحہ پڑھکر) سورۂ بقرہ تلاوت فرمائی۔ پھر رکوع کیا یہ رکوع قیام ہی جیسا تھا (اسکے دو مطلب علماء فرماتے ہیں اور دونوں محتمل ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ رکوع تقریباً اتنا ہی طویل تھا کہ جتنا قیام یعنی اگر قیام مثلاً ایک گھنٹہ کا تھا تو تقریباً ایک ہی گھنٹہ کا رکوع بھی تھا۔ اس قول کے موافق اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر رکوع سجدہ نماز میں عام معمول سے زیادہ لمبا ہوجائے تو نماز ہوجاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جیسے قیام معمول سے زائد تھا ایسے ہی یہ رکوع بھی معمولی رکوع سے طویل تھا۔ اس صورت میں قیام کے ایک گھنٹہ ہونیکی صورت میں رکوع اگر پندرہ منٹ کا بھی ہوگیا تو اس حدیث کا مصداق بن گیا۔ اس قول کے موافق نماز اپنے عام معمول کے موافق رہی یعنی جو رکن لمبا ہوتا ہے جیسا کھڑا ہونا وہ لمبا رہا اور جو مختصر ہوتا تھا جیسے رکوع یا سجدہ وہ مختصر رہا البتہ ہر رکن عام نمازوں کے اعتبار سے بڑھا ہوا تھا۔ حضور اپنے اس رکوع میں سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم فرماتے رہے۔ پھر رکوع سے سر اٹھاکر کھڑے ہوئے اور یہ کھڑا ہونا بھی رکوع ہی جیسا تھا۔ اُس وقت لربی الحمد لربی الحمد فرماتے رہے پھر سجدہ ادا کیا اور وہ سجدہ بھی کھڑے ہونیکے برابر ہی تھا۔ اُس میں سبحان ربی الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ فرماتے رہے۔ پھر سجدہ سے اُٹھکر بیٹھے یہ بھی سجدہ کی طرح سے طویل تھا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب اغفرلی رب اغفرلی فرماتے رہے۔ غرض حضور نے اپنی اس نماز میں سورۂ بقرہ سورۂ آل عمران سورۂ نساء سورۂ مائدہ یا سورۂ انعام۔ راوی کو ان اخیر کی دو سورتوں میں شک ہوگیا کہ کونسی تھی لیکن اول کی تین محقق ہیں غرض تینوں سورتیں وہ اور ان دونوں میں سے ایک سورت یہ چاروں سورتیں تلاوت فرمائی۔ **ف**۔ اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ چاروں سورتیں چار رکعت میں تلاوت فرمائی۔ ابوداؤد کی روایت اس میں اور بھی واضح ہے جس میں تصریح ہے کہ حضور نے چار رکعتیں پڑھی جن میں یہ سورتیں تلاوت فرمائی لیکن مسلم وغیرہ کی روایت میں اسکی تصریح ہے کہ حضور نے سورۂ بقرہ سورۂ نساء سورۂ آل عمران تین سورتیں ایک ہی رکعت میں تلاوت فرمائی۔ اسلئے مسلم اور ابوداؤد کی روایت کے موافق بظاہر دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں

---

۵۱ ظاهره انه قرأ السور الاربع في الركعات الاربع وبه صرحت رواية ابي داؤد ولكن رواية الشيخين ظاهرة في انه قرأ الكل في ركعة فلعل الواقعة تعددت قاله المناوي وتعقبه القاري بان الرواية لمسلم وحده ولا البخاري وانه قرأ السور الثلث اي البقرة وآل عمران والنساء في ركعة ثم قال فاما ان يحمل على تعدد الواقعة ويكون صلوٰة حذيفة معه صلى الله عليه وسلم وقعت في ليلتين في احدهما قرأ السور الثلث في ركعة وفي الاخرى قرأ السور الاربع في اربع ركعات او يقال ان في رواية ابي داؤد والترمذي وهما والصواب رواية مسلم والنسائي فان فيهما التفصيل والتبيين ۱۲ه ۵۲ قال ابو عيسى الغرض المعلوم ان ابا حمزة الراوي في اول السند مختلف في اسمه وايضا كان كثير اللبس بابي حمزة الضبعي رجل آخر من الرواة فبين اولا اسمه ذكر بعده اسم ابي حمزة الضبعي انه رجل آخر اسمه نصر بن عمران لا طلحة هذا الذي في سند الترمذي ۱۲م

عن عائشة رضی الله عنها قالت قام رسول الله صلی الله علیه وسلم بآیة من القرآن لیلة حدثنا محمود بن غیلان ثنا سلیمان بن حرب ثنا شعبة عن الاعمش عن ابی وائل عن عبد الله قال صلیت لیلة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم یزل قائما حتی هممت بامر سوء قیل له وما هممت به قال هممت ان اقعد وادع النبی صلی الله علیه وسلم حدثنا سفین بن وکیع ثنا جریر عن الاعمش نحوه حدثنا اسحاق بن موسی الانصاری ثنا معن ثنا مالک عن ابی النضر عن ابی سلمة عن عائشة ان النبی

اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ہی قصہ ہو اور کوئی سی روایت میں کچھ سہو واقع ہو گیا ہو۔ لیکن غلطی پر حمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لمبی لمبی نماز پڑھنا روزانہ کا معمول تھا اس لئے ایک مرتبہ چار سورتیں چار رکعتیں اور ایک مرتبہ تین سورتیں ایک رکعت میں پڑھی ہوں تو کیا مانع ہے۔ (۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تہجد میں صرف ایک آیت کو تکرار فرماتے رہے۔ **ف**۔ وہ آیت سورۂ مائدہ کے اخیر رکوع کی آیۃ ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم ہے یعنی اے اللہ اگر تو ان سب کو عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں یعنی ہر طرح سے تیری ملک ہیں، تیری چیز ہیں، تو جو چاہے تصرف فرمادے۔ اور اگر تو انکی مغفرت فرمادے اور سب کو معاف کردے تو تیری شان سے کچھ بھی بعید نہیں تو بڑی قدرت والا ہے، بڑی حکمت والا ہے۔ **ف**۔ جس شخص کو زبردست قدرت حاصل ہو وہ جس مجرم کو چاہے معافی دیدے اور جو بڑی حکمت والا ہو اُسکے ہر فعل میں حکمت اور مصالح ہو سکتے ہیں۔ حضور کا کھڑے ہونے میں اور رکوع سجدہ میں بھی اس آیت کو پڑھتے رہنا اور بار بار دُہراتے رہنا اللہ جل شانہ کی دو صفت عدل و مغفرت کی مستحضر ہو جانیکی وجہ سے تھا کہ قیامت کا سارا منظر انہی دو صفتوں کا مظہر ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک شب تمام رات یہ آیت پڑھتے رہے وامتازوا اليوم ايها المجرمون۔ اس آیت شریفہ میں بھی قیامت کے منظر کا بیان ہے کہ اُس دن یہ حکم ہوگا کہ آج مجرم لوگ غیر مجرموں سے علیحدہ اور ممتاز ہوجائیں کس قدر سخت اور کپکپا دینے والا حکم ہے کہ آج اللہ والوں کے ساتھ ملے جلے ہیں انکی برکات سے نفع اُٹھا رہے ہیں لیکن اُسوقت مجرم لوگوں کو ان سے علیحدہ کر دیا جائیگا۔ اللہ ہی اپنے فضل سے وہاں بھی ان مقدس نفوس کے زیر سایہ رکھے ورنہ بڑی ہی مشکلات ہیں۔ (۱۵) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز پڑھی حضور نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ میں نے ایک بُرے کام کا ارادہ کر لیا کسی نے پوچھا کہ کس کام کا ارادہ کر لیا تھا کہنے لگے کہ میں بیٹھ جاؤں اور حضور کو تنہا چھوڑ دوں۔ **ف**۔ اسکے دو مطلب محتمل ہیں کہ بیٹھکر نماز پڑھنے لگوں اور حضور تنہا کھڑے رہیں یہ اس بنا پر بُرا ارادہ تھا کہ بے ادبی کو متناول تھا اور ہو سکتا ہے کہ بیٹھ جاؤں کا یہ مطلب ہے کہ نماز ہی پڑھنی چھوڑ دوں اس کا بُرا ہونا بالکل ظاہر ہے کہ حضور کی ساتھ ساتھ نماز کی بھی بے ادبی اور اس سے لاپروائی بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضور کے ساتھ نماز پڑھتے پڑھتے نیت توڑ کے بیٹھ جائیں مگر کھڑے کھڑے جب تھک گئے تو اس قسم کے خیال آنے لگے۔ (۱۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور

سلہ بآیة الخ وہی ان تعذبهم فانهم عبادك الآية وكان عليه السلام بها يركع ويسجد كما رواه ابو عبيد وغيره وتشكل عليه ما في رواية مسلم وغيره من النهي من القراءة في الركوع والسجود واجيب بانه يحتمل ان يكون لبيان الجواز اشارة الى ان النهي للتنزيه وقبل النهي او بوجه بان المعنى يركع ويسجد بمقتضى هذه الآية مثلا بلفظ سبحان ربي العزيز الحكيم ۱۲ سلہ بالفتح نقيض المعرة مصدر وبالضم اسم وشارع الاضافة الى المفتوح قاله المناوي وقال القاري بامر سوء بالاضافة وروي بقطعها على الصفة قال ميرك الرواية بالاضافة كما يفهم من كلام الحافظ ابن حجر وجوز الكرماني ان يكون بالصفة اھ ۱۲ سلہ قال القاري اي اجلس قاعدا واترك صلى الله عليه وسلم يصلي قائما ومعنى اقعد لا اصلي معه صلى الله عليه وسلم منفردا لانه يقطع صلوته كما ظنه القسطلاني وغيره لان ذلك لا يليق بجلالة ابن مسعود رضي الله عنه قلت وظاهر السياق مع القسطلاني وغيره ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی جالسا فیقرء وھو جالس فاذا بقی[1] من قراءتہ قدر ما یکون ثلثین او اربعین[2] ایۃ قام فقرأ وھو قائم ثم رکع وسجد ثم صنع فی الرکعۃ الثانیۃ مثل ذلک

(قیل کان ذلک فی کبر سنہ وقد صرحت بہ عائشۃ[3])

حدثنا احمد بن منیع ثنا ھشیم انا خالد الحذاء[4] عن عبد اللہ[5] ابن شقیق قال سألت عائشۃ عن صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن

(حدثنا — انبانا ۱۲)

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (زمانہ ضعف میں) نوافل میں قرآن شریف (چونکہ زیادہ پڑھتے تھے اسلئے) بیٹھکر تلاوت فرماتے تھے اور جب رکوع کرنے میں تقریباً تیس چالیس آیت رہ جاتی تھیں تو کھڑے ہوکر تلاوت فرماتے اور رکوع میں تشریف لیجاتے اور کھڑے ہونیکی حالت میں رکوع فرماتے پھر سجدہ کرتے اور اسی طرح دوسری رکعت ادا فرماتے۔ **ف**۔ بعض علماء نے اس شخص کیلئے جو بیٹھکر نماز پڑھے کھڑے ہوکر رکوع سجدہ کرنا ناجائز بتایا ہے۔ مگر جمہور علماء جن میں چاروں امام بھی شامل ہیں کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اسی طرح اس کے خلاف جو شخص کھڑے ہوکر نماز پڑھے اُسکو بیٹھکر رکوع سجدہ کرنا بھی جائز ہے مگر یہ سب نفلوں میں ہے، فرضوں میں جو شخص کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکتا ہے اُس کو بیٹھکر پڑھنا جائز ہی نہیں ہے۔ (۱۷) عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور کی نوافل کے متعلق دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ حضور رات کے طویل حصہ میں نوافل کھڑے ہوکر پڑھتے تھے اور طویل حصہ میں نوافل بیٹھکر پڑھتے تھے۔ حضور کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کھڑے ہوکر قرآن پڑھتے تو رکوع وسجود بھی کھڑے ہونیکی حالت میں ادا فرماتے اور جب قرآن بیٹھکر پڑھتے تو رکوع وسجود بھی بیٹھنے ہی کی حالت میں ادا فرماتے۔

ف۔ رات کے طویل حصہ میں نوافل کے علماء نے دو مطلب تحریر فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ ایک ہی رات میں بہت سا حصہ کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے اور بہت سا حصہ بیٹھکر۔ اور دوسرا مطلب یہ کہ یہ مختلف راتوں کا حال ہے کہ بعض راتوں میں طویل نماز کھڑے ہوکر پڑھتے تھے اور بعض راتوں میں طویل نماز بیٹھکر پڑھتے تھے۔ دوسرا مطلب راجح ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حضور کا معمول رات کی نماز یعنی تہجد کی رکعات لمبی لمبی پڑھنے کا تو ہمیشہ ہی رہتا تھا اگر طبع مبارک پر ضعف اضمحلال ہوتا تو بیٹھکر پڑھتے تھے ورنہ کھڑے ہوکر پڑھتے تھے۔ اس حدیث کا اخیر مضمون بظاہر اس سے پہلی حدیث کے مخالف ہے اسلئے علماء نے ان دونوں کو دو حالتوں پر محمول فرمایا کہ نوافل کا مدار نشاط اور سہولت پر ہے جس وقت جس طرح نشاط زیادہ حاصل ہوتا اُسی طرح پڑھتے۔ اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت افعال میں تعلیم بھی مقصود ہوتی تھی یعنی بہت سے افعال حضور اسلئے بھی کرتے تھے کہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ اس طرح بھی یہ کام کرنا

---

[1] بقی فیہ ایماء الی ان الذی کان یقرأہ قبل ان یقوم اکثر لان البقیۃ تطلق فی الغالب علی الاقل ۱۲ قاری [2] یحتمل ان یکون شکا من الراوی عن عائشۃ او ممن دونہ ویحتمل ان یکون من کلامہا اشارۃ الی ان ما ذکرتہ مبنی علی التخمین تحرزا من الکذب او اشارۃ الی التنویع بان یکون تارۃ اذا بقی ثلثون وتارۃ اذا بقی اربعون اھ زاد المناوی او بحسب طول الایات وقصرہا والظاہر انہا اشارۃ الی ان المذکور مبنی علی التخمین قلت وھو المرجح عندی ۱۲ [3] فی الحدیث مسئلتان خلافیتان الاولی ما قال زین العراقی الحدیث یقتضی ان من افتتح الصلوۃ قاعدا ثم انتقل الی القیام لا یقرأ حال نہوضہ بخلاف عکسہ فیقرأ حال الہوی وبہ صرح الشافعیۃ فی فرض المعذور واما فی النفل فمخیر فی القراءۃ حال النہوض والہوی لکن الافضل القراءۃ ہاویا لا ناہضا اھ والثانیۃ ما قال میرک ان فی الحدیث ردا علی من اشترط علی من افتتح النافلۃ قاعدا ان یرکع قاعدا او قائما ان یرکع قائما وھو محکی عن اشہب وبعض الحنفیۃ قلت والائمۃ الاربعۃ علی جواز القیام لمن افتتح قاعدا وعکسہ

تطوعہ فقالت کان یصلی لیلا طویلا قائما ولیلا طویلا قاعدا فاذا قرأ وھو قائم رکع وسجد وھو قائم واذا قرأ وھو جالس رکع وسجد وھو جالس حدثنا اسحاق بن موسی الانصاری ثنا معن ثنا مالک عن ابن شہاب عن السائب بن یزید عن المطلب بن ابی وداعۃ السھمی عن حفصۃ [۱۸] زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی سبحتہ قاعدا ویقرأ بالسورۃ ویرتلھا حتی تکون اطول من اطول منھا حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی حدثنا الحجاج بن محمد عن ابن جریج قال اخبرنی عثمان بن ابی سلیمان ان ابا سلمۃ بن عبد الرحمن اخبرہ ان عائشۃ [۱۹] اخبرتہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یمت حتی کان اکثر صلوتہ وھو جالس حدثنا احمد بن منیع ثنا اسمعیل بن ابراھیم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر [۲۰]

جائز ہے اسکو بیان جواز کہتے ہیں اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھکر نماز پڑھنے کا ثواب پورا ملتا ہے دوسروں کو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے پر جتنا ثواب ملتا ہے بیٹھکر پڑھنے پر اُس سے آدھا ملتا ہے اسلئے کہ حضور کا بیٹھکر نماز پڑھنا بھی نبوت کے مقصد کو پورا کرنا ہے یعنی اعمال کو کرکے دکھا دینا یہی نبی کے آنیکی غرض ہوتی ہے۔ (۱۸) حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوافل بیٹھکر پڑھتے اور اُس میں کوئی سورۃ پڑھتے تو اس قدر ترتیل سے پڑھتے کہ وہ سورت اپنے سے لانبی سورت سے بھی بڑھ جاتی تھی۔ ف۔ یعنی چھوٹی سورۃ میں ترتیل اور قرأت سے پڑھنے کی وجہ سے بڑی سورتوں کے برابر دیر لگ جاتی تھی مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کو نہایت اطمینان سے ٹھیر ٹھیر کر پڑھتے تھے جلدی جلدی نہ پڑھتے تھے جس سے چھوٹی سورت بھی اتنی دیر میں ختم ہوتی جتنی دیر میں دوسرے آدمی لمبی سورت پڑھ لیں اور پھر جب حضور لمبی لمبی سورتیں بھی پڑھتے تھے تو کتنی دیر لگتی ہوگی۔ اسی وجہ سے کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔

(۱۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے قریب زمانہ میں اکثر نوافل بیٹھکر پڑھا کرتے تھے۔ ف۔ چونکہ زمانہ ضعف کا تھا اور نیز حضور تلاوت زیادہ فرماتے تھے جیسا کہ پہلی روایات میں گذر چکا ہے اسلئے اکثر حصہ نوافل کا بیٹھکر ادا فرماتے تھے۔ گو بیٹھکر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہونیسے آدھا ہوتا ہے۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں حضور کے لئے بیٹھکر نماز پڑھنے کا ثواب وتنا ہی ہے جتنا کھڑے ہوکر ہوتا تھا جسکی وجہ پہلے گذر چکی ہے چنانچہ ابوداؤد وغیرہ کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔ کہ میں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اس بارے میں تم جیسا نہیں ہوں میرے لئے بیٹھکر نماز پڑھنے میں بھی اتنا ہی ثواب ہے۔ (۲۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

سلہ بدل مما قبلہ باعادۃ الجار وہذا فی البدل کثیر تنبیہا علی انہ ہو المقصود والمبدل منہ کوطیۃ وفی لفظ التطوع اشعار الی ان صلوۃ اللیل لم تکن فرضا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ م ق ۵۲ قال فی المفاتیح یعنی یصلی صلوۃ کثیرۃ من القیام والقعود او یصلی رکعات مطولۃ فی بعض اللیالی من القیام وفی بعضہا من القعود کذا فی البذل وبسط القاری فی اعراب لیلا طویلا فارجع الیہ ۱۲ ۵۳ لا ینافی حدیث عائشۃ رد المتقدم فان لہ صلی اللہ علیہ وسلم احوالا مختلفۃ فی تہجدہ فکان یفعل مرۃ کذا ومرۃ کذا ۱۲ م ۵۴ وداعۃ بفتح الواو وتخفیف الدال المہملۃ بعدہا الف ثم عین مہملۃ ۱۲ ۵۵ نسبۃ لقبیلۃ من قریش صحابی اسلم یوم الفتح ۱۲ م ۵۶ فی سبحۃ بضم السین وسکون الموحدۃ ای نافلۃ سمیت سبحۃ لاشتمالہا علی التسبیح وانما خصت النافلۃ بذلک لان التسبیح الذی فی الفریضۃ ایضا نافلۃ والتخصیص باعتبار الغالب وقد تطلق علی الصلوۃ مطلقا یقال فلان یسبح ای یصلی فرضا او نفلا ۱۲ ق ب ۵۷ الزعفرانی بفتح الزای المعجمۃ وسکون العین المہملۃ وفتح الفاء والراء بعد الالف نون نسبۃ الی الزعفرانیۃ قریۃ قرب بغداد وقیل محلۃ قدیمۃ بکرخ بغداد کذا فی ہامش تہذیب التہذیب ۱۲ ۵۸ تامۃ ای وجد اکثر صلوتہ والحال انہ جالس وقیل ناقصۃ والخبر محذوف مثل کان ضربی

قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین
قبل الظہر و رکعتین بعدھا و رکعتین بعد المغرب فی بیتہ
(ای فی المسجد والتقیید بہا تقیید المغرب بقولہ فی بیتہ ۱۲)
و رکعتین بعد العشاء فی بیتہ حدثنا احمد بن منیع ثنا اسمعیل
بن ابراھیم ثنا ایوب عن نافع عن ابن عمر قال ابن عمر وحدثتنی حفصۃ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی رکعتین حین یطلع الفجر وینادی المنادی قال

کی ساتھ دو رکعتیں ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو عشاء کے بعد وہ بھی گھر میں پڑھی۔ **ف** اس حدیث میں سنتوں کا ذکر ہے سنت مؤکدہ حنفیہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہیں جیسا کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں گذرا۔ البتہ ظہر کی سنتیں حنفیہ کے نزدیک چار رکعت ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث میں یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص رات دن میں بارہ رکعات پر مداومت کرے حق تعالیٰ شانہ اُس کیلئے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں۔ ان بارہ رکعات کی تفصیل حضرت عائشہ اور حضرت ام حبیبہ کی روایات سے کئی حدیثوں میں یہی آئی ہے جو حضرت ابن عمر کی روایت میں گذری۔ البتہ ظہر سے قبل ان روایتوں میں چار رکعت وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعت ایک سلام کیساتھ ہوں ان کیلئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں یعنی بہت جلد قبول ہوتی ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت کبھی ترک نہیں فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے مسند احمد ابو داؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کیلئے تشریف لیجاتے وقت چار رکعت گھر سے پڑھکر تشریف لیجاتے تھے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں مکان پر پڑھکر تشریف لاتے تھے اور وہ چار رکعت ہوتی تھیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ وغیرہ کی روایات سے ہے۔ ابو داؤد شریف میں حضرت عائشہؓ سے ایک مفصل روایت نقل کی گئی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ حضور ظہر سے پہلے چار رکعت میرے گھر پڑھتے تھے پھر مسجد میں تشریف لے جاتے اور فرض پڑھاتے اسکے بعد گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے۔ اور مغرب کی نماز کے بعد میرے گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور عشاء کی نماز کے بعد بھی تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور صبح صادق کے بعد دو رکعت پڑھتے اور نماز کیلئے تشریف لیجاتے۔ اس مفصل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنتیں اکثر گھر پر پڑھتے تھے۔ اور مسجد میں تشریف لاکر غالب یہ ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھا کرتے تھے جسکو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے دو ہی رکعت سنت پڑھی ہوں جن کو حضرت ابن عمرؓ نے نقل فرمایا۔ نیز حضرت ابن عمرؓ کا اس حدیث میں یہ ارشاد کہ میں نے حضور کیساتھ یہ نمازیں پڑھیں اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور کیساتھ جماعت کی بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضور بھی پڑھتے تھے اور میں بھی پڑھتا تھا سنتوں کا جماعت کیساتھ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ (۲۱) ابن عمر رضی اللہ عنہ

ؔ۱ ای مشارکتہ فی الصلوۃ یعنی ان کلامنہا فعل تلک الصلوۃ ولیس المراد انہ صلی معہ جماعۃ لانہ یبعد ذلک ہہنا وان کانت الجماعۃ جائزۃ فی الرواتب لکنہا غیر مشروعۃ فیہا قالہ البیجوری وقال ابو زرعۃ فذلک یحتمل ثلثۃ اوجہ احدہا بالمراد المعیۃ فی صلوۃ الخ وھو بعید لانہ لم ینقل الراتبۃ جماعۃ الثانی المعیۃ فی الزمان او المکان او فیہما وان کانا منفردین والثالثۃ المعیۃ فی اصل الفعل ای کل منہما فعل ذلک وان اختلف زمن الفعل ومحلہ وہذا انجح ۱۲ م ؔ۲ فی بیتہ متصل بالثلثۃ قبلہ او بسنۃ المغرب فقط وھو الظاہر لقولہ الاتی فی العشاء ایضاً فی بیتہ فانہ لو کان ہذا راجعا الی الثلثۃ لا یحتاج الی ذکرہ ہہنا بل یکتفی بذکرہ بعد العشاء فقط واصرح منہ دلالۃ ما فی روایۃ للبخاری فاما المغرب والعشاء ففی بیتہ م

ؔ۳ قیل الواو زائدۃ وقیل عطف علی محذوف ای حدثنی غیر حفصۃ وحدثتنی حفصۃ قالہ القاری ؔ۴ المنادی ہذا الحسن من جلالہ زائدۃ ۱۲ + واغرب ابن ابی لیلی فقال لا تجزی سنۃ المغرب فی المسجد قالہ القاری ۱۲

ایوب اُراہ قال خفیفتین حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا مروان بن معویۃ الفزاری عن جعفر بن برقان عن میمون بن مہران عن ابن عمر قال حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثمانی رکعات رکعتین قبل الظہر رکعتین بعدہا ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعد العشاء قال ابن عمر وحدثتنی حفصۃ برکعتی الغداۃ ولم اکن اراہما من النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا ابو سلمۃ یحیی بن خلف ثنا بشر بن المفضل عن خالد الحذاء عن عبد اللہ بن شقیق قال سالت عائشۃ عن صلوۃ النبی

کہتے ہیں کہ مجھ سے (میری بہن ام المؤمنین) حضرت حفصہؓ کہتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے بعد جسوقت مؤذن اذان کہتا ہے اُسوقت دو مختصر رکعتیں پڑھا کرتے ہیں۔ **ف**۔ صبح کی سنتوں کے متعلق اکثر روایات میں یہی آیا ہے کہ حضور انکو مختصر پڑھا کرتے تھے حتی کہ بعض علماء نے ان احادیث کی وجہ سے یہ کہدیا کہ ان میں صرف الحمد شریف پڑھی جائے اور کوئی سورت پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں سورت کا پڑھنا ثابت ہے۔ البتہ مختصر سورت پڑھنا اولیٰ ہے مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور ان سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے اگرچہ بعض احادیث میں انکے علاوہ کا پڑھنا بھی وارد ہے ایک حدیث میں حضور کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ یہ دونوں سورتیں کیسی اچھی ہیں کہ صبح کی سنتوں میں پڑھی جاتی ہیں۔

(۲۲) ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعتیں یاد کی ہیں۔ دو ظہر سے قبل دو ظہر کے بعد دو مغرب کے بعد دو عشاء کے بعد مجھے میری بہن حفصہؓ نے صبح کی دو رکعتوں کی بھی خبر دی ہے جنکو میں نے نہیں دیکھا تھا۔ **ف**۔ یہ دو رکعتیں چونکہ ہمیشہ گھر میں ہی پڑھی جاتی تھیں اور صبح کا وقت زیادہ تر حاضرباشی کا ہوتا نہیں اسلئے ابن عمرؓ کا یہ کہنا کچھ مستبعد نہیں بعض علماء کہتے ہیں کہ نہ دیکھنے کا یہ مطلب ہے کہ اُسوقت تک نہیں دیکھا تھا جسوقت حضرت حفصہؓ نے خبر دی تھی اُسکے بعد دیکھنے کی نوبت آئی اسلئے کہ بعض روایات سے حضرت ابن عمرؓ کا ایسا مشاہدہ بھی ان سنتوں کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ تمام سنتوں میں صبح کی سنتیں سب سے زیادہ مؤکد ہیں حضور سے بھی انکی تاکید اور اہتمام کثرت سے نقل کیا گیا ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے انکو واجب بتایا ہے اسی وجہ سے انکا بہت زیادہ اہتمام چاہیے۔ (۲۳) عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نوافل کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے دو رکعت ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو صبح کی نماز سے قبل بتلائیں **ف**۔ اس میں بجز ظہر کے قبل دو سنتوں کے علاوہ باقی میں حنفیہ کا اتفاق ہے۔ ظہر کی سنتیں حنفیہ کے نزدیک چار رکعت ہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں وضاحت سے گذر چکا ہے۔ بخاری شریف میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت اور صبح سے قبل دو رکعت نہیں چھوڑتے تھے یعنی ہمیشہ پڑھتے تھے اسلئے اس کو کبھی کسی ضرورت پر حمل کریں گے

۱؎ اراہ الضمیر المنصوب لنافع لان ایوب راوٍ عنہ ۱۲ ۲؎ وقد صح ذلک من طرق فی الصحیحین وغیرہما فیسن تخفیفہما والحدیث المرفوع فی تطویلہما من مرسل سعید بن جبیر یحمل علی بیان الجواز علی ان فیہ راویاً لم یسم فلاحجۃ فیہ لمن قال یندب تطویلہما ولو لمن فاتہ شیٔ من قراءتہ صلوۃ اللیل کذا قال القاری قال المناوی واخذ مالک من تخفیفہما انہ لا یقرأ فیہما غیر الفاتحۃ وحکاہ ابن عبد البر عن الاکثر وبالغ السلف فقال لا یقرأ فیہما شیئاً اصلاً ۱۲ ۳؎ الفزاری بفتح الفاء وتخفیف الزای وبعد الالف راء نسبۃ الی فزارۃ وہی قبیلۃ ۱۲ ۴؎ بفتح الہمزۃ ای لم ابصرہما قال القاری قد روی المصنف ای فی الجامع والنسائی عن ابن عمر رمقت النبی صلی اللہ علیہ وسلم شہراً کان یقرأ بہما ای بسورتی الاخلاص فی رکعتی الفجر ومن ثم استدل بہ بعضہم علی الجہر بالقراءۃ فیہما واجیب بانہ لا حجۃ فیہ لاحتمال انہ عرف ذلک بقراءتہ بعض السورۃ وقد صح عن عائشۃ انہ کان یسر فیہما بالقراءۃ وہو الموافق قیاس الاخفاء فی سائر سنن النہاریۃ واللیلیۃ قال ابن عمر وہذا کالصریح فی انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلیہما فینافی روایۃ الشمائل انہ لم یرہ یصلیہما ویمکن الجمع

صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان یصلی قبل الظہر رکعتین وبعدھا رکعتین وبعد المغرب رکعتین وبعد العشاء رکعتین وقبل الفجر رکعتین حدثنا محمد بن المثنی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن ابی اسحاق قال سمعت عاصم بن ضمرۃ یقول سألنا علیا عن صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من النہار قال فقال انکم لا تطیقون ذلک قال قلنا من اطاق منا ذلک صلی فقال کان اذا کانت الشمس من ھھنا کھیئتہا من ھھنا عند العصر صلی رکعتین واذا کانت الشمس من ھھنا کھیئتہا من ھھنا عند الظہر صلی اربعا ویصلی قبل الظہر اربعا وبعدھا رکعتین وقبل العصر اربعا یفصل بین کل رکعتین بالتسلیم علی الملئکۃ المقربین والنبیین

(۲۴۲) عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن نوافل کے متعلق استفسار کیا جنکو آپ دن میں پڑھتے تھے (رات کی نوافل یعنی تہجد وغیرہ انکو پہلے سے معلوم ہونگی تہجد کی روایات بالخصوص کثرت سے منقول ہیں اور مشہور ہیں) حضرت علیؓ نے کہا کہ تم اسکی طاقت کہاں رکھ سکتے ہو (یعنی جس اہتمام وانتظام اور خشوع خضوع سے حضور پڑھتے تھے وہ کہاں ہوسکتا ہے اس سے مقصود تنبیہ تھی کہ محض سوال اور تحقیق سے کیا فائدہ جب تک عمل کی سعی نہ ہو) ہم نے عرض کیا کہ جو طاقت رکھ سکتا ہوگا وہ پڑھے گا اور جو طاقت نہیں رکھے گا وہ معلوم کر لیگا تاکہ دوسروں کو بتلا سکے اور خود عمل کرنیکی کوشش کرے) اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صبح کے وقت جب آفتاب آسمان پر اتنا اوپر چڑھ جاتا جتنا اوپر عصر کی نماز کے وقت ہوتا ہے اُس وقت حضور دو رکعت (صلوٰۃ الاشراق) پڑھتے تھے۔ اور جب مشرق کی طرف اس قدر اوپر ہوجاتا جس قدر ظہر کی نماز کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے تو اُس وقت چار رکعت (چاشت کی نماز جسکا مفصل بیان دوسرے باب میں آرہا ہے) پڑھتے تھے ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت (یہ چھ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں) اور عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے۔ چار رکعت کے درمیان بیٹھکر ملائکہ مقربین اور انبیاء و مؤمنین پر سلام بھیجتے تھے۔ ف۔ اس سے التحیات بھی مراد ہوسکتی ہے کہ اس میں السلام علیک ایہا النبی الخ ہوتا ہے۔ اس صورت میں حدیث میں جہاں جہاں چار رکعت بیان کیا گیا ہے سب کو شامل ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے دو رکعت پر سلام پھیرنا مراد ہو تو مقصود یہ ہے کہ ان چار رکعتوں میں جو عصر سے قبل پڑھی جاتی تھیں دو سلام پھیر دیتے تھے۔ عصر کی نوافل دو رکعت اور چار رکعت دونوں طرح سے ثابت ہیں خود حضرت علیؓ سے بھی دونوں روایتیں ہیں۔

ف۱ ہکذا فی ہذہ الروایۃ رکعتان قبل الظہر لکن المعروف عن عائشۃ المروی منہا بطرق اربع قبل الظہر ویؤیدہ ایضا ما روی عنہا مرفوعا من ثابر علی ثنتی عشرۃ رکعۃ الحدیث وفسر فیہ بار بع قبل الظہر فیمکن ان یؤول حدیث الباب علی بعض الاوقات وقد اخرج البخاری فی صحیحہ بروایۃ ابن المنتشر عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یدع اربعا قبل الظہر ورکعتین قبل الغداۃ قال الطبری الاربع کانت فی کثیر من احوالہ والرکعتان فی قلیلہا قال میرک وبہذا یجمع بین ما اختلف من عائشۃ فی ذلک ۱۲ ف۲ قال المناوی فیہ فضل الرواتب رکعتا الفجر للخلاف فی وجوبہا قال العراقی ولم ار لاصحابنا تعرضا لآکد ما بعدہما وقال المالکیۃ والحنابلۃ آکد ما بعدہما الرکعتان بعد المغرب ویشہد لہ قول الحسن قال بوجوبہا ایضا ثم بعدہا کیف بعدیۃ العشاء لانہا من صلوۃ اللیل وہی افضل وکیف سنۃ الظہر لاتفاق الروایات علیہا اہ واختلفت الحنفیۃ فی ذلک کما بسط فی مراقی الفلاح والطحطاوی ۱۲ ف۳ بفتح الضاد المعجمۃ وسکون المیم ۱۲ ف۴ ای بحسب الکیفیۃ والکمیۃ او باعتبار الدوام والمواظبۃ وفیہ اشارۃ الی ترغیب السائلین علی المداومۃ فی المتابعۃ ۱۲ ق ف۵ یعنی ومن لم یطق منا ذلک علم ۱۲ ق ف۶ قال القاری والمناوی ہذہ صلوۃ الضحی والاربع الآتیۃ عند الزوال تسمی صلوۃ الاوابین لما روی مسلم من حدیث زید بن ارقم مرفوعا صلوۃ الاوابین حین ترمض الفصال قلت الاوجہ عندی ان ہذہ صلوۃ الاشراق والآتیۃ صلوۃ الضحی وبہا جامد عند الفقہاء والمحدثین فانہم ذکروا ان وقت الضحی من ارتفاع الشمس الی قریب من الزوال وصلوتان عند مشائخ السلوک یسمون الاولی صلوۃ الاشراق ووقتہا من ارتفاع الشمس الی ربع النہار والثانیۃ صلوۃ الضحی ووقتہا من ربع النہار الی قریب من نصف النہار وہو الاوجہ عندی کما حققتہ فی اوجز المسالک علی موطا مالک ۱۲ ف۷ ہذہ قرینۃ قویۃ علی ان المراد بالتسلیم التشہد لا تسلیم التحلل کما جزم بہ الشراح الشافعیۃ قال القاری ای یفصل بالتشہد المشتمل علی قول السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین فانہ یشمل کل عبد صالح فی السماء والارض علی ما ورد فی الصحیح ویؤیدہ حدیث ابن مسعود فی المتفق علیہ کنا اذا صلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی جبرئیل السلام علی میکائیل السلام علی فلان الحدیث ذکرہ الشمنی منہ نمی

ومن تبعهم من المؤمنين والمسلمين

باب صلوٰة الضحٰى

چاشت گاہ ۱۲

حدثنا محمود بن غيلان ثنا ابو داؤد الطيالسي نا شعبة عن يزيد الرشك قال سمعت معاذة قالت قلت لعائشة اكان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الضحى قالت نعم اربع ركعات ويزيد ماشاء الله عزوجل حدثنا محمد بن المثنى حدثني حكيم بن معوية الزيادي حدثنا زياد بن

باب چاشت کی نماز کا ذکر

ف۔ فقہاء اور محدثین کے نزدیک صبح کے بعد وقت مکروہ نکل جانیکے بعد سے زوال تک سب صلوٰۃ الضحٰی کہلاتی ہے لیکن صوفیہ رضی اللہ عنہم کے یہاں یہ دو نمازیں ہیں ایک اشراق کی نماز کہلاتی ہے دوسری چاشت کی نماز کہلاتی ہے چوتھائی دن تک اشراق کا وقت رہتا ہے اور چوتھائی کے بعد سے نصف النہار تک چاشت کا وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ روایت جو گذشتہ باب کے اخیر میں ذکر کی گئی ہے اور ایسی ہی اور دیگر روایات صوفیہ کا ماخذ ہیں۔ صلوٰۃ الضحٰی میں علماء کا بہت اختلاف ہے شراح حدیث نے اس میں علماء کے آٹھ مذہب لکھے ہیں حنفیہ کے نزدیک یہ نماز مستحب ہے، علماء نے لکھا ہے کہ اس نماز کے بارے میں بہت کثرت سے روایات وارد ہوئی ہیں۔ انیس ۱۹ حضرات صحابہ کرام سے اس نماز کی حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور اوجز میں پچیس ۲۵ حضرات صحابہ کرام کی روایات ذکر کی گئی ہیں انکے علاوہ اور بھی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ جوڑ ہیں ہر جوڑ پر روزانہ ایک صدقہ لازم ہوتا ہے یعنی اسکے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے اسکو صحیح سالم اپنی وضع پر رکھا انگلی ہی کا ایک جوڑ دیکھ لیجئے اگر جدا ہو جائے انگلی بیکار رہ جائے نرم ہو جائے سخت بن جائے نہ انگلی حرکت کر سکے نہ کسی چیز کو پکڑ سکے وغیرہ وغیرہ۔ پھر حضور نے صدقے گنوائے ہیں کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا بھی ایک قسم کا صدقہ ہے الحمد للہ کہنا بھی وغیرہ وغیرہ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ چاشت کی دو رکعت ان تین سو ساٹھ جوڑوں کی سب کی طرف سے صدقہ ہے۔ مصنفؒ نے اسمیں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) معاذہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں چار رکعت (کم سے کم) پڑھتے تھے اور اس سے زائد جتنا دل چاہتا پڑھ لیتے۔ ف۔ صلوٰۃ الضحٰی نوافل ہیں اسلئے کم سے کم دو رکعت اور زیادہ جتنا دل چاہے پڑھے کوئی انتہا نہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ رکعات تک پڑھنا ثابت ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور سے پڑھنا آٹھ ہی رکعت کا ثابت ہے البتہ

---

۵۱ لعل الجمع بين الوصفين مع ان موصوفهما واحد للاشارة الى التغاير بين الباطني والظاهري او الجمع بين النسبة العلمية والمباشرة العملية ۱۲ ق ۵۲ اختلف في ضبطه ومعناه لغة كما بسط في الاوجز واختلفت مذاهب السلف في ندبه وعدمه كما بسط في البذل فارجع اليهما، قال المناوي شهد تسعة عشر من اكابر الصحب انهم راؤا المصطفى صلى الله عليه وسلم يصليها حتى قال ابن جرير احاديثها بلغت حد التواتر قلت وبسط في الاوجز اسماء من رواها من الصحابة فبلغت اكثر من خمس وعشرين فارجع اليه لو شئت تفصيل اسمائهم ۱۲ ۵۳ الرشك بكسر الراء وسكون المعجمة كبير اللحية لقب يزيد بن ابي يزيد الضبعي كذا في القاموس وقال ابو الفرج الجوزي هو بالفارسية الكبير اللحية ولقب به لكبر لحيته قال ابن الجوزي دخل عقرب في لحيته فاقام بها ثلثا بذا هو المشهور وقيل الرشك القسام كما ياتي في الصيام من المصنف ۱۲ ۵۴ اختلفت

عبید[1] اللہ بن الربیع الزیادی عن حمید الطویل عن انس[2] بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الضحی ست[3] رکعات حدثنا محمد بن المثنی ثنا محمد بن جعفر نا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد[4] الرحمن ابن ابی لیلی قال ما اخبرنی احد[5] انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحی الا ام ھانی فانھا حدثت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل بیتھا[6] یوم فتح مکۃ فاغتسل فسبح ثمانی[7] رکعات ما رأیتہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوۃ قط اخف منھا غیر انہ کان یتم الرکوع والسجود حدثنا ابن ابی عمر ثنا وکیع ثنا کہمس بن الحسن

ترغیب بارہ رکعات تک وارد ہوئی ہے۔ (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الضحی یعنی چاشت کی چھ رکعات پڑھا کرتے تھے **ف**۔ اختلاف اوقات کے لحاظ سے حضور کی صلوۃ الضحی کی رکعات بھی مختلف ہیں۔ لہٰذا ان احادیث کو کچھ ایک دوسرے سے تعارض نہیں ہے۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ کم از کم دو رکعت اور بہتر یہ ہے کہ آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھے۔ حضور سے زیادہ تر آٹھ رکعت نقل کی گئی ہیں۔ (۳) عبد الرحمن ایک تابعی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا اور کسی نے حضور کی صلوۃ الضحی کی خبر نہیں پہنچائی۔ البتہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُس روز جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا اُنکے مکان پر تشریف لیگئے اور غسل فرما کر آٹھ رکعات نماز پڑھی۔ میں نے اُن آٹھ رکعات سے زیادہ مختصر حضور کی کبھی کوئی نماز نہیں دیکھی۔ لیکن باوجود مختصر ہونیکے رکوع سجود پورے پورے فرماتے تھے یہ نہیں کہ مختصر ہونیکی وجہ سے رکوع اور سجدے ناقص ہوں۔ **ف**۔ عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کے اس کہنے سے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی یہ نہیں لازم آتا کہ یہ نماز ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا کسی اور صحابی کو معلوم نہیں تھی۔ خود اسی باب میں چند صحابہ کی روایات موجود ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ تو کہتے ہیں کہ صلوۃ الضحی کی روایات اس کثرت سے موجود ہیں کہ تواتر تک پہنچ گئیں اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ انیس[19] صحابہ سے یہ نماز منقول ہے البتہ عبد الرحمن نے جن حضرات سے تحقیق کیا انکو علم نہ ہوگا اسمیں کوئی اشکال نہیں۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ نماز جو اس حدیث میں ذکر کی گئی چاشت کی نماز نہ تھی بلکہ مکہ مکرمہ فتح ہونیکے شکرانہ کی نماز تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی مسرت کی بات ہوتی تو شکرانہ کی نماز پڑھتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان آٹھ رکعات میں سے کچھ حصہ چاشت کی نماز ہو اور کچھ حصہ شکرانہ

---

[1] عبید اللہ مصغراً وفی نسخۃ مکبراً قالہ القاری قلت والمؤید کتب الرجال ہو المصغر ۱۲ [2] قال المناوی ہذا رواہ حدیث علی وجابر وعائشۃ قال القسطلانی لا یخلو اسناد کل منہا من مقال اھ ۱۲ [3] ای من الصحابۃ وفی ابن ابی شیبۃ من وجہ آخر عن ابن ابی لیلی قال ادرکت الناس وہم متوافرون فلم یخبرنی احد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الضحی الا ام ہانی ولمسلم عن عبد اللہ بن الحارث قال سألت وحرصت علی ان احدا من الناس یخبرنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبح سبحۃ الضحی فلم یخبرنی احد غیر ام ہانی الحدیث وعند ابن ماجۃ فی روایۃ وقت سوال عبد اللہ بن الحارث عن ذلک ولفظہ سألت فی زمن عثمان والناس متوافرون عن احد یخبرنی فلم اجد غیر ام ہانی ۱۲ ق ط [4] بظاہرہ یخالف روایۃ الشیخین عنہا قالت ذہبت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح فوجدتہ یغتسل وفاطمۃ ابنتہ تسترہ بثوب الحدیث اللہم الا ان یقال فوجدتہ یغتسل فی بیتی او یقال کان لہا بیتان احدہما کان صلی اللہ علیہ وسلم نزل فیہ والآخر سکنا فالاضافۃ باعتبار الملک او یحمل علی تعدد الواقعۃ او کان فی بیتہا فی ناحیۃ عنہا وعندہ فاطمۃ فذہبت الیہ قال میرک وظاہر حدیث الباب ان الاغتسال وقع فی بیتہا ولمسلم من طریق ابی مرۃ عنہا انہا ذہبت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو باعلی مکۃ فوجدتہ یغتسل ویجمع بینہما بان ذلک تکرر منہ ویؤیدہ ما رواہ ابن خزیمۃ من طریق مجاہد عنہا وفیہ ان اباذر سترہ لما اغتسل ویمکن ان یکون نزل فی بیتہا فی اعلی مکۃ وکانت ہی فی بیت آخر واما الستر فیحتمل ان یکون احدہما سترہ فی ابتداء الغسل والآخر فی اثنائہ علی ما اشار الیہ العسقلانی لکنہ لا یخلو عن بعد اھ ۱۲ ق [5] کمانی وفی الطبرانی من حدیث ابن ابی اوفی انہ صلی الضحی رکعتین فسألتہ امرأتہ فقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم الفتح رکعتین وہو محمول علی انہ رأی من صلوتہ رکعتین ان ام ہانی رأت بقیۃ الثمان وہذا یقوی انہ صلاہا مفصولۃ کذا افادہ الحافظ العسقلانی وروی ابو داود عنہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم الفتح سبحۃ الضحی ثمانی رکعات یسلم من کل

عن عبد الله بن شقيق قال قلت لعائشة اكان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الضحى قالت لا الا ان يجيء من مغيبه حدثنا
زياد بن ايوب البغدادي ثنا محمد بن ربيعة عن فضيل بن مرزوق عن عطية عن ابي سعيد الخدري قال كان النبي
صلى الله عليه وسلم يصلي الضحى حتى نقول لا يدعها ويدعها حتى نقول لا يصليها حدثنا احمد بن منيع عن هشيم
انا عبيدة عن ابراهيم عن سهم بن منجاب عن قرثع الضبي او عن قزعة عن قرثع عن ابي ايوب الانصاري

کی نماز ہو۔ (۴) عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلوٰۃ الضحیٰ پڑھتے تھے انھوں نے یہ فرمایا کہ معمولاً تو نہیں پڑھتے تھے ہاں سفر سے جب لوٹتے تو ضرور پڑھتے **ف** ۔ حضور کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر مدینہ منورہ صبح کے وقت میں داخل ہوتے اور اول مسجد میں تشریف لیجا کر نوافل ادا فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب معاذہ کو اُس جواب کے بالکل خلاف ہے جو شروع باب میں گذر چکا ہے۔ اسلئے علماء نے اسکی مختلف طرح سے توجیہ فرمائی۔ امام بیہقی نے یہ توجیہ کی ہے کہ جس حدیث میں نفی وارد ہے اُس میں نفی دوام کی مراد ہے جو گاہے گاہے پڑھنے کے منافی نہیں۔ یعنی ہمیشہ نہیں پڑھتی تھیں اور جس حدیث میں اثبات ہے اُس میں اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے۔ بعض علماء نے اس طرح جمع فرمایا کہ سفر سے لوٹنے کے علاوہ اور ایام میں مسجد میں نہیں پڑھتے تھے بلکہ گھر پڑھتے تھے اس حدیث میں نفی خاصۃً مسجد میں پڑھنے کی مقصود ہے کہ مسجد میں جب ہی پڑھتے تھے جب سفر سے واپس تشریف لاتے جیسا کہ اوپر گذرا (۵) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الضحیٰ کبھی تو اس قدر اہتمام سے پڑھتے تھے کہ ہم لوگوں کا یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ کبھی نہیں چھوڑینگے اور حضور کبھی (فرض ہونیکے خوف سے یا کسی اور مصلحت سے) ایسا ترک فرماتے تھے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ بالکل چھوڑ دی اب کبھی نہیں پڑھیں گے۔ **ف** بہت سی امور کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امت کی سہولت کے خیال سے ترک فرما دیتے تھے جسکی بہت سی مثالیں ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض امور حضور کا کرنیکو دل چاہتا تھا مگر اس ڈر سے اہتمام نہیں فرماتے کہ مبادا اُمت پر فرض ہو جائیں (۶) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زوال کے وقت چار رکعت پڑھتے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ ان چار رکعتوں کا بڑا اہتمام فرماتے ہیں حضور نے فرمایا کہ آسمان کے دروازے زوال کے وقت سے ظہر کی نماز تک کھلے رہتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرا کوئی کارِ خیر اُس وقت آسمان پر پہنچ جاوے میں نے عرض کیا کہ انکی ہر رکعت میں قراءت کی جائے حضور نے فرمایا کہ ہاں قراءت کی جائے۔ میں نے عرض کیا کہ ان میں دو رکعت پر سلام پھیرا جائے۔ حضور نے فرمایا کہ نہیں

ف۱ اختلفت الروايات عن عائشة في صلوته صلى الله عليه وسلم الضحى ففي حديث الباب تقييده بالمجيء عن مغيبه وتقدم في اول الباب من حديث معاذة عنها الاثبات مطلقا وفي الصحيحين وغيرهما برواية عروة عنها ما رأيته صلى الله عليه وسلم يصلي سبحة الضحى قط الحديث وهذا لفظ مالك في الموطا ففيه نفي رؤيتها مطلقا منه وقد اختلف العلماء في ذلك فذهب ابن عبد البر الى ترجيح ما اتفق عليه الشيخان وقال لا يستلزم من عدم رويتها عدم الوقوع فيقدم اثبات من روى عنه من الصحابة وذهب آخرون الى الجمع بين روايتها فقال البيهقي عندي المراد بقولها ما سبحها اي ما داوم عليها وانت خبير بان تاكيد نفي الرؤية بقط يابى هذا التاويل وحكى المحب انه جمع بعضهم بين روايتي الشمائل يعني حديثي معاذة وابن شقيق بان حديث ابن شقيق محمول على المسجد وحديث معاذة على البيت ويعكر عليه حديث عروة ويجاب عنه بان المنفي صفة مخصوصة واخذ الجمع المذكور من كلام ابن حبان وقيل في الجمع ايضا بان المنفي محمول على المعهود وحينئذ من هيئة مخصوصة بعدد مخصوص في وقت مخصوص وانه صلى الله عليه وسلم يصليها بغير عدد مخصوص كما قالت يصلي اربعا ويزيد ما شاء الله ملخص من جمع الوسائل والاوجه عندي في الجمع ان حديث عروة محمول على صلوة الاشراق ويطلق عليها ايضا صلوة الضحى في الروايات فانه صلى الله عليه وسلم كان يصليها في المسجد فما رأتها عائشة رضي الله عنها قط وحديث معاذة على البيت وحديث ابن شقيق على المسجد كما في الاوجز ۱۲ ف۲ عبيدة مصغرا ابن معتب كما جزم به القاري وذكره المناوي بلفظ ابي عبيدة والظاهر انه وهم وابراهيم شيخه هو النخعي ۱۲ ف۳ سهم بفتح سين وسكون ها كفلس ابن منجاب بكسر ميم وسكون نون وفتح جيم فالف بعدها موحدة آخره كرد ف ۱۲ ف۴ قرثع بفتح قاف وسكون راء ومثلثة مفتوحة فعين مهملة على وزن جعفر ۱۲ ف۵ او عن قزعة بفتح قاف وزاي وعين مهملة كدرجة وغرضه انه شك هشيم في ان الرواية بواسطة قزعة او بدون الواسطة وسياتي الحديث الآتي بدون الشك بزيادة الواسطة ۱۲

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یدمن اربع رکعات عند زوال الشمس فقلت یا رسول اللہ انک تدمن هذه الاربع الرکعات عند زوال الشمس فقال ان ابواب السماء تفتح عند زوال الشمس فلا ترتج حتی تصلی الظهر فاحب ان یصعد لی فی تلک الساعۃ خیر قلت افی کلھن قراءۃ قال نعم قلت هل فیھن تسلیم فاصل قال لا حدثنا احمد بن منیع ثنا ابو معاویۃ ثنا عبیدۃ عن ابراھیم عن سھم بن منجاب عن قزعۃ عن القرثع عن ابی ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ حدثنا محمد بن المثنی انا ابو داؤد ثنا محمد بن مسلم بن ابی الوضاح عن عبد الکریم الجزری عن مجاهد عن عبد اللہ بن السائب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی اربعا بعد ان تزول الشمس قبل الظهر وقال انها ساعۃ تفتح فیها ابواب السماء فاحب ان یصعد لی فیها عمل صالح حدثنا ابو سلمۃ یحیی بن خلف ثنا عمر بن علی

چاروں رکعات ایک ہی سلام سے ہونی چاہئیں۔ ف۔ یہ نماز صوفیہ کے یہاں صلوۃ الزوال سے تعبیر کی جاتی ہے اور انکے نزدیک مستحب نمازوں میں زوال کی نماز کا بھی شمار ہے لیکن اکثر محدثین کے نزدیک یہ ظہر کی سنتیں ہیں اسلئے کہ انکے نزدیک ظہر کی سنت کے علاوہ اور کوئی نوافل زوال کے بعد ایسی نہیں ہیں جن کو حضور ہمیشہ پڑھتے ہوں۔ بہرصورت دونوں قول کے موافق اسکو اور نیز آئندہ احادیث کو صلوۃ الضحی سے کوئی ظاہری مناسبت نہیں اسلئے امام ترمذی کا ان احادیث کو چاشت کی نماز کے ذیل میں ذکر کرنا مشکل ہے لیکن مشائخ نے اسکی مختلف توجیہات فرمائی ہیں۔ اول یہ کہ چونکہ انکا وقت چاشت کی نماز کا منتہا تھا اسلئے تبعاً انکے ساتھ ذکر فرمادی مستقل باب کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ کاتب کی غلطی سے اس جگہ نقل ہوگئی۔ ورنہ اسکا اصل محل گذشتہ باب ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ بعض نسخوں میں اس جگہ ذکر نہیں بلکہ اُس پہلے ہی باب میں ذکر کی گئی ہیں۔ اور بھی مختلف توجیہات کی گئی۔ (۷) عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت میں آسمان کے دروازے کھولدیے جاتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میرا کوئی عمل صالح اسوقت بارگاہِ عالی تک پہنچے۔ ف۔ اور نماز سے بڑھکر کوئی اور عمل صالح کیا ہو سکتا ہے کہ تمام عبادات سے افضل ترین عبادت ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز

---

۵۱ عند زوال الخ قیل فی المناسبۃ بالترجمۃ ان لفظ عند کما یطلق علی عقب زوال الشمس یمکن حملہ علی ما قبلہ فتکون صلوۃ الضحی وحکی البیجوری ان هذہ الاحادیث وجدت فی باب العبادۃ کما فی بعض النسخ وهو الاحسن ولعل ایرادها فی هذا الباب من تصرف النساخ ولم یکن فی النسخ المفردۃ علی المصنف ترجمۃ بباب صلوۃ الضحی ولا بباب التطوع ولا بباب الصوم ووقعت هذہ الاحادیث کلها فی باب العبادۃ فلا اشکال ۱۲ ۵۲ یشکل علیہ ان الملئکۃ الحفظۃ لا یصعدون الا بعد صلوۃ العصر وبعد صلوۃ الصبح و یجاب ان العمل یصعد قبل صعودهم وقد یراد بالصعود القبول قالہ البیجوری وقال المناوی قد یراد بالصعود تعلق علم اللہ بہ ۱۲ ۵۳ احمد بن الخ غرض المصنف بایراد هذا السند ان احمد بن منیع روی هذا الحدیث عن هشیم بالشک فی ذکر قزعۃ ومدمہ وروی عن ابی معویۃ بالواسطۃ بدون الشک والجزم قاضی علی الشک فکان واسطۃ قزعۃ ثابتۃ فی الروایۃ وکذا باثبات الواسطۃ اخرجہ ابن ماجۃ والامام احمد فی مسندہ الا ان ابا داؤد اخرجہ عن ابن منجاب عن قرثع عن ابی ایوب فتامل ۱۲ ۵۴ ابو معاویۃ قیل هو هشیم المذکور فی السند المتقدم واشکل بانہ ان کان کذلک فلا فائدۃ لتکرار السند ووجہ بان الغرض ان ابن منیع روی تارۃ عن هشیم بالتردد وتارۃ بدونہ قالہ المناوی قلت لا خبیر بانی المشهور بهذہ الکنیۃ عدۃ رجال لکن الظاهر ان لیس هو هشیما المذکور فانہ ایضا یکنی بابی معاویۃ ۱۲ ۵۵ عبد الکریم هو ابن مالک الجزری ۱۲ ۵۶ هذہ قرینۃ علی ان المراد فی الروایۃ السابقۃ بقولہ عند زوال الشمس هو بعد الزوال فان الصلوۃ عند الزوال لا تجوز واختلفوا فی هذہ الصلوۃ هل هی صلوۃ الزوال او سنۃ الظهر کذا القاری

اشار الی آخر ما قالہ ۱۲

المقدمی[1] عن مسعر بن کدام عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرة عن علی انه کان یصلی قبل الظهر اربعا وذکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلیها عند الزوال ویمد[2] فیها

باب صلوٰۃ التطوع[3] فی البیت

حدثنا عباس العنبری[4] ثنا عبد الرحمن بن مهدی عن معٰویة بن صالح عن العلاء بن الحارث عن حرام[5] بن معٰویة عن عمه عبد اللہ[6] بن سعد قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوٰة فی بیتی والصلوٰة فی المسجد قال قد تری ما اقرب[7] بیتی من المسجد فلان اصلی فی بیتی احب الیّ من ان اصلی فی المسجد الا ان تکون صلوٰة مکتوبة

میں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ نماز پڑھنے والا اللہ جل شانہ سے سرگوشی کرتا ہے۔ (۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان چار رکعت کو پڑھتے تھے اور ان میں طویل قرأۃ پڑھتے تھے۔ **ف**۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ان چار رکعات میں بہتر یہ ہے کہ سورہ بقرہ پڑھے ورنہ کوئی ایسی سورت جو سو آیت سے زیادہ ہو۔ تاکہ حضور کا اتباع طویل قرأت میں ہو جائے۔

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل گھر میں پڑھنے کا ذکر

ف۔ نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہے اور بہت سی مصالح اس میں ملحوظ ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ نماز کی برکات سے گھر میں برکت اور نورانیت بڑھے گھر کے لوگ نماز کو سیکھیں اور ان کو بھی شوق پیدا ہو حضور کا حکم بعض احادیث میں آیا ہے کہ نماز کا کچھ حصہ گھر میں ادا کیا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ یعنی جیسا قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی یا جیسا کہ مُردے نماز نہیں پڑھتے تمہارے گھر بھی قبرستان کے مشابہ بن جائیں ایسا نہ کرو۔ اس باب میں مصنف نے ایک ہی حدیث ذکر فرمائی ہے۔ (۱) عبد اللہ بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نوافل مسجد میں پڑھنی افضل ہیں یا گھر میں۔ حضور نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے (جس کی وجہ سے مسجد کے آنے میں کسی قسم کی دقت یا رُکاوٹ نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود) فرائض کے علاوہ مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا مسجد سے زیادہ پسند ہے۔ **ف**۔ نوافل کا مبنیٰ چونکہ اخفاء پر ہے اس لئے اُن کا گھر میں پڑھنا افضل ہے تاکہ اخفاء کامل ہو۔ ریاکاری سے بُعد ہو جائے۔ البتہ فرائض وغیرہ جن کا اخفاء مناسب نہیں وہ مسجد ہی میں افضل ہیں جیسے طواف کعبہ کی رکعتیں اور صلوٰۃ التراویح وغیرہ۔ صلوٰۃ التراویح اگرچہ فرائض

---

[1] المقدمی بضم المیم وفتح القاف وتشدید الدال المهملة المفتوحة هو محمد بن علی بن عطاء بن مقدم المقدمی ۱۲ [2] قال الغزالی فی الاحیاء ولیطول بهذه الرکعات ولیقرأ فیها سورة البقرة او سورة من المئین او اربعا من المثانی اه ۱۲ [3] قال القاری بالمراد بالتطوع غیر الفرض من فیشمل السنن المؤکدة والمستحبة وغیرها من صلوٰة الضحی وامثالها اه ۱۲ [4] نسبة لبنی عنبر حی من تمیم ۱۲ م [5] حرام بمهملتین مفتوحتین ابن معٰویة وهو حرام بن حکیم بن خالد بن سعد بن الحکم ووهم من جعلهما اثنین کذا قال القاری ۱۲ [6] عبد اللہ بن سعد الانصاری الحرامی ووهم من جعله عبد اللہ بن سعید بالیاء ۱۲ م [7] صیغة تعجب فیه زیادة فی الجواب اذ بین له ان الفضل یکون ادعی الی التاسی به ولیفهمه انه لا فرق فی کونها افضل فی البیت بین قرب المسجد من بیته وبعده عنه ۱۲ م

بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا حماد بن زيد عن ايوب

میں نہیں لیکن رمضان المبارک کا خصوصی امتیاز ہے اور جماعت اس میں مسنون ہے اور اسی طرح ہر وہ نماز جو جماعت سے ادا کی جاتی ہو جیسے کسوف کی نماز کہ ان نمازوں کا اظہار مقصود ہے اسلئے ان کا مسجد میں پڑھنا اولیٰ ہے

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کا ذکر

ف۔ اس باب سے مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل روزوں کا بیان ہے آپ کی عادت شریفہ روزے بہت رکھنے کی تھی کبھی کبھی آپ مسلسل کئی کئی دن کے روزے رکھتے تھے۔ روزہ کی فضیلتیں احادیث کی کتابوں میں بہت سی وارد ہوئی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کے ہر حکم میں ہر ارشاد میں ہزاروں مصالح ہیں حکمتیں ہیں۔ آدمی کی عقل کی اتنی پرواز کہاں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ جیسے حکیم کی حکمتوں تک پہنچ سکے۔ ہر شخص کی جہاں تک پرواز ہے وہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے دینی اور دنیوی فوائد کا ادراک کرسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اس سے بھی اونچی ہوتی ہے جس طرح اور احکام میں ہزاروں مصلحتیں ہیں روزے میں بھی ہیں منجملہ انکے چند مصالح ظاہر اور بدیہی ہیں جن میں سے ایک جذبۂ مواساۃ اور ہمدردی ہے جو شخص خود بھوکا رہتا ہے اسکو بھوکے کی ہمدردی پیدا ہوسکتی ہے جو خود بھوک کی تکلیف اٹھاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ غریب پر کیا گذرتی ہے بھوکے کو کسی مصیبت کا سامنا ہے ایسی حالت میں اُس کو بھوکے کی امداد کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور غریب کے ساتھ ہمدردی کو بھی طبیعت تقاضا کرتی ہے اس سے بڑھکر یہ ہے کہ روزہ سے قوت بہیمیہ اور شہوانیہ کا زور کم ہوتا ہے یہ قوت جب زور پکڑتی ہے تو بہت سے ایسے امور آدمی سے سرزد ہوتے ہیں جو دین و دنیا میں رُوسیاہی کا سبب بنتے ہیں۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎ این نہ عشق است آن کہ در مردم بُوَد ٭ این فسادِ خوردنِ گندم بُوَد ٭ یہ عشق یعنی جو آجکل لوگوں میں ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہے جو بھلے آدمیوں میں ہوتا ہے یہ پیٹ بھرنے کا فساد ہے کہ جب پیٹ بھرائی ملجاتی ہے تو ناپاک حرکتیں خوب سوجھتی ہیں۔ اور جب بھوک کا غلبہ ہو رہا ہو تو عشق وشق سب بھول جاتا ہے اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو نکاح نہ کرسکتا ہو اسکو چاہئے کہ روزے کثرت سے رکھا کرے کہ یہ شہوت کو توڑنے والا ہے اسکے علاوہ ایک بڑی مصلحت روحانیت کی قوت ہے۔ روزہ سے روحانیت کو بہت زیادہ ترقی ہوتی ہے اسی وجہ سے ہر ملت و مذہب میں کسی نہ کسی صورت سے روزے کا وجود ہے اور مذاہب حقہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے روزہ کی مشروعیت رہی ہے حضرات انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معمول روزے میں مختلف رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا معمول ہمیشہ بارہ مہینے روزے رکھنے کا تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام کا معمول ایک دن روزہ اور ایک دن افطار۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معمول ایک دن روزہ دو دن افطار رہتا۔ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مختلف معمولات رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اس میں بھی عجیب نرالا تھا کہ مصالح وقتیہ کے تحت میں خاص خاص ایام کے روزے معمول اور متعین فرما رکھے تھے اور انکے علاوہ وقتی مصالح کے تحت میں بسا اوقات لگاتار روزے رکھتے اور بسا اوقات افطار فرماتے جسکی وجہ ظاہر ہے کہ جب روزہ بمنزلہ ایک تریاق

لہ قال الميرك وفي بعض النسخ صيام رسول الله صلى الله عليه وسلم وكل منهما مصدر لصام فهما بمعنى واحد وهو لغة الامساك ولو عن الكلام ومنه قوله تعالى اني نذرت للرحمن صوما الآية وشرعا الامساك عن المفطرات جميع النهار بنية والمراد بهما هنا ما يشمل الفرض والنفل اه ١٢

عن عبد اللہ بن شقیق قال سألت عائشۃ عن صیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان یصوم حتی نقول قد صام ویفطر حتی نقول قد افطر قالت وما صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہرا کاملا منذ قدم المدینۃ الا رمضان حدثنا علی بن حجر ثنا اسمعیل بن جعفر عن حمید عن انس بن مالک انہ سئل عن صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان یصوم من الشہر حتی یری ان لا یرید ان یفطر منہ ویفطر منہ حتی یری ان لا یرید ان یصوم منہ شیئا وکنت لا تشاء ان تراہ من اللیل مصلیا الا رأیتہ مصلیا ولا نائما الا رأیتہ نائما حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو داؤد ثنا شعبۃ عن ابی بشر قال

اور دوا کے ہے تو وقتی مصالح سے اس میں قلت و کثرت جیساکہ دوا کا اصول ہے لابد ہے۔ چنانچہ حضور کے چند معمولات نمونہ کے طور پر مصنف نے ذکر فرمائے ہیں۔ (۱) عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے فرمایا کہ کبھی حضور اس قدر متواتر روزے رکھتے کہ ہمارا یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ میں افطار ہی نہیں فرماویں گے اور کبھی ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے کہ ہمارا خیال یہ ہوتا کہ اس ماہ میں روزہ ہی نہیں رکھیں گے لیکن مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد سے رمضان المبارک کے علاوہ کسی تمام ماہ کے روزے نہیں رکھے (ایسے ہی کسی ماہ کو کامل افطار میں گذار دیا ہو یہ بھی نہیں کیا۔ کما فی ابی داؤد) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معمول کے متعلق کسی قدر تفصیل حدیث ۱۲ کے ذیل میں آئیگی۔
(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے حضور کے روزوں کے متعلق پوچھا انھوں نے فرمایا کہ عادت شریفہ ایام مختلف تھی کسی ماہ میں تو اتنی کثرت سے روزے رکھتے تھے جس سے یہ خیال ہو جاتا کہ اس میں افطار فرمانیکا ارادہ ہی نہیں ہے اور کسی ماہ میں ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے جس سے ہم یہ سمجھتے کہ اس ماہ میں آپ کا روزہ کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ آپ کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ اگر تم حضور کو رات کو سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی مل جاتا اور اگر نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی میسر ہو جاتا۔ **ف** مقصود یہ ہے کہ حضور کی عادت شریفہ نہ تمام رات سونے کی تھی نہ تمام رات جاگنے کی بلکہ درمیانی رفتار میں حقوق نفس کی رعایت فرماتے ہوئے عبادات کا اہتمام بھی پورا پورا فرماتے تھے۔ اس لئے شب کو سوتے ہوئے دیکھنا بھی ممکن تھا کہ کچھ حصہ آرام بھی فرماتے تھے اور نماز کی حالت میں دیکھنا بھی کہ کچھ حصہ نماز میں گذرتا تھا۔ بعض علماء نے اس کا دوسرا مطلب بھی بتایا ہے وہ یہ کہ عادت شریفہ اس باب میں مختلف تھی کہ کبھی اول شب میں نوافل پڑھتے کبھی وسط رات میں کبھی اخیر میں۔ اسلئے اگر رات کے کسی حصہ خاص میں کوئی سوتے ہوئے یا نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔ یعنی اگر کوئی یہ چاہے کہ میں اول رات میں حضور کو نماز پڑھتا ہوا دیکھوں تو کسی دن یہ بھی مل جاتا اور اس وقت سوتا ہوا دیکھنا چاہے تو یہ بھی مل جاتا۔ اسلئے کہ رات کا ہر حصہ کسی نہ کسی دن حضور نماز میں گذارتے تھے اور اس کی

ف بالنصب علی الروایۃ الصحیحۃ وجوز بعضہم الرفع قال القسطلانی وہو ضعیف روایۃ ودرایۃ ۱۲ ف ای الشہر کلہ او دادم علی الصیام وعبر بالمستقبل بالماضی دلالۃ علی عدم الشک فی تحققہ ۱۲ م ف قیدت بہ لان الاحکام انما کثرت من حین قدمہا ورمضان لم یفرض الا فیہا ۱۲ ف بضم الیاء المہملۃ وسکون الجیم ۱۲ ف بنون الجمع او بالتحتانیۃ علی بناء المجہول او بالخطاب ثلثۃ وجوہ قاری وجعل المناوی الثانی ایضا بنا بالمعروف فقال ای فیہ ضمیر من غیر مرجع ۱۲ ف بالنصب بجہۃ ظاہر وروی بالرفع علی ان ان مخففۃ من الثقیلۃ ۱۲ ف قال المناوی لا یشکل علی الحدیث قول عائشۃ کان اذا صلی صلوۃ داوم علیہا وقولہا کان عملہ دیمۃ لان المراد بذلک ما اتخذہ راتبا

قال سمعت سعید بن جبیر عن ابن عباس[۳] قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم حتی نقول ما یرید ان یفطر منہ ویفطر حتی نقول ما یرید ان یصوم وما صام شہرا کاملا منذ قدم المدینۃ الا رمضان حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمٰن بن مھدی عن سفیان عن منصور عن سالم بن ابی الجعد عن ابی سلمۃ عن ام سلمۃ[۴] قالت ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم شہرین متتابعین الا شعبان[۱] ورمضان قال ابو عیسٰی[۱] ھذا اسناد صحیح[۲] وھکذا قال عن ابی سلمۃ عن ام سلمۃ وروی ھذا الحدیث

دو مصلحتیں سمجھ میں آتی ہیں اول تو یہ کہ عبادت جو اصل مقصد اور آدمی کے وجود کی غرض ہے اور اللہ کی رضا کا سبب ہے، رات کے ہر حصہ کو کبھی نہ کبھی اُس کی برکات میسر ہو جائیں اور قیامت میں رات کا ہر حصہ اپنے اندر عبادت کا وجود رکھے۔ دوسرے یہ کہ عبادت جب ایک ہی وقت میں ہوتی رہے تو بمنزلہ عادت کے بنجاتی ہے پھر مشقت کا لطف نہیں رہتا اور جب رات کے مختلف حصوں میں عبادت کی جائیگی تو عادت نہ بنے گی۔ (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی حضور کی یہ عادت شریفہ مروی ہے کہ کسی ماہ میں اکثر حصہ روزہ رکھتے تھے جس سے ہمارا خیال ہوتا تھا کہ اس میں افطار کا ارادہ نہیں اور کسی ماہ میں ایسے ہی اکثر افطار فرماتے تھے لیکن کسی ماہ میں بجز رمضان المبارک کے تمام ماہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ **ف** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول متعدد روایات میں گذر چکا ہے اس معمول کی دو وجہ ہیں اول تو یہ کہ باب کے شروع میں یہ گذر چکا ہے کہ روزہ حقیقۃً میں ایک تریاق ہے اور بسا اوقات روحانی ترقی اور دیگر وقتی مصالح کیلئے بطور دوا کے بھی رکھا جاتا ہے ایسی صورت میں دوا کے عام اصول کے موافق بسا اوقات اُسکے مسلسل استعمال کی حاجت ہوتی ہے اور بسا اوقات خاص ضرورت نہیں ہوتی یا اگر معمولی ضرورت بھی ہوتی ہے تو دوسرے وقتی عوارض کی وجہ سے دوا کا ترک ضروری ہوتا ہے جو اطبا کے یہاں ایک معروف چیز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر روحانیت کا طبیب کون ہو سکتا ہے اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقتی ضروریات کے لحاظ سے بسا اوقات مسلسل روزے رکھتے تھے اور بسا اوقات مسلسل افطار فرماتے تھے امت کیلئے بھی جو حضرات خود روحانی طبیب ہیں وہ روحانی مصالح کے لحاظ سے روزے اور افطار کے اوقات متعین فرما سکتے ہیں اور جو شخص خود طبیب نہیں ہے وہ کسی روحانی طبیب کے زیر علاج عملدرآمد کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ خصوصی معمولات تھے مثلاً پیر جمعرات کا روزہ رکھنا ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا ایام بیض عشرہ محرم عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ معمولات بسا اوقات اسفار وغیرہ عوارض کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے اسلئے عوارض دور ہوجانے کے بعد بطور قضا اور تلافی کے جتنے روزے معمول میں دَر رَک ہو جاتے تھے انکو پورا فرما لیا کرتے تھے کہ یہ بھی حضور کی ایک خصوصی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی عبادت کو شروع فرماتے تو اُس پر دوام اور نباہ فرمایا کرتے تھے اسلئے جتنے روزے معمول سے رہ جاتے تو انکو پھر اسکی لگاتار روزے رکھنے کی نوبت آجاتی تھی۔ اللّٰھم وفقنا اتباعہ۔ (۴) ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

لہ ھذا ینافی ماسبق انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یصم شہرا کلہ غیر رمضان وجمع بان المراد انہ صام اکثرہ ولیہ سلم کان یصوم شعبان کلہ کان یصومہ الا قلیلا قال النووی الثانی مفسر للاول یعنی معنی قولہا کلہ غالبہ وقد نقل الترمذی عن ابن المبارک انہ جاء فی کلام العرب اذا صام اکثر الشہر ان یقال صام الشہر کلہ واستبعدہ الطیبی معللا بان الکل تاکید لارادۃ الشمول ودفع التجوز فتفسیرہ بالبعض منافٍ لہ قال فیحمل علی انہ کان یصومہ کلہ فی وقت ویصوم اکثرہ فی وقت آخر لئلا یتوہم انہ واجب کرمضان فعلی ھذا مراد عائشۃ وابن عباس من قولہما ما صام شہرا کاملا علی الدوام وقیل المراد بقولہا کلہ انہ یصوم من اولہ تارۃ وآخرہ اخری واثنائہ طورا فلا یخلی شیئا منہ من صیام و ویکون بعد علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم صام شعبان کلہ واطلعت علیہ ام سلمۃ ولم یطلع علیہ ابن عباس وعائشۃ ۱۲ ق **لہ** قال ابو عیسٰی الخ غرض المصنف دفع ما یظہر فی ھذا الحدیث من الاختلاف علی ابی سلمۃ بان سالما رواہ عن ابی سلمۃ عن ام سلمۃ وغیر واحد رواہ عنہ عن عائشۃ فدفعہ المصنف بقولہ انہ یحتمل ان ابا سلمۃ روی عنہما جمیعا ۱۲

غیر واحد[1] عن ابی سلمة عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویحتمل ان یکون ابو سلمة بن عبد الرحمٰن قد روی ھذا الحدیث عن عائشة وام سلمة جمیعا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا ھناد ثنا عبدة عن محمد بن عمرو ثنا ابو سلمة **عن عائشة**[5] قالت لم ار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم[1] فی شھر اکثر من صیامہ فی شعبان کان یصوم شعبان الا قلیلا بل کان[2] یصومه کله **حدثنا**

ا ے کان یصوم کلہ ۱۲

فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان شعبان کے سوا دو ماہ کامل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ **ف** یہ حدیث بظاہر گذشتہ تمام احادیث کے خلاف ہے کیونکہ ابتک سب روایتیں اس پر متفق تھیں کہ حضور رمضان المبارک کے علاوہ کسی ماہ کے مسلسل روزے نہیں رکھتے تھے لیکن اس حدیث میں اُسکی ساتھ شعبان کو بھی ملا دیا۔ ان دونوں کی تطبیق علماء نے مختلف طریقہ سے فرمائی ہے۔ اول یہ کہ اس حدیث میں تمام شعبان کو مبالغہ کے طور پر کہا گیا ہے۔ حضور کی عادت شریفہ اکثر حصہ شعبان کے روزے رکھنے کی تھی چنانچہ آئندہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود اسکی تصریح موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کسی وقت میں اتفاقاً حضور نے تمام ماہ شعبان کے روزے رکھے ہوں جسکی حضرت ام سلمہؓ کو اطلاع ہوئی اَوروں کو نہیں ہوئی۔ تیسرے یہ کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباس وغیرہ حضرات کی روایت میں عادت کی نفی ہے کہ حضور کی عادت شریفہ رمضان کے علاوہ اور کسی ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی نہیں تھی۔ اتفاقاً کسی ماہ کے پورے روزے رکھ لینا اُس کے منافی نہیں ہے۔ اسلئے اگر کسی سال کسی عارض کی وجہ سے حضور نے شعبان کے بھی پورے روزے رکھ لئے ہوں تو چونکہ وہ معمول نہ تھا اسلئے حضرت عائشہ وغیرہ نے انکا تذکرہ نہیں کیا اور چونکہ پورے مہینے کے رکھتے تھے اس لئے حضرت ام سلمہ نے انکو ذکر کر دیا اسلئے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ حضور ابتداء میں شعبان کے تمام مہینہ کے روزے رکھتے ہوں اور اخیر میں ضعف کی وجہ سے کم کر دیئے ہوں اسلئے جس نے آخری فعل ذکر کیا اسوجہ سے کہ وہ آخری فعل تھا اُس نے اکثر ذکر کر دیا اور جس نے یہ خیال کیا کہ یہ عارض کی وجہ سے تھا اصل معمول تمام مہینہ کا تھا اُس نے تمام مہینہ ذکر کر دیا۔ بعض نے اس کا عکس بتایا ہے جیسا کہ روایت کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اکثر مہینے کے روزے رکھتے تھے بعد میں تمام کے رکھنے لگے۔ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو (رمضان کے علاوہ) شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھتے نہیں دیکھا شعبان کے اکثر حصہ میں آپ روزے رکھتے تھے بلکہ (قریب قریب) تمام مہینہ کے روزے رکھتے تھے۔ **ف** یہ ترقی کرکے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تمام ماہ شعبان کے روزوں کا ذکر صاف بتلا رہا ہے کہ اس سے مبالغہ مقصود ہے شعبان میں روزوں کی کثرت کی وجہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد

---

[1] ای کثیر من الرواۃ قال میرک رواہ محمد بن ابراہیم التیمی عن ابی سلمة عن عائشة ووافقہ یحیی بن ابی کثیر وسالم ابو النضر عند البخاری وغیرہ ومحمد بن ابراہیم وزید بن ابی عتاب عند النسائی وخالفہم یحیی بن سعید وسالم بن ابی الجعد فروياہ عن ابی سلمة عن ام سلمة ۱۲ ق [2] حال من مفعول لم ار ان کانت الرؤیة بصریة والا بان کانت علمیة وھو الاظہر فھی مفعول ثان وقولہ اکثر صفة مفعول مطلق ای صیاما اکثر من صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شعبان ۱۲ ق [3] بل کان الخ یعنی ان ما لا یصومه من شعبان فی غایة من القلة بحیث یظن انه صام کله فکلمة بل للترقی والاستثنائیة حینئذ قولھا الا قلیلا ولا ما سبق من انه ما صام شھرا کاملا منذ قدم المدینة واشکل اکثارہ علیه السلام صیام شعبان مع انه ورد عند مسلم وغیرہ افضل الصیام بعد رمضان صوم شھر اللہ المحرم واجیب باحتمال انه کان یعرض له علیه السلام اعذار تمنعه من الصوم فی المحرم کالسفر وغیرہ او لان لشعبان تخصیص رفع الاعمال وھو لا یوجد فی المحرم او لانه علیه السلام ما علم فضلیة المحرم الا فی آخر عمرہ الشریف قاله البیجوری قلت ینبغی ان المراد بشھر المحرم صوم تلعیه وھو یوم عاشورا دون تمام الشھر وکان علیه السلام یصومه فلا ایراد ۱۲ +

قال سمعت سعيد بن جبير عن ابن[۳] عباس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يصوم حتى نقول ما يريد ان يفطر منه ويفطر حتى نقول ما يريد ان يصوم وما صام شهرا كاملا منذ قدم المدينة الا رمضان حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مهدي عن سفيان عن منصور عن سالم بن ابي الجعد عن ابي سلمة عن ام[۴] سلمة قالت ما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يصوم شهرين متتابعين الا[۵] شعبان ورمضان قال ابو[۶] عيسى هذا اسناد[۷] صحيح وهكذا قال عن ابي سلمة عن ام سلمة وروى هذا الحديث

دو مصلحتیں سمجھ میں آتی ہیں اول تو یہ کہ عبادت جو اصل مقصد اور آدمی کے وجود کی غرض ہے اور اللہ کی رضا کا سبب ہے، رات کے ہر حصہ کو کبھی نہ کبھی اس کی برکات میسر ہو جائیں اور قیامت میں رات کا ہر حصہ اپنے اندر عبادت کا وجود رکھے۔ دوسرے یہ کہ عبادت جب ایک ہی وقت میں ہوتی رہے تو بمنزلہ عادت کے بنجاتی ہے پھر مشقت کا لطف نہیں رہتا اور جب رات کے مختلف حصوں میں عبادت کی جائیگی تو عادت نہ بنے گی۔ (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی حضور کی یہ عادت شریفہ مروی ہے کہ کسی ماہ میں اکثر حصہ روزہ رکھتے تھے جس سے ہمارا خیال ہوتا تھا کہ اس میں افطار کا ارادہ نہیں اور کسی ماہ میں ایسے ہی اکثر افطار فرماتے تھے لیکن کسی ماہ میں بجز رمضان المبارک کے تمام ماہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ **ف** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول متعدد روایات میں گذر چکا ہے اس معمول کی دو وجہ ہیں اول تو یہ کہ باب کے شروع میں یہ گذر چکا ہے کہ روزہ حقیقۃ میں ایک تریاق ہے اور بسا اوقات روحانی ترقی اور دیگر دقتی مصالح کیلئے بطور دوا کے بھی رکھا جاتا ہے ایسی صورت میں دوا کے عام اصول کے موافق بسا اوقات اُسکے مسلسل استعمال کی حاجت ہوتی ہے اور بسا اوقات خاص ضرورت نہیں ہوتی یا اگر معمولی ضرورت بھی ہوتی ہے تو دوسرے وقتی عوارض کی وجہ سے دوا کا ترک ضروری ہوتا ہے جو اطبا کے یہاں ایک معروف چیز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر روحانیت کا طبیب کون ہوسکتا ہے اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقتی ضروریات کے لحاظ سے بسا اوقات مسلسل روزے رکھتے تھے اور بسا اوقات مسلسل افطار فرماتے تھے امت کیلئے بھی جو حضرات خود روحانی طبیب ہیں وہ روحانی مصالح کے لحاظ سے روزے اور افطار کے اوقات متعین فرما سکتے ہیں اور جو شخص خود طبیب نہیں ہے وہ کسی روحانی طبیب کے زیر علاج عملدرآمد کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ خصوصی معمولات تھے مثلاً پیر جمعرات کا روزہ رکھنا ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا ایام بیض عشرہ محرم عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ معمولات بسا اوقات اسفار وغیرہ عوارض کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے اسلئے عوارض دور ہوجانے کے بعد بطور قضا اور تلافی کے جتنے روزے معمول میں ترک ہوجاتے تھے انکو پورا فرمالیا کرتے تھے کہ یہ بھی حضور کی ایک خصوصی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی عبادت کو شروع فرماتے تو اس پر دوام اور نباہ فرمایا کرتے تھے اسلئے جتنے روزے معمول سے رہجاتے تو انکو کبھی اسی لگاتار روزے رکھنے کی نوبت آجاتی تھی اللھم وفقنا اتباعہ۔ (۴) ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

---

[۵] هذا بيان لما سبق انه صلى الله عليه وسلم لم يصم شهرا كاملا غير رمضان وجمع بان المراد انه صام اكثره ولذا رواية مسلم كان يصوم شعبان كله كان يصومه الا قليلا قال النووي الثاني مفسر للاول يعني كرها كله غالبه وقد نقل الترمذي عن ابن المبارك انه جائز في كلام العرب اذا صام اكثر الشهر ان يقال صام الشهر كله واستبعده الطيبي معللا بان الكل تاكيد لارادة الشمول ودفع التجوز فتفسيره بالبعض مناف له قال فيحمل على انه كان يصومه كله في وقت ويصوم اكثره في وقت آخر لئلا يتوهم انه واجب كرمضان فعلى هذا مراد عائشة وابن عباس من قولها ما صام شهرا كاملا صامه على الدوام وقيل المراد بقولها كله انه يصوم من اوله تارة وآخره اخرى واثنائه طورا فلا يخلي شيئا منه من صيام و ذكر عن بعد على انه صلى الله عليه وسلم صام شعبان كله واطلعت عليه ام سلمة ولم يطلع عليه ابن عباس وعائشة ۱۲ ق [۶] قال ابو عيسى الخ عرض المصنف دفع ما يظهر في هذا الحديث من الاختلاف على ابي سلمة بان سالما رواه عن ابي سلمة عن ام سلمة وغير واحد رواه عنه عن عائشة فدفعه المصنف بقوله انه يحتمل ان ابا سلمة روى عنهما جميعا ۱۲

غیر واحد عن ابی سلمۃ عن عائشۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویحتمل ان یکون ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن قد روی ھذا الحدیث عن عائشۃ وام سلمۃ جمیعا عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

حدثنا ھناد ثنا عبدۃ عن محمد بن عمرو ثنا ابو سلمۃ **عن عائشۃ** قالت لم ار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصوم فی شھر اکثر من صیامہ فی شعبان کان یصوم شعبان الا قلیلا بل کان یصومہ کلہ **حدثنا**

(اے کان یصوم کلہ ۱۲)

فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان و شعبان کے سوا دو ماہ کامل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ **ف** یہ حدیث بظاہر گذشتہ تمام احادیث کے خلاف ہے کیونکہ ابتک سب روایتیں اس پر متفق تھیں کہ حضور رمضان المبارک کے علاوہ کسی ماہ کے مسلسل روزے نہیں رکھتے تھے لیکن اس حدیث میں اُسکی ساتھ شعبان کو بھی ملا دیا۔ ان دونوں کی تطبیق علماء نے مختلف طریقہ سے فرمائی ہے۔ اول یہ کہ اس حدیث میں تمام شعبان کو مبالغہ کے طور پر کہا گیا ہے۔ حضور کی عادت شریفہ اکثر حصہ شعبان کے روزے رکھنے کی تھی چنانچہ آئندہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود اسکی تصریح موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کسی وقت میں اتفاقاً حضور نے تمام ماہ شعبان کے روزے رکھے ہوں جسکی حضرت ام سلمہؓ کو اطلاع ہوئی اَوروں کو نہیں ہوئی۔ تیسرے یہ کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباس وغیرہ حضرات کی روایت میں عادت کی نفی ہے کہ حضور کی عادت شریفہ رمضان کے علاوہ اور کسی ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی نہیں تھی۔ اتفاقاً کسی ماہ کے پورے روزے رکھ لینا اُس کے منافی نہیں ہے۔ اسلئے اگر کسی سال کسی عارض کی وجہ سے حضور نے شعبان کے بھی پورے روزے رکھ لئے ہوں تو چونکہ وہ معمول نہ تھا اسلئے حضرت عائشہ وغیرہ نے انکا تذکرہ نہیں کیا اور چونکہ پورے مہینے کے رکھتے تھے اس لئے حضرت ام سلمہ نے انکو ذکر کر دیا اسلئے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ حضور ابتدا میں شعبان کے تمام مہینہ کے روزے رکھتے ہوں اور اخیر میں ضعف کی وجہ سے کم کر دیئے ہوں اسلئے جس نے آخری فعل ذکر کیا اسوجہ سے کہ وہ آخری فعل تھا اُس نے اکثر ذکر کر دیا اور جس نے یہ خیال کیا کہ یہ عارض کی وجہ سے تھا اصل معمول تمام مہینہ کا تھا اُس نے تمام مہینہ ذکر کر دیا۔ بعض نے اس کا عکس بتایا ہے جیسا کہ روایت کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اکثر مہینے کے روزے رکھتے تھے بعد میں تمام کے رکھنے لگے۔ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو (رمضان کے علاوہ) شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھتے نہیں دیکھا شعبان کے اکثر حصہ میں آپ روزے رکھتے تھے بلکہ (قریب قریب) تمام مہینہ کے روزے رکھتے تھے۔ **ف** یہ ترقی کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تمام ماہ شعبان کے روزوں کا ذکر صاف بتلا رہا ہے کہ اس سے مبالغہ مقصود ہے شعبان میں روزوں کی کثرت کی وجہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد

---

۵۱ ای کثیر من الرواۃ قال میرک رواہ محمد بن ابراہیم التیمی عن ابی سلمۃ عن عائشۃ ووافقہ یحیی بن ابی کثیر وسالم ابو النضر عند البخاری وغیرہ ومحمد بن ابراہیم وزید بن ابی غیاث عند النسائی وخالفہم یحیی بن سعید وسالم بن ابی الجعد فرویاہ عن ابی سلمۃ عن عائشۃ ۱۲ ق **۵۲** حال من مفعول لم ار ان کانت الرؤیۃ بصریۃ والا بان کانت علمیۃ وہو الاظہر فہی مفعول ثان وقولہ اکثر صفۃ مفعول مطلق ای صیاما اکثر من صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شعبان ۱۲ ق **۵۳** بل کان الخ یعنی ان ما لا یصومہ من شعبان فی غایۃ من القلۃ بحیث یظن انہ صام کلہ فکلمۃ بل للترقی ولا منافیۃ حینئذ لقولہا الا قلیلا ولا ما سبق من انہ ما صام شہرا کاملا منذ قدم المدینۃ ویشکل اکثارہ علیہ السلام صیام شعبان مع انہ ورد عند مسلم وغیرہ افضل الصیام بعد رمضان صوم شہر اللہ المحرم واجیب باحتمال انہ کان یعرض لہ علیہ السلام اعذار تمنعہ عن الصوم فی المحرم کالسفر وغیرہ اولان لشعبان تخصیص رفع الاعمال وہو لا یوجد فی المحرم او لانہ علیہ السلام ما علم فضیلۃ المحرم الا فی آخر عمرہ الشریف قالہ السیوری قلت یحتمل ان المراد بشہر المحرم صوم بعضہ وہو یوم عاشوراء دون تمام الشہر وکان علیہ السلام یصومہ فلا ایراد ۱۲ ف +

القاسم بن دینار الکوفی ثنا عبید اللہ بن موسیٰ وطلق بن غنام عن شیبان عن عاصم عن زر عن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من غرۃ کل شہر ثلثۃ ایام وقل ما کان یفطر یوم الجمعۃ حدثنا محمود بن غیلان

فرمائی کہ اس مہینہ میں وہ دن بھی ہے جس میں سال کے اعمال حق تعالیٰ جل شانہ کے دربار میں پیش ہوتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں اسکے علاوہ اور بھی بعض وجوہ احادیث وغیرہ میں وارد ہوئی ہیں۔ اور بعض اوقات ایک وجہ کا ہونا دوسرے وقت میں دوسری وجہ کا ہونا بھی ممکن ہے اور متعدد وجوہ کا جمع ہو جانا بھی حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور کا معمول تین دن ہر ماہ میں روزے رکھنے کا تھا وہ بسا اوقات عوارض کی وجہ سے رہ جاتے تھے اور سب کا مجموعہ شعبان میں حضور رکھا کرتے تھے اسکی ساتھ دوسری روایات میں پیر جمعرات کا روزہ بھی حضور کا معمول نقل کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر دو تین مہینے بھی تمام سال میں کسی عذر سے چھوٹ گئے تو ایک مہینہ کے روزے بچانا کیا مشکل ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان کی تعظیم کی وجہ شعبان کا روزہ افضل ہے یعنی جیسا فرض نمازوں کی سنتیں پڑھی جاتی ہیں ایسے ہی رمضان سے قبل نفل روزے ہیں۔ اگرچہ حضور نے ضعف کے خیال سے رمضان شریف کے قبل روزے کو منع بھی فرمایا ہے مگر حضور پر ضعف روزہ کا کچھ ایسا نہ ہوتا تھا اسی وجہ سے لگاتار روزے بھی رکھ لیتے تھے ایک حدیث میں آیا ہے حضور سے کسی نے شعبان میں روزوں کی کثرت کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس مہینہ میں ہر اس شخص کا نام مرنیوالوں میں لکھا جاتا ہے جو اس تمام سال میں مرنے والے ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میری موت ایسی حالت میں لکھی جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر مہینہ میں نفل روزے رکھنے کا معمول تھا اور رمضان المبارک میں نفل روزہ رکھنے کی کوئی صورت نہ تھی اسلئے ماہ رمضان کے حصے کے روزے بھی پیشگی شعبان ہی میں رکھ لیتے تھے اور اسی بنا پر شعبان رمضان دو مہینوں کے روزے ملکر اکثر حصہ مہینہ کا ہو جاتا تھا (۶) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے شروع میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے اور جمعہ کے دن بہت کم افطار فرماتے تھے۔ **ف**۔ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنے کی ترغیب مختلف احادیث میں وارد ہوئی۔ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہونیکی وجہ سے تین روزوں کا ثواب ایک ماہ کے روزوں کے برابر ہو جاتا ہے اور اس حیثیت سے یہ شخص گویا عمر بھر روزہ دار کے حکم میں ہوگا۔ ان تین دن کی تعیین میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن کوئی مخالفت نہیں کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ کے شروع ہی میں تین روزے رکھ لیتے تھے کبھی کبھی ہر پیر جمعرات کو کبھی تیرہ چودہ پندرہ کو ایسے ہی اور مختلف اوقات میں بھی اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ کی آئندہ حدیث میں وارد ہے کہ متعین ایام نہ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے کبھی سفر یا حضر میں ترک نہیں فرماتے تھے۔ دوسرا مضمون حدیث بالا میں جمعہ کے روزہ سے متعلق ہے اس حدیث سے جمعہ کے دن روزہ کا اہتمام معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری روایات میں

---

۱ عبید اللہ بن موسیٰ بلفظ التصغیر کما فی بعض النسخ عن عبد اللہ بن موسیٰ غلط ۱۲ ۲ بغین معجمۃ ونون مشددۃ ۱۲ ۳ عبد اللہ ای ابن مسعود کما ہو مصرح فی روایۃ المشکوٰۃ مع انہ یکون ہو المراد عند الاطلاق فی اصطلاح المحدثین قالہ القاری ۱۲ ۴ غرۃ بضم غین معجمۃ وتشدید راء ای اولہ والمراد ہناک اوائلہ ۱۲ ۵ قیل ما کافۃ وقیل صلۃ لتاکید معنی القلۃ وقیل مصدریۃ ای قل کونہ مفطرا یوم الجمعۃ وہو دلیل لابی حنیفۃ ومالک حیث ذہبا الی ان صوم یوم الجمعۃ وحدہ حسن و عند جمہور الشافعیۃ یکرہ افرادہا بالصوم لروایۃ الصحیحین عن ابی ہریرۃ مرفوعا لا یصوم احدکم یوم الجمعۃ الحدیث الی آخر ما بسطہ القاری وفیہ ایضا قال القاضی یحتمل ان یکون المعنی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتغدی الا بعد الجمعۃ کما روی عن سہل بن سعد الساعدی وبعدہ لا یخفی اھ وبسط اختلاف المذاہب فی ذلک فی الاوجز واختلفت

ثنا ابو داؤد انا شعبۃ عن یزید الرشک قال سمعت معاذۃ قالت قلت لعائشۃ اکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم ثلثۃ ایام من کل شھر قالت نعم قلت من ایہ کان یصوم قالت کان لا یبالی من ایہ صام قال ابو عیسی ویزید الرشک ھو یزید الضبعی البصری وھو ثقۃ وروی عنہ شعبۃ وعبد الوارث بن سعید وحماد بن زید واسمعیل بن ابراھیم وغیر واحد من الائمۃ وھو یزید القاسم ویقال القسام والرشک بلغۃ اھل البصرۃ ھو القسام حدثنا ابو حفص عمرو بن علی ثنا عبد اللہ بن داؤد عن ثور ابن یزید عن خالد بن معدان عن ربیعۃ الجرشی عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحری صوم الاثنین والخمیس حدثنا ابو مصعب المدینی عن مالک بن انس عن ابی النضر عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن عن عائشۃ قالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم فی شھر اکثر من صیامہ فی شعبان حدثنا محمد بن یحیی ثنا ابو عاصم عن محمد بن رفاعۃ عن سھیل ابن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

روزہ کیلئے جمعہ کی تخصیص کی ممانعت آئی ہے اسی وجہ سے بعض علماء حدیث بالا کی وجہ سے اسکے استحباب کے قائل ہوئے ہیں اور بعض علماء ممانعت کی وجہ سے جمعہ کی تخصیص کو مکروہ بتاتے ہیں خود حنفیہ کے یہاں بھی دونوں قول ہیں۔ (۷) معاذہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا کہ حضور ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے انھوں نے فرمایا کہ رکھتے تھے، میں نے مکرر پوچھا کہ مہینہ کے کن ایام میں رکھتے تھے انھوں نے فرمایا کہ اس کا اہتمام نہیں تھا جن ایام میں موقعہ ہوتا رکھ لیتے **ف**۔ یعنی کسی زمانہ میں یہ بھی معمول شریف رہا ہے کہ تعیین ایام کا اہتمام نہیں تھا اور کبھی مخصوص ایام میں مثلاً مہینہ کی پہلی تین تاریخوں میں کبھی مہینہ کی اخیر تین ایام میں کبھی ایک مہینہ میں شنبہ یکشنبہ دوشنبہ کو رکھتے اور دوسرے مہینہ میں سہ شنبہ چہارشنبہ پنجشنبہ کو رکھتے اسی لئے اس بارے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں اور اسی لئے حضرت عائشہ رضؓ نے تعیین کا انکار فرمادیا (۸)۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیر جمعرات کے روزہ کا اکثر اہتمام فرماتے تھے **ف**۔ بعض روایات میں ان دنوں کے روزے کے اہتمام کی وجوہ بھی وارد ہوئی ہیں چنانچہ ایک وجہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں قریب ہی آرہی ہے کہ یہ دونوں دن اعمال کی پیشی کے ہیں۔ پیر کے دن کے متعلق مسلم شریف کی ایک روایت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ میں پیر ہی کے دن پیدا کیا گیا ہوں۔ اور پیر ہی کے روز مجھ پر قرآن شریف نازل ہونا شروع ہوا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن حق تعالیٰ شانہ ہر مسلمان کی مغفرت (بشرط قواعد) فرما دیتے ہیں مگر جن دو شخصوں میں آپس میں چھوٹ چھٹاؤ ہو انکے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ انکی مغفرت کو اس وقت تک روک دیا جائے جب تک یہ آپس میں صلح نہ کرلیں۔ (۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے کسی ماہ میں زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے۔ **ف**۔ اس کا بیان مفصل گذر چکا ہے (۱۰) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعمال پیر جمعرات کے دن حق تعالیٰ جل شانہ کی عالی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں

لہ قال البوصیری الغرض المصنف بیان توثیقہ ویشکل علیہ بانہ تقدم ترجمۃ فی ابواب الضحی فکان الانسب ایراد التوثیق ہناک واجیب بانہ احتیج الی بیان توثیقہ ہہنا لان ما رواہ ہہنا یعارضہ ما مر من انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصوم مرۃ کل شہر ۱۲ ۔ کہ الضبعی بضم المعجمۃ وفتح الموحدۃ بعد ہا مہملۃ نسبۃ الی ضبیعۃ بن قیس بن ثعلبۃ قالہ السمعانی فی الانساب ۱۲ ۔ سہ والرشک الخ اختلف فی معنی الرشک وسبب تلقیبہ بہ فقیل انہ بمعنی کثیر اللحیۃ وتقدم فی باب الضحی ومال المصنف الی انہ بمعنی القسمۃ وکان یزید یعرف علم القسمۃ او کان یباشرہا من جہۃ الملکۃ وکان ماہرا فی قسمۃ الاراضی وحروفہا وقیل الرشک المعرب لقب بہ لدخولہ فی لحیتہ ومکثہ ثمنا وقیل لانہ کان غیورا فکان من الغیرۃ والرشک قال العسقلانی ہو المعتمد فالرشک بالفتح فی الفارسیۃ بمعنی الغیرۃ وعرب فتفہم ادلہ قالہ القاری ۱۲ ۔ کہ عمرو بن علی بفتح اولہ وبالواو ہو ابو حفص الفلاس کما فی ۱۲ ۔ ھہ عبد اللہ بن داود وکذا فی الاصل وکذا فی جامع الترمذی والنسائی فما فی نسخۃ القاری والناسخ من عبد اللہ بن ابی داؤد بزیادۃ لفظ ابی سہو من الناسخ ۱۲ ۔ لہ الجرشی بضم جیم وفتح را وشین معجمۃ موضع بالیمن ۱۲ ۔ کہ تحراہ تعمدہ وطلب المواحری بالاستعمال فالمعنی علی الاول یتعمد صومہا فیصبر عن العموم منتظرا لہما وعلی الثانی یجتہد اتی ایقاع الصوم

قال تعرض[1] الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو احمد ومعویة بن ھشام قالا ثنا سفین عن منصور عن خیثمة[2] عن عائشة[3] قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من الشھر السبت[4] والاحد والاثنین ومن الشھر الاخر الثلاثاء والاربعاء والخمیس[5] حدثنا ھرون بن اسحاق الھمدانی نا عبدة بن سلیمان عن ھشام بن عروة عن ابیہ عن عائشة[12] قالت کان عاشوراء یوما یصوم

میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال روزہ کی حالت میں پیش ہوں **ف**۔ تاکہ قبولیت کے زیادہ قریب ہوجائیں اعمال پیش ہونے میں یہ اشکال ہے کہ مسلم شریف کی ایک روایت کا یہ حاصل ہے کہ اعمال صبح شام دو مرتبہ روزانہ بارگاہ تک پہنچتے ہیں پھر پیر جمعرات کو پیش ہونیکا کیا مطلب۔ ان دونوں کے درمیان میں محدثین نے مختلف طریقہ سے جمع کیا ہے سہل یہ ہے کہ رات دن کے اعمال تفصیلی طور پر روزانہ دو مرتبہ پیش ہوتے ہیں رات کے علیحدہ دن کے علیحدہ اور معمولی تفصیل سے۔ اور پھر ہفتہ میں دو بار پیر جمعرات کو پیش ہوتی ہیں اور تمام سال کے مجموعی اعمال اجمالی طور پر شعبان میں اور شب قدر میں بھی پیش ہوتے ہیں اور بار بار کی پیشی میں منجملہ متعدد مصالح کے ایک مصلحت۔ فرشتوں کے سامنے نیک لوگوں کا اظہار شرف ہے کہ ان حضرات نے آدمی کے پیدائش کے وقت یہ اشکال کیا تھا کہ آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرما رہے ہیں جو دنیا میں کشت خون اور فساد برپا کریں گے اسی لئے حق تعالیٰ شانہ بہت سی نیک اعمال پر فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر تذکرہ بھی فرماتے ہیں ورنہ حق تعالیٰ شانہ ہر شخص کے ہر عمل سے ہر وقت واقف ہیں ان کیلئے اعمال پیش کرنیکی ضرورت نہیں ہے (۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ہر مہینہ کے تین روزے اس طرح بھی رکھتے تھے کہ ایک مہینہ میں بار اتوار پیر کو روزہ رکھ لیتے اور دوسرے ماہ میں منگل بدھ جمعرات کو **ف**۔ تاکہ ہفتہ کے تمام دنوں میں روزہ ہو جائے اور جمعہ کا روزہ قصداً نہ رکھتے ہوں جیسا کہ بعض روایات میں اس کو عید کا دن قرار دیا گیا اور دوسرے اہم مشاغل اس میں ہوتے ہیں یا اس روایت میں ذکر نہیں کیا گیا دوسری روایات میں اسکی روزے کا ذکر ہے ہی۔ (۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عاشورا کا روزہ زمانہ جاہلیت میں قریش رکھا کرتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی (ہجرت سے قبل تطوعاً) رکھ لیا کرتے تھے (لیکن ہجرت کی بعد) جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو خود بھی (اہتمام سے) رکھا اور امت کو بھی (وجوباً) حکم فرمایا۔ مگر جب رمضان المبارک نازل ہوا تو وہی فرضی روزہ بن گیا اور عاشورے کی فرضیت منسوخ ہوگئی (اب استحباب باقی ہے) جسکا دل چاہے رکھے جس کا دل چاہے نہ رکھے۔ **ف**۔ عاشورے کے روزے کی فضیلت میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ عرفہ کے روزہ سے دو سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور عاشورے کے روزہ سے ایک سال کے۔ بعض شروح میں لکھا ہے عاشورے کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول

---

[1] تعرض الخ استشکل علیہ بروایۃ مسلم یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار وعمل النہار قبل عمل اللیل واجیب بان الرفع غیر العرض وفیہ توجیہات اخر قال المناوی وکذا تعرض لیلۃ النصف من شعبان ولیلۃ القدر فالاول اجمالی باعتبار الاسبوع والثانی والثالث باعتبار العام وفائدۃ تکریر العرض اظہار شرف العالمین بین الملاء الاعلی وبالجبر علم شذوذ قول الحلیمی اعتیاد صومہا مکروہ اھ ۱۲ [2] خیثمۃ بفتح خاء معجمۃ وثاء مثلثۃ بینہما تحتانیۃ ۱۲ [4] سمی بہ لان السبت القطع وذلک الیوم انقطع فیہ الخلق لانہ عز اسمہ خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ابتداً یوم الاحد وختم یوم الجمعۃ بخلق آدم علیہ السلام اھ ۱۲ [5] بالنصب فیہ وفیما قبلہ علی انہ منصول فیہ لیصوم قال المظہر اراد صلی اللہ علیہ وسلم ان یبین سنیۃ جمیع ایام الاسبوع وانما لم یصمہا متوالیۃ لئلا یشق علی الامۃ الاقتداء بہ ولم یذکر فی ہذا الحدیث

قریشٌ فی الجاھلیۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصومہ فلما قدم المدینۃ صامہ وامر بصیامہ فلما افترض رمضان کان رمضان ھو الفریضۃ وترک عاشوراء فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ حدثنا محمد بن بشار ثنا عبدالرحمٰن بن مھدی ثنا سفیٰن عن منصور عن ابراھیم

ہوئی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارہ پر آئی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی اور فرعون غرق ہوا تھا اُسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی دن آسمان پر اُٹھائے گئے اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے خلاصی ملی۔ اور اسی دن اُن کی اُمت کا قصور معاف ہوا۔ اور اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے نکالے گئے۔ اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو مشہور مرض سے صحت عطا ہوئی۔ اور اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اسی دن حضرت سلیمان کو ملک عطا ہوا۔ اس کے علاوہ اور بھی کرامات اس دن کی شروح حدیث اور کتب سیر میں لکھی ہیں محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی ہے مگر بہت سی کرامات صحیح طور سے بھی ثابت ہیں۔ کہتے ہیں کہ وحشی جانور بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اللہ اکبر کس قدر متبرک دن ہے جسکو ہم لوگ لہو ولعب میں ضائع کر دیتے ہیں۔ غالباً انہیں میں سے کسی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں اس دن کی فضیلت مشہور تھی جس کی وجہ سے قریش اسلام سے قبل اسکا روزہ رکھتے تھے جب حضور مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود جو اہل کتاب ہیں وہ بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں حضور نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ روزہ کیوں رکھتے ہو انھوں نے کہا کہ اس دن حق تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰؑ کو خلاصی عطا کی تھی اور فرعون کو غرق کیا تھا جسکے شکریہ میں حضرت موسیٰ نے اس دن کا روزہ رکھا ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ حضرت موسیٰؑ کے اتباع کے تم سے زیادہ مستحق ہیں اسلئے حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور امت کو بھی اس روزہ کا حکم فرمایا مسلم شریف میں یہ قصہ مذکور ہے اسی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک رمضان سے پہلے یہ روزہ فرض تھا جب رمضان شریف کا روزہ فرض ہوا تو اسکی فرضیت منسوخ ہو گئی استحباب اور ایک سال کے گناہ معاف ہونے کی فضیلت اب بھی باقی ہے **مسئلہ**۔ عاشورے کا روزہ اصل دسویں تاریخ کا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں اہل کتاب کی موافقت فرماتے تھے کہ ان کا مذہب بہرحال آسمانی ہے اور مشرکین کے مذہب سے اولیٰ۔ مگر اخیر زمانہ میں اہل کتاب کی مخالفت کا قولاً اور فعلاً اہتمام ہو گیا تھا جو بہت سی وجوہ سے ضروری تھا اسی سلسلہ میں کسی صحابی نے ادھر توجہ دلائی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اگر زندہ رہا تو آئندہ سال نویں تاریخ کا روزہ رکھوں گا ایک دوسری

ف[1] ای قبل بعثتہ صلی اللہ علیہ وسلم تلقیا من اہل الکتاب او باجتہاد منہم وقال القرطبی علہم استندوا فی صومہ لشرع ابراہیم علیہ السلام او نوح علیہ السلام فقد ورد فی اخبار انہ الیوم الذی استوت فیہ السفینۃ علی الجودی فصامہ نوح شکرا ولذا کانوا یعظمونہ ایضا لکسوۃ الکعبۃ وعن عکرمۃ انہ سئل عن ذلک فقال اذنبت قریش ذنبا فی الجاہلیۃ فعظم فی صدورہم فقیل لہم صوموا عاشوراء یکفر ذلک ۱۲ م ق ف[2] وامر الخ فیہ دلیل لما قالہ الحنفیۃ انہ کان فرضا ثم نسخ خلافا لجمہور الشافعیۃ وقد روی مسلم عن سلمۃ بن الاکوع انہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلا من اسلم یوم عاشوراء فامرہ ان یؤذن فی الناس من کان لم یصم فلیصم ومن اکل فلیتم صومہ الی اللیل وقال میرک کذا وقع فی حدیث عائشۃ وفیہ اختصار واخرج الشیخان من حدیث ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینۃ وجد الیہود یصوم عاشوراء فسالہم عن ذلک فقالوا ہذا الیوم الذی اظہر اللہ فیہ موسی واغرق فیہ فرعون وقومہ فصامہ شکرا فقال نحن احق بموسی منکم فصامہ وامر بصیامہ واستشکل رجوعہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہم فی ذلک واجیب باحتمال ان یکون اوحی الیہ بعد فہم او تواتر الخبر بذلک او اخبرہ من اسلم منہم او باجتہاد منہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ق ف[3] یعنی صارت الفریضۃ منحصرۃ فی رمضان وبان تعریف المسند مع ضمیر الفصل یفید قصر المسند علی المسند الیہ وہذا اصرح دلیل فی ان الفرض قبل رمضان کان غیرہ ۱۲ ف[4] وہذا ایضا دلیل علی الوجوب السابق فانہ ما ترک استحبابہ بل ہو باق قال الحافظ ابن حجر یؤخذ من مجموع الاحادیث انہ کان [illegible]

عن علقمۃ قال سألت عائشۃ اکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخص من الایام شیئا قالت کان عملہ دیمۃ وایکم یطیق ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطیق حدثنا ھرون بن اسحاق انا عبدۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعندی امرأۃ فقال من ھذہ قلت فلانۃ لا تنام اللیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم من الاعمال ما تطیقون فواللہ لا یمل اللہ حتی تملوا وکان احب ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی یدوم علیہ صاحبہ حدثنا ابو ھشام محمد بن یزید

میں ذکر ہو چکی ہے کہ مخالفت کیواسطے نویں یا گیارھویں کا روزہ رکھا کرو یعنی دسویں کیساتھ ایک اور ملا لیا کرو کہ اس سے تشبہ جاتا رہتا ہے اسلئے تنہا عاشورے کا نہیں رکھنا چاہئے بہتر تو یہ ہے کہ اسکی ساتھ نویں تاریخ کا روزہ ملالے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے اگر نویں کا نہ ملا سکے تو پھر گیارھویں کا ملالے۔ (۱۲) علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایام کو عبادت کیلئے مخصوص فرمایا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ نہیں حضور کے اعمال دائمی ہوتے تھے تم میں کون طاقت رکھتا ہے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم طاقت رکھتے تھے۔ ف یعنی کسی دن کو کسی عبادت کیساتھ مخصوص فرما لیتے ہوں مثلاً پیر کا دن روزہ کیساتھ مخصوص ہو کہ ہر پیر کو روزہ رکھتے ہوں کبھی افطار نہ فرماتے ہوں یا یہ کہ پیر کے علاوہ روزہ نہ رکھتے ہوں۔ یہ دونوں باتیں نہ تھیں البتہ یہ حضور کا معمول تھا کہ جو کام شروع فرماتے اس پر مداومت فرماتے تم لوگ اسقدر مداومت اور اہتمام کی طاقت نہیں رکھتے جتنا حضور اپنے معمولات کا اہتمام فرماتے تھے کہ جو معمول کسی عذر سے رہ جاتا دوسرے وقت اسکو پورا فرماتے جیسا کہ شعبان کے روزوں کے بیان میں گذرا۔ حاصل یہ کہ اس حیثیت سے تخصیص نہ تھی کہ وہ عمل اسی دن کیا جائے اور اس دن میں دوسرا عمل نہ کیا جائے۔ البتہ معمولات کے پورا کرنے کا اہتمام تھا جن میں خاص ایام کے روزے بھی داخل ہیں۔ اس تقریر پر یہ اشکال نہیں رہا کہ خود حضرت عائشہؓ سے حدیث ۵ میں پیر جمعرات کے روزے کا اہتمام گذر چکا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ سوال جواب ان تین روزوں کے متعلق ہے جو ہر ماہ میں حضور کے رکھنے کا معمول تھا جنکا ذکر حدیث ۷ میں گذرا۔ اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔ (۱۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تشریف لائے تو میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھیں حضور نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے میں نے عرض کیا کہ فلانی عورت ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں حضور نے فرمایا کہ نوافل اس قدر اختیار

---

۵۱ ولفظ البخاری بروایۃ یحیی عن سفیان فی ہذا الحدیث قالت لا قال ابن التین استدل بہ بعضہم علی کراہۃ تحری صیام یوم من الاسبوع واجاب الزین بن المنیر بان السائل فی حدیث عائشۃ انما سأل عن تخصیص یوم من حیث کونہا ایاما واما ورد من التخصیص فانما خص لامر لا یشارکہ فیہ بقیۃ الایام کیوم عرفۃ وعاشوراء وجمیع ما عین لعمل خاص وبشکل علی ہذا الجواب صوم الاثنین فقد وردت فیہ احادیث صحیحۃ فالجواب ان یقال لعل المراد بالایام المسئول عنہا الایام الثلثۃ من کل شہر فکان السائل لما سمع انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصوم ثلثۃ ایام ورغب فی ان یکون ایام البیض سأل عائشۃ ہل کان یخصہا بالبیض فقالت وکان عملہ دیمۃ یعنی لو جعلہا البیض لتعینت وداوم علیہا لانہ کان یحب ان یکون عملہ دیمۃ لکن اراد التوسعۃ بعدم تعیینہا فکان لا یبالی من ای الشہر صامہا کما تقدمت الاشارۃ الیہ فی حدیث عائشۃ ملخص من الفتح وحدیث عائشۃ ہو المتقدم قریبا من حدیث معاذۃ عنہا ۱۲ ۵۲ دیمۃ فعلۃ من الدوام التقلب واصلہ یاء لکسرۃ ما قبلہا واصل الدیمۃ المطر یدوم ایاما لا رعد فیہ ولا برق اقلہ ثلث لیال ثم شبہ بہ غیرہ مما لہ دوام ۱۲ ۵۳ زاد عبد الرزاق فی روایتہ حسنۃ الہیئۃ وفی روایۃ البخاری انہا من بنی اسد وفی مسلم انہا الحولاء بنت تویت ۱۲ ۵۴ فلانۃ قال الرضی کنی بفلان وفلانۃ عن علام الاناسی خاصۃ فیجری مجری المکنی عنہ فیکون کالعلم فلا یدخلہا اللام ویتنی ولا یجوز تنکیرہ فلا یقال جاءنی فلان وفلان آخر ۱۲ قاری ۵۵ عبر مع ان المخاطب النساء تعمیم الحکم فغلب الذکور علی الاناث ۵۶ بفتح اولہ والمعنی لا یقطع الثواب عنکم حتی تملوا واسناد الملال الیہ تعالی علی سبیل المشاکلۃ کما فی قولہ تعالی

الرفاعی[۱] ثنا ابن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح[۱۵] قال سالت[۲] عائشۃ وام سلمۃ ای العمل کان احب الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالتا مادیم علیہ وان قل حدثنا محمد بن اسمٰعیل ثنا عبد اللّٰہ ابن صالح ثنی معٰویۃ بن صالح عن عمرو بن قیس انہ سمع عاصم بن حمید قال سمعت عوف[۱۶] بن مالک یقول کنت مع

کرنی چاہئیں جن کا تحمل ہو سکے حق تعالیٰ جل شانہ ثواب دینے سے نہیں گھبراتے یہاں تک کہ تم عمل کرنے سے گھبرا جاؤ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی عمل زیادہ پسند تھا جس پر آدمی نباہ کر سکے۔ **ف**۔ یہ صحابیہ حضرت حولاءؓ تھیں صحابہ کرام میں عبادت کا دولہ اور جوش تھا۔ حدیث کی کتابوں میں بہت سے قصے اس قسم کے مذکور ہیں کہ ان حضرات کا شوق ان کو حد سے زیادہ مجاہدہ پر مجبور کرتا تھا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتدال کی نصیحت فرماتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص ایک مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ یہ طے کر لیا کہ عبادت میں بہت ہی کوشش کروں گا دن میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور رات کو روزانہ ایک کلام مجید ختم کیا کروں گا۔ میرے والد نے ایک شریف عورت سے میرا نکاح کر دیا۔ ایک مرتبہ والد نے بیوی سے میرا حال دریافت کیا اُس نے عرض کیا بہت نیک آدمی ہیں رات بھر بستر پر نہیں آتے نہ کسی سے کوئی واسطہ رکھیں۔ میرے والد مجھ پر بہت خفا ہوئے کہ میں نے کیسی شریف عورت سے تو تیرا نکاح کیا تھا تو نے اُس کو معلق چھوڑ رکھا ہے مجھ پر غلبۂ شوق میں کچھ اثر نہ ہوا۔ والد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی۔ حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ میں نے سُنا ہے کہ تم دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت صحیح ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا ایسا نہ کیا کرو کبھی روزہ رکھا کرو اور کبھی افطار۔ اسی طرح رات کو نماز بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے کہ رات بھر جاگنے سے ضعیف ہو جاتی ہیں۔ تمہاری بیوی کا بھی حق ہے، اولاد کا بھی حق ہے، ملنے والوں کا بھی حق ہے (۱۵) ابو صالح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کونسا عمل زیادہ پسند تھا۔ دونوں نے یہ جواب دیا کہ جس عمل پر مداومت کی جائے خواہ کتنا ہی کم ہو۔ **ف**۔ ان سب روایتوں سے یہ مقصود ہے کہ روزہ اور ایسے ہی ہر نفلی عمل خواہ قلیل ہو لیکن جتنا کر سکے وہ تنا نباہ کر اہتمام سے کرے مگر ایسا بھی نہ کرے کہ نہ نبھنے کے خوف سے نفل اعمال کو بالکل ہی خیرباد کہہ دے کہ فرائض میں کوتاہی کو پورا کرنے والی چیزیں نوافل ہی ہیں اسلئے اہتمام کیساتھ جس قدر نباہ سکے اُسکی سعی کرے۔ (۱۶) عوف بن مالک کہتے ہیں کہ میں ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ تھا حضور نے مسواک فرمائی پھر وضو فرمایا پھر نماز کی نیت باندھ لی۔ میں نے بھی حضور کا اقتدا کیا اور حضور کی ساتھ نماز کی نیت باندھ لی۔ حضور نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی اور جس آیت رحمت پر گذرتے وہاں وقفہ فرما کر حق جل شانہ سے رحمت کا سوال فرماتے اور ایسے ہی جس آیت عذاب پر گذرتے وہاں وقفہ فرما کر حق تعالیٰ شانہ سے اُس عذاب سے پناہ مانگتے۔ پھر حضور نے تقریباً اُتنی ہی دیر رکوع فرمایا رکوع میں سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمۃ یہ دعا پڑھتے رہے۔ پاک ہے وہ ذات جو حکومت اور سلطنت والی نہایت بزرگی اور عظمت و بڑائی والی ہے۔ پھر رکوع ہی کی مقدار کے موافق سجدہ کیا اور اُس میں بھی یہی دعا پڑھی (پھر دوسری رکعت میں) سورۂ آل عمران (اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں) ایک ایک سورۃ پڑھتے رہے۔ **ف**۔ یہ چار رکعتیں

---

[۱] الرفاعی بکسر الراء وتخفیف الفاء نسبۃ الی احد اجدادہ رفاعۃ ۱۲ [۲] بصیغۃ المعلوم من التکلم وعدد و فی نسخۃ سئلت ببناء المجہول بنصب عائشۃ وام سلمۃ الاول ورفعہا علی الثانی ۱۲ م ق

رسول صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فاستاک ثم توضأ ثم قام یصلی فقمت معہ فبدء فاستفتح البقرۃ فلا یمر بایۃ رحمۃ الا وقف فسأل ولا یمر بایۃ عذاب الا وقف فتعوذ ثم رکع فمکث راکعا بقدر قیامہ ویقول فی رکوعہ سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمۃ ثم سجد بقدر رکوعہ یقول فی سجودہ سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمۃ ثم قرأ آل عمران ثم سورۃ سورۃ یفعل مثل ذلک

باب ما جاء فی قراءۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا اللیث عن ابن ابی ملیکۃ عن یعلی بن مملک انہ سأل ام سلمۃ عن قراءۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا ھی تنعت قراءۃ مفسرۃ حرفا حرفا حدثنا محمد بن بشار ثنا وھب بن جریر

(بفتح المیم ۱۲) (ای مبینۃ من الفسر وھو البیان والتفسیر منہ ۱۲)

کتنی لانبی ہونگی الفاظ سے خود ہی ظاہر ہے کہ ایک سورۂ بقرہ ۲½ پارے کی سورت اور پھر حضور کی تلاوت کہ نہایت اطمینان سے ہر حرف علیحدہ ظاہر ہو اس پر ہر آیت رحمت اور عذاب پر ٹھیر کر دعائیں مانگنا پھر اتنا ہی طویل رکوع اور پھر سجدہ بھی ایسا ہی۔ یہ ایک رکعت ہوئی اس طرح کی چار رکعت جو تمام رات میں بھی بمشکل پوری ہوں لیکن غلبۂ شوق کے سامنے بالخصوص ایسی ذات کیلئے جسکی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہو یہ چیز کچھ بھی گراں نہ تھی۔ اخیر کی چند حدیثوں کو حضور کے روزے کے تذکرہ سے بظاہر کوئی تعلق نہیں۔ شمائل کے بعض نسخوں میں تو یہ متفرق باب چاشت کا بیان اور روزہ کا بیان وغیرہ میں ہی نہیں بلکہ یہ تمام حدیثیں حضور کی عبادت کے باب میں ہیں اس میں تو کوئی اشکال ہی نہیں لیکن جن نسخوں میں یہ متفرق باب موجود ہیں ان میں ایک دقیق بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ عموماً جو لوگ روزوں کے شوقین ہوتے ہیں اکثر دیکھا گیا کہ وہ ایسا افراط کرنے لگتے ہیں کہ حقوق میں کوتاہی ہو جاتی ہے۔ اسلئے اول امام ترمذی نے اعتدال اور میانہ روی کی روایتیں ذکر کیں اور اخیر روایت سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اگر غلبۂ شوق میں کسی وقت کچھ معمول سے زیادتی ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ عبادت سے ملال اور نفور پیدا ہو جائے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کا ذکر

ف۔ یعنی حضور کی تلاوت کی کیفیت کا بیان ہے کہ حضور کس طریقہ سے ترتیل اور تجوید کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے۔ اس باب میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) یعلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہؓ ام المؤمنین سے حضور کی قراءت کی کیفیت پوچھی انھوں نے

---

۵۱ قال میرک الظاہر انہ لم یظہر وجہ مناسبۃ ہذہ الاحادیث بعنوان الباب وحکی انہ وقعت فی بعض النسخ عقب حدیث حذیفۃ وھو اشبہ بالصواب والاحسن ان ایرادہا ہہنا من تصرف النساخ وقیل لیس فی بعض النسخ المقروۃ علی المصنف باب صلوۃ الضحی ولا باب صلوۃ التطوع ولا الصوم بل وقع جمیع الاحادیث فی باب العبادۃ فلا اشکال وقال المناوی فی حدیث عائشۃ وام سلمۃ اخرہ الی الصوم مع انہ باب العبادۃ الیق لان کثیرا ما یداوم علیہ کثیر من غیرہ فذکرہ فی ذلک زجرا عن الملازمۃ وان کان لا اختصاص لہ بالصوم ثم قال فی حدیث عوف وجہ ختم الباب بہذا الخبر انہ لما استطرد الی ان افضل الاعمال ما یطاق بین ان ارتکاب المشق نادرا لا یفوت افضلیۃ وہذا اولی من قول القسطلانی انہ وقع سہوا من النساخ اھ ۱۲ ۵۲ ای ثم قرأ سورۃ فی الثالثۃ واخری فی الرابعۃ ففیہ حذف حرف العطف وزعم انہ تاکید لفظی عدول عن ذلک قال میرک ویحتمل ان یکون المراد انہ قرأ السور المذکورۃ فی رکعۃ واحدۃ کما فی حدیث حذیفۃ المتقدم فی باب العبادۃ والاحتمال الاول اوفق بظاہر ہذا السیاق ۱۲ ح ق ۵۳ یعنی فی کیفیۃ قراءۃ القرآن ترتیلا ومدا ووقفا اسرارا واعلانا وترجیعا وغیرہا ۱۲ ام ۵۴ ووقع فی بعض النسخ لیث بن شہاب وھو غلط لیس فی الرواۃ احد اسمہ لیث بن شہاب بل ہو لیث بن سعد ۱۲ ۵۵ ابن ابی ملیکۃ بالتصغیر عبد اللہ بن عبید اللہ ۱۲ ۵۶ مملک بفتح المیم الاولی وسکون الثانیۃ وفتح اللام بعدہا کاف ۱۲ ۵۷ قال الطیبی یحتمل ذلک اما بالقول بان تقول کانت قراءتہ کذا او بالفعل بان

ابو حازم ثنا ابی عن قتادة[۲] قال قلت لانس بن مالك كيف كان قراءة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مدًّا[۱]

حدثنا علی بن حجر ثنا یحیی بن سعید الاموی[۲] عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکة[۳] عن ام سلمة[۳] قالت

كان النبي صلى الله عليه وسلم يقطع قراءته[۱] يقول الحمد لله رب العلمين[۴] ثم يقف[۵] ثم يقول الرحمن الرحيم ثم

(من التقطيع وهو جعل الشئ قطعة قطعة ۱۲)

يقف وكان يقرأ ملك[۶] يوم الدين حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا الليث عن معاوية بن صالح عن عبد الله[۷] بن ابی قیس قال

ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ صاف صاف کیفیت بتائی **ف** یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے میں حروف واضح طور سے ظاہر ہوتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے زبانی یہ کیفیت بتائی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس طرح پڑھ کے بتایا ہو جس سے یہ کیفیت ظاہر ہو شراح حدیث دونوں احتمال بتاتے ہیں مگر اقرب دوسرا احتمال ہے اس لئے کہ حضرت ام سلمہؓ سے اسی نوع کی ایک حدیث ۳ پر آرہی ہے اُس میں حضرت ام سلمہ نے پڑھکر بتایا کہ اس طرح تلاوت فرماتے تھے۔ (۲) قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور کی قراءت کی کیفیت پوچھی تو انھوں نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (مد والے حروف کو) مد کے ساتھ کھینچکر پڑھتے تھے **ف** یعنی جو حروف ایسے ہوتے تھے کہ ان کو مد کی ساتھ پڑھا جاتا ہے ان کو مد کی ساتھ پڑھتے تھے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب اطمینان سے تلاوت کی جائے جلدی جلدی میں مد کے ساتھ پڑھنا مشکل ہے اس سے دونوں باتیں ظاہر ہو گئیں اطمینان سے پڑھنا بھی اور مدوں کی رعایت کرنا بھی۔ شراح حدیث نے لکھا ہے کہ مد کے بھی قواعد ہیں جو تجوید کی کتابوں میں مفصل موجود ہیں ان کی رعایت ضروری ہے ہمارے زمانے کے بعض قاری مدوں کو اتنا کھینچتے ہیں کہ حدود سے بڑھ جاتا ہے ہر چیز اصول اور قواعد کے موافق ہی صحیح ہے افراط اور تفریط دونوں مذموم ہیں (۳) ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت میں ہر آیت کو جُدا جُدا کر کے علیحدہ علیحدہ اس طرح پر پڑھتے تھے کہ الحمد للہ رب العلمین پر ٹھیرتے پھر الرحمن الرحیم پر وقف کرتے پھر ملک یوم الدین پر وقف کرتے۔ **ف**۔ غرض ہر ہر آیت کو جُدا جُدا نہایت اطمینان سے ترتیل کیساتھ پڑھتے تھے۔ قرار کے یہاں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ ہر آیت پر سانس لینا افضل ہے یا نہیں۔ مرشد عالم حضرت مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا ایک مستقل رسالہ جو نہایت مختصر ہے اُردو زبان میں شائع ہے اس مسئلہ کیلئے اُس کا مطالعہ مفید ہے۔ (۴) عبد اللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس

---

[۱] مدا بلفظ المصدر ای ذات مد والمراد به تطویل النفس فی حروف المد واللین وفی روایة البخاری کان یمد مدا وفی بعض النسخ مدا علی وزن فعلاء قال القاری لم نقف علیه روایة ۱۲ [۲] الاموی بضم الهمزة وفتح میم نسبة الی بنی امیة ۱۲ [۳] قال المصنف فی الجامع ہکذا روی یحیی بن سعید وغیرہ عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکة عن ام سلمة ولیس اسنادہ بمتصل لان اللیث بن سعد روی ہذا الحدیث عن ابن ابی ملیکة عن یعلی عن ام سلمة انہا وصفت قراءة النبی صلی اللہ علیہ وسلم حرفا حرفا وحدیث اللیث اصح اھ قال المناوی تعقبه القسطلانی بان سماع ابن ابی ملیکة من ام سلمة ثابت عند علماء اسماء الرجال فما ادری کیف حکم بعدم اتصاله وروایة اللیث غیر نص فی الانقطاع لاحتمال کونه من المزید فی متصل الاسانید اھ وقال الحافظ العسقلانی نقلا عن ابن ابی ملیکة ادرکت ثلثین من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم وذکر فی من سمع منهم ام سلمة قال القاری واذا ثبت سماعه منها فلم لا یجوز ان یسمع الحدیث بہذا اللفظ من ام سلمة وباللفظ المتقدم عن یعلی منها اھ ۱۲ [۴] یقول الخ فیه دلیل علی ان البسملة لیست جزءا من الفاتحة علی ما ہو مذہبنا الحنفیة ومذہب مالک قاله القاری خلافا للشافعیة ۱۲ [۵] قاله القاری الحاصل انه کان یقف علی رؤس الآی تعلیما للامة ولو فیه قطع الموصوف عن الصفة ولذا قال البیہقی والحلیمی وغیرہما یسن ان یقف علی رؤس الآی وان تعلقت بما بعدہا للاتباع فخرج بعضهم فی الحدیث بان محل الوقف یوم الدین غفلة عن قواعد القراء اذ اجمعوا علی ان الوقف علی الفواصل وقف حسن وانما الخلاف فی الافضل فی ہو الوصل او الوقف فالجمهور کالسجاوندی وغیرہ علی الاول والجزری علی الثانی ہو الحق [۶] قال المناوی بالالف فی جمیع نسخ الشمائل قال القسطلانی انه وہم من النساخ والصواب ملک بحذف الالف اھ قلت اختلفت روایة ام سلمة فی ہذا اللفظ جدا فاخرجه ابو داؤد واحمد والبیہقی بالالف والترمذی فی الجامع والحاکم بدون الالف ۱۲ +

سالت عائشة عن قراءة النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکان یسر بالقراءة ام یجہر قالت کل ذلک قد کان یفعل ربما اسر وربما جہر قلت الحمد للہ الذی جعل فی الامر سعة حدثنا محمود بن غیلان ثنا وکیع ثنا مسعر عن ابی العلاء العبدی[1] عن یحیی بن جعدة عن ام ہانی[2] قالت کنت اسمع قراءة النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل وانا علی عریشی[3] حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابوداؤد انا شعبة عن معویة بن قرة[4] قال سمعت عبد اللہ بن مغفل[5]

سقف مکان ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف آہستہ پڑھتے تھے یا پکار کر انھوں نے فرمایا کہ دونوں طرح معمول تھا میں نے کہا الحمد للہ اللہ کا شکر و احسان ہے جس نے ہر طرح سہولت عطا فرمائی (کہ بمقتضائے وقت جیسا مناسب ہو آواز سے یا آہستہ اسی طرح پڑھ سکے) ف۔ یہ سوال جیسا کہ جامع ترمذی شریف کی روایت میں تصریح ہے تہجد کی نماز کے بارہ میں تھا۔ اور اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ دونوں طرح معمول تھا یعنی آواز سے بھی اور آہستہ بھی اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک رات میں ہی دونوں طرح معمول تھا۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ کسی رات میں آواز سے پوری نماز پڑھنے کی نوبت آتی تھی اور کسی رات میں آہستہ تمام نماز پڑھ لیتے تھے دونوں صحیح ہیں اور تہجد میں دونوں طرح پڑھنے میں مضائقہ نہیں ہے وقت کی مناسبت سے بسا اوقات آواز سے پڑھنا افضل ہوتا ہے بالخصوص جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب بنے یا نشاط پیدا ہوتا ہو اور جہاں کسی کی تکلیف کا احتمال ہو یا ریا کا شائبہ ہو وہاں آہستہ پڑھنا اولیٰ ہوتا ہے جہر سے پڑھنے میں دوسروں کی تکلیف کی رعایت ضروری ہے اور کسی وقت دونوں برابر ہوں تو معمولی جہر اولیٰ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا معمول تہجد میں آہستہ پڑھنا تھا اور حضرت عمرؓ بلند آواز سے پڑھتے تھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں حضرات پر گذر ہوا دونوں کا حال دیکھا صبح کو جب دونوں حضرات حاضر خدمت تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ فرمایا۔ ابوبکر میں تمہارے پاس سے گذرا تم بہت آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں جس پاک ذات سے باتیں کر رہا تھا وہ سن ہی رہا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم بہت بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ غفلت سے سونے والوں کو جگانا اور شیطان کو اپنے سے دُور رکھنا مقصود تھا۔ حضور نے دونوں حضرات کی تصویب فرمائی اور حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو تھوڑا سا بڑھا لیا کرو اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم ذرا آہستہ کر دو۔ (۵) ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد حرام میں قرآن شریف پڑھتے تھے اور میں حضور) کے پڑھنے کی آواز رات کو اپنے گھر کی چھت پر سے سُنا کرتی تھی ف یعنی یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہایت صاف صاف بلند آواز سے پڑھتے تھے کہ میں اپنے مکان سے سُن لیتی تھی۔ رات کے وقت ویسے بھی آواز دُور تک جایا کرتی ہے اور پھر مکان کی چھت پر تو اور بھی صاف جاتی ہے بالخصوص جب مکان قریب ہو (۶) عبد اللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر پڑھتے دیکھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ترجیع کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ معویہ بن قرة (جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں)

---

[1] العبدی بفتح عین وسکون موحدة وفی بعض النسخ العنوی بفتح الغین المعجمة والنون وکسر الواو قاله القاری قلت والمؤید بکتب الرجال ہو الاول ۱۲ [2] قال المناوی ہو باثبات الیاء وفی نسخ بحذفہا والعریش والعرش السریر وشبہ بیت من جرید یجعل فوقہ الثمام وسقف البیت وکلما یستظل بہ او یہیأ للکرم لیرتفع علیہ قال القاری المراد بہ السریر وفی روایة للنسائی وابن ماجة قالت کنت اسمع وانا نائمة علی فراشی وفی المواہب عن ابن ماجة قالت کنا نسمع قراءة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی جوف اللیل عند الکعبة وانا علی عریشی اھ ۱۲ [3] قرة بضم قاف وتشدید راء مہملہ ۱۲ +

يقول رأيت النبی صلی الله عليه وسلم علی ناقته يوم الفتح وهو يقرأ انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال فقرأ ورجّع قال وقال معوية بن قرة لولا ان يجتمع الناس علی لاخذت لکم فی ذلك الصوت او قال اللحن حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا نوح بن قيس الحدانی عن حسام بن مصك عن قتادة قال ما بعث الله نبيا الا حسن الوجه حسن الصوت وكان نبيكم صلی الله عليه وسلم حسن الوجه حسن الصوت وكان لا يرجع حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن ثنا يحيی بن حسان ثنا عبد الرحمن بن ابی الزناد عن عمرو بن ابی عمرو عن عكرمة عن ابن عباس قال كان قراءة النبی صلی الله عليه وسلم

کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے جمع ہوجانیکا ڈر نہ ہوتا تو میں اُس لہجہ میں پڑھکر سُناتا **ف** ترجیع کے معنی لغت کی اعتبار سے لوٹانے کے ہیں آواز کو لوٹا کر پڑھنا مراد ہے۔ خود عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر آآ منقول ہے اس کا مطلب بعض علما نے آواز کو درست کرکے پڑھنے کا فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ کے فتح ہونے اور دار الاسلام بن جانے کی وجہ سے غایت سرور تھا اس لئے نہایت لطف سے پڑھ رہے تھے مگر میرے استاذ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اُونٹنی پر تشریف فرما تھے اس لئے اُس کی حرکت سے آواز ترجیعی معلوم ہوتی تھی۔ اسی بنا پر عبد اللہ بن مغفل نے اُسکی تفسیر آآ سے نقل کی۔ اور اسی وجہ سے معویہ نے اُسکی نقل کرنیکی ہمت نہیں کی کہ دانستہ اُس طرح آواز بنانے سے لوگ مجتمع ہوجاویں گے اس توجیہ کے موافق آئندہ حدیث کے بھی مخالف نہیں ہوگی۔ بندہ کے نزدیک یہی توجیہ زیادہ پسندیدہ ہے اس لئے کہ اگر پہلے قول کے موافق آواز بنا کر اور درست کرکے پڑھنا مراد ہے تو پھر لوگوں کے مجتمع ہونے کا کیا خوف ہے۔ قرآن پاک کو اچھی آواز سے جس میں گانے سے مشابہت پیدا نہ ہو پڑھنا ہی چاہئے۔ بہت سی احادیث میں مختلف عنوان سے قرآن پاک کو ترتیل سے اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے جن میں سے بعض روایات میں اپنے رسالہ چہل حدیث میں لکھ چکا ہوں جس کا دل چاہے اُس کو دیکھے۔

(۷) قتادہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ہر نبی کو حسین صورت اور حسین آواز والا مبعوث فرمایا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین صورت اور حسین آواز والے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف (گانے والوں کی طرح) آواز بنا کر نہیں پڑھتے تھے **ف** اس حدیث کو پہلی حدیث سے بظاہر تعارض ہے جس کی توجیہ گذشتہ حدیث کے ذیل میں گذر چکی ہے کہ آواز کو لوٹا کر پڑھنے کی نفی مقصود ہے بعض علما نے اس سے گانے کی آواز مراد لی ہے کہ گانے کی آواز سے تلاوت کی ممانعت متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے۔

(۸) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز (صرف اس قدر بلند ہوتی تھی کہ) آپ اگر کوٹھڑی میں پڑھتے

له قال القاری من الترجيع بمعنی التحسين واشباع المد فی موضعه وقال المناوی ای ردد صوته بالقراءة ومنه ترجيع الاذان او قارب ضروب الحركات فی الصوت وقد فسره عبد الله بن مغفل بقوله آآ وذلك ينشأ غالبا عن اريحية وانبساط والمصطفی صلی الله عليه وسلم حصل له من ذلك حظ وافر يوم الفتح وزعم ابن الاثير ان ذلك حصل من هز الناقة وردبانه لو كان بغير اختيار لما حكاه عبد الله وفعله اقتداءً اه وفيه انه لم يفعله بل تركه مخافة اجتماع الناس ولو كان هذا باختياره وما ينبغی ان يقتدی به فعله معوية ولو اجتمع بل احب ان يجتمع له الناس ولذا تعقب القاری علی المناوی بان حكاية ليس للناس بل للعلم بكيفيته اه ۱۲ ٢ه الحدانی نسبة الی حدان بضم حاء وتشديد دال مهملتين قبيلة من الازد ۱۲ ٣ه حسام بضم حاء وفتح سين مهملة هو مصك بكسر ميم وفتح مهملة وتشديد كاف ضعيف قال الدارقطنی حسام متروك ومن مناكيره حديث ما بعث الله نبيا الا حسن الصوت وقال القسطلانی حديث مقطوع ضعيف قاله المناوی قلت وذلك لان قتادة تابعی ۱۲ ٤ه وفی حاشية الكوكب عن شرح الشفاء للقاری حكی الترمذی عن قتادة مرسلا ورواه الدارقطنی من حديث قتادة عن انس موصولا ما بعث الله نبيا الا حسن الوجه حسن الصوت وكان نبيكم احسنهم وجها واحسنهم صوتا وفيه ان يشكل حسن صورة يوسف وحسن صوت داؤد عليهما السلام وتمامه فيه ۱۲ ٥ه ای قصدا او ترجيع الغناء قال القاری وقد علمت ان الحديث ضعيف وقال البيجوری ای لا يرجع فی بعض الاحيان او كان لا يرجع ترجيع الغناء فلا ينافی ما مر قلت وحمل الاول فيكون دليلا علی جواز القراءة بدون تحسين الصوت فی بعض الاحيان المعدودة ۱۲

ربما یسمعها من فی الحجرة وهو فی البیت

باب ما جاء بکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا سوید بن نصر انا عبد اللہ بن المبارک عن حماد بن سلمة عن ثابت عن مطرف و هو ابن عبد اللہ بن الشخیر عن ابیہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یصلی ولجوف

تو صحن والے سن لیتے تھے۔ **ف**۔ یعنی صحن سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔ قرآن شریف کا آہستہ اور آواز سے پڑھنا دونوں مواقع کے لحاظ سے افضل ہیں۔ اگر ترغیب کا موقع ہو یا کوئی اور سبب جہر کی ترجیح کا ہو تو جہر سے پڑھے اور اگر ریا وغیرہ کا خوف ہو تو آہستہ پڑھے غرض یہ کہ موقع کے لحاظ سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آواز سے قرآن پاک پڑھنے والا ایسا ہے جیسا اعلان سے صدقہ کرنے والا اور آہستہ قرآن شریف پڑھنے والا ایسا ہے جیسا کہ چپکے سے صدقہ کرنے والا۔ اور صدقہ کی متعلق اظہار اور اخفا کا افضل ہونا موقع کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے اسی طرح تلاوت کا بھی حکم ہے۔

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ وزاری کا ذکر

ف۔ آدمی کا رونا چند وجوہ سے ہوتا ہے کبھی رحمت اور مہربانی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کبھی خوف کی وجہ سے ہوتا ہے کبھی اشتیاق و محبت کی وجہ سے ہوتا ہے کبھی غلبۂ خوشی سے ہوتا ہے۔ کبھی کسی درد وغیرہ کی تکلیف کی وجہ سے اور کبھی رنج کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کبھی کسی کے ظلم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک رونا توبہ کا ہوتا ہے جو کسی گناہ کے صادر ہو جانے سے آتا ہے۔ ایک رونا نفاق کا کہلاتا ہے جو کسی دوسرے کے دکھلانے کی وجہ سے نماز وغیرہ میں خشوع خضوع ظاہر کرنے کے طور پر رو دیا جاوے۔ ایک رونا ملنگے کا کہلاتا ہے جیسے کسی کے مرد کو بلا مزدوری لئے رو دیا جاوے۔ ایک رونا مزدوری کا رونا کہلاتا ہے جیسا کسی میت کے گھر مزدوری لیکر رو دیا جاوے جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے ایک موافقت کا رونا کہلاتا ہے وہ یہ کہ کسی کو روتا ہوا دیکھکر رونا آجائے وغیرہ وغیرہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گریہ اکثر میت پر شفقت و رحمت یا امت پر خوف یا اللہ کے ڈر یا اس کے اشتیاق سے ہوتا تھا جیسا کہ روایات سے معلوم ہوگا انہی اقسام کا رونا محمود ہے۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ ایک رونا جھوٹ کہلاتا ہے وہ اس شخص کا رونا ہے جو کسی گناہ پر روئے اور اس پر جما رہے شراح حدیث نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰة والسلام کا رونا رنج کا رونا تھا اور حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰة والسلام کا رونا شوق کا رونا تھا اور نبی کریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم کا رونا محبت کا رونا تھا بندہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ راتوں کا اکثر رونا اس ذیل میں تھا ورنہ جیسا ابھی گذرا حضور کا رونا مختلف انواع کا ہوتا تھا چنانچہ مختلف انواع کی روایات آرہی ہیں۔ اس باب میں مصنف نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) عبد اللہ بن شخیر کہتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے ہنڈیا کا جوش ہوتا ہے۔

لہ الحجرة ہی الارض المحجورة ای الممنوعة بسبب حائط محوط علیہا والمراد صحن البیت والمعنی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ فی البیت ربما یسمع قرائتہ من فی صحنہ ولا یتجاوز صوتہ عنہم لتوسطہ وقال القاری یحتمل ان یکون المراد بالبیت ہو الحجرة نفسہا ای یسمع من فی الحجرة وہو صلی اللہ علیہ وسلم فیہا اھ ۱۲ **سہ** قال القاری ہو بضم الموحدة مقصود اخروج الدمع مع الحزن ممدوداً خروجہ مع رفع الصوت کذا ذکرہ بعض الشراح واطلق صاحب القاموس حیث قال بکیٰ یبکی بکاء وبکاً اھ وقال المناوی قیل بالمد اذا کان الصوت اغلب وبالقصر اذا کان الحزن اغلب ۱۲

سہ مطرف بضم المیم وفتح الطاء المہملة وکسر الراء المشددة ابن الشخیر بکسر الشینین المشددتین المثناة تحتیة فراء مہملة ۱۲ +

ازیز کازیز المرجل من البکاء حدثنا محمود بن غیلان ثنا معویۃ بن ھشام ثنا سفیٰن عن الاعمش عن ابراھیم عن عبیدۃ عن عبد اللہ بن مسعود قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ علی فقلت یا رسول اللہ اقرأ علیک وعلیک انزل قال انی احب ان اسمعہ من غیری فقرأت سورۃ النساء حتی بلغت وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا قال فرأیت عینی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھملان

(مثل آواز دیگ روغن)

ف۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال خشوع وخضوع کی وجہ سے تھا۔ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ یہ حالت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس وقت ہوتی تھی جب اللہ جل جلالہ کی صفات جلالیہ اور صفات جمالیہ دونوں کا ظہور اکٹھے ہوتا تھا اور صفات جلالیہ کے ظہور کی تو کوئی چیز طاقت ہی نہیں رکھتی البتہ صرف صفات جمالیہ کا جس وقت ظہور ہوتا تھا اُس وقت ایک سرور اور انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی تھی اور حضور کے طفیل مشائخ سلوک کو بھی یہی دو کیفیتیں پیش آتی ہیں۔ (۲) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضورؐ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف سناؤ (شاید حضور نے اس لئے ارشاد فرمایا ہو کہ سننے میں غور وتدبر بڑھتی سوز زیادہ ہوتا ہے یا کسی اور وجہ سے سننے کی رغبت فرمائی ہو کہ بہت سی وجوہ اس کی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً یہی کہ قرآن شریف سننے کی سنیت بھی حضور کے فعل سے ثابت ہو جائے) میں نے عرض کیا کہ حضور آپ ہی پر تو نازل ہوا ہے اور آپ ہی کو سناؤں (شاید ابن مسعود کو یہ خیال ہوا ہو کہ سنانا تبلیغ اور یاد کرانے کے واسطے ہوتا ہے) حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں۔ میں نے امتثال حکم میں سنانا شروع کیا اور سورۂ نساء (جو چوتھے سیارہ کے پونے سے شروع ہوتی ہے) پڑھنا شروع کی۔ میں جب اس آیت پر پہنچا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا ۔ تو میں نے حضور کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا کہ دونوں آنکھیں گریہ کی وجہ سے بہہ رہی تھیں۔ **ف**۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا کلام الٰہی کے سننے سے ہو کہ تلاوت کلام اللہ کی شان یہی ہے امام نووی نے لکھا ہے کہ تلاوت کے وقت رونا عارفین کی شان ہے اور صالحین کا شعار رہے حق تعالیٰ شانہ نے کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی تعریف کی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ اذا تتلیٰ علیھم اٰیات الرحمٰن الاٰیۃ سورۂ مریم۔ جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو زمین پر گر جاتے سجدہ کرتے ہوئے۔ اور روتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد ہے ان الذین اوتوا العلم الاٰیۃ بنی اسرائیل۔ کہ یہ قرآن شریف جب ان پر پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن شریف یعنی اس کا سننا ان کے خشوع کو اور بڑھا دیتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضور سے زیادہ ان آیات کے مطابق اور کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضور کا یہ رونا کلام اللہ شریف کی عظمت وجلال کی وجہ سے ہونا قرین قیاس ہے۔ اس صورت میں حضور پہلے سے رو رہے ہوں اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی نگاہ اسی وقت پڑی ہو قرین قیاس ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خاص اُس آیت پر حضور کو رونا آیا ہو کہ اس آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے اُس وقت بھی کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کیلئے

له بالزائین المعجمتین بینھما تحتیۃ علی وزن فعیل ای غلیان وقیل صوت والمرجل بکسر المیم وفتح الجیم القدر من نحاس او حجارۃ او حدید او غیر ذلک او القدر مطلقا کما اختارہ الحافظ ابن حجر ۱۲ **که** قال المرائی ومن ہذا الحدیث وکونہ استن اہل الطریق الوجد والتواجد فی احوالہم ۱۲ م **سه** قال المناوی لعلہ سفیان بن وکیع اھ والظاہر عندی انہ الثوری فان الحدیث اخرجہ البخاری عنہ عن الاعمش وذکر الحافظ فی مشائخ معاویۃ بن ہشام الثوری ۱۲ **که** قال المناوی ہو متعدد فلیحرر ۱۲ والمراد بہ اھ قلت ہو ابراہیم النخعی التابعی الشہیر جزم بہ الحافظ فی الفتح والعینی ثم الحدیث اخرجہ المصنف بروایۃ ابی الاحوص عن الاعمش عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبد اللہ ثم قال ہکذا روی ابو الاحوص وانما ہو ابراہیم عن عبیدۃ عن عبد اللہ اھ ۱۲ **ه** عبیدۃ بفتح عین مہملۃ وکسر بار موحدۃ ابن عمرو السلمانی التابعی کذا فی الشروح وکتب الرجال ۱۲ **له** ای مزکیا او مثنیا او شاہدا او حاضرا ۱۲ ق **که** بفتح التاء وکسر المیم وضمہا ای تسیلان ولفظ الصحیحین حتی اتیت ہذہ الآیۃ قال حسبک فالتفت الیہ فاذا عیناہ تذرفان ۱۲ +

حدثنا قتیبۃ ثنا جریرؒ عن عطاء بن السائب عن ابیہ عن عبداللہ بن عمروؓ قال انکسفت الشمس یومًا[۱]
علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حتی لم یکد یرکع ثم رکع[۲]
(ای فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲) (ای لم یقرب ۱۲)
فلم یکد یرفع راسہ ثم رفع راسہ فلم یکد ان یسجد ثم سجد فلم یکد ان یرفع راسہ ثم رفع راسہ فلم یکد
ان یسجد ثم سجد فلم یکد ان یرفع راسہ فجعل ینفخ[۳] ویبکی و یقول رب الم تعدنی ان لا تعذبہم وانا فیہم
رب الم تعدنی الا تعذبہم وھم یستغفرون ونحن نستغفرک فلما صلی رکعتین انجلت الشمس فقام فحمد

حاضر کریں گے۔ یہ قیامت کا منظر ہے کہ اُس دن ہر نبی کو ان کی امت پر گواہی دینے کے لئے بطور سرکاری گواہ کے لایا جائے گا جس کے حالات محشر کی احادیث میں مفصل موجود ہیں اس صورت میں حضور کا یہ رونا قیامت اور محشر کے سخت حالات کے تصور سے ہو کہ نہایت ہی سخت دن ہوگا اور ہر شخص نفسی نفسی میں مبتلا ہوگا اور ممکن ہے کہ حضور کو چونکہ اس آیت شریفہ میں بطور گواہ کے پیش ہونے کا ارشاد ہے تو اس گواہی کی شدت کی وجہ سے خوف ہو چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے اس وقت جب یہ آیت پڑھی گئی یہ کہا یا اللہ جو لوگ میرے سامنے نہیں ہیں ان پر کیسے گواہی دوں گا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس گواہی کے سلسلہ میں قیامت کا منظر سامنے آیا اور امت کا فکر حضور کو ہر وقت رہتا ہی تھا اس لئے امت کے گنہگاروں کے حال پر شفقت کی وجہ سے رونے کا غلبہ ہو گیا ان میں سے ہر وجہ ایسی ہے کہ وہ گریہ کا سبب بن سکتی ہے اور ان سب کا مجموعہ اور ان کے علاوہ اور بھی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

(۲۳) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ سورج گہن ہوا (یہ قصہ جمہور کے نزدیک سنہ ۱۰ھ کا ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز شروع فرما کر اتنی دیر تک کھڑے رہے گویا رکوع کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے (دوسری روایت میں ہے کہ سورۂ بقرہ پڑھی تھی) اور پھر رکوع اتنا طویل کیا کہ گویا رکوع سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں پھر ایسے ہی رکوع کے بعد سر اٹھا کر قومہ میں بھی اتنی دیر تک کھڑے رہے گویا سجدہ کرنا ہی نہیں ہے۔ پھر سجدہ کیا اور اس میں بھی سر مبارک زمین پر اتنی دیر تک رکھے رہے گویا سر اُٹھانا ہی نہیں ہے اسی طرح سجدہ سے اٹھکر جلسہ اور پھر جلسہ کے بعد دوسرے سجدہ میں۔ غرض ہر ہر رکن اس قدر طویل ہوتا تھا کہ گویا یہ ہی رکن اخیر تک کیا جائیگا دوسرا کوئی رکن نہیں ہے (اسی طرح دوسری رکعت پڑھی اور اخیر سجدہ میں) شدتِ غم اور جوش کے سے سانس لیتے تھے اور روتے تھے اور حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ عالی میں یہ عرض کرتے تھے کہ اے اللہ تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میری موجودگی تک امت کو عذاب نہ ہوگا۔ اے اللہ تو نے ہی یہ وعدہ کیا تھا کہ جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے عذاب نہیں ہوگا۔ اب ہم سب کے سب استغفار کرتے ہیں۔ حضور کا یہ ارشاد اُس مضمون کی طرف اشارہ ہے جو کلام اللہ شریف میں نویں پارہ کے اخیر میں ہے وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم وما کان اللہ

[۱] یومًا اختلفوا فی ان الکسوف وقع فی عہدہ علیہ السلام مرۃ او اکثر منہا فالجمہور من اہل الحدیث واہل السیر علی الاول وقوی النووی وغیرہ الثانی ۱۲ [۲] ثم رکع اختلفت الروایات فی عدد الرکوع الی ست رکوعات فقالت الشافعیۃ وغیرہم ان ما زاد علی الرکوعین وہم او مرجوح والراجح روایات الرکوعین وقالت الحنفیۃ ان الاصل فی صلوٰۃ رکوع واحد وھو المؤید بالروایات القولیۃ وروایات الفعل متعارضۃ فبقی الاستدلال بالقول سالمًا من المعارضۃ [۳] قولہ ینفخ قال القاری والمناوی ای بغیر ما یظہر من فیہ حرفان قلت فلا بطلان للصلوٰۃ ولا حاجۃ الی تضعیف الحدیث ولفظ ابی داؤد ثم نفخ فی آخر سجودہ فقال اف اف وکتب الوالد المرحوم فی تقریرہ علیہ ہذہ حکایۃ لصوتہ صلی اللہ علیہ وسلم فحسب ولا یستلزم صدورہ فی الحکایۃ صدورہ فی المحکی عنہ ولا یلزم فساد الصلوٰۃ وہذا کما فی حکایتہم لصوت الغراب بغاق مع ان شیئا من الحروف لا یصدر منہا فاثبات الحروف فی الحکایۃ لضرورۃ النقل او الکتابۃ انتہی فللہ در والدہ المرحوم ما اجاد ۱۲

عــه ولفظ ابی داؤد ثم سجد فلم یکد یرفع ثم رفع ... ثم فعل فی الرکعۃ الاخری مثل ذلک ثم نفخ فی آخر سجودہ فقال اف اف ثم قال رب الم تعدنی ... انی لا اعذبہم وانا فیہم الم تعدنی ... [illegible] ۱۲

الله تعالیٰ واثنى عليه ثم قال ان الشمس والقمر آيتان من آيات الله فاذا انكسفا فافزعوا الى ذكر الله تعالیٰ

حدثنا محمود بن غيلان ثنا ابو احمد ثنا سفيان عن عطاء بن السائب عن عكرمة عن ابن عباس قال اخذ

رسول الله صلى الله عليه وسلم ابنة له تقضى فاحتضنها فوضعها بين يديه فماتت وهى بين يديه وصاحت

ام ايمن فقال يعنى النبى صلى الله عليه وسلم اتبكين عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت الست اراك تبكى قال انى لست

ابكى انما هى رحمة ان المؤمن بكل خير على كل حال ان نفسه تنزع من بين جنبيه وهو يحمد الله تعالیٰ حدثنا

(الاحتضان جعل الشئ فی الحضن ۱۲ — ای البکاء رحمة والتانیث باعتبار الخبر ۱۲ — کان الموت تحفة المؤمن ۱۲ ق)

معذبهم وهم يستغفرون» اس آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ ایسا نہ کریں گے کہ ان لوگوں میں آپ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں اور اس حالت میں بھی ان کو عذاب نہ دیں گے کہ وہ استغفار کرتے رہتے ہوں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو آفتاب نکل چکا تھا۔ حضور نے اس کے بعد وعظ فرمایا جس میں حق تعالیٰ شانہ کی حمد و ثنا کے بعد یہ مضمون فرمایا کہ شمس و قمر کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گہن نہیں ہوتے بلکہ یہ حق تعالیٰ جل شانہ کی دو نشانیاں ہیں (جن سے حق سبحانہ اپنے بندوں کو عبرت دلاتے ہیں اور ڈراتے ہیں) جب یہ گہن ہو جایا کریں تو اللہ جل جلالہ کی طرف فوراً متوجہ ہو جایا کرو (اور استغفار و نماز شروع کر دیا کرو) **ف**۔ اس وعظ کی یہ مصلحت تھی کہ ایام جاہلیت میں یہ بات مشہور تھی کہ چاند و سورج کا گہنا کسی بڑی موت یا کسی بڑے شخص کی پیدائش کی وجہ سے ہوتا ہے اور اتفاق وقت کہ حضور کے زمانہ میں جب گہن ہوا تو اُسی دن صاحبزادہ اقدس حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی ہوا تھا۔ اس لئے اُس سے جاہلی خیال کی اور بھی تائید ہوتی تھی۔ اور لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ گہن حضرت ابراہیمؓ کے انتقال کی وجہ سے ہوا۔ صلوٰۃ الکسوف میں ائمہ کا خلاف ہے کہ ایک رکوع سے پڑھنی چاہئے یا ایک سے زائد رکوع کے ساتھ۔ حنفیہ کا مسلک ایک ہی رکوع کا ہے اس حدیث سے اُن کی تائید ہوتی ہے باقی علمی بحث اور فریقین کے دلائل اس جگہ سے مناسبت نہیں رکھتے ۱۲ھ) ابن عباس رضی اللہ عنہ

۱؎ ابنة قيل لا يخلو هذا الحديث عن اشكال لان المراد بنته حقيقة كما هو ظاهر اللفظ فهو مشكل لان ارباب السير والحديث اتفقوا على ان بناته صلى الله عليه وسلم كلهن متن الى الكبر واما ان يريدوا ابنة احدى بناته فيكون الاضافة مجازية وهو ليس ببعيد لكن لم ينقل ان ابنة احدى بناته ماتت فى الصغر الا ما فى مسند احمد عن اسامة قال اتى النبى صلى الله عليه وسلم بامامة بنت ابى العاص من زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهى فى النزع لكنه مشكل ايضا بان اهل التاريخ قالوا ان امامة عاشت بعده عليه السلام حتى تزوجها على ولذا حملوا رواية احمد على انها اشرفت على الموت ثم عافاها الله ببركة النبى صلى الله عليه وسلم وهو مختار الحافظ فى الفتح قالوا وقع الوهم فى حديث الباب والمراد به احد بنيه فانهم ماتوا صغارا فى حياته صلى الله عليه وسلم او المراد ابن بعض بناته قال القارى وهو الظاهر يعنى لاسباب الميلادى ان عبد الله بن عثمان من رقية مات فى حجره صلى الله عليه وسلم فبكى وقال انما يرحم الله من عباده الرحماء وفى مسند البزار عن ابى هريرة قال ثقل ابن لفاطمة فبعث الى النبى صلى الله عليه وسلم الحديث وللبخارى عن اسامة قال ارسلت بنت النبى صلى الله عليه وسلم اليه ان ابنا لى قبض فائتنا الحديث ۱۲ ۲؎ تقضى بفتح التاء وكسر الضاد والمعجمة يريد ان تموت من القضاء وهو الموت وقيل اصل تقضى مات فاستعماله ههنا للاشراف على الموت مجازا ۱۲ ق ۳؎ هى حاضنة النبى صلى الله عليه وسلم ومولاته ورثها من ابيه واعتقها حين تزوج خديجة وزوجها لزيد مولاه فولدت له اسامة ۱۲ ق ۴؎ تبكى ولا ينافى قول عائشة ما بكى رسول الله صلى الله عليه وسلم على ميت قط وانما غايته حزنه ان يمسك لحيته لان المراد ما بكى استعجالا رحمة قاله القارى قلت بل ما بكى صياحا بل سال دمعا ۱۲

۵؎ بفتح الزای ای خافوا ولتفزعوا والتجاوا به الى ذكر الله وفى رواية لابى داؤد والنسائى انما هذه الآيات يخوف الله بها عباده فاذا رأيتموها فصلوا وتذكروا وجاء فى بعض الروايات آيتان من آيات الله وان الله سبحانه اذا تجلى لشئ من خلقه خضع له وظاهره ان سبب الكسوف خشوعهما له وسببه ان النور والاضاءة من عالم الجمال فاذا تجلت صفة الجلال انطمست الانوار لهيبته وذلك لا يبطل قول اهل الهيئة ان الكسوف امر عادى لا يتقدم ولا يتاخر لان ذلك لا ينافى كون ذلك تخويفا للعباد ومن ثم قال القشيرى لا تنافى بين ما قالوه وبين الحديث لان له تعالى افعالا بحسب العادة وافعالا خارجة عنها وقدرته حاكمة على كل سبب فيقطع ما يشاء من الاسباب والمسببات بعضها عن بعض فالعارفون لقوة اعتقادهم فى عموم قدرته على خرق العادة اذا وقع شئ غريب قوى خوفهم وذلك لا يمتنع ان يكون ثم اسباب تجرى عليها العادة ۱۲ ق م +

محمد بن بشار ثنا عبد الرحمٰن بن مهدی ثنا سفیان عن عاصم بن عبید اللہ عن القاسم بن محمد عن عائشۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبّل عثمان بن مظعونؓ وھو میت وھو یبکی او قال عیناہ تھرقان حدثنا اسحاق بن منصور انا ابو عامر ثنا فلیح وھو ابن سلیمان عن ھلال بن علی عن انس بن مالک قال شھدنا ابنۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس علی القبر فرأیت عینیہ تدمعان فقال أفیکم رجل لم یقارف اللیلۃ قال ابو طلحۃ انا قال انزل فنزل فی قبرھا

فرماتے ہیں کہ حضور کی ایک لڑکی قریب الوفات تھیں۔ حضور نے اُنکو گود میں اُٹھایا اور اپنے سامنے رکھ لیا۔ حضور کے سامنے ہی رکھے رکھے اُنکی وفات ہوگئی۔ ام ایمن (جو حضور کی ایک باندی تھیں) چلّا کر رونے لگیں۔ حضور نے فرمایا کیا اللہ کے نبی کے سامنے ہی چلّا کر رونا شروع کر دیا (چونکہ حضور کے بھی آنسو ٹپک رہے تھے اسلئے) انھوں نے عرض کیا کہ حضور بھی تو رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ممنوع رونا نہیں، یہ اللہ کی رحمت ہے (کہ بندوں کے قلوب کو نرم فرمادیں اور اُن میں شفقت و رحمت کا مادہ عطا فرمادیں) پھر حضور نے فرمایا کہ مومن ہر حال میں خیر ہی میں رہتا ہے حتی کہ خود اُس کا نفس نکالا جاتا ہے اور وہ حق تعالیٰ شانہ کی حمد کرتا ہے **ف**۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ قصّہ کس صاحبزادی کا ہے۔ محدثین اور مورخین کی تحقیق کے موافق صاحبزادیوں میں سے کسی کا بھی یہ واقعہ نہیں بنتا بلکہ دھیوتی یا دھیوتے کا ہے اور ممکن ہے کہ کوئی سے صاحبزادہ کا ہو کہ بواسطہ اولاد کے واقعات میں اس قسم کے حالات پیش آئے ہیں جس کا بھی واقعہ ہو۔ اس جگہ مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی کا بیان کرنا ہے کہ سنگدلی شفقت کے خلاف ہے اور اولاد کی ساتھ فطری محبت نہ نبوت کے منافی ہے نہ ولایت کے بلکہ نرم دلی ممدوح ہے۔ (۵) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضور نے عثمان بن مظعون کی پیشانی کو اُنکی وفات کے بعد بوسہ دیا۔ اُس وقت حضور کے آنسو ٹپک رہے تھے۔

ف۔ یہ جلیل القدر صحابی حضور کے رضاعی بھائی ہیں۔ ابتداء اسلام میں تیرہ نفر کے بعد مسلمان ہوئے تھے اول حبشہ کو ہجرت کی اُس کے بعد مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ بڑے عابد زاہد تھے۔ شراب پینا جب جائز تھا جب بھی انھوں نے اس کا استعمال ترک کر رکھا تھا۔ مہاجرین میں سب سے پہلے ان کی ہی وفات ہوئی ہے شعبان ۲ھ میں اُن کا انتقال ہوا۔ اور بقیع میں دفن ہوئے۔ (۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صاحبزادی (ام کلثوم) کی قبر پر تشریف فرما تھے اور آپ کے آنسو جاری تھے۔ حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ قبر میں وہ شخص اُترے جس نے آج رات مجامعت نہ کی ہو۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں ہوں۔ حضور کے فرمانے سے وہ قبر میں اترے۔

ف۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تعریض تھی کہ وہ باوجودیکہ اُن کی بیوی حضور کی بیٹی سخت بیمار تھیں حتی کہ اُسی دن انتقال ہوگیا۔ اس کے باوجود وہ اس شب میں اپنی ایک باندی کے ساتھ مشغول رہے۔ بعض علماء نے لم یقارف کا ترجمہ صحبت نہ کرنے کا کہا

---

(۱) وفی کتاب الوفاء لابن الجوزی عن عائشۃ قالت لما مات عثمان بن مظعون کشف النبی صلی اللہ علیہ وسلم الثوب عن وجہہ وقبل بین عینیہ ثم بکی طویلا فلما رفع عن السریر قال طوبی لک یا عثمان لم تلبسک الدنیا ولم تلبسہا اھ ق (۲) بضم الفتاء وفتح الھاء وسکونہا مضارع مبنی للمفعول قال العصام فیہ لغتان فتح الھاء علی انہا عوض عن الھمزۃ وحینئذ ماضیہ ہراق وسکون الھاء علی انہا زیدت واذا اصلہ اہراق ورد وایۃ الکتاب علی الوجہین اھ ق (۳) بضم فاء وفتح لام وسکون تحتیۃ فی ا حملۃ اھ ق (۴) ہی ام کلثوم کما رواہ الواقدی عن فلیح بہذا الاسناد وکذا اخرجہ ابن سعد فی الطبقات فی ترجمۃ ام کلثوم ووہم من قال انہا رقیۃ لانہا ماتت والنبی صلی اللہ علیہ وسلم ببدر والقول بانہا بنت لہ صغیرۃ غیر ہذا ر بانہ لم یثبت وبالاول جزم الحافظ فی الفتح وذکرلہ الشواہد وہ والتقولیین الآخرین ج (۵) ای لم یجامع تلک اللیلۃ وبہ جزم ابن حزم ویقویہ ما فی روایۃ ثابت عن انس بلفظ لا یدخل القبر احد قارف اہلہ البارحۃ فتنحی عثمان وحکی عن الطحاوی انہ قال لم یقارف تصحیف والصواب لم یقاول ای لم ینازع غیرہ الکلام لانہم کانوا یکرہون الحدیث بعد العشاء وتعقب بانہ تغلیط للثقۃ بغیر مستند وکانہ استبعد ان یقع لعثمان ذلک لحرصہ علی مراعاۃ الخاطر الشریف ویجاب عنہ باحتمال ان یکون مرض المرأۃ طال واحتاج عثمان الی الوقاع ولم یظن انہا تموت تلک اللیلۃ ولیس فی الخبر ما یقتضی انہ واقع بعد موتہا بل لاحتمال ان احتضار ہا ۱۲ فتح الباری (۶) قولہ فنزل فی قبرہا تشکل علیہ نزول الاجانب فی قبر المرأۃ مع وجود المحرم ویمکن ان یجاب عنہ

بَابُ مَا جَاءَ فِي فِرَاشِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدثنا علی بن حجر انا علی بن مسہر عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت انما کان فراش رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الذی ینام علیہ من ادم حشوہ لیف حدثنا ابو الخطاب زیاد بن یحیی البصری نا عبد اللّٰہ بن میمون انا جعفر

بلکہ گناہ کرنے کا کیا ہے اور بعض علماء نے بات نہ کرنے کا ترجمہ کیا ہے کہ عشاء کے بعد بات کرنا پسند نہ تھا مشہور معنی پہلے ہیں۔ اور تعریض میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ تعلقات کی قوت پر شکایت ہوتی ہے حضرت عثمانؓ کا یہ فعل بضرورت ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں اور بضرورت کا حال کس کو معلوم ہو سکتا ہے حضور کا مقصود بھی غالباً لطیف تنبیہ تھی نہ کہ عتاب۔ اور عجب نہیں کہ تنبیہ کی غرض یہ ہو کہ حضرت ام کلثومؓ کا نکاح اہم تھا کہ اللہ جل شانہ کے حکم سے ہوا تھا حضرت ام کلثومؓ کی ہمشیرہ یعنی حضرت عثمان کی پہلی بیوی کا جب انتقال ہوا تو حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں اور یکے بعد دیگرے مرتی رہتیں تو میں سب کا نکاح یکے بعد دیگرے عثمان سے کرتا۔ یہ جبرئیل یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثوم کا نکاح عثمان سے کر دوں ایسی صورت میں ام کلثوم جیسی بیوی کی بیماری یقیناً لطیف تنبیہ اور تعریض کے مناسب تھی۔ واللہ اعلم۔

باب۔ اُن روایات کا ذکر جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں

ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس قسم کے بستر پر آرام فرماتے تھے وہ ان روایات سے معلوم ہوگا جو مصنف نے اس میں ذکر فرمائی ہیں اور ہم امتیوں کے قالینوں اور فرشوں کا کیا حال ہے وہ نگاہوں کے سامنے ہے۔ مصنف نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے اور آرام فرمانے کا بستر چمڑہ کا ہوتا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کبھی چمڑہ کا ہوتا تھا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کبھی صرف ٹاٹ کا جیسا کہ دوسری حدیث میں آرہا ہے کبھی صرف بوریا ہوتا تھا۔ متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہے کہ صحابہؓ جب نرم بستر بنانے کی درخواست کرتے تو حضور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیاوی راحت و آرام سے کیا کام۔ میری مثال تو اس رہگیر جیسی ہے جو چلتے چلتے راستہ میں ذرا آرام لینے کے لئے کسی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گیا ہو اور تھوڑی دیر بیٹھ کر آگے چل دیا ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک انصاری عورت آئیں انھوں نے حضور کا بستر دیکھا کہ عبا بچھا رکھا ہے انھوں نے واپس جا کر ایک بستر طیار کیا جس کے اندر اُون بھر رکھی تھی اور حضور کے لئے میرے پاس بھیجدیا حضور تشریف لائے اُس کو رکھا ہوا دیکھکر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے میں نے عرض کر دیا کہ فلاں انصاری عورت آئی تھیں حضور کا بستر دیکھکر یہ بنوا کر بھیجا ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس کو واپس کر دے مجھے وہ اچھا معلوم ہوتا تھا اس لئے دل نہ چاہتا تھا کہ واپس

ف۱ الفراش بکسر الفاء ما یبسط الرجل تحتہ ویجمع علی فرش بضمتین فعال بمعنی مفعول کلباس بمعنی ملبوس ۱۲ ح ف۲ بضم میم وسکون حاء مہملۃ وکسر ہا ۱۲ م ف۳ بفتحتین جمع ادیم وھو الجلد المدبوغ او الاحمر او مطلق الجلد علی ما فی القاموس ۱۲ ق ف۴ بالفتح ای محشوہ والضمیر للفراش وقیل للادم باعتبار اللفظ وان کان معناہ جمعا بہ جزم المناوی وغیرہ ورد القاری بانہ انما یصح لو کان الادم اسم جمع وحیث انہ جمع فلا مطابقۃ بین الضمیر والمرجع ۱۲ ح ف۵ عبد اللہ بن میمون بن داؤد القداح فانی المصریۃ عبد اللہ بن مہدی خطا ۱۲ ف۶ جعفر ھو الامام المشہور ابوہ الامام محمد الباقر لکن الحدیث منقطع لانہ لم یلق حفصۃ ولا عائشۃ ۱۲ قاری

ابن محمد عن ابیه قال سئلت عائشة ما کان فراش رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بیتك قالت من ادم حشوه لیف وسئلت حفصة ما کان فراش رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بیتك قالت مسحا نثنیه ثنیتین فینام علیه فلما کان ذات لیلة قلت لو ثنیته اربع ثنیات لکان اوطأ له فثنیناه له باربع ثنیات فلما اصبح قال ما فرشتمونی اللیلة قالت قلنا هو فراشك الا انا ثنیناه باربع ثنیات قلنا هو اوطأ لك قال ردوه لحاله الاولی فانه منعتنی وطاءته صلوتی اللیلة

باب ما جاء فی تواضع رسول الله صلی الله علیه وسلم

کروں مگر حضور نے اصرار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ واللہ اگر میں چاہوں تو حق تعالیٰ شانہٗ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا کر دیں۔ حضور کے اس ارشاد پر میں نے اُس کو واپس کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ایک بوریے پر آرام فرما رہے تھے جس کے نشانات حضور کے بدن اطہر پر ظاہر ہو رہے تھے۔ میں یہ دیکھ کر رونے لگا۔ حضور نے فرمایا کیا بات ہوئی کیوں رو رہے ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ قیصر و کسریٰ تو ریشم اور مخمل کے گدوں پر سوویں اور آپ اس بوریے پر۔ حضور نے فرمایا رونے کی بات نہیں ہے ان کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے۔ حضرت عمرؓ کی ساتھ بھی ایک مرتبہ اس قسم کا قصہ پیش آیا کہ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی نوع کا سوال جواب حضور سے ہوئے جس کا مفصل قصہ بخاری میں ہے۔ (۲) امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے یہاں حضور کا بستر کیسا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ چمڑہ کا تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور کا بستر کیسا تھا انھوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم حضور کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھا دیا جاوے تو زیادہ نرم ہو جائے گا۔ میں نے ایسے ہی بچھا دیا۔ حضور نے صبح کو دریافت فرمایا کہ میرے نیچے رات کیا چیز بچھائی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ وہی روزمرہ کا بستر تھا رات اُس کو چوہرا کر دیا تھا کہ زیادہ نرم ہو جائے۔ حضور نے فرمایا کہ اُس کو پہلے ہی حال پر رہنے دو اس کی نرمی رات مجھے تہجد سے مانع ہوئی۔

ف۔ یعنی تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھلی یا معمول کے لحاظ سے دیر میں کھلی کہ نرم بستر پر نیند گہری آتی ہے اور زیادہ آتی ہے۔ اور اگر کھردری چارپائی ہو اول تو نیند ہی غفلت سے نہیں آتی دوسرے آنکھ بھی جلدی ہی کھل جاتی ہے۔

باب اُن روایات کا ذکر جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت تواضع فرمانے کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں

ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے زیادہ متواضع تھے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ حقیقۃً تواضع تجلی شہود کے دوام بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے واقعات ایک دو نہیں ہزاروں سے زائد ہیں اس لئے اُن کا احاطہ تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے تاہم نمونۃً کچھ مصنف نے ذکر فرمائے ہیں ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اُس کا کام تقسیم

۱؎ بصیغۃ المتکلم مع ضمیر المفعول من الثنی من باب ضرب یقال ثناہ عطفہ ورد بعضہ علی بعض ۱۲ ۲؎ تثنیتین وفی روایۃ ثنیتین بدون التاء بکسر المثلثۃ فیہما فالاولی تثنیۃ ثنیۃ مصدرۃ والثانیۃ تثنیۃ ثنی کمل ای عطفۃ عطفا یحصل منہ طاقان ۱۲ ۳؎ التواضع ہو التذلل یقال وضع الرجل یوضع صار وضیعا ووضع منہ فلان ای حط من درجتہ ووضعہ الدہر فتضعضع ای خضع وذل وتحقیق کما قال العسقلانی التواضع مشتق من الضعۃ بکسر اولہ وہی الہوان والمراد من التواضع اظہار التنزل عن المرتبۃ لمن یراد تعظیمہ وقیل ہو تعظیم من فوقہ لفضلہ ۱۲ مق

حدثنا احمد بن منیع و سعید بن عبدالرحمٰن المخزومی وغیر واحد قالوا انا سفین بن عیینة عن الزهری عن عبید الله عن عبد الله بن عباس عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی بن مریم انما انا عبد الله فقولوا عبد الله ورسوله حدثنا علی بن حجر انا سوید بن عبد العزیز عن حمید عن انس بن مالك ان امرأة جاءت الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت ان لی الیك حاجة فقال اجلسی فی ای طریق المدینة شئت اجلس الیك حدثنا علی بن حجر انا علی بن مسهر عن مسلم الاعور عن انس ابن مالك قال کان

فرمالیا ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنالیا۔ دوسرے نے کھال نکالنا کسی نے پکانا۔ حضور نے فرمایا کہ پکانے کیلئے لکڑی اکھٹی کرنا میرے ذمہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور یہ کام ہم لوگ خود کرلیں گے۔ حضور نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اسکو بخوشی کرلوگے لیکن مجھ یہ بات پسند نہیں کہ مجمع میں ممتاز ہوں اور اللہ جل جلالہ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔ ایسے ہی اور سیکڑوں واقعات ہیں۔ اس باب میں مصنف نے تیرہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میری ایسی تعریف مبالغہ آمیز حد سے فزوں نہ کرو جیسے نصاری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا (کہ اللہ کا بیٹا ہی بنادیا) میں حق تعالیٰ جل شانہ کا بندہ ہوں اس لئے مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہو۔ **ف**۔ یعنی ایسی کوئی تعریف نہ کرو جو بندگی کے منافی ہو اُس میں رب کی ساتھ شرکت پائی جاتی ہو کہ بندہ بہرحال بندہ ہے اسی طرح کوئی ایسی تعریف نہ کرو جو رسول اور اللہ کا قاصد ہونے کے خلاف ہو۔ (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی عورت نے حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ مجھے کچھ تخلیہ میں عرض کرنا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ کسی سڑک کے راستہ پر بیٹھ جائیں وہیں آکر سُن لوں گا۔ **ف**۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ عورت کچھ بے عقل سی تھیں اس کے باوجود ان کی باتیں حضور سُنتے رہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ راستہ میں بیٹھنے کا ارشاد اس لئے تھا کہ اجنبیہ کے ساتھ تنہائی نہ ہو۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ چونکہ ان کی عقل میں کچھ فتور تھا اس لئے ظاہر یہ ہے کہ گلی کوچوں میں پھرتی رہتی ہوں گی اسی لئے حضور نے وہیں تشریف لے جاکر بات سُننے کو ارشاد فرمادیا۔ بندہ کے نزدیک بعید نہیں کہ ایسی عورتوں کو زنانہ مکان پر بلانے میں مستورات کو دقتیں اور مشکلات پیش آیا کرتی ہیں جیسا کہ بسا اوقات مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے حضور نے سڑک ہی پر بات سُن لی۔ (۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت فرماتے تھے، جنازوں میں شرکت فرماتے تھے گدھے پر سوار ہوجاتے تھے غلاموں کی دعوت قبول فرمالیتے تھے۔ آپ بنو قریظہ کی لڑائی کے دن ایک گدھے

۱؎ قال العلماء کان حق المصنف ان یعینه لان المسمی به من الرواة کثیرون لکن فی البخاری انه عبید الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود قاله البیجوری ۱۲ ۲؎ بضم اوله من الاطراء وهو المبالغة فی المدح کما بالغت النصاری فی مدح نبیه فجعله بعضهم الها وبعضهم ابن الله فحرفوا قوله فی الانجیل عیسی نبیی وانا ولدته بتشدید اللام فجعلوا الاول بتقدیم الموحدة وخففوا اللام فی الثانی والی ذلك اشار صاحب البردة فی قوله ؎ دع ما ادعته النصاری فی نبیهم + واحکم بما شئت مدحا فیه واحتکم ۱۲ ۳؎ ای لمکه تعرف فی ما شار وکیف شار فلا خروج لی عن دائرة العبودیة بوجه کسائر عباده فالاضافة للعهد الذهنی والمقصر قصر القلب او اضافی فلا ینافی ان له اوصافا غیر العبودیة ۱۲ م ۴؎ ای لا تقولوا فی حقی شیئا ینافی العبودیة والرسالة فلا ینافی القول بانه سید ولد آدم ۱۲ ۵؎ وکان فی عقلها شئ کما فی روایة مسلم قال ابن حجر العسقلانی لم اقف علی اسم المرأة وقال میرك رأیت فی کلام بعض من کتب الحواشی علی کتاب الاستیعاب ان اسم امرأة المذکورة فی مسلم ام زفر ماشطة خدیجة والحنه سهوا فان ام زفر لیست من الانصار وروایات البخاری صریحة فی انها انصاریة اللهم الا ان یقال ان المذکورة فی روایة مسلم غیر المذکورة فی روایة البخاری لکن الظاهر اتحاد القصة کما هو الظاهر من سیاق الروایات ۱۲ ق ۶؎ ای فی ای طرق المدینة فالاضافة للطریق بمعنی فی لان طریق الشئ ما یوصل الیه اوفی ای طریق من طرق المدینة ای سکة من سککها کما فی روایة مسلم قیل المعنی فی ای جزء من اجزاء الطریق ۱۲ م ۷؎ بصیغة المتکلم وجزمه مجزوم فی جواب الامر ای القعدانا ایضا فی ذلك الطریق متوجها الیك ۱۲ ق م

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعود المریض ویشھد الجنازۃ ویرکب الحمار ویجیب دعوۃ العبد وکان یوم بنی
قریظۃ علی حمار مخطوم بحبل من لیف علیہ اکاف من لیف حدثنا واصل بن عبد الاعلی الکوفی ثنا محمد
ابن فضیل عن الاعمش عن انس بن مالک قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
یدعی الی خبز الشعیر والاھالۃ السنخۃ فیجیب ولقد کانت لہ درع عند یھودی
فما وجد ما یفکھا حتی مات حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو داؤد الحفری عن سفیان
عن الربیع بن صبیح عن یزید بن ابان عن انس بن مالک قال حج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
علی رحل رث علیہ قطیفۃ لا تساوی اربعۃ دراھم فقال اللھم اجعلہ

پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پھرٹوں کی تھی اور کاٹھی بھی اُسی کی تھی **ف**۔ عرب میں گدھوں کی ایک خاص قسم ہے جو جثہ میں یہاں کے موٹے ٹٹووں سے بڑے ہوتے ہیں اور تیز اس قدر کہ معمولی ٹٹوؤں سے تیز ہوتے ہیں۔ دو دو تین تین آدمی ان پر بے تکلف بیٹھ جاتے ہیں سو وہ یہاں کے معمولی گھوڑوں سے بہتر ہوتے ہیں ممکن ہے حضور کے زمانہ میں بھی یہی ہوں لیکن گھوڑوں کے مقابلہ ادنیٰ درجہ کی سواری شمار ہوتی ہے یہی مقصود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس عزت و رفعت کے جو دوجہان کی سرداری سے حاصل تھی گدھے کی سواری سے استنکاف نہ تھا اسی طرح مریضوں کی عیادت جس درجہ کا بھی بیمار ہو شریف ہو یا کوئی معمولی آدمی ہو حتی کہ غیر مسلموں تک کی عیادت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک یہودی لڑکا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا کوئی خدمت بھی کبھی کر دیتا تھا وہ بیمار ہوا حضور اُس کی عیادت کو تشریف لے گئے اُس کا آخری وقت تھا حضور نے شفقت کے طور پر اپنا حق ادا فرمایا اور اُس کو اسلام کی تبلیغ فرمائی اُس نے اپنے یہودی باپ کی طرف دیکھا اُس نے اجازت دیدی اور وہ مسلمان ہوگیا حضور نے اللہ کا شکر فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ ہی حمد کا سزاوار ہے جس نے میری وجہ سے اس کو عذاب جہنم سے بچا دیا۔ یہی نہیں بلکہ راس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی عیادت کے لئے بھی حضور تشریف لے گئے حالانکہ اُس سے بہت ہی اذیتیں پہنچی تھیں اسی طرح معمولی معمولی جنازوں میں بھی شرکت کے متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں وارد ہیں۔ (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو کی روٹی اور کئی دن کی باسی پرانی چکنائی کی دعوت کئے جاتے تو آپ (اُس کو بھی بے تکلف) قبول فرما لیتے۔ آپ کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ اخیر عمر تک حضور کے پاس اُسکے چھڑانے کے لائق دام نہ ہوئے **ف**۔ چکنائی میں پرانی ہونیکی وجہ سے بو کا اثر بھی آجاتا ہے یہ بات کہ دعوت جو کی روٹی اور پرانی چکنائی کی ہے دعوت کرنیوالی کی حالت اور تجربہ سے معلوم ہوجاتی یا اُنکی تصریح سے یہ بات معلوم ہونیکے باوجود بھی حضور اُسکے قبول فرمانے میں کوئی عذر نہ فرماتے۔ اخیر واقعہ قرض کا اتفاقاً ذکر کر دیا گیا کہ اس حدیث میں تھا اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ بھی غایت تواضع کی وجہ سے تھا اور فقر کے تمام ہی حالات اسی وجہ سے تھے ورنہ اللہ جل شانہ نے تو آپ کو اختیار دیا تھا کہ بندگی کیساتھ رسول بننا چاہتے ہو یا بادشاہت کیساتھ حضور نے خود ہی پہلی صورت کو پسند فرمایا۔ (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ

لہ بکسر الہمزۃ کل شئ من الادہان مما یوتدم او یختص بما اذیب من الالیۃ والشحم وقیل الدسم الجامد ۱۲ ۲ بفتح السین المہملۃ وکسر النون فالخاء المعجمۃ المتغیر الریح من الطعام لطول المکث ۱۲ ۳ ذکر ہذہ القصۃ لاتمام الحدیث لا لبیان التواضع وقیل بل فیہا غایۃ التواضع لانہ صلی اللہ علیہ وسلم لو سأل میاسیر الصحابۃ فی رہن درعہ لرہنوہ مرۃ واکثر من ذلک فاختار لہم وسأل یہودیا ولم یبال بان منصبہ الشریف یابی ان یسأل مثل یہودی فی ذلک دل علی غایۃ تواضعہ ۴ الحفری بفتح المہملۃ والفاء تقدم بیانہ فی با

جمالاً ریاءٌ فیہ ولا سمعة **حدثنا** عبد اللہ بن عبد الرحمن انا عفان انا حماد بن سلمة عن حمید عن انسؓ قال لم یکن شخص احبّ الیہم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وکانوا اذا رأوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذلک **حدثنا** سفیان بن وکیع ثنا جمیع بن عمر بن عبد الرحمن العجلی ثنی رجل من بنی تمیم من ولد

فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پُرانے پالان پر حج کیا۔ اُس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا جو چار درم کا بھی نہیں ہوگا۔ (یہ بھی ممکن ہے کہ اُس پر سے مراد حضور کی ذات والا ہو یعنی آپ ایک معمولی سی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو چار درم کی بھی نہیں تھی بعض فضلائے درس کے نزدیک یہ مطلب زیادہ پسندیدہ ہے لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک پہلا مطلب زیادہ راجح ہے اور اس باب کی گیارہویں حدیث اس کی تائید کرتی ہے) اور حضور یہ دعا مانگ رہے تھے کہ یا اللہ اس حج کو ایسا حج فرمائیو جس میں ریا اور شہرت نہ ہو **ف** یہ دعا امت کی تعلیم کی غرض سے تھی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تواضع اور غایت عبودیت کی وجہ سے تھی۔ کہ باوجود ریا وشہرت کا احتمال بھی حضور کے فعل میں نہ تھا لیکن پھر بھی حضور اس کی دعا فرما رہے ہیں اور اللہ جل شانہ سے یہ مانگ رہے ہیں کہ اس حج کو ریا وشہرت سے محفوظ رکھ۔ حضور کے بدن مبارک پر یا پالان پر جو کپڑا تھا وہ اس قدر معمولی کہ ایک روپیہ قیمت کا بھی نہ تھا۔ یہ بھی اُسی غایت تواضع کا اثر تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت تھی گو بعض مصالح سے بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیش قیمت لباس پہننا بھی ثابت ہے۔ لیکن عام عادت یہی تھی۔ (۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی شخص دنیا میں نہیں تھا۔ اس کے باوجود پھر بھی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر اس لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ حضور کو یہ پسند نہیں تھا۔ **ف**۔ یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت تواضع پر مبنی تھا کہ باوجود اس علو شان اور رفعت اور دو جہان کی سرداری کے اس چیز کو حضور پسند نہ فرماتے تھے اور اسی وجہ سے کبھی صحابہ کرام باوجود تقاضائے محبت کے حضور کی ناپسندیدگی کی وجہ سے کھڑے نہیں ہوتے تھے جیسا کہ اس روایت کا مقتضا ہے اور کبھی تقاضائے محبت کھڑے ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہماری ساتھ باتیں کرتے تھے اور جب حضور کھڑے ہو جاتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور اُس وقت تک کھڑے رہتے جب تک حضور دولت خانہ میں چلے جاتے۔ اسی طرح اس بارہ میں بہت مختلف روایات کتب حدیث میں ہیں جن کہ بعض روایات میں کھڑے ہونے کی سختی سے ممانعت ہے۔ اور بعض روایات میں بعض آنے والوں کے لئے کھڑے ہونے کا حکم بھی ہے۔ اسی وجہ سے علماء اس کھڑے ہونے کے جواز اور عدم جواز میں مختلف

۵۱ قال المناوی الریاء العمل لتوین غیرہ مرام کان یتفعل لیراہ الناس والسمعة ما یعمل لیسمع الناس ویصیر بہ مشہورا فیکرم ویعظم جاہہ فی قلوبہم قال القاری والتحقیق انہما متغایران باعتبار اصل اللغة من حیث الاشتقاق وان کان یطلق احدہما علی الآخر تغلیبا اھ مد ۵۲ قیل ہذا مشکل لان الاجنبیة لا تقتضی القیام لان الولد احب الی الوالد ولا یقوم لہ واجیب بان الولد لو کان لہ فضل یقتضی القیام لہ من لطائف القیام لہ کما مر وا ورد بان الناس اتفقوا علی استحباب قیام الوالد للولد وان علم کملت ولو سلم فان ہذا القیام ایضا لفضلہ ولذا قالوا لو کان لہ فضل یقتضی القیام لہ فلا وجہ فی الجواب ان المحبة اذا کانت ناشئة عن الفضیلة تقتضی القیام علی وجہ الکرامة لا ان کانت المحبة طبعیة او لغرض آخر ۱ھ ۵۳ اختلفت الروایات فی اباحة القیام وحرمتہ ومنعہ کما بسط فی المطولات لا سیما فی فتح الباری واخرج ابوداؤد عن ابی ہریرة کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجلس معنا فی المسجد فاذا قام قمنا قیاما حتی نراہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ قال المناوی فیہ دلیل لما علیہ محرر مذہب الشافعیة النووی من ندب القیام لاہل الفضل والشرف اکرامًا واعظاما، وقد قام صلی اللہ علیہ وسلم لعکرمة بن ابی جہل لما قدم علیہ وکان یقوم لعدی بن حاتم کلما دخل علیہ حیا جاء ذلک فی خبرین وہما وان کانا ضعیفین یعمل بہما فی الفضائل وحکی القاری عن الامام الغزالی ان القیام مکروہ علی سبیل الاعظام لا علی سبیل الاکرام وعن النووی ان القیام للقادم من اہل الفضل من علم او صلاح او شرف مستحب وقد جاءت فیہ احادیث ولم یثبت فی النہی عنہ شیء صریح وعن القاضی عیاض ان القیام المنہی عنہ انما ذلک فیمن یقومون علیہ وہو جالس ویمکثون قیاما طول جلوسہ اھ قلت وفی الدر المختار عن الوہبانیة یجوز بل یندب القیام تعظیما

عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما (ابن لابی ھالۃ عن ابن لابی ھالۃ یکنی اباعبداللہ عن ابن لابی ھالۃ زوج خدیجۃ) قال سألت خالی ھند بن ابی ھالۃ وکان وصافا عن حلیۃ النبی (رسول اللہ خ) صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتھی ان یصف لی منہا شیئا فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخما[1] مفخما (الشکل والہیئۃ ۱۲) یتلألأ وجھہ

ہوگئے ہیں اور اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ ان میں تعارض نہیں ہے بلکہ کھڑے ہونے کے اسباب اور وجوہ مختلف ہیں اسی وجہ سے احادیث میں مختلف احکام ملتے ہیں۔ ابوالولید بن رشد کہتے ہیں کہ کسی شخص کے لئے کھڑا ہونا چار طرح ہوتا ہے۔ ۱ ناجائز ہے وہ ایسے شخص کے واسطے کھڑا ہونا ہے جو تکبر کی وجہ سے اس کو پسند کرتا ہو کہ جب وہ آئے لوگ کھڑے ہوجائیں۔ ۲ مکروہ ہے وہ ایسے شخص کیلئے کھڑا ہونا ہے جو متکبر تو نہیں ہے لیکن اندیشہ ہے کہ اس کی ساتھ اگر ایسا معاملہ کیا جائے تو اس میں تکبر اور عجب پیدا ہوجائے۔ ۳ جائز ہے وہ ایسے شخص کے لئے جہاں یہ اندیشہ نہ ہو۔ ۴ مستحب ہے۔ وہ اس شخص کے واسطے کھڑا ہونا جو سفر وغیرہ سے آیا ہو اسکے آنے کی خوشی میں کھڑا ہوجائے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اہل علم اہل فضل اہل شرف کے آنے پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ممانعت اس قیام کی ہے جو بڑا آدمی بیٹھا رہے اور لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں چنانچہ ممانعت کی احادیث میں یہ ارشاد بھی ہے کہ ایسی طرح نہ کھڑے ہو جیسے کہ عجمی لوگ اپنے سرداروں کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق جو والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے واسطے سے بذل المجہود میں نقل کی گئی ہے یہ ہے کہ فی حد ذاتہ کھڑا ہونا جائز ہے جب تک کہ کوئی عارض ایسا پیش نہ آئے جو اس کو ناجائز بنادے۔ مثلاً اس شخص کا فتنہ میں پڑجانا جس کے لئے کھڑا ہوا ہے کہ اس میں تکبر وغیرہ امور پیدا ہوجاویں جو اسکو دینی نقصان پہنچے۔ اسی طرح سے نفاق کے طور پر کھڑا ہونا کہ جس کے لئے کھڑا ہوا ہے اس کی کوئی وقعت اور عظمت دل میں نہ ہو ریاکاری اور نفاق کے طور پر کھڑا ہو کہ یہ صورتیں ناجائز ہیں اور ان میں بھی اگر کھڑے نہ ہونے کی صورت میں اس شخص کو خود کسی قسم کا جانی مالی یا آبرو کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے جائز ہوگا۔ (۷) امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا۔ وہ حضور کے حالات اکثر بیان کرتے تھے اور مجھے اُن کے سننے کا اشتیاق تھا تو انھوں نے میرے پوچھنے پر حضور کے حلیہ شریف کا ذکر فرمایا کہ حضور بلند پایہ بلند مرتبہ تھے آپ کا چہرۂ انور بدر کی طرح چمکتا تھا اور پورا حلیہ شریف (جیساکہ شروع کتاب میں پہلے باب کی ساتویں حدیث میں مفصل گذر چکا ہے) بیان فرمایا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (بعض وجوہ سے) اس حدیث کا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ایک عرصہ تک ذکر نہیں کیا۔ ایک عرصہ کے بعد ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اس حدیث کو سن چکے تھے اور صرف یہی نہیں کہ ماموں جان سے یہ حدیث سن لی ہو بلکہ والد صاحب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کے مکان تشریف لیجانے اور باہر تشریف لانے اور حضور کا طرز وطریقہ بھی معلوم کرچکے تھے چنانچہ حسین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور کے مکان تشریف لیجانے کے حالات دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں تشریف رکھنے کے وقت کو تین حصوں پر منقسم فرماتے تھے۔ ایک حصہ حق تعالیٰ شانہ کی عبادت میں خرچ فرماتے تھے یعنی نماز وغیرہ پڑھتے تھے۔ دوسرا حصہ گھر والوں کے ادائے حقوق میں خرچ فرماتے تھے۔ مثلاً اُن سے ہنسنا بولنا بات کرنا انکی

---

[1] فخما بسکون المعجمۃ وکسرہا ای عظیما فی ذاتہ ومفخما ای معظما فی صفاتہ وفی النہایۃ ای عظیما معظما فی الصدور والعیون ۱۲ ع +

تلألؤ القمر ليلة البدر فذكر الحديث بطوله قال الحسن فكتمتها الحسين زمانا ثم حدثته فوجدته قد سبقني

اليه فسأله عما سألته عنه ووجدته قد سأل اباه عن مدخله وعن مخرجه وشكله فلم يدع منه شيئا قال

الحسين فسألت ابي عن دخول رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كان اذا اوى الى منزله جزأ دخوله

ثلثة اجزاء جزأ لله عز وجل وجزأ لاهله وجزأ لنفسه ثم جزأ جزأه بينه وبين الناس فيرد ذلك بالخاصة على

العامة ولا يدخر عنهم شيئا وكان من سيرته في جزء الامة ايثار اهل الفضل باذنه وقسمه على قدر فضلهم في الدين

فمنهم ذو الحاجة ومنهم ذو الحاجتين ومنهم ذو الحوائج فيتشاغل بهم ويشغلهم فيما يصلحهم

حالات کی تحقیق کرنا تیسرا حصہ خاص اپنی ضروریات راحت آرام کے لئے رکھتے تھے۔ پھر اس اپنے والے حصہ کو بھی دو حصوں پر اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے اس طرح پر کہ خصوصی حضرات صحابہ کرام اس وقت میں داخل ہوتے اُن خواص کے ذریعہ سے مضامین عوام تک پہنچتے ان لوگوں سے کسی چیز کو اُٹھا کر نہ رکھتے تھے (یعنی نہ دین کے امور میں نہ دنیوی منافع میں۔ غرض ہر قسم کا نفع بلا دریغ پہنچاتے تھے) اُمت کے اس حصہ میں آپ کا یہ طرز تھا کہ) ان آنے والوں میں اہل فضل یعنی اہل علم و عمل کو حاضری کی اجازت میں ترجیح دیتے تھے اُس وقت کو اُن کے فضل دینی کے لحاظ سے ان پر تقسیم فرماتے تھے۔ بعض آنیوالے ایک حاجت لیکر آتے اور بعض حضرات دو دو حاجتیں لیکر حاضر خدمت ہوتے۔ اور بعض حضرات کئی کئی حاجتیں لیکر حاضر ہوتے۔ حضور اُن کی تمام حاجتیں پوری فرمایا کرتے اور اُن کو ایسے امور میں مشغول فرماتے جو خود اُن کی اور تمام اُمت کی اصلاح کے لئے مفید اور کار آمد ہوں۔ مثلاً اُن کا دینی امور کے بارہ میں حضور سے سوالات کرنا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی طرف سے مناسب امور کی اُن کو اطلاع فرمانا اور ان علوم و معارف کے بعد حضور یہ بھی فرما دیا کرتے تھے کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان مفید اور ضروری اصلاحی امور کو غائبین تک بھی پہنچا دیں اور نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ کسی عذر (پردہ یا دوری شرم یا رعب) کی وجہ سے مجھ سے اپنی ضرورتوں کا اظہار نہیں کر سکتے تم لوگ اُن کی ضرورتیں مجھ تک پہنچا دیا کرو۔ اس لئے کہ جو شخص بادشاہ تک کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اُس شخص کو ثابت قدم رکھیں گے۔ لہٰذا تم لوگ اس میں ضرور کوشش کیا کرو حضور کی مجلس میں ضروری اور مفید ہی باتوں کا تذکرہ ہوتا تھا اور ایسے ہی امور کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے خوشی سے سُنتے تھے اسکے علاوہ لایعنی اور

ﻫ الحديث تقدم بهذا السند بعضه في باب الخلق وبعضه في باب كيف كان الكلام ١٢ ﻫ اي يكثر اجتهاده في تحصيل العلم بجليته بعده او ليستوعبه الحسين من هند فعيره بالقصر اسناد او ينتظران يسأل ذلك الحسين فان التبليغ بعد الطلب ابلغ او كان ذلك لكتم تلقائيا ودمعا صام ١٢ ﻫ اباه وفي نسخة ابي وهو علي بن ابي طالب ١٢ ﻫ اي طريق سلوكه حال كونه داخل بيته ومن اطوار خارج بيته قال القاري وقال المناوي اي عن دخوله وخروجه بيته الاعن حالة فيهما اوعن زمانهما اي زمن دخوله وخروجه ١٢ ﻫ شكله بفتح اوله اي طريقه اي المسلوكة بين الصحابة في مجلسه فهو اخص من مخرجه ومدخله كما وهيئته كما قال القاري ١٢ ﻫ ذلك اي جزء الناس بسبب الخاصة او الخاصة على العامة وقال ابن الانباري فيه ثلثة اقوال الاول ان الخاصة تدخل عليه في ذلك الوقت دون العامة فتستفيد ثم تخبر العامة بما سمعت من العلوم والمعارف فكان صلى الله عليه وسلم يوصل العلوم الى العامة بواسطتهم ويحيل عليها سيأتي يفضلون روادا ومخرجون ادلة والثاني ان الاعتبار فيه يجعل من اي يرد على العامة من جزء الخاصة والثالث او يجعل العامة مكان الخاصة ليرد ذلك على العامة بدلا من الخاصة كذا نقله ميرك والظاهر عندي الاول ١٢ ﻫ باب مصدر قسم اي قسم ذلك الجزء بينهم قال القاري والضمير راجع الى صلى الله عليه وسلم والمفعول مقدر اي ما عنده من خيري الدنيا والآخرة وجوزان يكون للجزء الذي بينه وبين الناس ١٢ ﻫ اي يجعل نفسه الشريفة مشغولة بهم ١٢ ﻫ من الاشتغال او بفتح الياء والغين من الشغل قال الحنفي هذا اولى لانه قال في الصحاح الاشتغال لغة ردية في الشغل وقال الجوهري قد شغلت فلانا فانا شاغل ولا تقل اشغلت لانها لغة ردية وقال العيني القاموس شغله لغة جيدة او قليلة او ردية قال القاري او صحت الرواية

والامة من مسئلتهم عنه واخبارهم بالذی ینبغی لهم ویقول لیبلغ الشاهد منکم الغائب وابلغونی حاجة من لا یستطیع ابلاغها فانه من ابلغ سلطانا حاجة من لا یستطیع ابلاغها ثبت الله قدمیه یوم القیمة ولا یذکر عنده الا ذلك ولا یقبل من احد غیره یدخلون روادا ولا یفترقون الا عن ذواق ویخرجون ادلة یعنی علی الخیر قال فسالته عن مخرجه کیف کان یصنع فیه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخزن لسانه الا فیما یعنیه ویؤلفهم ولا ینفرهم ویکرم کریم کل قوم ویولیه علیهم ویحذر الناس

نفول باتیں حضور کی مجلس میں نہ ہوتی تھیں صحابہؓ حضور کی خدمت میں دینی امور کے طالب بنکر حاضر ہوتے تھے اور بلا کچھ چکھے وہاں سے نہیں آتے تھے دچکھنے سے مراد امور دینیہ کا حاصل کرنا بھی ہوسکتا ہے اور حسی چکھنا بھی مراد ہوسکتا ہے اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ موجود ہوتا اُس کی تواضع فرماتے۔ اور خصوصی احباب کا جب مجمع ہوتا ہے تو موجودہ چیز کی تواضع ہوتی ہی ہے) صحابہؓ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے ہدایت اور خیر کے لیے مشعل اور رہنما بنکر نکلتے تھے کہ وہ ان علوم کو حسب ارشاد دوسروں تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے باہر تشریف آوری کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ حضور ضروری امور کے علاوہ اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے فضول تذکروں میں وقت ضائع نہیں فرماتے تھے۔ آنیوالوں کی تالیف قلوب فرماتے اُن کو مانوس فرماتے متوحش نہیں بناتے تھے (یعنی تنبیہ وغیرہ میں ایسا طرز اختیار نہ فرماتے جس سے ان کو ماھری میں وحشت ہونے لگے یا ایسے امور ارشاد نہ فرماتے تھے جن کی وجہ سے دین سے نفرت ہونے لگے) ہر قوم کے کریم اور معزز کا اکرام و اعزاز فرماتے اور اُس کو خود اپنی طرف سے بھی اسی قوم پر متولی اور سردار مقرر فرما دیتے۔ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے (یا مضر امور سے بچنے کی تاکید فرماتے یا لوگوں کو دوسروں سے احتیاط رکھنے کی تاکید فرماتے) اور خود اپنی بھی لوگوں کے تکلیف پہنچانے یا نقصان پہنچانے سے حفاظت فرماتے لیکن باوجود خود احتیاط رکھنے اور احتیاط کی تاکید کے کسی سے اپنی خندہ پیشانی اور خوش خلقی

سلہ قال الحنفی بیان لمافی قوله یسئلهم یعنی ان یسئلهم والامة هو مستقیم منه وتعقبه ابن حجر بان الاصوب ان من تعلیلیة والمعنی من اجل سئالهم ایاه عنه قال المناوی والمسئلة منهم ای عما هو المهم سلہ الذلک ای مایذکر من حاجات الناس والمحتاج الیه وقوله ولا یقبل الخ بمنزلة تاکید لما تقدم والمعنی لا یذکر عنده الا ما یفید بمعنی دینهم ودنیاهم دون الا ینتفع بها فانها لا تذکر عنده غالبا ہوتی سلہ بضم فتشدید جمع رائد بمعنی طالب ای طالبین للنافع فی دینهم ودنیاهم سلہ لو ای شیئ لعله یمال بمعنی مفعول ای من مطعوم حسی علی ما هو الاغلب او معنوی من العلم وغیره فانه یقوم لروح مقام الطعام للجسد ۱۲ ق سلہ یخزن بضم الزای وکسرها ای یحبس ویحفظ ویعنیه یلیح اوله ای یهمه ۱۲ سلہ فتشدید الفاء ای لا یفعل بهم ما یکون سببا لتنفرهم عنه لما عنده من العفو والصفح والرافة التی لا نظیر لها ۱۲ سلہ یحذر ای یحذر بعض الناس من بعض فیامرهم بالحزم او یحذرهم من عذاب الله طالیم عقابه قاله المناوی قال القاری وقع فی بعض الروایات ویحذر الناس الفتن فان صح فهو مرآه قلت وعلی هذه المعانی کلها من الحذر وضبطه بعضهم ومکاه میرک عن اکثر رواة بفتح الیاء وتخفیف الذال المفتوحة من الحذر یعنی الاحتراس فیکون فی حق قوله وکثیر من مشیهم والله ولعل هذا الاول لمانی ابی داؤد من قوله صلی الله علیه وسلم الحزم سوء الظن ۱۲ ق

سلہ اس لفظ کے مختلف ترجمے کیے گئے ہیں بندہ کے نزدیک اقرب یہی ہے دوسرے جملہ کی مناسبت بھی یہی ہے حاصل یہ ہے کہ حضور خود بھی اپنی حفاظت اور احتیاط فرماتے اور دوسروں کو بھی لوگوں سے احتیاط کی تعلیم دیتے تھے جسکی توضیح یہ ہے کہ بلا وجہ کسی شخص پر بدگمانی کرنا ناجائز ہے لیکن بغیر بدگمانی کے اپنی حفاظت کرنا اور احتیاط رکھنا بہتر ہے احادیث میں مختلف عنوانات سے حزم اور احتیاط کی تعلیم بکثرت وارد ہے ابوداؤد شریف میں ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کرمہ تقسیم کیلئے کچھ مال بھیجنے کا ارادہ کیا اور ایک صحابی ابن الفغواء کو مال لیجانے کیلئے تجویز فرمایا ان سے کہدیا کہ کوئی ساتھی اپنے ساتھ جانے کیلئے تلاش کریں وہ تلاش میں تھے کہ عمرو نامی ایک شخص انکے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم کمانے کیلئے کسی ساتھی کی تلاش کر رہے ہو میں تمہاری ساتھ چلونگا ابن الفغواء حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ساتھی مل گیا حضور نے دریافت فرمایا کہ کون ہے انھوں نے پتہ بتا دیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی قوم کی آبادیوں کے قریب پہنچو تو اس سے محتاط رہنا اسلئے کہ ایک ضرب المثل ہے کہ اپنی بکرہ بھائی سے (جو ایک قبیلہ کا نام ہے) محتاط رہنا ابن الفغواء کہتے ہیں کہ ہم دونوں چلدیے جب میرے ساتھی کی قوم کا آبادیاں آئیں تو وہ مجھ سے کہنے لگے کہ میں ان لوگوں سے ملکر آتا ہوں تم سیرا انتظار کرنا میں نے کہا کیا مضائقہ ہے اسکے جانیکے بعد مجھے حضور کا ارشاد یاد آیا میں جلدی سے اپنا اونٹ طیار کرکے چلدیا تھوڑی دیر میں

[illegible]

ویحترس[51] منہم من غیر ان یطوی علی احد منہم بشرہ[52] ولا خلقہ ویتفقد اصحابہ[53] ویسأل الناس عما فی الناس[54] ویحسن الحسن ویقویہ ویقبح القبیح ویوھیہ معتدل الامر غیر مختلف ولا یغفل مخافۃ ان یغفلوا ویملوا لکل حال عندہ عتاد[55] لا یقصر عن الحق ولا یجاوزہ الذین یلونہ من الناس خیارہم افضلہم عندہ اعمہم نصیحۃ واعظمہم عندہ منزلۃ احسنہم مواساۃ وموازرۃ[56] قال فسألتہ عن مجلسہ فقال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یقوم ولا یجلس الا علی ذکر[57] واذا انتہی الی قوم جلس حیث ینتہی بہ المجلس ویأمر بذلک یعطی کل جلسائہ بنصیبہ لا یحسب جلیسہ ان احدا اکرم علیہ منہ من جالسہ او فاوضہ فی حاجۃ صابرہ حتی یکون ہو المنصرف ومن سألہ حاجۃ

(ای یسقط ۱۲ — ای لا یعجز من اقامۃ الحق ۱۲ — النصیحۃ ارادۃ الخیر للمنصوح ۱۲ — ذکر اللّٰہ متعلق بکلا الفعلین علی سبیل التنازع ۱۲ — فی المکان الخالی ای مکان کان ۱۲)

کو نہیں ہٹاتے تھے۔ اپنے دوستوں کی خبرگیری فرماتے۔ لوگوں کے حالات آپس کے معاملات کی تحقیق فرماکر انکی اصلاح فرماتے اچھی بات کی تحسین فرماکر اُس کی تقویت فرماتے اور بُری بات کی بُرائی بتاکر اُس کو زائل فرماتے اور رد کردیتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر امر میں اعتدال اور میانہ روی اختیار فرماتے تھے نہ کہ تلوّن اور گڑبڑ کہ کبھی کچھ فرمادیا کبھی کچھ۔ لوگوں کی اصلاح سے غفلت نہ فرماتے تھے کہ مبادا وہ دین سے غافل ہو جاویں یا کسی امر میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے دین سے اکتا جاویں (اس لئے حضور ان کے حالات سے غفلت نہ فرماتے تھے) ہر کام کے لئے آپ کے یہاں ایک خاص انتظام تھا۔ امر حق میں نہ کبھی کوتاہی فرماتے تھے نہ حد سے تجاوز فرماتے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے خلقت کی بہترین افراد ہوتے تھے۔ آپ کے نزدیک افضل وہی ہوتا تھا جس کی خیرخواہی عام ہو یعنی ہر شخص کی بھلائی چاہتا ہو۔ آپ کے نزدیک بڑے رتبہ والا وہی ہوتا تھا جو مخلوق کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کی مجلس کے حالات دریافت کئے تو انھوں نے فرمایا کہ آپ کی نشست و برخاست سب اللہ کے ذکر کی ساتھ ہوتی تھی اور جب کسی جگہ آپ تشریف لیجاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف رکھتے اور اسی کا لوگوں کو حکم فرماتے کہ جہاں جگہ خالی ملجائے بیٹھ جایا کریں لوگوں کے سروں کو پھلاند کر آگے نہ جایا کریں یہ امر جداگانہ ہے کہ جس جگہ حضور بیٹھ جاتے وہی جگہ پھر صدر مجلس بنجاتی آپ حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے یعنی بشاشت اور بات چیت میں جتنا اُس کا استحقاق ہوتا اُس کو پورا فرماتے کہ آپ کے پاس کا ہر بیٹھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ حضور میرا سب سے زیادہ اکرام فرمارہے ہیں جو آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی امر میں آپ کی طرف مراجعت کرتا تو حضور اُس کے پاس بیٹھے رہتے یہانتک کہ وہی خود اُٹھنے کی ابتدا کرے جو آپ سے کوئی چیز مانگتا آپ اُس کو مرحمت فرماتے یا (اگر نہ ہوتی) تو نرمی سے جواب فرماتے آپ کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی تمام لوگوں

٥١ قال القاری ای یحفظ نفسہ من اذاہم وقال الشادی ای یتحفظ من کثرۃ مخالطتہم المؤدیۃ الی سقوط ہیبتہ وجلالتہ من قلوبہم ۱۲ ٥٢ بشرہ بکسر فسکون طلاقۃ وجہہ وبشاشتہ وفیہ رفع توہم نشأ من قولہ یحترس ولذا اکد بقولہ ولا خلقہ بضمتین او ضم اولہ ای ولا حسن خلقہ قالہ القاری ۱۲ ٥٣ ای یطلبہم ویسأل عنہم حال غیبتہم فان کان احد منہم مریضا یعودہ او مسافرا یدعو لہ او میتا فیستغفر لہ ۱۲ ق ٥٤ ای عما وقع فیہم من المحاسن والمساوی الظاہرۃ لیدفع ظلم الظالم من المظلوم او عما ہو متعارف فیما بینہم ولیس المعنی انہ یتجسس من عیوبہم ویتفحص عن ذنوبہم ۱۲ ق ٥٥ بفتح المیم وتشدید اللام من الملالۃ وفی نسخۃ او یمیلوا الکلمۃ او للتنویع وما قال الحنفی للشک غیر صحیح وفی نسخۃ او یمیلوا من المیل ای یمیلوا الی الدعۃ والرفاہیۃ ۱۲ ق ٥٦ عتاد بفتح اولہ ہو العدۃ والتاہب یعنی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اعد لکل امر من الامور حکما من الاحکام ودلیلا من ادلۃ الاسلام ۱۲ ٥٧ ای معاونۃ فی مہمات الامور لقولہ تعالی وتعاونوا علی البر والتقوی ماخوذ من الوزیر وہو الذی یوازر الامیر ای یعاونہ او یحمل عنہ وزرہ وثقلہ بمساعدتہ وفیما یستقل علیہ من الرای ۱۲ ق ٥٨ قال القاری قولہ علی ذکر ای علی ذکر اللہ کما فی نسخۃ وفی عدم ذکرہ دلالۃ علی کمال ذکرہ ۱۲ ٥٩ ای راجعہ بنافلۃ من التعویض کما

لم یردہ الا بہا او بمیسور من القول قد وسع الناس بسطہ وخلقہ فصار لہم ابا وصاروا عندہ فی الحق سواء مجلسہ مجلس علم وحیاء وصبر وامانۃ لا ترفع فیہ الاصوات ولا تؤبن فیہ الحرم ولا تنثی فلتاتہ متعادلین یتفاضلون فیہ بالتقوی متواضعین یوقرون فیہ الکبیر ویرحمون فیہ الصغیر ویؤثرون ذا الحاجۃ ویحفظون الغریب

حدثنا محمد بن عبد اللہ بن بزیع ثنا بشر بن المفضل ثنا سعید عن قتادۃ

سے لئے عام تھی آپ تمام خلقت کے شفقت میں باپ تھے اور تمام خلقت حقوق میں آپ کے نزدیک برابر تھی آپ کی مجلس مجلس علم وحیاء اور صبر وامانت تھی (یعنی یہ چاروں باتیں اُس میں حاصل کی جاتی تھیں یا یہ کہ یہ چاروں باتیں اُس میں موجود ہوتی تھیں) نہ اُس میں شور وشغب ہوتا تھا نہ کسی کی عزت وآبرو اُتاری جاتی تھی۔ اُس مجلس میں اگر کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو اُس کو شہرت نہیں دیجاتی تھی آپس میں سب برابر شمار کئے جاتے تھے (حسب نسب کی بڑائی نہ سمجھتے تھے البتہ) ایک دوسرے پر فضیلت تقویٰ سے ہوتی تھی ہر شخص دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آتا تھا بڑوں کی تعظیم کرتے تھے چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے اہل حاجت کو ترجیح دیتے تھے اجنبی مسافر آدمی کی خبرگیری کرتے تھے **ف**۔ الغرض ہر بات اور ہر امر شریفانہ اخلاق کے منتہا سے اوپر تھی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ آپ کی بعثت ہی تکمیل اخلاق کے لئے ہوئی۔ چنانچہ خود حضور کا ارشاد ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق او کما قال۔ میں اسلئے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں اسکے باوجود حضور اس کی دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ جیسا کہ تونے مجھے حسن صورت عطا کی ہے حسن اخلاق بھی عطا کر حالانکہ حضور کے اخلاق کی بڑائی کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے اور کئی قسم کی تاکید کی ساتھ اللہ جل جلالہ نے آپ کے خلق عظیم کو ذکر فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نرم مزاجی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتے ہیں جو اور کسی چیز پر عطا نہیں کرتے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص نرمی سے محروم ہے وہ بڑی خیر سے محروم ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق بہترین ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سے زیادہ محبوب مجھے وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ ایک صحابی رضؓ نے حضور سے دریافت کیا کہ آدمی کو سب سے بہترین چیز جو عطا ہوئی ہے وہ کیا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا خوش خلقی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت میں اعمال نامہ کی ترازو میں سب سے زیادہ وزنی چیز جو ہوگی وہ اچھے اخلاق ہونگے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی اچھے اخلاق کی بدولت شب بیدار، روزہ دار کے درجہ کو پہنچ سکتا ہے حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ جب یمن بھیجا گیا اور سواری پر سوار ہونے کیلئے رکاب میں پاؤں رکھا تو حضور نے سب سے آخری وصیت جو فرمائی وہ یہ تھی کہ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ مؤمنین میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جنکے اخلاق بہتر

۱ھ ای حسن لا بعسر وغش لقولہ تعالیٰ واما تعرضن عنہم ابتغاء رحمۃ من ربک ترجوہا فقل لہم قولا میسورا ومن المیسور الوعد والشفاعۃ والرغبۃ فی العقبی والرہبۃ عن الدنیا ۱۲ **۲ھ** تعیین حتی المنافقین لبسطہ ای لبشرہ وطلاقۃ وجہہ وانبساط وجودہ وکرمہ ۱۲ **۳ھ** ای فی الشفقۃ والرحمۃ والاصلاح بل اعظم من اب اذ غایۃ الاب ان یسعی فی اصلاح الظاہر وہو صلی اللہ علیہ وسلم یسعی فی اصلاح الظاہر والباطن ۱۲ **۴ھ** لا تؤبن بضم المثناۃ الفوقانیۃ فہمزۃ ساکنۃ فموحدۃ مخففۃ مفتوحۃ وتشدد ایضا آخرہ نون من الابن ہی العقد فی القضبان لانہ تعیبہا فالمراد بہ العیب قالہ المناوی والحرم بضم المہملۃ وفتح الراء المہملتین جمع الحرمۃ وہی ما لا یحل انتہاکہ وقیل المراد بہا القبائح وروی بضمتین فالمراد بہ النساء والاصل ان مجلسہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصان من رفث القول وفحش الکلام ۱۲ **۵ھ** لا تنثی بضم اولہ وسکون النون وفتح المثلثۃ ای لا تشاع فلتاتہ بفتح الفاء واللام ای زلاتہ یعنی اذا فلتت من بعض حاضریہ سقطۃ لم تنشر عنہ ذکرہ المناوی ۱۲ **۶ھ** ای متوافقین کانہ خبر لکان المقدر ای کانوا متعادلین متساوین لا یتکبر بعضہم علی بعض بالحسب والنسب ۱۲ **۷ھ** بفتح موحدۃ

[illegible] وکسر زای فتحتیۃ فعین مہملۃ ۱۲ **۸ھ** تشدید الضاد المعجمۃ المفتوحۃ ۱۲ +

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو اھدی الی کراع لقبلت ولو دعیت علیہ لاجبت حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمن ثنا سفیان عن محمد بن المنکدر عن جابر قال جاءنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس براکب بغل ولا برذون حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن انا ابو نعیم ثنا یحیی بن ابی الھیثم العطار قال سمعت یوسف بن عبد اللہ بن سلام قال سمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوسف واقعدنی فی حجرہ ومسح علی راسی حدثنا اسحاق بن منصور ثنا ابو داؤد انبانا الربیع وھو ابن صبیح ثنا یزید الرقاشی عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حج علی رحل رث وقطیفۃ کنا نری ثمنھا اربعۃ دراھم فلما استوت بہ راحلتہ قال لبیک بحجۃ لا سمعۃ فیھا ولا ریاء حدثنا اسحاق ثنا عبد الرزاق ثنا معمر عن ثابت البنانی

(حواشی بین السطور: اسپ فارسی ۱۲ مغرب یرید انہ صلی اللہ علیہ وسلم یزور ماشیا علی رجلیہ ۱۲ — صحابی صغیر وقد ذکرہ العجلی فی ثقات التابعین تقریب ۱۲ — الطیالسی ۱۲ — پالان ۱۲ — ای قامت متلبسۃ بہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ — وھو ابن منصور ۱۲)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات میں حسن خلاق کی تاکید فرمائی گئی اور اُسکا نمونہ ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔ (۸) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے بکری کا ایک پیر بھی دیا جاوے تو میں قبول کروں اور اگر اسکی دعوت کی جاوے تو میں ضرور جاؤں ف یعنی مجھے ہدیہ قبول کرنے میں بلکہ کسی جگہ جانے میں بھی اسکا خیال نہیں ہوتا کہ اتنی ذرا سی چیز کیلئے کیا جاؤں۔ بلکہ اللہ کی نعمت سمجھکر اُسکو کمال رغبت سے قبول کرتا ہوں۔ اور اصل یہ ہے کہ دعوت کے قبول کرنے میں وہ کھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ دعوت کرنیوالے کی دلداری مقصود ہوتی ہے (۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (میری عیادت کیلئے) تشریف لائے نہ خچر پر سوار تھے نہ ترکی گھوڑے پر (یعنی نہ گھٹیا سواری پر سوار تھے نہ بڑھیا پر بلکہ پا پیادہ تشریف لائے)۔ ف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع مقصود ہے کہ امراء و سلاطین زمانہ کی طرح سواری کو عادی نہ تھے بلکہ پیادہ کثرت سے چلتے تھے بخاری شریف کی ایک روایت میں اس عیادت کا قصہ ذرا مفصل ہے وہ یہ کہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت مریض ہوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ دونوں حضرات پاپیادہ میری عیادت کو تشریف لائے یہاں پہنچکر دیکھا کہ میں بے ہوش پڑا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا جس سے مجھے افاقہ ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں تو میں نے اپنے ترکہ کے متعلق سوال کیا جس پر میراث کی آیت نازل ہوئی (۱۰) یوسف بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف تجویز فرمایا تھا اور مجھے اپنی گود میں بٹھلایا تھا اور میرے سر پر دست مبارک پھیرا تھا ف۔ اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال شفقت اور بچوں پر کمال رحمت معلوم ہوتی ہے۔ نیز تواضع کا کمال بھی ہے کہ ایسے کم عمر بچوں کو گود میں لینے سے اعراض و استنکاف نہ فرماتے تھے۔ ایک حدیث میں اسکے بعد یہ بھی ہے کہ میرے لئے برکت کی دعا فرمائی اس حدیث سے بچوں کا بزرگوں کی خدمت میں لیجانا ان سے نام تجویز کرانا دعا کرانا ثابت ہوتا ہے۔ دوسری احادیث میں صحابہ کرام کا نومولود بچوں کا حضور کی خدمت میں لیجانا وارد ہے (۱۱) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کجاوہ پر حج کیا جس پر ایک کپڑا تھا جسکی قیمت ہمارے

راع بضم الکاف ما دون الرکبۃ من الساق علی ما فی النہایۃ وما دون الکعب من الدواب علی ما فی المغرب ۱۲ ق سکہ برذون بکسر موحدۃ وسکون راء وفتح ذال معجمۃ ھو الفرس الاعجمی وقیل الترکی ای لم یکن راکب بغل ولا فرس بل کان ماشیا طالبا لمزید الثواب ویدل علیہ روایۃ البخاری من طریق عبد اللہ بن محمد عن سفیان بھذا الاسناد مرضت مرضا فاتانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی وابو بکر وھما ماشیان کذا قال میرک وھذہ الروایۃ صریحۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء لعیادتہ ماشیا وفیہ ابطال لتوھم بعض المحدثین من انہ اکب لکنہ لیس براکب بغل ولا برذون ق ق سکہ قال المناوی بتخفیف اللام لا غیر نص علیہ ائمۃ لکن فی شرح الشفاء للتلمسانی من بعضھم انہ یخفف ویشدد واہ قلت بالتخفیف جزم القاری وقال صحابی صغیر وقد ذکرہ العجلی فی ثقات التابعین سکہ قال القاری بفتح الراء وکسرہ ذکرہ میرک وفی المغرب حجر الانسان ما یقف دالکسر ... تعالیٰ ... الحدیث یدل علی ... الاول قال میرک شاد اختلف فی صحبتہ فاثبتھا البخاری ونفاھا ابو حاتم ۱۲

وعاصم الاحول عن[۵۱] انس بن مالك ان رجلا خياطا دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرب له ثريدا عليه دباء وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم ياخذ الدباء وكان يحب الدباء قال ثابت فسمعت انسا يقول فما صنع[۵۲] لى طعام اقدر[۵۳] على ان يصنع فيه دباء الاصنع حدثنا محمد بن اسمٰعيل ثنا عبد الله بن صالح حدثنى معاوية بن صالح عن يحيى بن سعيد عن عمرة[۵۴] قالت قيل لعائشة ماذا كان يعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم فى بيته قالت كان بشرا من البشر يفلى[۵۵] ثوبه ويحلب شاته ويخدم[۵۶] نفسه

خیال میں چار درہم ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے کہ خدایا اس حج کو ریا اور شہرت سے مبرا فرمائیو۔ **ف** یہ حدیث اسی باب میں پانچویں نمبر پر گذر چکی ہے (۱۲) انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی کھانے میں ثرید تھا اور اس پر کدو پڑا ہوا تھا حضور کو کدو چونکہ مرغوب تھا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس پر سے کدو نوش فرمانے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میرے لئے کوئی کھانا طیار نہیں کیا گیا جس میں مجھے کدو ڈلوانے کی قدرت ہو اور کدو اُس میں نہ ڈالا گیا ہو **ف** ثرید شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی کو کہتے ہیں۔ یہ قصہ حضور کے سالن کے باب کی گیارہویں حدیث میں گذر چکا ہے وہاں بجائے ثرید کے شوربے روٹی کا ذکر تھا ممکن ہے کہ دونوں چیزیں ہوں۔ شوربا روٹی بھی ہو اور ثرید بھی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ثرید اُسکو مجازاً کہدیا ہو یا اُس حدیث میں شوربا روٹی اجزا کے لحاظ سے کہدیا ہو کہ ثرید بھی شوربا روٹی ہی ہوتی ہے (۱۳) عمرۃ کہتی ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ پر کیا کیا کرتے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑے میں خود ہی جوں تلاش کر لیتے تھے۔ اور خود ہی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے۔ اور اپنے کام خود ہی کر لیتے تھے۔ **ف** آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے کا یہ مطلب ہے کہ عام آدمیوں کی طرح اپنے گھر کا اکثر و بیشتر کام خود کر لیا کرتے تھے۔ اپنی ضروریات اور گھر کے کاروبار کرنے میں حضور کو کچھ گرانی یا تکبر مانع نہ ہوتا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو کام اور لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں وہ حضور بھی کر لیا کرتے تھے۔ بعض روایات میں مثال کے طور پر کچھ کام بھی گنوا دیئے جیسا کہ اس روایت میں گذرا ہے اسی طرح دوسری روایات میں ہے کہ اپنا کپڑا سی لیا کرتے تھے اپنے جوتہ کا پیوند خود ہی لگا لیا کرتے تھے اپنے کپڑے کو پیوند لگا لیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ حدیث بالا میں جوں تلاش کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اور علماء کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن یا کپڑوں

---

۵۱ تقدم الحديث فى صفة ادامه صلى الله عليه وسلم برواية اسحٰق بن عبد الله بن ابى طلحة عن انس بمعنى هذا الحديث وتقدم هناك ما يتعلق باسم الخياط ۱۲ ۵۲ صنع بصيغة المجهول وما نافية ۵۳ واقدر بكسر الدال من القدرة صفة لطعام ۱۲ ۵۳ قال البيجورى بفتح العين وسكون الميم هى فى الرواة ستة والمراد بها هنا عمرة بنت عبد الرحمٰن بن سعد بن زرارة ۵۴ اى فردا من افراده مهدت به لما تذكره بعده لانها رأت من اعتقاد الكفار انه لا يليق بمنصب ما يفعله غيره من العامة وقالوا مال هذا الرسول ياكل الطعام ويمشى فى الاسواق الآية ۱۲ ۵۵ بفتح فسكون فكسر ويجوز ان يكون من التفلية يعنى القاموس فلى راسه بحثه عن القمل كفلاه اى يفتش قاله القارى وقال المناوى ظاهر الحديث ان القمل كان يوذى بدنه لكن ذكر ابن سبع وتبعه بعض شراح الشفا انه لم يكن فيه قمل لانه نور ولان اصله من العفونة ولا عفونة فيه واكثره من العرق وعرقه طيب ومن قال ان فيه قملا فهو لم ينقصه ولا يلزم من التفلية وجود القمل فقد يكون للتعليم او لتفتيش لما فيه من نحو خرق ليرقعه او لما علق به من نحو شوك ووسخ وقيل انه كان فى ثوبه قمل ولا يؤذيه وانما كان يلتقطه استقذارا له ۱۲ ۵۶ بضم الدال وكسر فهذا تعميم بعد تخصيص وفسر بعض الشارحين الوضوء والغسل على الاختصار وفى رواية لاحمد وابن حبان يخيط ثوبه ويخصف نعله ولابن سعد يرقع ثوبه ويعمل

باب ما جاء فی خُلُق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا عباس بن محمد الدوری ثنا عبد اللہ بن یزید المقری ثنا لیث بن سعد حدثنی ابو عثمان الولید بن ابی الولید عن سلیمان بن خارجۃ عن خارجۃ بن زید بن ثابت قال دخل نفر علی زید بن ثابت فقالوا له حدثنا احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ماذا احدثکم کنت جارہ فکان اذا نزل علیہ الوحی بعث الی فکتبتہ له فکنا اذا ذکرنا الدنیا ذکرھا معنا واذا ذکرنا الآخرۃ ذکرھا معنا واذا ذکرنا الطعام ذکرہ معنا فکل ھذا احدثکم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

میں جوں نہیں پڑتی تھی اسکی وجہ ظاہر ہے کہ جوں بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور پسینہ سے بڑھتی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سراسر نور تھے وہاں میل کچیل کہاں تھا۔ اسی طرح آپ کا پسینہ سراسر گلاب تھا جو خوشبو میں استعمال کیا جاتا تھا۔ بھلا عرق گلاب میں جوں کا کہاں گذر ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس تلاش کرنیکا یہ مطلب ہے کہ اس احتمال سے کہ شاید کسی دوسرے کی جوں چڑھ گئی ہو تلاش فرماتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تلاش کرنا دوسروں کی تعلیم کیلئے تھا کہ جب حضور کو اس کا اہتمام کرتے دیکھیں گے تو زیادہ اہتمام کریں گے۔

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات میں

ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق شہرۂ آفاق ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے بھی کلام اللہ شریف میں انک لعلی خُلُقٍ عظیم سے آپ کے خلق کی تعریف فرمائی۔ آپ کے اخلاق جمیلہ اور عادات شریفہ آج دنیا میں ضرب المثل ہیں اور اخلاق محمدی کی عالم میں دھوم ہے اور اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ خود حق سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن شریف میں آپ کے اخلاق کی تعریف فرمائی چنانچہ سورۂ نون میں ارشاد ہے وانک لعلی خلق عظیم اس آیت شریفہ میں کئی نوع کی تاکید کیساتھ ارشاد ہے کہ بیشک تم بڑے اخلاق پر ہو حضور کے اخلاق حسنہ کا احاطہ اور احصاء دشوار ہے کتب حدیث کا بہت بڑا حصہ انھیں احادیث پر مشتمل ہوتا ہے نمونہ کے طور پر اس باب میں مصنف نے پندرہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) خارجہ کہتے ہیں کہ ایک جماعت زید بن ثابت کے پاس حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ حضور کے کچھ حالات سنائیں انھوں نے

ف۱ خلق بضم فسکون وبضمتین السجیۃ والطبیعۃ وہو الصورۃ الباطنۃ من النفس واوصافہا ومعانیہا بمنزلۃ الخلق للصورۃ الظاہرۃ واوصافہا ومعانیہا ولہما اوصاف حسنۃ او قبیحۃ واختلف ہل حسن الخلق غریزیۃ طبیعیۃ او مکتسبۃ اختیاریۃ فقیل بالاول لخبر البخاری ان اللہ قسم بینکم اخلاقکم کما قسم ارزاقکم وقیل بل بعضہ مکتسب لما صح فی خبر الاشج ان فیک خصلتین یحبہما اللہ الحلم والاناۃ قال یارسول اللہ قدیما کان فی او حدیثا قال قدیما الحدیث قال ابن حجر فترد ید السوال وتقریرہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ یشعر بان منہا ما ہو جبلی ومنہا ما ہو مکتسب وہذا ہو الحق ومن ثم قال القرطبی ہو جبلۃ فی نوع الانسان وہم متفاوتون فیہ فمن غلب حسنہ فہو المحمود والا امر بالمجاہدۃ حتی یصیر حسنا قال القاری الاظہر ان الاخلاق کلہا باعتبار اصلہا جبلیۃ قابلۃ للزیادۃ والنقصان فی الکمیۃ والکیفیۃ بالریاضات کما یدل علیہ العبارات النبویۃ والارشادات الصوفیۃ منہا حدیث انما بعثت لاتمم صالح الاخلاق رواہ البخاری فی تاریخہ والحاکم واحمد عن ابی ہریرۃ والبزار بلفظ مکارم الاخلاق قال المناوی وقال ابو علی الدقاق قد خصہ اللہ عز وجل بمزایا کثیرۃ ثم لم یثن علیہ بشیء بمثل ما اثنی علیہ بخلقہ فقال وانک لعلی خلق عظیم دناہیک بہذا التفخیم ۱۲ ف۲ المقری اسم فاعل من الاقراء بمعنی تعلیم القرآن ۱۲ ق ف۳ قیل کان دخلہ فی السنۃ ثمانین الف دینار وما وجبت علیہ زکوۃ قط ۱۲ م ف۴ ای ای شیء احدثکم فان شمائلہ لا یحاط بہا وان انتہی المحدث بہا الی اقصی الغایات فہو الحقیق بقول الشاعر ؎ تجاوز حد المدح حتی کانہ * باحسن ما یثنی علیہ یعاب * ولکن لما کان من القواعد المقررۃ ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ افادہم بعض ذلک ۱۲ ق م ف۵ ای کان بیتی یقرب بیتہ فانا اعرف بحالہ واشار بذلک الی غایۃ ضبطہ واتقانہ لاحوالہ ۱۲ ق م ف۶ قال المناوی فکان لکمال خلقہ وحسن عشرتہ وغایۃ تعطفہ یتحلق معنا لئلا ندہش ونتکلم فی مجلسہ بما نشاء ولا یتجنب التکلم معنا لئلا نخجل وکل ذلک لیزید اقبالہم واستفادتہم منہ ۱۲ ف۷ قال القاری بالرفع علی ما ہو الثابت فی الروایۃ والرابطۃ فی خبرہ محذوف والتقدیر احدثکم ایاہ وقال ابن حجر یجوز النصب وقال المناوی الروایۃ بالرفع لکنہ لا یمنع جواز النصب بل ہو اولی لاستغنائہ عن الحذف ۱۲ *

حدثنا اسحاق بن موسی ثنا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن زیاد بن ابی زیاد عن محمد بن کعب القرظی[۱] عن عمرو[۲] بن العاص قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبل بوجہہ وحدیثہ علی شر[۳] القوم یتألفہم[۴] بذلک فکان یقبل بوجہہ وحدیثہ علیّ حتی ظننت[۵] انی خیر القوم فقلت یا رسول اللہ انا خیر او ابوبکر فقال ابوبکر فقلت یا رسول اللہ انا خیر ام عمر فقال عمر فقلت یا رسول اللہ انا خیر ام عثمان فقال عثمان فلما سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا کہ حضور کے کیا حالات سناؤں (وہ احاطۂ بیان سے باہر ہیں) میں حضور کا ہمسایہ تھا اس لئے گویا ہر وقت کا حاضر باش تھا اور اکثر حالات سے واقف۔ اس کے ساتھ ہی کاتب وحی بھی تھا جب حضور پر وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلا بھیجتے میں حاضر ہو کر اس کو لکھ لیتا تھا (حضور ہم لوگوں کے ساتھ غایت درجہ دلداری اور بے تکلفی فرماتے تھے) جس قسم کا ذکر تذکرہ ہم کرتے تھے حضور بھی ہمارے ساتھ ویسا ہی تذکرہ فرماتے تھے جب ہم لوگ کچھ دنیاوی ذکر کرتے تو حضور بھی اس قسم کا تذکرہ فرماتے (یہ نہیں کہ بس آخرت ہی کا ذکر ہمارے ساتھ کرتے ہوں اور دنیا کی بات سننا بھی گوارا نہ کریں) اور جس وقت ہم آخرت کی طرف متوجہ ہوتے تو حضور آخرت کے تذکرے فرماتے یعنی جب آخرت کا کوئی تذکرہ شروع ہو جاتا تو اسی کے حالات اور تفصیلات حضور بیان فرماتے اور جب کچھ کھانے پینے کا ذکر ہوتا تو حضور بھی ویسا ہی تذکرہ فرماتے کھانے کے آداب، فوائد، لذیذ کھانوں کا ذکر، مضر کھانوں کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ چنانچہ گذشتہ ابواب میں بہت سے ارشادات حضور کے اس نوع کے گذر چکے ہیں کہ سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے، زیتون کا تیل استعمال کیا کرو کہ مبارک درخت سے ہے وغیرہ۔ یہ سب کچھ آپ ہی کے حالات کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ **ف۔** اس حدیث میں مختلف مضامین تھے جن کی کسی قدر توضیح ترجمہ کیساتھ ذکر کی گئی۔ اخیر جملہ کا ترجمہ مشائخ درس کے نزدیک یہی ہے جو لکھا گیا لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک شروع حدیث میں (حضور کے کیا حالات سناؤں) کی ساتھ مرتبط ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ (حضور کے ہر نوع کی حالات سنا سکتا ہوں) اس لئے جس قسم کی تذکرہ کی درخواست کرو وہ سناؤں کہ میں پڑوسی بھی تھا اور کاتب وحی بھی۔ اور حضور کے معمولات میں دین اور دنیا کھانا پینا غرض ہر قسم کے تذکرے شامل تھے اسلئے کیا سناؤں اور کونسا تذکرہ کروں کہ ہر تذکرہ عجیب تھا اور ہر حال لطیف ولذیذ۔ اس حدیث میں حضرت زید کا یہ فرمانا کہ جب وحی نازل ہوتی مجھے بلایا جاتا یہ اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے کہ قریب ہی رہتے تھے ورنہ انکے علاوہ وحی کے لکھنے والے یہ حضرات بھی شمار کئے گئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت ابی امیر معاویہؓ خالد بن سعید حنظلہ علاء حضرمی۔ ابان بن سعید یہ نو حضرات ہیں جو کاتبین وحی ہیں۔ حدیث بالا میں ایک اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ دنیا کا ذکر کھانے پینے کا ذکر ایک فضول تذکرہ معلوم ہوتا ہے اور حضور کی عادت شریفہ لایعنی چیزوں میں مشغول ہونے کی نہیں تھی جیسا کہ بہت سی احادیث میں اور گذشتہ باب کی طویل حدیث جو شروع میں گذری ہے اسمیں بھی ہے کہ حضور ضروری امور کے علاوہ اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا کا ہر تذکرہ فضول نہیں بلکہ دنیا کی اور کھانے پینے کی بہت سی تذکرے ضروری بلکہ حضور کیلئے تو واجب تھے اسلئے کہ ان چیزوں میں جائز ناجائز کسی چیز کا اچھا ہونا یا برا ہونا وغیرہ امور حضور ہی کی ارشاد سے یا حضور کی سامنے تذکرہ آنے پر حضور کی اس پر سکوت فرمانے ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں چنانچہ اسی حدیث میں یہ مضمون بھی گذرا ہے کہ لوگوں کی حالات کی تحقیق فرما کر اچھی بات کی تحسین فرماتے اور بری بات کی برائی بتاتے اسی لحاظ سے دنیاوی تذکرے حضور کی مجلس میں ہوتے تھے نہ یہ کہ لغویات ہوتی ہوں۔ (۲) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قوم کے بدترین شخص کی طرف بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] نسبۃ الی قریظۃ مصغراً قبیلۃ معروفۃ من یہود المدینۃ ۱۲ ق [۲] استعمال الالف فیہ قلیل وقیل لایقال اشر الا فی لغۃ ردیۃ۔ وقال میرک اشر جاء علی الاصل ومنہ صغارہا شرارہا ویقال خیر واخیر وشر واشر لکن الذی بالالف اقل استعمالاً ۱۲ ق [۳] ای یوانسہم بتلک المواجہۃ والاتیان والجملۃ استینافیۃ من اسلوب الحکیم کانہ قیل لماذا یفعل ذلک قال لیتألفہم والضمیر لاشر لانہ جمع معنی او للقوم لان التالیف عام لہم لکنہ فی الاشرار اکثر ... ۱۲ [۵] ...

م والی کنت حدیث عہد بالاسلام اذ اسلامہ کذا ... قریب الفتح ... لا یعرف ... صلی اللہ علیہ وسلم ... انہ خیر القوم ۱۲ م د

فصدقنی فلو ددت انی لم اکن سألته حدثنا قتیبة بن سعید ثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عن ثابت عن انس بن مالک قال خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر سنین فما قال لی اف

تالیف قلوب کے خیال سے اپنی توجہ اور اپنی خصوصی گفتگو مبذول فرماتے تھے جس کی وجہ سے اُس کو اپنی خصوصیت کا خیال ہو جاتا تھا) چنانچہ خود میری طرف بھی حضور کی توجہات عالیہ اور کلام کا رُخ بہت زیادہ رہتا تھا حتی کہ میں یہ سمجھ گیا کہ میں قوم کا بہترین شخص ہوں اسی وجہ سے حضور سب سے زیادہ توجہ فرماتے ہیں۔ میں نے اسی خیال پر ایک دن دریافت کیا کہ حضور میں افضل ہوں یا ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عمر رضی اللہ عنہ۔ حضور نے فرمایا کہ عمر پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عثمان رضی اللہ عنہ۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ عثمان۔ جب میں نے حضور سے تصریحاً پوچھا تو حضور نے بلا رعایت صحیح صحیح فرما دیا (میری مدارات میں مجھے افضل نہیں فرمایا) مجھے اپنی اس حرکت پر بعد میں ندامت ہوئی (اور یہ خیال ہوا کہ مجھے ایسی بات ہرگز نہیں پوچھنی چاہئے تھی۔ ف۔ یہ اولاً حضور کی خاص توجہ کی بنا پر اپنے کو سب سے افضل سمجھتے تھے اس لئے کہ پہلی طویل روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور کی عادت شریفہ افضل کے ترجیح دینے کی تھی، لیکن بسا اوقات تالیف قلب کے خیال سے مدارات میں غیر افضل کو بھی ترجیح دی جاتی تھی حتی کہ کفار و منافقین تک کی ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تالیف میں خصوصی برتاؤ ہوتا تھا۔ حدیث بالا میں یہ ترتیب سوال کی اس بنا پر ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل الناس جانتے تھے۔ چنانچہ احادیث میں اسکی تصریح آتی ہے کہ ہم حضور ہی کے زمانہ میں سب سے زیادہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سمجھتے تھے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور کے زمانہ میں ابوبکر کی برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے انکے بعد سب سے افضل عمرؓ کو انکے بعد عثمانؓ کو۔ پھر ان کے بعد اور صحابہ میں کچھ ترجیح نہ دیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ان تین حضرات کی اس ترتیب سے ترجیح اور افضلیت ایسی عیاں تھی کہ حضور کی حیات ہی میں ہم صحابہ کی جماعت اس کو مانتے تھے۔ حضرت علیؓ کے صاحبزادہ محمد نے اپنے والد حضرت علیؓ سے پوچھا کہ حضور کے بعد سب سے افضل شخص کون ہیں۔ انھوں نے فرمایا ابوبکر میں نے پوچھا ان کے بعد انھوں نے فرمایا عمر۔ اسی طرح سے اور بہت سی روایات ہیں جن سے حضور کے زمانہ ہی سے یہ ترتیب معلوم ہوتی ہے اسی لئے انھوں نے اپنے سے مقابلہ کے لئے اسی ترتیب سے سوال کیا کہ اول اُس سے مقابلہ کیا جو سب سے افضل شمار ہوتا تھا پھر گھٹتے گھٹتے سے کہ میں اگرچہ افضل ترین شخص سے نہیں بڑھ سکا تو شاید ۲ یا ۳ ہی سے بڑھ جاؤں (۱۲) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

ف۱ تمنیت الدال ای اجابنی بجواب حق من غیر مراعاة وفی النسخ صدقنی بدون الفاء وھو الظاھر لان اتیان الفاء فی جواب لما غیر مشہور لکنه سائغ کما صرح به بعض ائمة النحو ۱۲ ق ف۲ بکسر الدال ای احببت وتمنیت قال المناوی حیاءً لتفھم رخطاءً وظنه قال المناوی امان ذلک لانه قبل السؤال کان یظن اقباله علیه لخیریته علما ساله بان له ان اقباله علیه انما ھو للتالیف فالمعنی لما ظھر خطائی ندمت علی السؤال استحیاءً من فحش خطائی ۱۲ م ف۳ الضبعی بضم الضاد المعجمة وفتح الموحدة نسبة الی ضبیعة بن قیس او ضبیعة بن ربیعة کذا فی ہامش التہذیب ۱۲ ف۴ ہکذا فی اکثر الروایات وفی روایة لمسلم تسع سنین قال المناوی وحملت علی التحدید والاولی علی التقریب وقال النووی لعل ابتداء خدمة انس فی اثناء السنة ففی روایة التسع لم یجبر الکسر واعتبر السنین الکوامل وفی روایة العشر جبرھا واعتبرھا سنة کاملة وقال الحافظ ابن حجر لا مغایرة بینھما لان ابتداء خدمة انس کان بعد قدومه صلی اللہ علیه وسلم المدینة وبعد تزویج امه ام سلیم بابی طلحة وعلی ھذا یکون مدة خدمة انس تسع سنین واشھر فالغی الکسر مرة وجبرہ اخری ویشکل علیه ما فی مغازی البخاری عن انس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم طلب من ابی طلحة لما اراد الخروج الی خیبر من یخدمه فاحضرنی ابو طلحة واجیب بانه طلب منه من یکون اسن من انس واقوی علی الخدمة فی السفر فعرف ابو طلحة من انس القوة فقال ان انسا غلام کیس فیخدمک فی الحضر والسفر ۱۲ ق ف۵ بضم الھمزة وتشدید الفاء مکسورة بلا تنوین وبه مفتوحة بلا تنوین فھذہ ثلاث لغات ترئ بھا فی السبع وذکر فیه اربعین لغات کلمة تبرم وملال یستوی فیھا الواحد والمثنی والجمع والمذکر والمؤنث ۱۲ اب +

قطّ وما قال لشیءٍ صنعتہ لِمَ صنعتہ ولا لشیءٍ ترکتہ لِمَ ترکتہ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احسن الناس خلقاً و

لا مسست خزًا ولا حریرًا ولا شیئًا کان الین من کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا شممت مسکًا قطّ ولا عطرًا کان

اطیب من عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا قتیبۃ بن سعید واحمد بن عبدۃ ھو الضبی المعنٰی واحد قالا نا حماد بن زید عن سلم العلوی

کی ہے مجھے کبھی کسی بات پر حضور نے اُفّوہ تک بھی نہیں فرمایا نہ کسی کام کے کرنے پر یہ فرمایا کہ کیوں کیا اور اسی طرح نہ کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے (ایسے ہی خلقت کے اعتبار سے بھی حتی کہ) میں نے کبھی کوئی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی عطر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا **ف** یہ کوئی مبالغہ آمیز یا اعتقادی بات نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک جمع کر کے خوشبو کی جگہ استعمال کیا جاتا تھا جس سے آپ مصافحہ کرتے تھے تمام دن اُس کے ہاتھ سے خوشبو مہکتی تھی۔ گنا ہوں کی کثرت سے بدن کی سٹراہند مجرب ہے۔ حضور کا کسی چیز کے متعلق اُف تک نہ فرمانا یہ کمال اخلاق اور رعایت تواضع کی بنا پر تھا کہ حضرت انس کے کرنے نہ کرنے کو ان کا اپنا فعل نہ سمجھتے تھے بلکہ منجانب اللہ سمجھ کر اُسی پر راضی ہو جاتے تھے چنانچہ ایک حدیث میں اس کے بعد یہ مضمون بھی ہے کہ حضور یہ ارشاد فرما دیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے مقدر میں ہوتا تو ہو جاتا۔ یہ محبوب کے فعل کی ساتھ غایت لذت ہوا اور صوفیہ کی اصطلاح میں رضا بالقضا کی اصل اور سند ہے۔ رابعہ بصریہ کا مشہور مقولہ ہے جس کا ترجمہ ہے کہ اے اللہ اگر تو میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالے تو میری محبت میں اس سے کچھ اضافہ ہی ہوگا اور کاملین صوفیہ کے تمام ہی حالات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مختلف احوال سے اخذ کئے گئے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامعیت کے کمال پر تھی بعد میں جامعیت کا یہ درجہ نہیں رہ سکا اس لئے حضرات صوفیہ کرام میں کسی جگہ حضور کی کسی عادت کا ظہور ہوا اور کسی جگہ کسی دوسری حالت کا شیوع ہوا۔ یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حضور کا یہ معاملہ اپنی ذات کے متعلق تھا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور نے اپنی ذات کیلئے کبھی بھی انتقام نہیں لیا البتہ اللہ جل شانہ کی کسی حرمت کا ہتک کیا جائے (مثلاً کسی حرام چیز کا ارتکاب کیا جائے) تو اس کا بدلہ ضرور لیتے تھے۔ حضور کی گفتگو کے باب میں ۲۳ پر بھی اس قسم کا مضمون گذر چکا ہے۔ (لطیفہ) اس حدیث کے اخیر جزء کے متعلق ایک عجیب قصہ ہے جس سے حضرات صحابہ کرام اور محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کی حضور کے ساتھ غایت محبت اور عشق کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت انسؓ ایک مرتبہ غایت فرحت و لذت کے ساتھ کہنے لگے کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مصافحہ کیا میں نے کبھی کسی قسم کی حریر یا ریشم حضور کے ہاتھوں سے زیادہ نرم نہیں دیکھی۔ شاگرد نے جس کے سامنے یہ حدیث بیان کی اسی شوق سے عرض کیا کہ میں بھی ان ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں جن ہاتھوں نے حضور سے مصافحہ کیا۔ اُس کے بعد ہی یہ سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ تک

---

۱ قط بفتح قاف وتشدید طاء مضمومۃ کذا فی اصول ای ابداً وھی لتوکید نفی الماضی ۱۲ ۲ ای ما یتعلق بآداب خدمتہ لا فیما یتعلق بالتکالیف الشرعیۃ قالہ القاری و فی المشکوٰۃ بروایۃ الشیخین عن عائشۃ ما انتقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ فی شیءٍ قطّ الا ان ینتہک حرمۃ اللہ فینتقم للہ بھا و تقدم فی باب کلامہ شیءٌ منہ ۱۲ ۳ لہذا الجزء من الحدیث تسلسل بالمصافحۃ ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی رسالۃ المسلسلات بروایۃ ابی ہرمز عن انس وقد ذکرہ الحافظ فی اللسان بسندہ بروایۃ ثابت عن انس ۱۲ ۴ بفتحتین معروف وفی نسخۃ عرف بفتح عین وسکون راء نفار والمعتمد الاول ۱۲ ق ۵ الضبی بفتح الضاد المعجمۃ والباء المکسورۃ المشددۃ نسبۃ الی بنی ضبۃ وہم جماعۃ ۱۲ ۶ سلم بفتح فسکون قالہ القاری ہو سلم بن قیس العلوی البصری والعلوی نسبۃ لقبیلۃ بنی علی بن ثوبان قالہ المناوی و قال ابو داؤد وفی نسخۃ لیس ہو علویاً کان یبصر فی النجوم

عن انس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان عنده رجل به اثر صفرة قال وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يكاد يواجه احدا بشئ يكرهه فلما قام قال للقوم لو قلتم له يدع هذه الصفرة حدثنا محمد بن بشار

اى يكره ذلك الرجل ذلك الشئ ١٢ ق م

ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن ابى اسحاق عن ابى عبد الله الجدلى واسمه عبد بن عبد عن عائشة انها قالت لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحشا ولا متفحشا ولا صخابا فى الاسواق ولا يجزى بالسيئة

بالصاد والسين ١٢

السيئة ولكن يعفو ويصفح حدثنا هارون بن اسحاق الهمدانى ثنا عبدة عن هشام بن عروة عن ابيه

بسكون الميم ١٢ ق

یہ سلسلہ جاری ہے اور مصافحہ کی حدیث سے یہ مشہور ہے کہ اس حدیث میں مسلسل مصافحہ ہوتا آیا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے رسالہ مسلسلات میں بھی اسکو ذکر کیا ہے جس کے ذریعہ سے میرے اُستاذ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ تک بھی اسی طرح پہنچی (۴) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا جس پر زرد رنگ کا کپڑا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ ناگوار بات کو مُنہ در مُنہ منع نہ فرماتے تھے اسلئے سکوت فرمایا اور جب وہ شخص چلا گیا تو حضور نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اسکو زرد کپڑے سے منع کر دیتے تو اچھا ہوتا **ف**۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ امت پر غایت شفقت تھی کہ اکثر بالمواجہ ایسے امور کو منع نہ فرماتے تھے اس لئے کہ مبادا وہ شخص انکار کر بیٹھے۔ یا اعتراض کا سبب بنجاوے جس سے کفر تک نوبت پہنچ جاوے۔ اگر ان امور سے اطمینان ہوتا تو منع بھی فرما دیتے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کو ایسے ہی کپڑوں کو حضور نے خود منع فرما دیا تھا اسی طرح اور بہت سے واقعات حدیث کی کتابوں میں ہیں۔ نیز یہ تاخیر اور بالمواجہ منع نہ فرمانا ایسے ہی مواقع میں تھا جہاں خلاف اَولیٰ بات ہو یا تاخیر میں کوئی نقصان نہ ہو۔ ورنہ حرام چیز کے ارتکاب میں یہ صورت نہ تھی چنانچہ حضور کی گفتگو کے باب میں مفصل روایت گذری ہے اُس میں ہے کہ جب امر حق سے تجاوز کیا جاتا تو اُس وقت آپ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لا سکتا تھا اور نہ کوئی اُس کو روک سکتا تھا جب تک کہ حضور اُس کا انتقام نہ لے لیں۔ آئندہ حدیث میں بھی اسی قسم کا مضمون آ رہا ہے۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو طبعاً فحش گو تھے نہ بتکلف فحش بات فرماتے تھے نہ بازاروں میں چلا کر (خلاف وقار) باتیں کرتے تھے۔ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے اور اس کا ذکر تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے **ف**۔ بعض آدمی طبعاً فحش اور بیہودہ مذاق کے عادی ہوتے ہیں اور بعض لوگ بتکلف مجلس کے طرز کو نبھانے کیلئے فحش گوئی کیا کرتے ہیں اسلئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کی نفی فرما دی۔ بازار میں بضرورت جانے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن وہاں جاکر شور و شغب کرنا وقار کے خلاف ہے۔ سکون کی ساتھ اپنی ضرورت پوری کر کے چلا آئے بازار میں شور کی نفی سے یہ لازم نہیں ہے کہ اور جگہ شور و شغب کرتے تھے بلکہ مقصد یہ ہے کہ بازار میں عموماً شور و غل ہوتا ہے اور جو شخص وہاں بھی سکون و وقار

---

۱ قال المناوى لان فيها نوع تشبه بالنساء ولعله كان مباحا والا لما اخر السوال وقال القارى بذا على الشئ المكروه اذ وجود اثر صفرة من غير قصد التشبه بالنساء مكروه والا فلو كان محرما لم يوخره صلى الله عليه وسلم الى مفارقة المجلس ١٢ ۲ الجدلى بفتح الجيم والدال المهملة منسوب الى قبيلة جديلة ١٢ ۳ اى ذا الفحش فى اقواله وافعاله وصفاته وهو ما خرج من مقداره حتى يستقبح الا ان استعماله فى القول اكثر والمتفحش المتكلف للفحش والمعنى لم يكن الفحش طبعيا له ولا كسبيا ١٢ ۴ المقصود نفى الصخب لا نفى المبالغة كانها نظرت الى ما هو المعتاد وهو المبالغة فيه فنفته على صيغة المبالغة وقيل فعال قد يكون للنسبة كالتمار واللبان وقيل المقصود من امثال هذا الكلام مبالغة النفى لا نفى المبالغة كما فى قوله تعالى وما انا بظلام للعبيد ١١ ۵ اى يعرض بظاهره واصله الاعراض بصفحة الوجه والمراد عدم المقابلة بذكره وظهور اثره والمعنى يعفو بباطنه ويعرض عنه بظاهره كانه م

سے رہے گا اُس کا دوسری جگہ سکون سے رہنا ظاہر ہے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینے کے متعلق حضور کی ساری سوانح بھری ہوئی ہے کہ کفار سے کیا کیا اذیتیں نہیں پہنچیں۔ احد کی لڑائی میں حضور کی ساتھ کیا کیا پیش نہیں آیا اور جب صحابہ نے ان حالات سے متاثر ہو کر حضور سے بد دعا کی درخواست کی تو حضور نے دعا کی کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ ناواقف ہیں۔ زید بن سعنہ پہلے سے یہودی تھے ایک مرتبہ کہنے لگے کہ نبوت کی علامتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں رہی جسکو میں نے حضور میں نہ دیکھ لیا ہو بجز دو علامتوں کے جن کے تجربہ کی ابتک نوبت نہیں آئی۔ ایک یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غصہ پر غالب ہوگا دوسری یہ کہ آپ کی ساتھ کوئی جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا اسی قدر آپ کا تحمل زیادہ ہوگا۔ میں ان دونوں کے امتحان کا موقع تلاش کرتا رہا اور آمد ورفت بڑھاتا رہا ایک دن آپ حجرہ سے باہر تشریف لائے حضرت علیؓ آپ کے ساتھ تھے کہ ایک بدوی جیسا شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤگے تو بھرپور رزق تمکو ملے گا اور اب حالت یہ ہے کہ قحط پڑ گیا مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ اسلام سے نہ نکل جائیں اگر رائے مبارک ہو تو آپ کچھ اعانت ان کی فرمادیں۔ حضور نے ایک شخص کی طرف جو غالباً حضرت علی تھے دیکھا انھوں نے عرض کیا کہ حضور موجود تو کچھ نہیں رہا۔ زید جو اُس وقت تک یہودی تھے اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم ایسا کر سکو کہ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں وقت معین پر مجھے دیدو تو میں قیمت پیشگی اب دیدوں اور وقت معینہ پر کھجوریں لے لوں گا۔ حضور نے فرمایا یہ تو نہیں ہوسکتا البتہ اگر باغ کی تعیین نہ کرو تو میں معاملہ کر سکتا ہوں میں نے اس کو قبول کر لیا اور میں نے کھجوروں کی قیمت اسی مثقال سونا (ایک مثقال مشہور قول کے موافق ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے) دیدیا۔ آپ نے وہ سونا اُس بدوی کے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ انصاف کی رعایت رکھنا اور اس سے ان کی ضرورت پوری کرلو۔ زید کہتے ہیں کہ جب کھجوروں کی ادائیگی کے وقت میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے۔ حضور صحابہ کی ایک جماعت کیساتھ جن میں ابوبکر عمر عثمانؓ بھی تھے کسی کے جنازے کی نماز سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے قریب تشریف فرما تھے۔ میں آیا اور آپ کے کرتے اور چادر کے پلوں کو پکڑ کر نہایت ترش روئی سے کہا کہ اے محمد تو میرا قرضہ ادا نہیں کرتا خدا کی قسم میں تم سب اولاد عبد المطلب کو خوب جانتا ہوں کہ بڑے نادہند ہو۔ حضرت عمرؓ نے غصہ سے مجھے گھورا اور کہا کہ اے خدا کے دشمن یہ کیا بک رہا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے (حضور کا) ڈر نہ ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا۔ لیکن حضور نہایت سکون سے مجھے دیکھ رہے تھے اور تبسم کے لہجہ میں عمرؓ سے فرمایا کہ عمر میں اور یہ ایک اور چیز کے زیادہ محتاج تھے وہ یہ کہ مجھے حق کے ادا کرنے میں خوبی برتنے کو کہتے اور اس کو مطالبہ کرنے میں بہتر طریقہ کی نصیحت کرتے جاؤ اس کو لیجاؤ اس کا حق ادا کر دو اور تم نے جو اس کو ڈانٹا ہے اس کے بدلے میں بیس صاع (تقریباً دو من کھجوریں) اس کے مطالبہ سے زیادہ دیدینا۔ حضرت عمر مجھے لے گئے اور پورا مطالبہ اور بیس صاع کھجوریں زیادہ دیں میں نے پوچھا کہ یہ بیس صاع کیسے عمرؓ نے کہا کہ حضور کا یہی حکم ہے۔ زید نے کہا کہ عمر تم مجھکو پہچانتے ہو۔ انھوں نے فرمایا نہیں میں نے کہا کہ میں زید بن سعنہ ہوں اُنھوں نے فرمایا کہ جو یہود کا بڑا علامہ ہے میں نے کہا کہ ہاں وہی ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ اتنا بڑا آدمی ہو کر حضور کی ساتھ تم نے یہ کیسا برتاؤ کیا میں نے کہا کہ علامات نبوت میں سے دو علامتیں ایسی رہ گئی تھیں جن کا مجھکو ابتک تجربہ کرنے کی نوبت نہ آئی تھی۔ ایک یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غصہ پر غالب ہوگا۔ دوسری یہ کہ ان کی ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ ان کے حلم کو بڑھائے گا اب ان دونوں کا بھی امتحان کر لیا۔ لہذا تم کو اپنے اسلام کا گواہ بناتا ہوں اور میرا آدھا

عن عائشۃؓ قالت ماضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہٖ شیئا قط الا ان یجاھد فی سبیل اللہ ولا ضرب خادماً ولا امرأۃ حدثنا احمد بن عبدۃ الضبی ثنا فضیل بن عیاض عن منصور عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃؓ قالت ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منتصرا من مظلمۃ ظلمھا قط مالم ینتھک من محارم اللہ تعالٰی شئی فاذا انتھک من محارم اللہ تعالٰی شئی کان من اشدھم فی ذالک غضبا وما خیر بین امرین الا اختار ایسرھما

مال امت محمدیہ پر صدقہ ہے۔ اس کے بعد حضور کی خدمت میں واپس آئے اور اسلام لے آئے اس کے بعد بہت سے غزوات میں شریک ہوئے اور تبوک کی لڑائی میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ (جمع الفوائد جمع الوسائل)۔

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اللہ کے راستہ میں جہاد کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ کبھی کسی خادم کو نہ کسی عورت (بیوی باندی وغیرہ کو) **ف**۔ اللہ کے راستہ اور جہاد ہی میں حدود بھی داخل ہیں۔ نیز اس مارنے سے غصہ میں قصداً مارنا مراد ہے اُسی کو مارنا عرف میں کہتے ہیں بلا ارادہ یا مزاح میں کسی کے لگ جانا جیسا کہ بعض روایات میں ہے اس کے منافی نہیں۔ (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کے ظلم کا بدلہ لیا ہو۔ البتہ اللہ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کا ہتک ہوتا (یعنی مثلاً کسی حرام فعل کا کوئی مرتکب ہوتا شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اسی میں آدمیوں کے حقوق بھی داخل ہیں) تو حضور سے زیادہ غصہ والا کوئی شخص نہیں ہوتا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی دو امروں میں اختیار دیئے جاتے تھے تو ہمیشہ سہل کو اختیار فرماتے تاوقتیکہ اُس میں کسی قسم کی معصیت وغیرہ نہ ہو۔ **ف**۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جنگ احد میں جب عتبہ نے آپ پر پتھر چلایا اور آپ کا دندان مبارک شہید ہوگیا) اور چہرۂ انور خون آلودہ ہوگیا تو بعض حاضرین نے عرض کیا کہ اُس موذی کے لئے بددعا فرما دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ میری قوم کو ہدایت فرما۔ یہ ناواقف ہیں۔ ایک بدوی ایک مرتبہ آیا اور حضور کی چادر مبارک پکڑ کر اس زور سے کھینچی کہ گردن مبارک پر نشان پڑ گیا اور یہ کہا کہ میرے ان اونٹوں پر غلہ لدوا دو تم اپنے مال میں سے یا اپنے باپ کے مال میں سے نہیں دیتے ہو (گویا بیت المال کا مال ہم ہی لوگوں کا ہے تمہارا نہیں ہے) حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب تک تو اس چادر کھینچنے کا بدلہ نہیں دیگا میں غلہ نہیں دوں گا۔ اُس نے کہا خدا کی قسم میں بدلہ نہیں دیتا۔ حضور تبسم فرما رہے تھے اور اس کے اونٹوں پر غلہ لدوا دیا۔ ہم لوگ حضور کے نام لیوا ہیں اتباع کے

لہ خصہما بالذکر اہتماما بشانہما ولکثرۃ وقوع الضرب علیہما علاوۃ نظر بہما وان جاز بشرطہ فالاولی ترکہ قالوا وہذا بخلاف الولد فالاولی تادیبہ والفرق ان ضربہ مصلحۃ تعود علیہ فلم یندب العفو بخلاف ضربہما فانہ لحظ النفس فندب العفو عنہما ۱۲ ق ۲ہ مظلمۃ بکسر اللام اسم لما تطلبہ عن الظالم وہو ما اخذ منک وبفتح اللام مصدر ظلمہ وقیل بالکسر والفتح الظلم وہو وضع الشئی فی غیر محلہ ۲ ق ۳ہ ظلمہا بصیغۃ المجہول والضمیر المستتر راجع الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والظلم متعد الی مفعول واحد فلا یظہر لتعدی ظلم ہہنا بالضمیر المنصوب وجہ الا ان یقال بنزع الخافض قالہ القاری ۱۲ ۴ہ جمع محرم ای شئی حرمہ اللہ تعالٰی قال القاری الظاہر انہ مصدر میمی بمعنی المفعول ای مالم یرتکب ما حرمہ اللہ علی عبادہ ۱۲ ۵ہ قال المناوی لیس ہذا اخلاقیا قبلہ حتی یحتاج لاستدراکہ لان انتقامہ للہ عند انتہاک حرمتہ لیس انتقاما للنفسہ فہو کالاستثناء المنقطع ۱۲ ۶ہ بینا للمجہول وقولہ بین امرین قال المناوی ای فی الدین الدنیا کذا قال شارح ولیس بقویم فقد قال الحافظ ابن حجر اخذا من کلام ابن السید المراد امور الدنیا فقط بدلیل

مالم یکن اثما حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفیان عن محمد بن المنکدر عن عروۃ عن عائشۃؓ قالت استاذن رجل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا عندہ فقال بئس ابن العشیرۃ او اخو العشیرۃ ثم اذن لہ فالان لہ القول فلما خرج قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت ما قلت ثم الَنتَ لہ القول فقال یا عائشۃ ان من شر الناس من ترکہ الناس او وَدَعَہ الناس اتقاء فحشہ حدثنا سفیان بن وکیع ثنا جُمیع بن عُمیر بن عبد الرحمٰن العجلی حدثنی رجل من بنی تمیم من ولد ابی ہالۃ زوج خدیجۃ یکنی ابا عبد اللہ عن ابن لابی ہالۃ

دعوی دار ہیں۔ یہاں ذراسی بات خودداری کے خلاف ہوجاتی ہے کوئی ذرا سخت لفظ کہدے تو وقار کے خلاف سمجھی جاتی ہے حدیث کے اخیر جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جب آپ کو بالخصوص امت کے حق میں دو امروں کا اختیار دیا جاتا تو آپ امت کیلئے جو سہل ہوتا اُس کو اختیار فرماتے اور اسی طرح دنیاوی امور میں جہاں دو رائیں ہوتیں اُن میں سے سہل کو اختیار فرماتے جبتک کہ اُس میں کسی قسم کا شرعی نقصان نہ ہو بہت سی احادیث میں مختلف عنوانات سے حضورؐ کے ارشادات بھی اس مضمون میں وارد ہوئے ہیں کہ سہولت اختیار کرنا اور خواہ مخواہ اپنے کو مشقتوں میں ڈالنا حضورؐ کو پسند نہ تھا۔ (۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورؐ سے ایک شخص نے حاضری کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا کیسا بُرا آدمی ہے یہ ارشاد فرمانے کے بعد اُسکو حاضری کی اجازت مرحمت فرمادی اور اُسکے اندر آنے پر اُس کے ساتھ نہایت نرمی سے باتیں کی جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ حضورؐ نے اُس کے بارہ میں حاضر ہونے سے پہلے تو یہ لفظ ارشاد فرمایا تھا پھر اس قدر نرمی سے اسکے ساتھ کلام فرمائی یہ کیا بات ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ بدترین لوگوں میں سے ہے وہ شخص کہ لوگ اُسکی بدکلامی کی وجہ سے اُس کو چھوڑ دیں۔ **ف**۔ اس شخص کا نام اکثر علماء نے عیینہ لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دل سے اُس وقت تک مسلمان بھی نہ ہوا تھا بلکہ نفاق کے طور پر بظاہر مسلمان تھا حضورؐ کا معاملہ اُس وقت تک منافقین کے ساتھ مسلمانوں ہی جیسا تھا اس لئے اس کے ساتھ بھی یہی برتاؤ تھا چنانچہ حضورؐ کے وصال کے بعد جب ارتداد کا زور ہوا تو یہ مرتد ہو گیا تھا اور اپنے مخفی کفر کو ظاہر کر دیا تھا اور جب حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پکڑ کر لایا گیا اور مدینہ کے نوعمر لڑکوں نے آوازے کسنے شروع کئے کہ یہ بھی مرتد ہو گیا تھا تو اُس نے یہ جواب دیا تھا کہ میں مسلمان ہی کب ہوا تھا جو مرتد ہوتا لیکن اس کے بعد یہ مسلمان ہوئے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جہاد میں بھی شریک ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے اُس کے آنے سے قبل اُس کی حالت پر تنبیہ فرمادی اور چونکہ یہ بہ نیت اصلاح اور دوسروں کو مضرت سے بچانے کیلئے تھی اسلئے یہ کلام

ف ای مالم یکن الایسر اثما فان کان اثما اختار الاشد و ما اثما بالفتح ای مفضیا الی الاثم فنفیہ مجاز مرسل من اطلاق المسبب علی سببہ وبعضہم جعل الاستثناء منقطعا ان کان التخییر من اللہ ومتصلا ان کان من غیرہ اذ لا یتصور تخییر اللہ تعالیٰ الا بین جائزین ۱۲ ف قال المنادی ہو عیینۃ بن حصن الفزاری الذی یقال لہ الاحمق المطاع وجاء فی روایۃ عبد الغنی التصریح عن عائشۃ بانہ مخرمۃ بن نوفل فان کانت الواقعۃ تعددت فظاہر والا فالذی علیہ المعول ہو الاول لصحۃ روایتہ ولذا قال الخطیب وعیاض الصحیح انہ عیینۃ قالوا ویبعد ان یقول المصطفیٰ فی حق مخرمۃ ما قال لانہ کان من خیار الصحابۃ اھ زاد المنادی وکان عیینۃ اذ ذاک یظہر النفاق ویدل علی ذلک انہ اظہر الردۃ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم وجیء بہ الی ابی بکر اسیرا فکان الصبیان یصیحون علیہ فی ازقۃ المدینۃ ویقولون ہذا الذی خرج من الدین فیقول لہ مکم لم یدخل حتی یخرج فکان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا علما من اعلام النبوۃ حیث اخبار المغیب یقع لکن اسلم بعد ذلک وحسن اسلامہ وحضر بعض الفتوحات فی زمن عمرؓ اھ ف او للشک والظاہر انہ شک من سفیان فان جمیع اصحاب ابن المنکدر رووہ بدون الشک ولا یبعد ان یکون او للتخییر وبمعنی الواو فان فی البخاری بئس ابن العشیرۃ وبئس اخو العشیرۃ بدون الشک قالہ القاری ۱۲ ف نصب علی العلۃ والمعنی ای انما ترکت الانقباض فی وجہہ اتقاء فحشہ وفی روایۃ البخاری متی عہدتنی فحاشا ان شر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیامۃ من ترکہ الناس اتقاء شرہ ۱۲ ف کذا فی جمیع النسخ الموجودۃ

عن الحسن ۹ بن علی رضی اللہ عنہما قال قال الحسین بن علی سألت ابی عن سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جلسائہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم البشر سہل الخلق لین الجانب لیس بفظ ولا غلیظ ولا صخاب ولا فحاش ولا عیاب ولا مشاح یتغافل عما لا یشتہی ولا یؤیس منہ ولا یجیب فیہ قد ترک نفسہ من ثلاث المراء والاکبار وما لا یعنیہ وترک الناس من ثلاث کان لا یذم احدا ولا یعیبہ ولا یطلب عورتہ ولا یتکلم الا فیما رجا ثوابہ واذا تکلم اطرق جلساؤہ کانما علی رؤسہم الطیر فاذا سکت تکلموا لا یتنازعون عندہ الحدیث ومن تکلم عندہ انصتوا لہ حتی یفرغ

(الصخب شدۃ الصوت ۱۲) (بخیل ۱۲) (الجدال ۱۲) (الاطراق ان یقبل ببصرہ الی الصدر ویسکت ساکنا ۱۲ نہایہ)

شرعاً غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ کسی شخص کی برائی کو اس وجہ سے ظاہر کرنا کہ لوگ اُس کی برائی کا شکار نہ بنجایا اور کسی نقصان میں نہ پھنس جائیں غیبت کی ممانعت میں داخل نہیں ہے، بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ شخص علی الاعلان فاسق تھا اور جو کھلم کھلا فسق وفجور میں مبتلا ہو اُس کی غیبت جائز ہے۔ اس کے حاضر ہونے پر اس کی ساتھ نرم کلامی اس کی تالیف قلب اور اسکو مانوس کرنے کیلئے فرمائی۔ جیسا کہ حضور کی خصوصی عادت تھی، نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ سب ہی کے ساتھ نرم کلامی کی تھی۔ اور اسی وجہ سے اُس کے آنے سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کو اس امر پر متنبہ بھی کر دیا کہ حضور کے اس طرز کی وجہ سے اُس کو مخلص نہ سمجھیں وہ کچھ بھلا آدمی نہیں ایسا نہ ہو کہ حضور کے اس طرز معاشرت کی وجہ سے اُس کو مخلص اور خیر خواہ سمجھیں اور اس دھوکہ کی وجہ سے کسی مضرت میں پڑجاویں۔ یا کوئی راز کی بات اُس کے سامنے کہدیں کہ ایسے منافق لوگ خصوصیات جتانے کیلئے ایسے ہی خصوصی اور اہم تذکرے چھیڑا کرتے ہیں۔ اخیر جملہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد بدترین شخص کے دو مطلب ہو سکتے ہیں کہ اس کا تعلق آنے والے سے ہو یعنی اس کی فحش گوئی سے بچنے کیلئے اس کی ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا کہ یہ فحش گو ہے یا اس کا تعلق حضور کی ذات سے ہے یعنی مجھے فحش گو تو نے کب دیکھا تھا کہ اسکی منتظر تھی۔ وہ برا شخص ہے جسکی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اسکی پاس آنا چھوڑ دیں میں اگر ایسی گفتگو کردوں تو لوگ میرے پاس کی آمدورفت بھی چھوڑ دیں جس سے اگرچہ ان کو ہی نقصان ہے مگر حضور ان کا نقصان کب گوارا فرما سکتے ہیں۔ (۹) یہ اُس لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو قریب

۱ھ ہذا الحدیث جزء من الحدیث الطویل الذی جزأہ المصنف علی الابواب ذکر جزء منہ فی الباب الاول من الکتاب وجزء منہ فی کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم وجزء فی تواضعہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکرہ صاحب جمع الفوائد بطولہ بروایۃ الموصلی والبزار والاوسط ۱۲ ۲ھ بکسر اولہ طلاقۃ الوجہ وبشاشۃ ویشکل بما مر انہ کان متواصل الاحزان واجیب بان حزنہ بسبب امور الآخرۃ اما بالنسبۃ لامور الدنیا یکون دائم البشر فکان حزنہ لیس علی فوت مطلوب او حصول مکروہ قالہ المناوی ۱۲ ۳ھ بضم الیاء ای لیس یصعب ولیس بخشنہ فعلی الاول ہو وصف لخلقہ بالنسبۃ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی لم یکن خلقہ آبیا غیر منقاد لہ وعلی الثانی وصف لہ بالنسبۃ لغیرہ یعنی لم یکن خشنا یتاذی بہ جلیسہ ۱۲ م ق ۴ھ بکسر التحتیۃ المشددۃ ای سریع العطف کثیر اللطف وقیل قلیل لخلاف قالہ القاری وقال المناوی ای سہلا مطیعا منقادا قلیل الخلاف ۱۲ ۵ھ بفتح فاء وتشدید ظاء معجمۃ وہو من الرجال سیئ الخلق قالہ الجزری وقال الجوہری ہو الغلیظ لاکنہ لا یلائم قولہ ولا غلیظ اللہم الا ان یحمل احدہما علی فظاظۃ اللسان والآخر علی غلاظۃ القلب کال عن اسمہ ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک ۱۲ م ق ۶ھ مشاح بضم المیم وتشدید الحاء اسم فاعل من مفاعلۃ الشح وہو البخل وفی نسخۃ صحیحۃ بدلہ مداح ای لم یکن مبالغا فی المدح وفی اخری ولا مزاح قالہ القاری وقال المناوی قال القسطلانی فی اکثر النسخ المصححۃ بدلہ ولا مداح وکذا فی نسخۃ الحافظ ابن حجر قلت وکذا فی جمع الفوائد ۱۲ ۷ھ ای یتکلف التغافل والاعراض عما لا یستحسنہ من القول والفعل ۱۲ ق ۸ھ بضم یاء وسکون واو وہمزۃ مکسورۃ ای لا یجعل غیرہ آیسا مما لا یشتہی من خیر بمعنی قنط ۱۲ ق م ۹ھ بالجیم من الاجابۃ ای لا یجیب احدا فیما لا یشتہی قالہ القاری وقال المناوی ای لا یوصل الی ما لا یشتہی لا یجیب الیہ بل یرد الداعی بمیسور من القول ۱۲ ۱۰ھ الاکبار بکسر فسکون فموحدۃ استعظام نفسہ فی الجلوس والمشی ونحوہ فی

حدیثهم عنده حدیث اولهم یضحک مما یضحکون منه ویتعجب مما یتعجبون ویصبر للغریب على الجفوة فی منطقه ومسألته حتى ان کان اصحابه یستجلبونهم ویقول اذا رأیتم طالب حاجة یطلبها فارفدوه ولا یقبل الثناء الا من مکافئ ولا یقطع على احد حدیثه حتى یجوز فیقطعه بنهی اوقیام حدثنا محمد بن بشار

یہی حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے باب میں یہ گذرچکی ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے چھوٹے بھائی حسینؓ نے کہا کہ میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کا اپنے اہل مجلس کی ساتھ کا طرز پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی کے ساتھ متصف رہتے تھے۔ یعنی چہرۂ انور پر تبسم اور بشاشت کا اثر نمایاں ہوتا تھا آپ نرم مزاج تھے یعنی کسی بات میں لوگوں کو آپ کی موافقت کی ضرورت ہوتی تھی تو آپ سہولت سے موافق ہوجاتے تھے نہ آپ سخت گو تھے اور نہ سخت دل تھے۔ نہ آپ چلا کر بولتے تھے نہ فحش گوئی اور بدکلامی فرماتے تھے۔ نہ عیب گیر تھے کہ دوسروں کے عیوب پکڑیں۔ نہ زیادہ مبالغہ سے تعریف کرنیوالے نہ زیادہ مذاق کرنیوالے نہ بخیل (تینوں لفظ اس جگہ نقل کئے گئے تینوں کا ترجمہ لکھدیا) آپ ناپسند بات سے اعراض فرماتے تھے یعنی ادھر التفات نہ فرماتے گویا سنی ہی نہیں۔ دوسرے کی کوئی خواہش اگر آپ کو پسند نہ آتی تو اسکو مایوس بھی نہ فرماتے تھے اور اُسکا وعدہ بھی نہ فرماتے تھے تین باتوں سے اپنے آپ کو بالکل علیحدہ فرما رکھا تھا جھگڑے سے اور تکبر سے اور بیکار بات سے۔ اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔ نہ کسی کی مذمت فرماتے تھے نہ کسی کو عیب لگاتے تھے۔ نہ کسی کے عیوب تلاش فرماتے تھے۔ آپ صرف وہی کلام فرماتے تھے جو باعث اجر وثواب ہو جب آپ گفتگو فرماتے تو حاضرین مجلس اس طرح گردن جھکا کر بیٹھتے جیسے اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (کہ ذرا بھی حرکت ان میں نہ ہوتی تھی کہ پرند ذرا سی حرکت سے اُڑجاتا ہے) جب آپ چپ ہوجاتے تب وہ حضرات کلام کرتے (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے درمیان میں کوئی شخص نہ بولتا تھا جو کچھ کہنا ہوتا حضور کے چپ ہونیکے بعد کہتا تھا) آپ کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے تھے۔ آپ سے جب کوئی شخص بات کرتا تو اُس کے خاموش ہونے تک سب ساکت رہتے۔ ہر شخص کی بات (توجہ سے سننے میں) ایسی ہوتی جیسے پہلے شخص کی گفتگو (یعنی بے قدری سے کسی کی بات نہیں سنی جاتی تھی ورنہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ مجلس کی ابتدا میں تو توجہ تام ہوتی ہے پھر کچھ دیر ہونے سے اکتانا شروع کر دیتے ہیں اور کچھ بے توجہی سی ہو جایا کرتی ہے) جس بات سے سب ہنستے آپ بھی تبسم فرماتے اور جس سے سب لوگ تعجب کرتے تو آپ بھی تعجب میں شریک رہتے یہ نہیں کہ سب سے الگ چپ چاپ بیٹھے رہیں بلکہ معاشرت اور طرز کلام میں شرکاء مجلس کے شریک حال رہتے۔ اجنبی مسافر آدمی کی سخت گفتگو اور بے تمیزی کے سوال پر صبر فرماتے (یعنی گاؤدی لوگ جا بیجا سوالات کرتے اداب کی رعایت نہ کرکے ہر قسم کے سوالات کرتے حضور ان پر گرفت نہ فرماتے ان پر صبر فرماتے اور اس وجہ سے کہ وہ لوگ ہر قسم کے سوالات کرلیتے تھے۔ بعض صحابہ آپ کی مجلس اقدس تک مسافروں کو لیکر آیا کرتے تھے (تاکہ اُن کے ہر قسم کے سوالات سے خود بھی منتفع ہوں اور ایسی

لہ ای الحدیث اولهم فی عدم الملال منه اوفی الاصغاء الیه لان العادة جاریة بالملال اذا اکثر المقال قاله القاری وقیل لا یتحدث احد الا من جاء اولا على الترتیب وقیل المراد باولهم افضلهم ای یصغی لحدیث کلهم کما یصغی لحدیث افضلهم ۱۲ ۲ بفتح الجیم وقد یکسر ای على الجفاء والغلظة وسوء الادب مما کان یصدر من جفاة الاعراب وقد ورد من بدا جفا ۱۲ ق ۳ ای یتمنون ماتی الغرباء الى مجلسه لیستفیدوا بسبب تکلمهم لا یستفیدونه فی غیبتهم لانهم یهابون بسواله وقیل معناه یستجلبون خواطرهم بما راوه من صبره لهم وقیل المراد جذبهم عن مجلسه ومنعهم من الجفاء ۱۲ ق م ۴ یعنی اذا اصطنع فاثنى علیه على سبیل الشکر والجزاء قبله واذا ابتدی بثنائه کرهه ذکره الزمخشری وقیل معناه

ثنا عبد الرحمن بن مهدی ثنا سفین عن محمد بن المنکدر قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول ما سئل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا قط فقال لا حدثنا عبد اللہ بن عمران ابو القاسم القرشی المکی ثنا ابراھیم بن
سعد عن ابن شہاب عن عبید اللہ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باتیں جن کو ادب کی وجہ سے یہ حضرات خود نہ پوچھ سکتے تھے وہ بھی معلوم ہو جاویں) آپ یہ بھی تاکید فرماتے رہتے تھے کہ جب کسی حاجت مند کو دیکھو تو اُس کی امداد کیا کرو (اگر آپ کی کوئی تعریف کرتا تو آپ اُس کو گوارا نہ فرماتے) البتہ اگر بطور شکریہ اور ادائے احسان کے کوئی آپ کی تعریف کرتا تو آپ سکوت فرماتے کہ احسان کا شکر اُس پر ضروری تھا اس لئے وہ گویا اپنا فرض منصبی ادا کر رہا ہے بعض علماء نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ تعریف حدود کے اندر کرتا تو سکوت کرتے یعنی حد سے تجاوز کرتا تو روک دیتے۔ کسی کی گفتگو قطع نہ فرماتے تھے کہ دوسرے کی بات کاٹ کر اپنی شروع فرما دیں۔ البتہ اگر کوئی حد سے تجاوز کرنے لگتا تو اُس کو روک دیتے تھے یا مجلس سے کھڑے ہو جاتے۔ تاکہ وہ خود رُک جائے **ف** ۔ یہ حدیث گذشتہ باب کی ساتویں حدیث کا ٹکڑا ہے۔ مفصل روایت جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے تمام سوالات یکجا ہیں جمع الفوائد اور شفائے قاضی عیاض میں موجود ہے۔ امام ترمذیؒ نے مختلف بابوں کی مناسبت سے اس حدیث کو کئی بابوں میں تھوڑی تھوڑی ذکر کی ہے۔ (۱۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں فرمایا **ف** ۔ اگر اُس وقت موجود ہوتی تو عطا فرما دیتے ورنہ دوسرے وقت کا وعدہ فرما لیتے۔ یا اُس کے حق میں دعا فرماتے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اُس کو کسی اور طریقہ سے عطا فرما دیں۔ (۱۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اول تو تمام لوگوں سے زیادہ ہر وقت ہی سخی تھے (کہ کوئی بھی حضور کی سخاوت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا کہ خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور عطاؤں میں بادشاہوں کو شرمندہ کرتے تھے نہایت سخت احتیاج کی حالت میں ایک عورت نے چادر پیش کی اور سخت ضرورت کے درجہ میں پہنی۔ جب ہی ایک شخص نے مانگ لی اُس کو مرحمت فرما دی۔ قرض لیکر ضرورتمندوں کی ضرورت کو پورا کرنا اور قرضخواہ کے سخت تقاضے کے وقت کہیں سے اگر کچھ آ گیا اور ادائے قرض کے بعد بچ گیا تو استے وہ تقسیم نہ ہو جائے گھر نہ جانا۔ ایسے مشہور واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ ہو ہی نہیں سکتا) بالخصوص رمضان المبارک میں تمام مہینہ اخیر تک بہت ہی فیاض رہتے (کہ خود حضور کی گیارہ مہینہ کی فیاضی بھی اس مہینہ کی فیاضی کے برابر نہ ہوتی تھی) اور اس مہینہ میں بھی جس وقت حضرت جبرئیلؑ تشریف لا کر آپ کو کلام اللہ شریف سُناتے اُس وقت آپ بھلائی اور نفع پہنچانے میں تیز بارش لانیوالی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے **ف** ۔ اس ہوا کی ساتھ تشبیہ تیزی اور سُرعت میں ہے کہ ہوا اس قدر تیز نہیں چلتی جتنی تیز حضور کی سخاوت چلتی تھی یا نفع کے عام ہونے میں ہے کہ بارش کا نفع اس قدر عام اور سب کو شامل نہیں ہوتا جتنی عام حضور کی سخاوت تھی۔ بارش کی ساتھ تشبیہ صورت کے اعتبار سے ہے ورنہ حضور کی سخاوت کو بارش سے کیا نسبت کہ یہ صرف مادی چیزوں کو اگانیوالی ہے۔ اور حضور کی بارش ظاہر و باطن ضروریات دنیویہ اور دینیہ کو پوری کرنیوالی

لے فقال جنیہ الحدیث السابق بانہ لم یرد ہ الا بہا او بمیسور من القول وثم ما قیل سے ماقال ہا تفا الالی تشبیہ ہ۔ لولا التشہد کانت لاؤہ نعما ۱۲ ع قال المناوی یحتمل انہ عبید اللہ بن عیاض ویحتمل عبید اللہ بن ابی رافع کاتب علی فانہما یرویان عن ابن عباس وعنہا الزہری اہ مختصراً وقال القاری انہ ابن عبد اللہ ابن عتبۃ بن مسعود واخطأ من قال انہ ابن ابی ملیکۃ اہ وقال البیجوری انہ ابن عبد اللہ بن عتبۃ خلافا لما قال المناوی اہ قلت وبا بن عبد اللہ بن عتبۃ جزم الحافظ ابن حجر والعینی

اجود الناس بالخير وكان اجود[1] ما يكون فى شهر رمضان حتى ينسلخ فياتيه جبريل فيعرض[2] عليه القران فاذا لقيه جبريل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجود بالخير[3] من الريح المرسلة حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا جعفر بن سليمان عن ثابت عن انس[4] بن مالك قال كان النبى صلى الله عليه وسلم لا يدخر[5] شيئا لغد حدثنا هرون بن موسى بن ابى علقمة الفروى[6] المدنى حدثنى ابى عن هشام بن سعد عن زيد بن اسلم عن ابيه

(ای بلغ غایتہ کمال جودہ کان فی جمیع رمضان ۱۲)

تھی یہ زمین کو زندہ کرتی ہے وہ دلوں کو بھی زندہ کرتی تھی۔ ترمذی کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ نوّے ہزار درہم جس کے تقریباً بیس ہزار روپیہ سے زیادہ ہوتے ہیں کہیں سے آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوریے پر ڈلوا دیئے اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم کرا دیئے۔ ختم ہو جانے کے بعد ایک سائل آیا جس کا قصہ تیسری حدیث میں حدیث نمبر ۱۱ کے ذیل میں آ رہا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ رہا نہیں ہے تو کسی سے میرے نام سے قرض لے لے جب میرے پاس ہوگا ادا کر دوں گا۔ یہ تو حضور کی عام عادت تھی اور رمضان المبارک کے اس وقت کا تو کیا پوچھنا کہ وہ مالک الملک کی طرف سے افضل البشر کے پاس افضل الکلام افضل ترین اوقات میں فرشتوں کے لیکر آنے کا وقت تھا اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ شانہ کے اخلاق کے ساتھ کمال درجہ میں متصف تھے کہ اصل کمال عادات الٰہیہ کے ساتھ متصف ہونا ہے اور حق تعالیٰ شانہ کے یہاں اس ماہ مبارک میں جس قدر رحمت و انعام کے دروازے کھلتے ہیں اس کا کچھ نمونہ دیکھنا ہو تو بندہ کا رسالہ فضائل رمضان دیکھو۔ (۳) انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے دن کیلئے کسی چیز کو ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے۔ ف یعنی جو چیز ہوتی کھلا پلا کر ختم فرما دیتے۔ اس خیال سے کہ کل کو ضرورت ہوگی اسکو محفوظ نہ رکھتے تھے۔ یہ حضور کا غایت توکل تھا کہ جس مالک نے آج دیا ہے وہ کل بھی عطا کرے گا۔ یہ اپنی ذات کیلئے تھا۔ بیبیوں کا نفقہ ان کے حوالہ کر دیا جاتا وہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ چاہے رکھیں یا تقسیم کر دیں۔ مگر وہ بھی تو حضور ہی کی بیبیاں تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک مرتبہ دو گونیں درہموں کی نذرانہ کے طور پر پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے انھوں نے طباق منگایا اور

---

[1] بالنصب على انه اسم كان افعل تفضيل من الجود وهو اعطاء ما ينبغى لمن ينبغى على ما ينبغى والخير شامل لجميع انواعه لاحسن الخلق والعلم والمال ولما افضل الانام وكمالا اتفق الجميع بالجود لكونه صلى الله عليه وسلم مطبوعا على الجود فكان اذا وجد جاد وان لم يجد وعد ولا يخلف الميعاد ۱۲ ق [2] قال المناوى برفع اجود ذكره والعشرة ادبه وقال القارى الرفع فى اجود اجود على ما روى فى اكثر الروايات كما صرح به العسقلانى على انه اسم كان وخبره محذوف حذفا واجبا وما مصدرية ومعناه اجود اكوانه وفى رمضان فى محل الحال الواقع موقع الخبر الذى هو حاصل فمعناه اجود اكوانه حاصلا فى رمضان اه ۱۲ [3] قال ميرك فاعل يعرض يحتمل ان يكون جبرئيل وضمير عليه للنبى صلى الله عليه وسلم كما هو ظاهر السياق ويحتمل العكس لما فى البخارى يعرض عليه النبى صلى الله عليه وسلم وترجم عليه فى فضائل القرآن كان جبرئيل يعرض القرآن قال العسقلانى هذا عكس الحديث وكانه اشار الى البعض طرقه فاشار الى ان كلا منهما كان يعرض الى الاخر ويؤيده ما فى رواية للبخارى بلفظ فيدارسه القرآن انما المدارسة مفاعلة من الجانبين ۱۲ ق [4] اجود بالخير اى ببذل الخير من الريح المرسلة بفتح السين فانها ينشأ عنها جود كثير لانها تنشر السحاب وتملوها ماء ثم تبسطها لتعم الارض فيحيا به الموات ويخرج النبات وتعبيره بافعل نص فى كونه اعظم جودا منها لانها قد تخلو من المطر وهو عليه السلام لا ينفك عن مطر الجود والسخاء والتشبيه فى تعميم العطاء والسرعة والحاصل انه فضل جوده صلى الله عليه وسلم على جود الناس ثم فضل جوده فى رمضان على جوده فى غيره ثم فضل جوده فى رمضان عند لقاء جبرئيل على جوده فى غيره فانه وقت اتيان الملئكة الى افضل الخلق بافضل كلام من افضل متكلم فى افضل الاوقات ۱۲ [5] اى كان من نفسه فلا ينافى ما فى الصحيح انه صلى الله عليه وسلم كان يدخر لاهله قوت سنة فذلك عدم الادخار غالب احواله او فى اواخر امره اذ قد ثبت فى البخارى عن انس ان يقول ما امسى عند آل محمد صاع بر ولا صاع حب وان عنده تسع نسوة والاولى ان يجمع بانه كان يدخر لهم قوت سنة ثم من جوده وكرمه على الوافدين كان يفرغ زاده قبل تمام السنة ۱۲ ق [6] الفروى بفتح الفاء وسكون الراء نسبة الى فروة الجد ۱۲

عن عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب ان رجلا جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ ان یعطیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما عندی شئی ولکن ابتع علی فاذا جاءنی شئی قضیتہ فقال عمر یا رسول اللہ قد اعطیتہ فما کلفک اللہ مالا تقدر علیہ فکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قول عمر فقال رجل من الانصار یا رسول اللہ انفق ولا تخف من ذی العرش اقلالا فتبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعرف البشر فی وجہہ لقول الانصاری ثم قال بھذا امرت حدثنا علی بن حجر ثنا شریک عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل

بھر بھر کر تقسیم فرما دیا خود روزہ دار تھیں افطار کے وقت ایک روٹی اور زیتون کا تیل تھا جس سے افطار فرمایا۔ باندی نے عرض کیا ایک درہم کا اگر آج گوشت منگا لیتیں تو آج ہم اُسی سے افطار کر لیتے ارشاد فرمایا کہ اب طعن دینے سے کیا ہو اُس وقت یاد دلا دیتی تو میں منگا دیتی حکایات صحابہ میں ان جیسے اتباع کرنے والوں کے کچھ نمونے دکھائے گئے ہیں اس لئے اگر حدیث کا مطلب یہ ہو کہ نہ اپنے لئے نہ گھر والوں کے لئے دوسرے دن کا ذخیرہ نہ ہوتا تھا تب بھی بے محل نہ ہوگا۔ (۱۳۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی ضرورت مند نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوال کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو اس وقت کچھ موجود نہیں ہے۔ تم میرے نام سے خرید لو جب کچھ آجا دے گا تو میں ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس جو کچھ تھا آپ دے چکے ہیں۔ اور جو چیز آپ کی قدرت میں نہیں ہے اُس کا حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو مکلف نہیں بنایا ہے۔ حضور کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ ناگوار گذرا تو ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ جس قدر جی چاہے خرچ کیجئے اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کیجئے (کہ جو ذات پاک عرش بریں کی مالک ہو اُس کے یہاں آپ کو دینے میں کیا کمی ہو سکتی ہے) حضور کو انصاری کا یہ کہنا بہت پسند آیا اور حضور نے تبسم فرمایا جس کا اثر چہرۂ مبارک پر ظاہر ہوتا تھا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ نے مجھے اسی کا حکم فرمایا ہے۔ **ف**۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بھی یہی ارشاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نے حضرت بلال کے پاس کھجوروں کی ایک ڈھیری لگی ہوئی دیکھی۔ حضور نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے عرض کیا کہ آئندہ کی ضروریات کیلئے رکھ لیا ہے حضور نے فرمایا تجھے اس کا ڈر نہیں ہے کہ اس کی بدولت کل قیامت کے دن جہنم کا کچھ دھواں تجھ تک پہنچ جائے اُس کے بعد ارشاد فرمایا انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا۔ اے بلال خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر حضور کی سخاوت اور کرم کے واقعات جس کثرت سے ہیں ان کے احاطہ کی کس کو طاقت ہے اس کرم کیلئے یہ بھی ضروری نہ تھا کہ حضور کے پاس موجود ہی ہو ضرورتمندوں کیلئے قرض لیکر اُن پر خرچ کرنا حضور کا عام معمول تھا جیسا کہ اوپر کی حدیث میں خود موجود ہے۔ ایک شخص نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور کے اخراجات کی کیا صورت تھی۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور کے پاس

---

۵۱ بتقدیم الموحدۃ علی المثناۃ الفوقیۃ ای اشتر واعدوا حسب الثمن علی وروی بتقدیم المثناۃ علی الموحدۃ ای احل علینا بدینک الذی علیک قال الزمخشری اتبعت فلانا علی فلان ای احلتہ علیہ ۱۲ ۵۲ قد اعطیتہ ای السائل قبل ہذا اما اعطیت المیسور من القول وہو قولک ما عندی شئی قالہ المناوی قلت وکیل ان یکون الضمیر الی المال والقصۃ مختصرۃ وفی نشر الطیب من الترمذی انہ اتی الیہ تسعون الف درہم فوضعت علی حصیر فما رد سائلا حتی فرغ منہا فجاءہ رجل فسألہ فقال ما عندی شئی ولکن ابتع علی الحدیث فیحتمل ان یکون المرجع ذلک المال الذی قسمہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن ظاہر الشفاء انہما قصتان متغایرتان وہو ظاہر شرح الشفاء وہو الظاہر عندی ۱۲ ۵۳ قال القاری ہو مصدر اقل الشئی یقل واقلہ غیرہ وزاد فی المنہاج ان معناہ الافتقار قال المناوی من اقل بمعنی افتقر وہو فی الاصل بمعنی صار ذا قلۃ ۱۲ ۵۴ بکسر الموحدۃ ای ظہر فی وجہہ البشاشۃ ۱۲ ۵۵ قال القاری ای بالانفاق وعدم الخوف او بالعطاء فی الموجود والقول المیسور فی المفقود وبما قالہ عمر قال المناوی قال تعالیٰ وما انفقتم من شئی فہو یخلفہ وفیہ ان الانفاق مامور بہ فی کل حال ورحمت للہ علمہ الرالو ینحو استعدانہ ۱۲ ۵۶ علی بن حجر الی الحدیث بسندہ ومتنہ کما تقدم فی آخر باب فاکہۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ان الروایۃ ہہناک بالشک وہہنا بلفظ علیا ولہہنا بالجزم ۱۲

عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قالت اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقناع من رطب واجر زغب فاعطانی ملأ کف حلیا وذھبا حدثنا علی بن خشرم وغیر واحد قالوا انا عیسیٰ بن یونس عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل الھدیۃ ویثیب علیہا ۔

(الصغار من القثاء ۱۲ — بجعفر ۱۲ — ای یعطی فی مقابلتہا شیئا ۱۲)

تو کچھ ہوتا ہی نہ تھا میں ہی اخیر تک اس کا متکلم رہا۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوتا اور آپ اُس کو ننگا دیکھتے تو مجھے اس کے انتظام کا حکم فرماتے۔ میں کہیں سے قرض لیکر اس کے کپڑے بنواتا اور کھانے کا انتظام کرتا۔ ایک دن مشرکین میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور آکر کہنے لگا کہ مجھے بڑی وسعت حاصل ہے تمہیں جو کچھ قرض لینا ہو مجھ سے لے لیا کرو اور کسی سے قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اُس سے قرض لینے لگا۔ ایک دن میں وضو کر کے اذان کہنے ہی کو تھا کہ وہ مشرک چند تاجروں کو ساتھ لئے ہوئے آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ او حبشی میں نے کہا حاضر ہوں وہ نہایت ترش روئی سے مجکو بُرا بھلا کہنے لگا اور کہا کہ اس مہینہ کے ختم میں کتنے دن باقی ہیں میں نے کہا کہ مہینہ تو ختم کے قریب ہے کہنے لگا کہ چار دن باقی ہیں اگر اُس وقت تک قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے قرضہ میں غلام بنا لونگا اور جیسا کہ پہلے غلامی کی حالت میں بکریاں چرایا کرتا تھا وہی صورت پھر ہو جائیگی۔ حضرت بلال کہتے ہیں کہ اُس کی یہ باتیں سُن کر جو لوگوں پر گذرتی ہے مجھ پر بھی گذری۔ میں عشاء کی نماز کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ سارا قصہ سُنا کر عرض کیا کہ حضور اتنی جلدی انتظام کیا ہو سکتا ہے ادائیگی کیلئے نہ آپ کے پاس کچھ ہے نہ میرے پاس۔ میں روپوش ہو جاؤں جب آپ ادائیگی فرما دیں گے میں حاضر ہو جاؤں گا ورنہ وہ مجھے سخت ذلیل کرے گا۔ صبح کی نماز سے قبل ایک شخص دوڑا ہوا آیا کہ حضور بلا رہے ہیں۔ میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے فرمایا اللہ جل شانہ نے تیرے قرضہ کا انتظام کر دیا یہ چار اونٹنیاں جو سامان سے لدی ہوئی کھڑی ہیں یہ فدک کے حاکم نے ہدیۃً بھیجا ہے۔ میں نے صبح کو وہ سب قرضہ بے باق کیا اور حضور کو اطلاع دی کہ اللہ جل شانہ نے قرضہ سے آپ کو سبکدوش کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ اُس سامان میں سے کچھ بچا ہے یا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ بچ گیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کو تقسیم کر دے کہ مجھے راحت ملے شام ہو گئی کچھ پھر بھی بچ گیا عشاء کے بعد حضور نے دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ مستحقین آئے ہی نہیں ابھی کچھ باقی ہے تو حضور نے وہ رات مسجد میں گذاری مکان پر تشریف نہیں لے گئے دوسرے دن عشاء کے بعد پھر دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ نے اُس کے بارے آپ کو سبکدوش فرما دیا وہ سب تقسیم ہو گیا۔ تب حضور نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنے مکانوں پر تشریف لے گئے۔ (ابوداؤد)۔

(۴) ربیع کہتی ہیں کہ میں ایک طباق کھجوروں کا اور کچھ چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی ککڑیاں لیکر حاضر خدمت ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا دست مبارک بھر کر سونا اور زیور مرحمت فرمایا۔ **ف** ۔ یہ حدیث حضور کے میوہ کے ذکر میں ملا دٹ پر گذر چکی ہے۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اُس پر بدلہ بھی دیا کرتے **ف** کمال خلق ہے کہ ہدیہ واپس کرنے میں دوسرے کی دل شکنی کا خیال ہے اور بدلہ نہ دینے میں اُس کو کوئی نفع نہیں۔ بلکہ بسا اوقات غلبہ محبت

---

۵ قال الترمذی والبزار لا نعرف ہذا الحدیث موصولاً الا من حدیث عیسیٰ بن یونس وھو عند الناس مرسل وقال البخاری بعد ایراد ہذا الحدیث لم یذکر وکیع ومحاضر عن ہشام عن ابیہ عن عائشۃ واشار بہذا ان عیسیٰ تفرد بوصلہ قال الحافظ العسقلانی روایۃ وکیع وصلہا ابن ابی شیبۃ عنہ بلفظ ویثیب ما ھو خیر منہا وروایۃ محاضر لم اقف علیہا ۱۲ ق

باب ما جاء فی حیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن غیلان ثنا ابو داؤد ثنا شعبۃ عن قتادۃ قال سمعت عبد اللہ بن ابی عتبۃ یحدث عن ابی سعید الخدری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد حیاء من العذراء فی خدرہا[ا] وکان اذا کرہ شیئا عرفناہ فی وجہہ[۱۲]

میں آدمی خود مشقت اُٹھا کر ہدیہ دیا کرتا ہے بدلہ کی صورت میں اسکی دلداری بھی ہوگئی اور اس کو کوئی نقصان بھی نہ ہوا بلکہ نفع ہوا۔ اسلئے کہ بعض حدیثوں میں ویثیب منہا کی جگہ ویثیب خیرا منہا وارد ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ اس سے بہتر بدلہ دیتے تھے اور دوسری روایات سے بھی حضور کا یہ معمول معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ سے زیادہ بدلہ دیتے تھے۔

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء کا ذکر

ف۔ یہ مضمون اگرچہ عادات کا جزو ہے اور اس لحاظ سے گذشتہ باب میں داخل ہو سکتا تھا مگر غایت اہتمام کی وجہ سے اسکو مستقل ذکر کیا کہ خالق اور مخلوق دونوں کے ساتھ کے معاملات میں حیا پر ایک مستقل مدار ہے حدیث میں وارد ہے کہ جب تجھ سے حیا جاتی رہے پھر جو چاہے کر گذر۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کمال درجۂ منتہی پر تھا جس باب کو شروع کیا جاوے اُس میں آپ کے اوصاف بیان کرنے کے لئے الفاظ کماحقہ میسر نہیں ہوتے آپ کی حیا کے دو چار واقعات نہیں ہیں سیکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کثرۃ حیا کی وجہ سے کسی شخص کے چہرہ پر نگاہ نہیں جماتے تھے یعنی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کسی سے بالمقابل نہ ہوتے تھے۔ امام ترمذی نے بھی نمونۃً اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ حیا کئی قسم کی ہوتی ہے ایک کرم کی حیاء کہلاتی ہے جیساکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب کا ولیمہ کیا تو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد چند لوگ بیٹھے رہے اور باتوں میں مشغول رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا بیٹھنا بار تھا اور بار بار کبھی باہر تشریف لے جاتے تھے کبھی اندر تشریف لاتے تھے مگر شرم کی وجہ سے ان کو اٹھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ احزاب کے اخیر کے قریب اس قصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ دوسری قسم عاشق کی اپنے محبوب سے شرم ہوتی ہے کہ بولنا بھی دشوار ہوتا ہے ؎

شوق افزوں مانع عرض تمنا داب حسن ٭ بار ہا دل ہی میں ذا اٹھائے ایسی لذت کھرے

تیسری قسم بندگی کی شرم ہوتی ہے کہ بندگی میں اپنی آپکو قاصر پائے اور مولا کی شرم میں بڑھتا جاوے۔ چوتھی خود اپنی ذلت سے شرم ہوتی ہے کہ آدمی ہمت سے کسی کام کو شروع کرے اور اُسمیں کوئی نقص رہ جاوے تو خود اپنے سے شرم آتی ہے کہ ذرا سا کام بھی نہ ہوا کہتے ہیں کہ یہ شرم کا اعلیٰ درجہ ہے جو شخص خود اپنے سے شرماتا ہے وہ دوسرے سے بطریق اولیٰ شرماتا ہے۔ (۱) ابو سعید خدری

[ا] الحیاء ہہنا بالمد واما بالقصر فہو بمعنی المطر وکلاہما ماخوذ من الحیوۃ فان احدہما حیوۃ الارض والاخر حیاۃ القلب وہو فی اللغۃ تغیر وانکسار یعتری الانسان من خوف ما یعاب بہ وفی الشرع خلق یبعث علی اجتناب القبیح وہو اقسام منہا حیاء الکرم کاستحیائہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول لمن طول القیام فی ولیمۃ زینب انصرف وحیاء المحب من محبوبہ حتی اذا خطر بقلبہ ہاج الحیاء وحیاء العبودیۃ بان یشہد تقصیرہ فیہا فیزداد خجلۃ وحیاء المرء من نفسہ بان تشرف ہمتہ فیستحی من رضی نفسہ بالنقص بجہد نفسہ مستحییا من نفسہ حتی کان لہ نفسین وہذا اکمل انواع الحیاء ۱۲ ق م [۲] بکسر الخاء المعجمۃ وسکون الدال المہملۃ ستر یجعل للبکر فی ناحیۃ البیت والظرف حال من العذراء او صفۃ لہا وہو تتمیم للمبالغۃ فان العذراء اذا کانت متربیۃ فی سترہا تکون اشد حیاء لتسترہا حتی عن النساء بخلافہا اذا کانت فی غیر خدرہا اذا کانت داخلۃ خارجۃ فانہا

فی وجہٖ حدثنا محمود بن غیلان ثنا وکیع انا سفیان عن منصور عن موسی بن عبد اللہ بن یزید الخطمی عن مولیٰ لعائشۃ قال قالت عائشۃ ما نظرت الی فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او قالت ما رأیت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط

باب ما جاء فی حجامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شرم و حیا میں کنواری لڑکی سے جو اپنے پردہ میں ہو کہیں زائد بڑھے ہوئے تھے جب حضور کو کوئی بات ناگوار ہوتی تو ہم آپ کے چہرہ سے پہچان لیتے۔ حضور (غایت شرم کی وجہ سے اظہار ناپسندیدگی بھی نہ فرماتے تھے) ف۔ کنواری جو اپنے پردہ میں ہو کے دو مطلب علما نے لکھے ہیں۔ ایک جماعت علما نے یہ فرمایا ہے کہ اس سے پردہ نشین کنواری مراد ہے کہ وہ اُس کنواری لڑکی سے جو باہر پھرتی ہو بہت زیادہ شرمیلی ہوتی ہے گو کنواری ہر ایک ہی شرم دار ہوتی ہے اسی لئے شریعت نے کنواری لڑکی کے نکاح کی اجازت کیلئے اُس کے سکوت کو کافی بتایا ہے کہ کنواری کیلئے شرم طبعی چیز ہے اور بالخصوص پردہ نشین لڑکی۔ اور بعض علما نے پردہ نشین سی وہ لڑکی مراد لی ہے جو پردہ میں تربیت دی گئی ہو کہ اُس کو عورتوں سے بھی پردہ کرایا گیا ہو۔ چنانچہ باہر کی پھرنے والی عورتوں سے پردہ بہت سے خاندانوں میں مروّج ہے کہ یہ لڑکی جس قدر شرمیلی ہوگی ظاہر ہے۔ دوسرا مطلب بعض علما نے اپنے پردہ میں ہونے سے کنایہ بتایا ہے شب عروس کا کہ کنواری لڑکی پہلی شب میں جس قدر شرمیلی ہوتی ہے وہ ظاہر ہے۔ (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (حضور کی حیا اور تستر کی وجہ سے) مجھے کبھی آپ کے محل شرم دیکھنے کی ہمت نہیں پڑی اور کبھی نہیں دیکھا۔ ف۔ جب حضور کی شرم کی وجہ سے ہمت نہیں پڑی تو خود حضور تو کیا دیکھتے اور اصولی بات ہے کہ شرمیلے آدمی کے سامنے دوسرے کو مجبوراً شرم کرنا پڑتا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں بالتصریح اس کی بھی نفی ہے کہ نہ حضور نے کبھی میرے ستر کو دیکھا نہ میں نے حضور کے ستر کو دیکھا اور جب حضرت عائشہؓ باوجودیکہ تمام بیبیوں میں سب سے زیادہ بے تکلف تھیں اور سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ اُن کا یہ حال ہے تو اوروں کا کیا ذکر چنانچہ حضرت ام سلمہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور بیوی سے صحبت کرتے تو آنکھیں بند کر لیتے اور سر جھکا لیتے اور بیوی کو بھی سکون و وقار کی تاکید فرماتے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حجروں کے پیچھے جا کر غسل کیا کرتے۔ حضور کے محل ستر کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ نبوت سے قبل جبکہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی حضور بھی پتھر اُٹھا کر لا رہے تھے عرب کے دستور کے موافق کہ ستر کے چھپانے کا کچھ ایسا اہتمام نہ تھا حضور نے لنگی کو پتھر کے نیچے رکھ لیا اُسی وقت بیہوش ہو کر گر گئے۔ حالانکہ شرعی احکام اُس وقت تک نازل بھی نہ ہوئے تھے۔

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی پچھنے لگوانے کا ذکر

سلہ لانہ ما کان یتکلم بالشیٔ الذی یکرہ حیاء بل یتغیر وجہہ فنفہم کراہتہ وکذا البنت المخدرۃ غالباً لم تتکلم فی حضور الناس بل یری اثر رضاہا وکراہتہا فی وجہہا وبہذا یظہر وجہ الارتباط بین الجملتین ۱۲ ق ۵۲ الخطمی بفتح معجمۃ وسکون مہملۃ نسبۃ الی خطم قبیلۃ من العرب کذا قال القاری وغیرہ وضبطہ المناوی بکسر اولہ ۱۲ م سلہ ہو بالکسر اسم من الحجم علی ما ذکرہ الجوہری وفی القاموس الحجم المص المحجم والمحجمۃ بکسر ہما ما یحجم بہ وحرفتہ الحجامۃ ککتابۃ قال القاری ولعلہا مشترکۃ بینہما والاول انسب للمقام المعنی الاول وقال المناوی وجہ مناسبۃ ہذا الباب بالشمائل ان من اجلہا التوکل وتقضیتہ ان یحل حفظ بدنہ الیہ سبحانہ وتعالیٰ ولا یتداوی بحجم ولا بغیرہ فازال ذلک ببیان ان تدبیر البدن مشروع غیر مناف للتوکل لانہ اسناد الامر الیہ تعالیٰ واعتقاد استغنائہ فی التاثیر ۱۲ م ۵ قال الحنفی فان حیاءہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا علی بن حجر ثنا اسمعیل بن جعفر عن حمید قال سئل انس بن مالک عن کسب الحجام فقال انس احتجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجمہ ابو طیبۃ[1] فامر لہ بصاعین من طعام وکلم اھلہ فوضعوا عنہ من خراجہ[2] وقال ان افضل ما تداویتم بہ الحجامۃ[3] او ان من امثل دوائکم الحجامۃ حدثنا عمرو بن علی ثنا ابو داؤد ثنا ورقاء بن عمر عن عبد الاعلی عن ابی جمیلۃ

(ای کلم صاحبہ او بالتخفیف خراجہ ۱۲ — بکسر الحاء المہملۃ ۱۲)

ف - اس باب میں مصنف نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں جن میں سینگی کے استعمال کے مختلف واقعات ذکر فرمائے ہیں مقصود یہ ہے کہ معمولات نبویہ میں علاج بدن اور دوا کا استعمال کرنا بھی تھا علاج کا کرنا توکل کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر متوکل کون ہوگا مگر اس کے باوجود حضور سے علاج کے طور پر سینگی کا استعمال متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے اور حق یہ ہے کہ توکل اسباب کے منافی نہیں ہے۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے اُس رسالہ میں جس میں اپنے مبشرات کو جمع کیا ہے اور اپنے بہت سے مکاشفات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خوابوں میں جو سوالات کئے ہیں ذکر کئے ہیں لکھا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ اسباب کے اختیار کرنے میں اور اسباب کے ترک کرنے میں کونسی چیز افضل ہے تو مجھ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک روحانی فیض ہوا جس کی وجہ سے اسباب و اولاد غرض ہر چیز سے طبیعت سرد پڑ گئی۔ اُس کے بعد میری طبیعت پر ایک انکشاف ہوا جس کا اثر یہ ہوا کہ طبیعت تو اسباب کی طرف متوجہ ہے اور روح تسلیم و تفویض کی طرف مائل ہے فقط۔ حق یہ ہے کہ یہی اصل توکل ہے کہ اسباب کو بالکل غیر مؤثر سمجھیں اسباب میں تاثیر بھی اللہ تعالیٰ شانہ ہی کی طرف سے ہے اُسکی مشیت بغیر اسباب بھی کچھ نہیں بنا سکتے ؎ از قضا سرکنگبیں صفرا فزود ٭ روغن بادام خشکی مے نمود ٭ مقدرات الٰہیہ کے سامنے کسی کا بھی بس نہیں ہے۔ سرکہ کے استعمال سے صفرا بڑھ جائے۔ اور بادام روغن کے استعمال سے خشکی ہونے لگے۔ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے ایک دوسرے رسالہ میں ہے کہ یہ اسباب کا مسئلہ منجملہ اُن تین مسئلوں کے ہے جن کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی اور شاہ صاحب کے طبعی رجحان کے خلاف پر مجبور کیا گیا۔ دوسرا تفضیل شیخین کا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اور تیسرا مسئلہ تقلید نہ چھوڑنے کا ہے کہ شاہ صاحب کا میلان تقلید کے چھوڑنے پر تھا مگر مجبور کیا گیا کہ کسی ایک امام کی تقلید ضرور کریں تفصیل کا یہاں محل نہیں ہے۔ شاہ صاحب کے رسائل فضل مبین اور فیوض الحرمین میں ہر دو کی تفصیلات ہیں۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سینگی لگوانے کی اُجرت کا مسئلہ پوچھا کہ جائز ہے یا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ ابو طیبہ نے حضور کے سینگی لگائی تھی آپ نے دو صاع کھانا (ایک روایت میں کھجور بھی آیا ہے) مرحمت فرمایا اور انکے آقاؤں سے سفارش فرما کر اُنکے ذمہ جو محصول تھا اُس میں کمی کرا دی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سینگی لگانا بہترین دوا ہے۔ **ف** - جب حضور نے خود قیمت ادا فرمائی تو مسئلہ کا جواب ظاہر ہو گیا غالباً سوال کا منشا یہ ہوگا کہ بعض حدیثوں میں اس پیشہ کی مذمت آئی ہے جسکا مقصود یہ ہے کہ اس میں چونکہ خون چوسنا پڑتا ہے جو ایک ناپاک چیز ہے اس لئے اس میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے کہ منہ کو پاک کرنیکا اہتمام کیا جائے اور اس کی احتیاط رکھی جائے۔ اسی طرح بعض دوسرے پیشوں کے متعلق بھی بعض احادیث میں کچھ تنبیہات وارد

---

[1] بفتح طاء مہملۃ وسکون تحتیۃ بعدہا موحدۃ من بنی حارثۃ او لابی مسعود الانصاری او غیرہ خلطاً قال الحافظ ابن حجر من قال کالشوری لبنی بیاضۃ اسمہ نافع علی الصحیح وقول العسکری میسرۃ مردود بانہ اشتبہ علیہ باسم ابی جمیلۃ الراوی حدیث الحجامۃ وقول ابن عبد البر اسمہ دینار وہم فیہ لان دینار الحجام تابعی روی عن ابی طیبۃ لا ابو طیبۃ نفسہ ۱۲ م

[2] خراجہ بفتح الخاء المعجمۃ ما یوظف علی المملوک کل یوم ولفظ کلم مشعر بالشفاعۃ دون الامر ۱۲ [3] الخطاب للشباب من اہل الحرمین ککل دموی بفرط حرارۃ کالحجاز ۱۲ م

عن علیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وامرنی فاعطیت الحجام اجرہ حدثنا ھرون بن اسحاق الھمدانی ثنا عبدۃ عن سفیان الثوری عن جابر عن الشعبی[1] عن ابن عباسؓ اظنہ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم فی الاخدعین وبین الکتفین واعطی الحجام اجرہ ولو کان حراما لم یعطہ حدثنا ھرون بن اسحاق ثنا عبدۃ عن ابن ابی لیلی عن نافع عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا حجاما فحجمہ وسألہ کم خراجک فقال ثلثۃ اصع فوضع عنہ صاعا واعطاہ اجرہ حدثنا عبدالقدوس بن محمد العطار البصری ثنا عمرو بن عاصم ثنا ھمام وجریر بن حازم قالا ثنا قتادۃ

ہوئی ہیں جس سے بعض لوگوں کو اشکالات اور اشتباہات پیدا ہوگئے حالانکہ روایات کا مفہوم صاف اور واضح ہے کہ جس پیشہ کے متعلق بھی ارشاد عالی وارد ہوا ہے اُس میں کوئی خاص اہم بات قابل لحاظ اور قابل اصلاح تھی جس پر تنبیہ مقصود ہے حدیث بالا میں محصول سے یہ مراد ہے کہ غلام کو اس شرط پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اتنی مقدار روزانہ ہمارے حوالہ کر دیا کرو بقیہ سے ہمیں کچھ کام نہیں وہ تمہارا۔ اس طرح کا غلام عبد ماذون کہلاتا ہے۔ ان کا روزانہ تین صاع مقرر تھا حضور کی سفارش سے ایک صاع کم ہوکر دو صاع رہ گیا تھا۔ صاع میں علماء کا اختلاف ہے فقہاء حنفیہ کے نزدیک تقریباً چار سیر وزن کا ایک صاع ہوتا ہے۔ حضور کا یہ ارشاد کہ سینگی لگانا بہترین دوا ہے بالکل صحیح ہے مگر اسکے مخاطب حرمین کے نوجوان ہیں اور ایسے ہی ہر گرم ملک کے رہنے والے کہ ان کا خون رقیق ہونیکی وجہ سے بدن کے سطح ظاہر کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور ملکی حرارت اسکو ظاہر کے زیادہ قریب کردیتی ہے۔ اسی وجہ سے علماء چالیس سال سے زیادہ عمر والے کیلئے سینگی کو مفید نہیں بتاتے (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینگی لگوائی اور مجھے اُسکی مزدوری دینے کا حکم فرمایا میں نے اسکو ادا کیا۔ **ف**۔ اس حدیث میں بھی دو فائدے ہیں سینگی کے استعمال اور اُسکی اجرت ادا کرنیکا جواز۔ (۳) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور نے گردن کی دونوں جانب پچھنے لگوائے اور دونوں شانوں کے درمیان اور اُسکی اجرت بھی مرحمت فرمائی۔ اگر ناجائز ہوتی تو حضور کیسے مرحمت فرماتے **ف**۔ چونکہ سینگی لگانے میں مُنہ سے خون کھینچنا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے بعض احادیث میں اس کمائی اور اس پیشہ کی بُرائی آئی ہے جیساکہ شروع میں گذرا ہے۔ بعض روایتوں میں اسکی کمائی کو خبیث فرمایا ہے جسکی بنا پر بعض علماء اسکی اجرت کو ناجائز فرماتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل دونوں روایتوں میں اس طرح جمع کرتے ہیں کہ ممانعت کی روایت کو آزاد لوگوں کے حق میں بتاتے ہیں اور اجازت کی روایات کو غلاموں کے حق میں اور چونکہ ابو طیبہ بھی غلام تھے اسلئے اجرت دینے میں کوئی اشکال نہیں۔ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ خبیث اسلئے فرمایا کہ یہ ایک مسلمان کی ضرورت ہے جسکی اعانت دوسرے مسلمانوں پر واجب ہے، اسلئے بلا اجرت سینگی لگانا چاہئے تھا۔ غرض علماء اس بارہ میں مختلف ہیں حضرت ابن عباسؓ حضور کے اس فعل سے جواز پر استدلال کرتے ہیں کہ اگر یہ ناجائز ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مرحمت فرماتے۔ (۴) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ایک سینگی لگانیوالے کو بلایا جس نے آپکو سینگی لگائی حضور نے اُن سے ان کا روزانہ کا محصول دریافت فرمایا تو انھوں نے تین صاع بتلایا۔ حضور نے ایک صاع کم کرا دیا اور سینگی

---

[1] بفتح شین معجمۃ وسکون عین مہملۃ عامر بن شراحیل نسبۃ لشعب بطن من ہمدان ۱۲ [2] اعترض علی ہذا الجمع بانہ لیس فی القاموس ولا فی الصحاح وانما فیہما اصوع بالواو

عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحتجم في الاخدعين والكاهل وكان يحتجم لسبع عشرة وتسع عشرة واحدى وعشرين حدثنا اسحاق بن منصور انا عبد الرزاق عن معمر عن قتادة عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجم وهو محرم بملل

لگانیکی اجرت مرحمت فرمائی۔ **ف**۔ بظاہر یہ وہی ابوطیبہ ہیں جن کا قصہ باب کی پہلی حدیث میں گذر چکا ہے کہ ابتدا میں انکا روزانہ محصول دو صاع یومیہ تھا حضور کی سفارش پر ایک صاع کم کر دیا گیا اور دو صاع رہ گیا۔ (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گردن کی دونوں جانبوں میں اور ہر دو شانوں کے درمیان سینگی لگواتے تھے اور عموماً ۱۷ یا ۱۹ یا ۲۱ تاریخ میں اسکا استعمال فرماتے تھے۔ **ف**۔ ان تاریخوں کی اور بھی بعض روایتوں میں خصوصیت آئی ہے۔ اطبار کا قول بھی اس کے موافق ہے ابن سینا سے نقل کیا گیا ہے کہ سینگی لگانا مہینے کے شروع میں اور ختم میں اچھا نہیں ہے بلکہ مہینے کے وسط میں ہونا چاہئے۔ اس روایت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے بار بار مختلف ایام میں سینگی لگوانا معلوم ہوتا ہے اور بھی جو روایات اس باب میں ذکر کی جا رہی ہیں ان سے مختلف مقامات پر سینگی کا لگانا معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہود نے خیبر میں حضور کو زہر قاتل کھلا دیا تھا جو نہایت سخت تھا اور مقصد یہ تھا کہ حضور کے وصال سے یہ مخالفت کا قصہ ہی ختم ہو جائے اگرچہ اُس گوشت کو جس میں زہر تھا حضور نے پورا نوش نہ فرمایا تھا مگر جس قدر حصہ بھی کھایا گیا تھا اُس کا اثر یہ تھا کہ وہ سمیت مختلف اوقات میں بالخصوص گرمی کے زمانہ میں بار بار عود کرتی تھی اور جس جانب مادہ کا زور ہوتا تھا اُسی جانب حضور کو سینگی کی استعمال کی ضرورت ہوتی تھی اور سمی مادہ چونکہ خون میں حلول کرتا ہے اور وہ سارے بدن میں سرایت کرتا ہے اس لئے مختلف مقامات پر اُس کا زور ہوتا تھا۔ (۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے موضع ملل میں (جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ ہے) حالۃ احرام میں پشت قدم پر سینگی لگوائی۔ **ف**۔ حالت احرام میں سینگی لگوانا بعض ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ بال نہ اکھڑیں۔ ان روایات میں سینگی کا استعمال کثرت سے نقل کیا گیا ہے اور بھی احادیث کی کتابوں میں سینگی کا استعمال حضور کے قول اور فعل دونوں سے نقل کیا گیا ہے اور فصد کا استعمال نقل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اطباء کے نزدیک فصد بہ نسبت سینگی کے زیادہ نافع ہے اور بہت سے امراض میں اکسیر ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں علی الاطلاق نافع نہیں ہیں بلکہ ان میں تفصیل ہے۔ حجاز کا ملک گرم ہے اور جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ اس ملک کے سینگی زیادہ مناسب ہے اسلئے کہ موسم کے گرم اور سرد ہونے سے مزاجوں میں بے حد تفاوت ہو جاتا ہے۔ گرم ملکوں میں اور اسی طرح دوسرے ملکوں میں گرمی کے زمانہ میں حرارت بدن کے ظاہری حصہ پر آجاتی ہے اور باطنی حصہ میں برودت کا اثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گرمی کے زمانہ میں پسینہ کی کثرت ہوتی ہے اور باطنی

---

۵۱ بكسر الهاء ما بين الكتفين وقال ميرك هو مقدم الظهر ما يلي العنق وهو الكتد قالوا والحجامة على الاخدعين تمنع من امراض الراس والوجه والاذنين والعينين والاسنان وعلى الكاهل تنفع من وجع المنكب والحلق وعلى ظهر القدم من قروح الفخذين والساقين وانقطاع الطمث والحكة العارضة في الانثيين ۱۲ ۵۲ واخرج ابو داؤد من حديث ابي هريرة مرفوعا من احتجم لسبع عشرة وتسع عشرة واحدى وعشرين كان شفاء من كل داء وهو من رواية سعيد بن عبد الرحمن الجمحي وثقه الاكثرون ولينه بعضهم وله شاهد من حديث ابن عباس عند احمد والترمذي رجاله ثقات لكنه معلول وشاهد آخر من حديث انس عند ابن ماجة وسنده ضعيف ۱۲ ق ۵۳ وهو محرم كرهه مالك مطلقا والحديث حجة عليه وقالت الحنفية لا باس في احتجام المحرم ما لم يقطع شعرا ۱۲ ۵۴ بملل كجمل موضع بين مكة والمدينة على سبعة عشر ميلا من المدينة ظرف لاحتجم ۱۲ ع

باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا سعید بن عبد الرحمٰن المخزومی وغیر واحد قالوا ثنا سفیان عن الزہری عن محمد بن جُبیر بن مطعم عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبی حدثنا محمد بن طریف الکوفی ثنا ابوبکر بن عیاش

بُرودت کی وجہ سے کھانے کے ہضم میں دیر لگتی ہے اور مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں۔ بخلاف سرد ملکوں کے۔ اور اسی طرح سے سردی کے زمانہ میں دوسرے ملکوں میں آدمی کی حرارت ماحول کی سردی کی وجہ سے اندرون بدن میں چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہضم میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ پیشاب میں بھاپ نکلتی ہے امراض میں کمی ہوتی ہے۔ اسی لئے بقراط کا مقولہ ہے کہ سردی کے موسم میں اندرون بدن گرم زیادہ ہوتا ہے اور نیند زیادہ آتی ہے اور کھانا بسہولت ہضم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ثقیل غذائیں سردی میں بسہولت ہضم ہو جاتی ہیں اور گرمی میں بدقت۔ اسی وجہ سے اہل حجاز کو شہد کھجور وغیرہ گرم چیزوں کے استعمال سے نقصان نہیں ہوتا۔ سینگی میں چونکہ خون ظاہر بدن سے نکلتا ہے اور حجاز میں ظاہر بدن پر حرارت زیادہ ہوتی ہے اس لئے سینگی وہاں کے زیادہ مناسب ہے اور فصد میں اندرون بدن اور رگوں سے خون کھینچتا ہے اس لئے فصد وہاں کے مناسب نہیں ہے۔ اسی لئے حضور کے استعمال میں منقول نہیں ہے۔

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض نام اور بعض القاب کا ذکر

ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے القاب معنی کے لحاظ سے تعظیماً اور تعریفاً استعمال کئے گئے ہیں چنانچہ ترمذی کی شرح میں ابن العربی سے ایک ہزار نام نقل کئے جاتے ہیں۔ علامہ سیوطی نے ایک رسالہ مستقل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پانسو نام ذکر کئے ہیں احادیث میں خاص خاص مواقع پر خاص خاص ناموں کا ذکر کیا ہے سب ناموں کا احصاء کسی ایک روایت میں نہیں ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ میرے قرآن شریف میں سات نام ہیں۔ محمد۔ احمد۔ یٰس۔ طٰہٰ۔ مزمل۔ مدثر۔ عبد اللہ۔ ناموں کی کثرت شرافت اور عزت پر عموماً دلالت کیا کرتی ہے۔ مصنفؒ نے ہر باب میں مختصر مختصر نمونہ کے طور پر چند احادیث وارد کی ہیں اس لئے اس باب میں بھی صرف دو حدیثیں ذکر فرمائی جن میں نو نام آگئے ہیں (۱) جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بہت سے نام ہیں منجملہ اُن کے محمد ہے اور احمد ہے اور ماحی ہے جس کے معنی مٹانے والے کے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے میرے ذریعہ سے

ف۱ جمع اسم وہی کلمة وضعت بازاء شئی متی اطلقت فہم منہا ذلک الشئی اما معرفة او مخصصة وفی کون الاسم عین المسمی او غیرہ خلاف طویل الذیل قال القاری المراد بالاسماء ہہنا الالفاظ تطلق علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعم من کونہ علما او وصفا وقد نقل ابن العربی فی شرح الترمذی عن بعضہم ان للہ الف اسم وللنبی صلی اللہ علیہ وسلم الف اسم ثم ذکر منہا علی سبیل التفصیل بضعا وستین والمصنف ذکر منہا تسعة وقد افرد السیوطی رسالة فی الاسماء النبویة سماہا بالبہجة السنیة۔ قد قاربت الخمسمائة ۱۲ ف۲ وفی روایة للبخاری ان لی خمسة اسماء ای اختص بہا لم یسم بہا احد قبلی او ہی معظمة او ہی مشہورة فی الامم الماضیة فالحصر الذی افادہ تقدیم الجار اضافی ۱۲ ق ف۳ بمنار المجہول والمعنی انہ صلی اللہ علیہ وسلم یحشر قبل الناس کما جاء فی حدیث آخر انا اول من تنشق عنہ الارض فالمعنی انہم یحشرون بعدی او یتبعونی وقیل یحشرون علی اثر زمان نبوتی لیس بعدی نبی ثم کل من الماحی والحاشر فی الحقیقة ہو اللہ فاطلاقہما علیہ لکونہ سببا لہما ۱۲ ق ف۴ قیل ہذا قول الزہری قال الحافظ العسقلانی ظاہرہ انہ مدرج لکن فی روایة سفیان بن عیینة عند الترمذی ای فی الجامع بلفظ الذی لیس بعدی نبی ۱۲ ف۵ بفتح میم مہملہ وسکون طا تدید مثناة تحتیة آخرہ معجمہ ۱۲ +

عن عاصم عن ابی وائل عن حذیفۃ[ف] قال لقیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض طرق المدینۃ فقال انا محمد وانا احمد وانا نبی الرحمۃ و نبی التوبۃ وانا المقفی[ل] وانا الحاشر و نبی الملاحم[م] حدثنا اسحاق بن منصور ثنا النضر بن شمیل انا حماد بن سلمۃ عن عاصم عن زر عن حذیفۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ بمعناہ هکذا[س] قال حماد بن سلمۃ عن عاصم عن زر عن حذیفۃ

کفر کو مٹایا ہے اور ایک نام حاشر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت میں حشر کیلئے سب سے پہلے آپ کو اٹھاویں گے اور تمام امت آپ کے بعد حشر کی جائیگی اور اٹھائی جائیگی تو گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے حشر کا سبب بنے اور ایک نام میرا عاقب ہے جس کے معنی پیچھے آنیوالے کے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے پیچھے تشریف لائے ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ **ف** اخیر کے تین نام مع وجہ تسمیہ کے ذکر کئے گئے لیکن اول کے دو ناموں کی وجہ روایت میں نہیں ہے بظاہر اس وجہ سے کہ پہلے دو نام ہیں اور باقی صفات ہیں یا اس وجہ سے کہ ان ناموں کی بہت سی وجوہ ہوسکتی ہیں یا اس وجہ سے کہ ان کی وجوہ ظاہر تھیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ محمد حمد کا مبالغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں بہت حمد کیا گیا۔ یا تو اس وجہ سے حضور کا نام ہے کہ آپ کی خصال حمیدہ بہت زیادہ ہیں یا اس وجہ سے کہ آپ کی تعریف مرۃ بعد مرۃ کی گئی یا اس وجہ سے کہ اللہ جل شانہ نے آپ کی کثرت سے حمد کی ہے اور اسی طرح ملائکہ نے سابقین انبیاء نے اولیاء نے یا تفاؤل کے طور پر ہے کہ بہت زیادہ حمد کی جائے یا اس وجہ سے کہ اولین و آخرین سب ہی آپ کے ثناخواں ہیں اور قیامت میں سب ہی آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے جس کا نام حمد کا جھنڈا ہے اور احمد کے معنی زیادہ تعریف کرنے والا ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے معنی بھی زیادہ تعریف کئے گئے ہوں۔ اس صورت میں یہ لفظ پہلے لفظ کے ہم معنی ہے لیکن پہلے معنی زیادہ مشہور ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ اللہ جل شانہ کی تعریف کرنیوالے ہیں جو دنیا کے اعتبار سے بھی ظاہر ہے اور آخرت میں یہ ہے ہی کہ قیامت میں حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا مقام محمود آپ کیلئے ہے شفاعت کے وقت آپ اللہ جل شانہ کی ایسی حمد کرینگے جو کبھی بھی کسی نے نہ کی ہو۔ حضور خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اسوقت اللہ جل شانہ کی وہ تعریفیں مجھے القا ہونگی جو اسوقت مستحضر نہیں ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ محمد حضور کا مخصوص نام ہے جو پہلے لوگوں میں کسی نے نہیں رکھا البتہ جب حضور کی ولادت کا زمانہ قریب تھا تو بہت سے لوگوں نے اس امید پر کہ شاید ہماری ہی اولاد ان بشارتوں کی مستحق بنجائے جو پہلی کتابوں میں ہیں اور یہی نبی بنجائے محمد نام رکھا۔ لیکن اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے اس جگہ کو جہاں اپنی رسالت کو تجویز فرماتا ہے (۲) حذیفہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے راستہ میں ملا حضور تشریف لیجا رہے تھے تذکرۃً حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام محمد ہے اور احمد ہے۔ اور نبی الرحمۃ ہے اور نبی التوبہ ہے اور میں مقفی ہوں اور حاشر ہوں اور نبی ملاحم ہوں۔ **ف**۔ ان اسماء کو خاص طور سے اسلئے ذکر کیا کہ یہ نام پہلی کتابوں میں پیشین گوئی کے طرز پر لکھے ہوئے تھے۔

[ل] بفتح القاف وکسر الفاء المشددۃ ای الذی تقفی آثار من سبقہ من الانبیاء و تبع الحوارہم قال تعالیٰ اولئک الذین ہدی اللہ فبہداہم اقتدہ۔ یعنی انہ متبع للانبیاء فی اصل التوحید ومکارم الاخلاق وان کان من الغالبین منہم فی بعض الفروع وروی بصیغۃ المفعول ای انا الذی تقفی بی علی آثار الانبیاء ای ارسلت الی الناس بعدہم وختم بی الرسالۃ یقال تقفوت اثر فلان ای تبعتہ وقفیت علی اثرہ بفلان ای اتبعتہ ایاہ وقال تعالیٰ وقفینا علی آثارہم برسلنا فحذف حرف الصلۃ فی الحدیث تخفیفا ۱۲ ق [م] بفتح المیم وکسر الحاء المہملۃ جمع ملحمۃ وہی الحرب ذات القتل الشدید سمی بہا لاشتباک الناس فیہا کالسدی واللحمۃ فی الثوب وقیل لکثرۃ لحوم القتلیٰ فیہا سمی صلی اللہ علیہ وسلم لکثرۃ الجہاد مع الکفار فی ایام دولتہ وکذا بعدہ مستمر فی امتہ الی ان یقتل آخرہم الدجال وفی القاموس سمی بہ لانہ سبب لالتیامہم واجتماعہم وقال شارح الملحمۃ الواقعۃ العظیمۃ فی الفتنۃ ۱۲ ق [س] ہکذا الخ ذکر المصنف ہذا السند الثانی لمکان الاختلاف بین السندین ثم نبہ بہذا الکلام علی محصل الکلام بان . .

اہل کتاب ان اسمار وصفات سے آپ کو پہچانتے تھے۔ ان میں پہلا نام نبی الرحمۃ ہے جس کا ترجمہ ہے رحمت کا نبی۔ یعنی حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کی ذات والا صفات کو مسلمان اور کافر سب کیلئے باعث رحمت بنایا ہے چنانچہ خود قرآن شریف میں ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ ہم نے تم کو تمام عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ مسلمانوں کیلئے آپ کا رحمت ہونا تو ظاہر ہے کہ دنیا و آخرت میں آپ ہی کا وسیلہ ہے۔ کفار کیلئے اسلئے کہ حضور کے الطاف و شفقت کی وجہ سے پہلی امتوں کی طرح اس امت پر عذاب عامہ نازل نہ ہوا بلکہ قرآن پاک میں یہ وعدہ ہوگیا کہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کافروں کو ہرگز عذاب نہ کریں گے۔ اور نیز اتنے آپ کے دین کا بقار رہیگا اتنے تمام عالم کا نظام باقی رہیگا جس وقت تمام دنیا میں ایک بھی اللہ کا نام لینے والا باقی نہ رہیگا نظامِ عالم درہم برہم ہوکر قیامت قائم ہوجاویگی۔ نیز آپ کی بعثت تمام عالم کیلئے ہے کسی امت یا جماعت کی خصوصیت نہیں ہے، اس لحاظ سے بھی آپ تمام عالم کیلئے رحمت ہیں کہ جسکا دل چاہے اس رحمت میں داخل ہوجائے۔ نیز آپ لوگوں کا آپس میں تراحم اور ایک دوسرے کی ساتھ رحمت اور شفقت کی تعلیم لیکر آئے ہیں اس لحاظ سے بھی آپ رحمت کے نبی ہیں۔ نیز اللہ کی رحمت کے دروازے آپ کی وجہ سے کھلے ہوئے ہیں۔ نیز آپ اللہ کی رحمتوں کی خبریں اور بشارتیں دینے والے ہیں ان معنی کے اعتبار سے بھی آپ رحمت کے نبی ہیں۔ نیز آپ کا دین سراسر رحمت ہی اسلئے بھی آپ رحمت کے نبی ہیں۔ نیز آپ کی امت کی صفت قرآن شریف میں رحماء بینھم وارد ہوئی ہے۔ یعنی آپس میں رحمت کا برتاؤ کرنیوالے۔ اس لحاظ سے بھی آپ رحمت کے نبی ہیں۔ دوسرا نام آپ کا نبی التوبہ ہے جس کا ترجمہ ہے توبہ کا نبی کہ آپ کی امت کیلئے صرف توبہ اپنے شرائط کی ساتھ گناہوں کی معافی کیلئے کافی کر دی گئی بخلاف بعض پہلی امتوں کے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کیلئے قتل نفس وغیرہ شرط تھا) نیز آپ امت کو کثرت سے توبہ کا حکم کرنیوالے ہیں۔ نیز آپ خود نہایت کثرت سے توبہ کرنیوالے ہیں۔ ان وجوہ میں سے ہر وجہ ایسی ہے جسکی بنا پر حضور کو توبہ کا نبی کہا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی ایک نام مقفّی ہے (یعنی سب سے پیچھے آنیوالا۔ جسکے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ یا پہلے انبیار کا اتباع کرنیوالا۔ علمار نے دونوں معنی لکھے ہیں۔ دوسرے معنی کا یہ حاصل ہے کہ اصل توحید اور اصول دین میں آپ جملہ انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کے موافق تھے۔ اور تمام انبیار ایک دوسرے کے اصل دین توحید اور مکارم اخلاق میں موافق رہے۔ فروعات مذہب میں اختلاف رہا۔ ایک نام حاشر ہے جسکا مطلب گذشتہ حدیث میں گذر چکا ہے۔ ایک لقب آپ کا نبی الملاحم ہے (یعنی ملحمون کا نبی) ملحمہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں بہت کثرت سے قتل و قتال ہو حضور کے اس نام کی وجہ ظاہر ہے کہ جہاد جس قدر حضور کے زمانہ میں اور حضور کی امت میں ہوا اتنا کسی نبی کی امت میں نہیں ہوا۔ نیز اس امت میں ہمیشہ رہیگا چنانچہ آپ کی پیشین گوئی ہے کہ میری امت میں جہاد قیامت تک رہے گا حتی کہ اخیر حصہ امت دجال سے قتال کریگا۔ بعض علمار نے فرمایا ہے کہ اس لفظ کے معنی اجتماع اور التیام کے ہیں۔ اور حضور کی امت میں جو اجتماعی صورت گذر چکی ہے اور باوجود اختلافات اس گئے گذرے دور میں بھی پائی جاتی ہے کسی نبی کی امت میں ایسی مسلسل نہیں پائی جاتی۔ نیز ملحمہ کے معنی فتنۂ عظیم کے بھی ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے بھی حضور کا نام صحیح ہے اس لئے کہ اس امت میں قیامت کے قریب ایسے بڑے بڑے اور سخت سخت فتنے پیدا ہونگے جن کی نظیر کسی نبی کی امت میں نہیں ہے ایک دجال ہی کا فتنہ ایسا سخت ہے کہ حد نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر ہر نبی نے دجال کے فتنے سے لوگوں کو ڈرایا ہے ایسے ہی یاجوج ماجوج کا خروج وغیرہ وغیرہ سخت حوادث آنے والے ہیں جن کے آثار شروع ہیں۔ اللھم احفظنا منہا بمنک وفضلک وجاہ نبیک وحبیبک۔

بابٌ ماجاء فی عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا قتیبة بن سعید ثنا ابو الاحوص عن سماك بن حرب قال سمعت النعمان بن بشیر یقول الستم فی طعام وشراب ما شئتم لقد رأیت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم وما یجد من الدقل ما یملأ بطنہ حدثنا هارون بن اسحاق ثنا عبدة عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت ان کنا آل محمد نمکث شهرا ما نستوقد بنار ان هو الا التمر والماء حدثنا عبد اللہ بن ابی زیاد ثنا سیار ثنا سهل بن اسلم عن یزید بن ابی منصور عن انس

بفتحتین ای التمر ؎　مخففة من الثقیلة ۱۲　ای الملوم　بتقدیم مهملة وشدة تحتیة ۱۲

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گذر اوقات کا ذکر

ف۔ یہ باب پہلے بھی گذر چکا ہے۔ بعض نسخوں میں سب روایات ایک ہی جگہ ذکر کی ہیں مقام کے مناسب بھی یہی بات ہے لیکن جو نسخے ہمارے پاس موجود ہیں ان میں یہ باب مکرر پایا جاتا ہے اگر نقل کرنیوالوں کی غلطی سے ایسا نہیں ہوا تو بہت ممکن ہے کہ خود امام ترمذی نے کسی مصلحت سے اس کو مکرر لکھا ہو۔ غور سے متفرق مصالح اس کی سمجھ میں آتی ہیں۔ ممکن ہے کہ امام ترمذی نے ایک لطیف اشارہ اس طرف کیا ہو کہ حضور کا اس فقر اور تنگی کو اختیار فرمانا ابتداء سے لیکر اخیر تک رہا اس لئے ابتدائی زمانہ کی طرف اول اشارہ فرمایا اور وفات کے قریب اس باب کو ذکر فرماکر اخیر زمانہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ باوجود خیبر اور حنین وغیرہ کی غنیمتوں کے اپنا حال وہی فقر وفاقہ تھا۔ اور حق یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ حرص وطمع دُور فرمادے تو فقر وفاقہ میں بھی لذت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ میرے لئے مکہ کی زمین کو سونے کی بنادے میں نے عرض کیا یا اللہ یہ نہیں بلکہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تاکہ تیرا شکر کروں اور ایک دن بھوکا رہوں کہ تیرے سامنے عاجزی کروں حضور کا ارشاد ہے کہ میں تم لوگوں پر فقر وفاقہ سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا اس طرح پھیل جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیل گئی تھی اور تم اس میں اس طرح دل لگانے لگو جس طرح ان لوگوں نے دل لگایا اور یہ تم کو بھی اسی طرح ہلاک کر دے جیسا کہ انکو ہلاک کر دیا اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ محمد کی اولاد کی روزی بقدر کفایت تجویز فرما (مشکوٰۃ) مصنف نے اس موجودہ باب میں نو حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں سے بعض مکرر ہیں جو پہلے ابواب میں گذر چکی ہیں۔ (۱) نعمان بن بشیر کہتے ہیں کیا تم لوگ کھانے پینے میں اپنی مرضی کے موافق منہمک نہیں ہو (اور جتنا دل چاہے تم لوگ نہیں کھاتے ہو) حالانکہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کے یہاں ردی کھجوریں بھی پیٹ بھر نہیں تھیں **ف**۔ یہ حدیث سالن کے باب میں دوسرے نمبر پر گذر چکی ہے۔ (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ یعنی حضور کے اہل وعیال ایک ایک ماہ تک ہمارے یہاں آگ نہیں جلتی تھی صرف کھجور اور پانی پر گذارا تھا۔ **ف**۔ آگ نہ جلنے کا مطلب یہ ہے کہ پکانے کیلئے کوئی چیز ہوتی ہی نہ تھی جس کیلئے آگ جلانا پڑتی علماء نے لکھا ہے کہ پانی کا تذکرہ اسلئے فرمایا کہ کھجور بھی اتنی یعنی کہ بغیر

---

۵۱ باب الخ ہذہ الترجمة مکررة تقدمت فی اول الکتاب ولاشک ان زیادة بعض الاحادیث فی باب لا توجب تکرار العنوان وبعضهم ذکر واہنا توجیہات متکلفة ۱۲ ۵۲ حدثنا قتیبة الخ الحدیث بسندہ ومتنه مکرر تقدم فی باب صفة ادام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ۵۳ ما شئتم صفة مصدر محذوف ای الستم منعمین فی طعام وشراب مقدار ما شئتم فما موصولة ویجوز ان یکون مصدریة ۱۲ قاری ۵۴ بدل من ضمیر الفاعل وبالنصب علی المدح او بتقدیر اعنی وجعله خبر کنا بعید لان المقصود بالافادة لیس کونهم آل محمد بل قولها نمکث ۱۲ م ق ۵۵ حال وجعله خبرا بعد خبر بعید ۱۲ ام ۵۶ عبد اللہ بن ابی زیاد بالاضافة الی لفظ الجلالة فما فی بعض النسخ بدونه تصحیف من الناسخ وبلفظ الجلالة

عن ابی طلحۃ ؓ قال شکونا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجوع ورفعنا عن بطوننا عن حجرٍ حجرٍ فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بطنہ عن حجرین قال ابو عیسی ھذا حدیث غریب من حدیث ابی طلحۃ لا نعرفہ الا

پانی کی مدد کے پیٹ بھرنے کیلئے کافی ہوتی بلکہ چند کھجوریں کھانے کے بعد پانی پینے سے پیٹ بھرنے کی مقدار ہوتی تھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو مہینے کامل گذر جانے کے بعد تیسرے مہینہ کا چاند نظر آجاتا تھا اور حضور کے گھروں میں مطلقاً آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک چاند پھر دوسرا چاند ہو جاتا تھا حضور کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی حضرت عائشہؓ کے بھانجے حضرت عروہ نے پوچھا کہ خالہ جان پھر کس چیز پر گذارہ تھا فرمایا کہ کھجور اور پانی۔ البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ پڑوسی انصار میں ایسے تھے جن کے یہاں دودھ کے جانور تھے ان میں سے کوئی ہدیہ کے طور پر دودھ پیش کر دیتا تو وہ ہم کو بھی پلایا جاتا تھا۔ ایک حدیث میں آیا کہ ڈیڑھ مہینہ مسلسل ایسا گذرجاتا کہ حضور کے گھر میں روشنی کیلئے یا کسی اور چیز کیلئے آگ نہ جلتی تھی۔ روشنی کیلئے آگ جلنے سے مراد چراغ کا جلنا ہے (جمع الوسائل) ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بکری کی ایک ٹانگ بھیجی رات کا وقت تھا حضرت عائشہؓ اندھیرے ہی میں اُسکے ٹکڑے کرنے لگیں کسی نے کہا کہ گھر میں چراغ نہیں ہے فرمانے لگیں کہ اگر چراغ میں جلانے کیلئے تیل ہوتا تو اُسکو کھانے ہی میں نہ استعمال کرتے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضور نے اپنے اور اپنے گھر کے لوگوں کیلئے اس حالت کو پسند فرمایا حالانکہ خزانوں کی کنجیاں حضور پر پیش کی گئیں۔ اس کے بعد امت چار حصوں پر منقسم ہوگئی ایک وہ جماعت جنھوں نے نہ تو خود دنیا کی طرف رُخ کیا نہ دنیا ہی نے ان کا ارادہ کیا جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ دوسری وہ جماعت جنھوں نے دنیا کا رُخ نہ کیا لیکن دنیا نے ان کا ارادہ کیا جیسے کہ حضرت فاروق اعظمؓ تیسرے وہ لوگ جنھوں نے دنیا کی طرف رُخ کیا اور دنیا نے بھی انکی طرف رُخ کیا جیسے بنو اُمیہ کے بادشاہ عمر بن عبد العزیزؒ کے علاوہ۔ چوتھے وہ لوگ جنھوں نے دنیا کا ارادہ کیا مگر دنیا نے ادھر کا رُخ نہ کیا جیسے وہ لوگ جن کو اللہ نے فقیر بنایا اور دنیا کی محبت انکے دل میں ہوگئی (مناوی)۔ (۳۲) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شدت بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھلائے کہ ہر شخص کے پیٹ پر بھوک کی شدت کی وجہ سے ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھلائے کہ حضور کو شدت بھوک ہم سے زیادہ تھی۔ اور ہم سے زیادہ وقت بدون کھائے گذر چکا تھا **ف**۔ اہل مدینہ کی یہ عادت تھی کہ شدت بھوک کے وقت جب عاجز ہو جاتے تو پیٹ سے پتھر باندھ لیتے تاکہ اُسکی سختی کی وجہ سے چلنے پھرنے میں ضعف لاحق نہ ہو۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ یہ مدینہ کے ایک پتھر کی ساتھ خاص ہے جس کا نام مشبعہ ہے اُس پتھر میں اللہ جل شانہ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ اُس کے باندھ لینے سے بھوک میں کسی قدر تسکین ہو جاتی ہے لیکن ظاہر پہلا ہی قول ہے اس لئے کہ اب بھی اکثر ایسا کیا جاتا ہے کہ شدت بھوک کے وقت پیٹ سے کسی کپڑے کا سخت باندھ لینا ضعف اور بھوک کی بے چینی میں مفید ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ خالی پیٹ میں نفخ

---

[۱] حکی عن الطیبی ان عن الاولی متعلق برفعنا بتضمین معنی الکشف والثانیۃ صفۃ مصدر محذوف ای کشفنا ثیابنا عن بطوننا کشفاً صادراً عن حجرٍ حجرٍ وقال زین العرب عن حجر بدل الاشتمال عما قبلہ ۱ھ [۲] فرفع الخ اشکل علی الحدیث بروایات الوصال وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یطعمنی ربی ویسقینی ولذا اضطر ابن حبان الی انکار احادیث وضع الحجر راساً ولیس کذلک فانہا ثابتۃ بوجوہ فلا بد من الجمع بان الاطعام منہ تعالیٰ مخصوص بالوصال او یجمع بشیٔ آخر مثل اختلاف الاحوال باختلاف الاوقات ویحمل ذلک علی اول الامر وقال المناوی فعل ذلک لیعلم صحبہ ان لیس عندہ مایستاثر بہ علیہم لانہ فعلہ من شدۃ الجوع فانہ کان یبیت عند ربہ یطعمہ ویسقیہ ویدل لذلک ما جاء من جمیع انہ کان مع ذلک لا یتبین علیہ اثر الجوع اصلاً وبہذا یعلم ان لا ضرورۃ الی ما سلکہ ابو حاتم ابن حبان من انکار احادیث وضع الحجر راساً فی قولہ انہا باطلۃ لخبر الوصال ۱ھ

من هذا الوجه ومعنى قوله ورفعنا عن بطوننا عن حجر حجر كان احدهم يشد في بطنه الحجر من الجهد والضعف الذي به من الجوع حدثنا محمد بن اسمعيل ثنا ادم بن ابی ایاس ثنا شیبان ابو معوية ثنا عبد الملك بن

پیدا ہونیکا احتمال ہوتا ہے اور پتھر کو یا کسی سخت چیز کو باندھ لینے سے اس سے امن رہتا ہے. بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب پیٹ بالکل خالی ہو جائے تو انتڑیوں کے اترجانیکا خدشہ ہوتا ہے بالخصوص چلنے پھرنے میں. اور پیٹ کو باندھ لینے سے یہ خدشہ نہیں رہتا. نیز پیٹ کے بالکل خالی ہو جانے سے کمر بھی جھک جاتی ہے. کبڑا ہونیکا اندیشہ ہوتا ہے. اس حدیث پر ایک قوی اشکال ہے وہ یہ کہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن کا مسلسل روزہ رکھا کرتے تھے اور جب صحابہ کرام نے حضور کے اتباع میں روزوں کے تسلسل کا ارادہ کیا تو حضور نے منع فرما دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ میری خصوصیت ہے کہ بغیر افطار کے کئی دن کا مسلسل روزہ رکھوں. اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے کھلاتے اور پلاتے ہیں. یہ کھلانا پلانا کس طرح ہوتا تھا یہ اپنی جگہ پر ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظاہری طور پر کھانا پینا چھوڑنے سے حضور پر بھوک کا اثر محسوس نہ ہوتا تھا ایسی صورت میں پیٹ پر پتھر باندھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور چونکہ روزے والی روایات کثیرہ ہیں اسلئے بعض علماء نے محدثین کے قواعد کے ماتحت ان پتھر والی روایتوں کو ضعیف قرار دیدیا لیکن اکثر محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ اس مضمون...... روایات بھی کئی ہیں نیز روزے والی روایتوں سے کوئی ایسی مخالفت بھی نہیں ہے کہ دونوں کا مختلف حالات پر عمل نہ ہو سکتا ہو اسلئے ان روایات کے ضعیف قرار دینے کی ضرورت نہیں اسکے بعد پھر مختلف اقوال ان دونوں روایتوں کے متعلق وارد ہوئے ہیں. ۱ پتھر والی روایات ابتدائی زمانہ کی ہوں اور یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقیات روز افزوں تھیں اسلئے کھلانے پلانے والی روایات بعد کی ہوں. ۲ کھلانا پلانا روزے کی حالت کیساتھ مخصوص ہو اور عام مؤمنین میں بھی یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے کہ روزے کی حالت میں فاقہ کا اثر اور تعب اتنا نہیں ہوتا جتنا بغیر روزے کے فاقہ سے مشقت اور بار ہوتا ہے تو پھر حضور کا کیا کہنا جہاں روزہ حقیقی اور کمال کے درجہ پر تھا. ۳ مختلف حالات کے اعتبار سے دونوں حالات حضور کے بھی ہوتے ہوں جیسا کہ مشائخ سلوک کے مختلف احوال ہوا کرتے ہیں اس قول کے موافق ان روایات کو ابتدائی زمانہ پر محمول کرنیکی ضرورت نہیں ہے، اخیر زمانہ میں بھی مختلف اوقات کے اعتبار سے مختلف احوال ہو سکتے ہیں. ۴ حضور پر بھوک کا اثر یقیناً نہیں ہوتا تھا. اسکے باوجود پتھروں کا باندھنا فقراء اور مساکین کی ساتھ اشتراک عمل کی غرض سے تھا. اور عام دستور ہے کہ جس مشقت اور تکلیف میں اپنے بڑے بھی مبتلا ہو جاتے ہیں اس میں سعادت مند چھوٹوں کیلئے انکے مقابلہ میں اپنی تکلیف کا التفات بھی نہیں رہتا. پھر صحابہ کرام جیسے سعید عشاق کا تو پوچھنا ہی کیا ہے. ۵ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے کھلانا پلانا اعزاز و اکرام ہی تو تھا کوئی جوبی امر نہ تھا تو کسی وقت جبکہ صحابہ کرام پر تنگی و عسرت کا غلبہ ہو فقر و فاقہ اس حالت پر پہنچ گیا ہو کہ پیٹ سے پتھر باندھنا پڑ جائیں حضور خود اس اکرام سے مستفید نہ ہوتے ہوں کہ بچہ اگر بھوک میں تڑپتا ہو تو ماں کے حلق میں ٹکڑا اٹکا کرتا ہے پھر حضور کی امت پر شفقت کا کیا پوچھنا

ف۱ قال القاری یعنی غرابته ناشئة من طریق ابی طلحة لا من سائر الطرق وقال میرک ورواته ثقات یعنی فلا ینفو الغرابة فانها لا تنافی الصحة والحسن فان الغریب ما تفرد برواية عدل ضابط من رجال النقل فان كان المتفرد بروایة متنه فهو غریب متنا وان كان براویه عن غیر المعروف عنه كان یعرف عن صحابی فیرویه عدل وحده عن صحابی آخر فهو غریب اسنادا وهذا هو الذی یقول فیه الترمذی غریب من هذا الوجه اه وبه جزم السخاوی اذ قال غرابته ناشئة من طریق ابی طلحة لا من سائر الطرق وقال البیجوری غریب من حدیث ابی طلحة ای حال كونه من حدیث ابی طلحة ۱۲ ف۲ بهذا الحد الوجه المراد فیه قال السخاوی کما دة اهل الریاضة او العرب او اهل المدینة اذا خلت اجوافهم مثلا تسترخی او لان البطن الخالی یضعف صاحبه عن القیام لتقوس ظهره دوانه لیسکن او یدفع الشبع او الم الجوع لان محلب الجوع من شدة حرارة المعدة الغریزیة فاذا انضمت علی المعدة الاحشاء خمدت نارها بعض الخمود فسکن الالم بعض السکون اه ۱۲ ف۳ بضم الجیم وفی نسخة بفتحها فقیل بالضم الوسع والطاقة وبالفتح المشقة وقیل المبالغة والغایة وقیل هما لغتان فی الوسع والطاقة فاما فی المشقة والغایة فالفتح لا غیر ومن تعلیلیة ۱۲ ق ف۴ بافراد الموصول ومن بیانیة للموصول او ابتدائیة ۱۲ ق ف۵ بشین معجمة تحتانیة موحدة هکذا فی النسخ الهندیة وکذا اخرجه

عمیر عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن ابی هریرة قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ساعة لا یخرج فیہا ولا یلقاہ فیہا احد فاتاہ ابو بکر فقال ما جاء بک یا ابا بکر فقال خرجت القی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانظر فی وجہہ والتسلیم علیہ فلم یلبث ان جاء عمر فقال ما جاء بک یا عمر قال الجوع یا رسول اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا قد وجدت بعض ذلک

جہاں ہزاروں ماؤں کی شفقتیں قربان۔ (۵۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت دولتکدہ سے باہر تشریف لائے کہ اُس وقت نہ تو حضور کی عادت شریفہ باہر تشریف لانے کی تھی نہ کوئی شخص حضور کی خدمت میں اُس وقت دولتکدہ پر حاضر ہوتا تھا۔ حضور کی باہر تشریف آوری پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے حضور نے ابوبکرؓ سے خلافِ معمول بے وقت آنیکا سبب پوچھا۔ انھوں نے عرض کیا جمال جہاں آرا کی زیارت اور سلام کیلئے حاضر ہوا ہوں (یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمال تناسب کی وجہ سے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر خلاف عادت باہر تشریف آوری کی نوبت آئی تو اُس یکجان دو قالب پر بھی اِس کا اثر ہوا) بندہ کے نزدیک یہی وجہ اولیٰ ہے اور یہی کمال تناسب بڑی وجہ ہے نبوی دور کے ساتھ خلافت صدیقیہ کے اتصال کی کہ حضور کے وصال کے بعد اگر کوئی دوسرا خلیفہ ہوتا تو مناسبت تامہ نہ ہونیکی وجہ سے وقتی احکام میں کچھ تغیر ضرور ہوتا اور صحابہ کرام کیلئے حضور کے فرق کی ساتھ یہ دوسرا مرحلہ ملکہ رنج و ملال کو ناقابل برداشت بنانیوالا ہوتا بخلاف صدیق اکبرؓ کے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ اس درجہ اتصال اور قلبی یک جہتی تھی کہ جن مواقع پر جو حضور کا طرز عمل تھا وہی اکثر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بھی تھا چنانچہ حدیبیہ کا قصہ مشہور ہے جس کا ذکر حکایات صحابہ میں بھی گذر چکا ہے۔ مسلمانوں نے نہایت دب کر ایسی شرائط پر کفار سے صلح کی تھی کہ بعض صحابہ اُسکا تحمل بھی نہ کرسکے۔ اور حضرت عمرؓ نہایت جوش میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا بیشک۔ حضرت عمرؓ کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہے۔ حضور بیشک۔ حضرت عمرؓ پھر ہم کو دین کے بارے میں یہ ذلت کیوں دی جا رہی ہے۔ حضور میں اللہ کا رسول ہوں اور اُسکی نافرمانی نہیں کرسکتا وہی میرا مددگار ہے۔ حضرت عمر کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مکہ جائیں گے اور طواف کرینگے۔ حضور بیشک لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال مکہ میں جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نہیں یہ تو نہیں کہا تھا۔ حضور بس تو مکہ میں ضرور جائیگا اور طواف کریگا اسکے بعد حضرت عمرؓ اسی جوش میں حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں اے ابوبکر کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں۔ حضرت ابوبکر بیشک۔ حضرت عمر کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر بیشک۔ حضرت عمر پھر دین کے بارے میں ہم ذلت کیوں دیئے جا رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر او آدمی یہ بلا تردد سچے رسول ہیں اور اللہ کی ذرا بھی نافرمانی کرنیوالے نہیں ہیں وہی ان کا مددگار ہے تو ان کی رکاب کو مضبوط پکڑے رہ۔ حضرت عمرؓ کیا انھوں نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مکہ جائیں گے اور طواف کرینگے۔ حضرت ابوبکرؓ کیا تجھ سے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اسی سال جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نہیں یہ تو نہیں کہا تھا۔ حضرت ابوبکر تو مکہ میں جائیگا اور طواف کریگا۔ بخاری شریف میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے اور بھی اس قسم کے متعدد واقعات حیرت انگیز

---

۵۱ الباء للتعدیة ای ما الذی احضرک فی ہذا الوقت ۱۲ ۵۲ بالنصب عطف انہ مفعول فعل مقدر معطوف علی الفعلین ای القی وانظر وارید التسلیم وبالجر ای التشرف بالتسلیم علیہ او معطف علی القی بحسب المعنی ای للقاءہ صلی اللہ علیہ وسلم والتسلیم علیہ ۱۲ ق ۵۳ وفی روایة مسلم عن ابی ہریرة ایضاً فاذا ہو بابی بکر وعمر فقال ما اخرجکما من بیوتکما ہذہ الساعة قالا الجوع یا رسول اللہ قال انا والذی نفسی بیدہ لاخرجنی الذی اخرجکما فعیل بہما قضیتان او لما جاء عمرؓ وذکر الجوع ذکرہ ابوبکرؓ ایضاً وروی فی معنی الباب عن جابر

فانطلقوا الی منزل ابی الھیثم بن التیہان الانصاری وکان رجلا کثیر النخل والشجر والشاء ولم یکن لہ خدم فلم یجدوہ فقالوا لامرأتہ این صاحبک فقالت انطلق یستعذب لنا الماء فلم یلبثوا ان جاء ابو الھیثم بقربۃ یزعبہا فوضعہا ثم جاء یلتزم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویفدیہ بابیہ وامہ ثم انطلق بہم الی حدیقتہ فبسط لھم بساطا ثم انطلق الی نخلۃ فجاء بقنو فوضعہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم افلا تنقیت لنا من رطبہ فقال یا رسول اللہ انی

(حواشی بین السطور: ای یجیٔ لنا بالماء العذب ۱۲ — ای الا ان جاء او ثان جاء ۱۲ — ای یا نقہ ۱۲ — ای اخترت المجیبہا الردی ۱۲)

ہیں۔ حتیٰ کہ اگر حضور سے اجتہادی خطا ہوئی تو اُس میں بھی حضرت ابوبکرؓ شریک ہیں جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے معاملہ میں جس کا قصہ سورۂ انفال کے اخیر میں ہے۔ اس صورت میں حضرت ابوبکرؓ کا اس وقت خلاف معمول باہر آنا دل رابدل ہست حضور کے قلب اطہر کا اثر تھا گو بھوک بھی لگی ہوئی ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا آنا بھی بھوک کے تقاضے کی وجہ سے تھا۔ لیکن حضور کے چہرۂ انور کو دیکھکر اُس کا خیال بھی جاتا رہا اسی لئے حضور کے استفسار پر اُس کا ذکر نہیں کیا۔ ؎ یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم + بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری + بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی تشریف آوری بھوک ہی کی وجہ تھی مگر اس کا ذکر اسلئے نہیں کیا کہ حضور کو گرانی نہ ہو کہ دوست کی تکلیف اپنی تکلیف پر غالب ہوجایا کرتی ہے) تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ حضور نے اُن سے بھی بے وقت حاضری کا سبب پوچھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضور بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ بھوک تو کچھ میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔ اسکے بعد تینوں حضرات ابوالہیثم انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہ اہل ثروت لوگوں میں تھے کھجوروں کا بڑا باغ تھا بکریاں بھی بہت سی تھیں۔ البتہ خادم ان کے پاس کوئی نہیں تھا۔ اس لئے گھر کا کام سب خود ہی کرنا پڑتا تھا۔ یہ حضرات جب اُن کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ گھر والوں کیلئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں جو خادم نہ ہونے کی وجہ سے خود ہی لانا پڑتا تھا۔ لیکن ان حضرات کے پہنچنے پر تھوڑی دیر گذری تھی کہ وہ بھی مشکیزہ کو جو مشکل سے اُٹھتا تھا بدقت اُٹھاتے ہوئے واپس آگئے اور حضور کی زیارت سے مشرف ہوکر (اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے اور زبان حال سے ؎ ہم نشیں جب میرے ایام بھلے آئیں گے + بن بلائے میرے گھر آپ چلے آئیں گے + پڑھتے ہوئے) حضور کو لپٹ گئے اور حضور پر اپنے ماں باپ کو نثار کرنے لگے۔ یعنی عرض کرتے تھے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اس کے بعد باغ میں چلنے کی درخواست کی وہاں پہنچکر فرش بچھایا اور دین و دنیا کے سردار یا یہ فخر مہمان کو بٹھاکر ایک خوشہ (جس میں ہر طرح کی کچی پکی آدہ کچری کھجوریں تھیں) سامنے حاضر کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ توڑنے کی کیا ضرورت تھی اس میں ابھی کچھ کچی بھی ہیں جو ضائع ہونگی۔ پکی پکی چھانٹ کر کیوں نہ توڑلی۔ میزبان نے عرض کیا تاکہ اپنی پسند سے پکی اور

---

۵۱ قال القاری فی روایۃ عند الطبرانی وابن حبان فی صحیحہ ابی ایوب الانصاری فالقضیۃ متعددۃ وفی روایۃ لمسلم رجل من الانصار وھو محتمل لہما قال المناوی وانطلاقہم الی منزلہ لا ینافی کمال شرفہم فقد استطعم موسی والخضر قبلہم وکان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مندوحۃ عن ذلک ولو شاء لکانت جبال تہامۃ تمشی معہ ذہبا لکن اللہ سبحانہ اراد ان یجزی الخلائق بہم وان یستن بہم السنن ففعلوا ذلک تشریعا للامۃ وہل خروجہ صلی اللہ علیہ وسلم قاصدا من اول خروجہ الی انسان معین احتمالا جار التعیین بالاتفاق الظاہر الثانی ۱۲ ۵۲ التیہان بفتح التاء الفوقانیۃ وکسر التحتانیۃ المشددۃ وھو لقب واسمہ مالک وقیل عتیک واسم ابی الہیثم مالک ۱۲ ۵۳ بفتحتین جمع خادم اعم من الذکر والانثی ولیس المراد نفی الجمع بل نفی الافراد وہذا توطئۃ لقولہ الاتی فلم یجدوہ ۱۲ ۵۴ بتحتیۃ مفتوحۃ فزای ساکنۃ فعین مہملۃ مفتوحۃ من زعب القربۃ ملأہا وقیل یدفعہا لثقلہا یقال جاء بسیل یزعب زعبا ای یتدافع ۱۲ ۵۵ بتشدید الدال من التفدیۃ وفی نسخۃ کبر میہ وفی اخری من الافدار وکلاہما بعید لان الفداء انقاذ الاسیر باعطاء شئی والافداء قبول فدائہ ۱۲ ۵۶ الباء للتعدیۃ او المصاحبۃ ای ذہب بہم وانکر القاری الاول لعدم ملائمتہ مقام الاکرام

اردت ان تختاروا او تخیروا من رطبه وبسره فاکلوا وشربوا من ذلك الماء فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هذا والذی نفسی بیده من النعیم الذی تسألون عنه یوم القیٰمة ظل بارد ورطب طیب وماء بارد فانطلق ابو الهیثم لیصنع لهم طعاما فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تذبحن لنا ذات در فذبح لهم عناقا او جدیا فاتاهم بها فاکلوا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هل لك خادم قال لا قال فاذا اتانا سبی فأتنا فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم برأسین لیس معهما ثالث فاتاه ابو الهیثم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اختر منهما فقال یا نبی اللہ اختر لی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان المستشار مؤتمن خذ هذا فانی رأیته یصلی واستوص به معروفا فانطلق ابو الهیثم الی امرأته فاخبرها یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت امرأته ما انت ببالغ ما قال فیه النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ان تعتقه قال فهو

گرری ہر نوع کی حسب رغبت نوش فرمادیں تینوں حضرات نے کھجوریں کھائی اور پانی پیا اسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنکا ہر ہر لحظہ تعلیم امت تھا ارشاد فرمایا کہ اُس ذات پاک کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے یہ بھی اُس نعیم میں داخل ہے جنکا سوال قیامت میں ہوگا اور سورۂ الہٰکم التکاثر کے ختم پر حق تعالیٰ شانہ نے اسکا ذکر فرمایا ہے اُنکے شکر کے متعلق سوال ہوگا کہ ہماری نعمتوں کا کس درجہ شکر ادا کیا اللھم لا احصی ثناءً علیك انت کما اثنیت علی نفسك۔ پھر اسوقت کی نعمتوں کا اظہار شکر کے طور پر فرمایا کہ ٹھنڈا سایہ ٹھنڈا پانی اور تر و تازہ کھجوریں۔ اسکے بعد میزبان کھانے کی طیاری کیلئے جانے لگے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ فرط محبت میں کیفما اتفق مت ذبح کردینا بلکہ ایسا جانور ذبح کرنا جو دودھ کا نہ ہو میزبان نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور بعجلت تمام کھانا طیار کرکے حاضر خدمت کیا اور مہمانوں نے تناول فرمایا حضور نے اُس وقت یہ ملاحظہ فرماکر کہ مشتاق میزبان سب کام خود ہی کر رہا ہے اور شروع میں میٹھا پانی بھی خود ہی لاتے دیکھا تھا دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی خادم نہیں نفی میں جواب ملنے پر حضور نے فرمایا کہ اگر کہیں سے غلام آویں تو تم یاد دلانا اُسوقت تمہاری ضرورت کا لحاظ رکھا جائیگا۔ اتفاقاً ایک جگہ سے صرف دو غلام آئے تو ابو الہیثم نے حاضر ہوکر وعدۂ عالیجاہ کی یاددہانی کی۔ حضور نے فرمایا کہ ان دونوں غلاموں میں سے جونسا دل چاہے پسند کرلو جو تمہاری ضرورت کیلئے مناسب ہو۔ یہ جاں نثار حضور کی موجودگی میں اپنی کیا رائے رکھتا اسلئے درخواست کی کہ حضور ہی میرے لئے پسند فرمادیں (وہاں بجز دینداری کے اور کوئی وجہ ترجیح اور پسندیدگی ہو ہی نہیں سکتی تھی اسلئے حضور نے

---

۵۱ بحذف احدی التائین ای تتخیروا شك من الراوی فان الاختیار والتخییر بمعنی التنقیة ومن قال او للتنویع وفرق بینهما فتکلف حتی صار تعسفا ۱۲ ق ۵۲ اشارة الی قوله تعالیٰ ثم لتسألن یومئذ عن النعیم والمراد السوال عن القیام بشکره علی ما قاله القاضی عیاض وقال النووی الذی نعتقده ان السوال ههنا سوال تعداد النعم واعلامه بالامتنان واظهار کرمه باسباغها لا سوال محاسبة قال المناوی والخبر صریح فی رد زعم جمع مفسرین کالواحدی بان السوال عن النعیم یختص بالکفار ولیس فی اللفظ ولا فی السنة ما یقتضی الاختصاص بل عدمه وما نقله عن الحسن انه لا یسأل الا اهل النار فیه نظر قطعا اما علیه او سنده ۱۲ ۵۳ الخبر من مستدلات الشافعی علی ان الرطب فاکهة لا طعام وقال ابو حنیفة ان الرطب والرمان لیسا بفاکهة بل الرطب غذاء والرمان دواء لقوله تعالیٰ فیهما فاکهة ونخل ورمان بناء علی ان الاصل فی العطف المغایرة والفاکهة ما یتفکه به تلذذا ۵۴ او جدیا شك من الراوی والعناق بفتح العین انثی المعز لها اربعة اشهر والجدی بفتح الجیم وسکون الدال ذکر المعز الم یبلغ سنة ۱۲ ب ۵۵ بصیغة المفعول وهو حدیث صحیح کاد ان یکون متواترا ففی الجامع الصغیر المستشار مؤتمن رواه الاربعة عن ابی هریرة والترمذی عن ام سلمة وابن ماجه عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن سمرة وزاد ان شاء اشار وان شاء لم یشر وفی الاوسط عن علی وزاد فاذا استشیر فلیشر بما هو صانع لنفسه والمعنی ان الذی طلب منه المشورة جعل امینا فیلزمه رعایة حال المستشیر ولا یکتم امر فیه صلاح فان فعل خرج عن کونه امینا وصار خائنا قال ذلك الهاما او تعلیما لابی الهیثم او احتفاظا لمن تنفسه یمیل به ۱۲ ق م ۵۶ استوص الخ ای افعل به معروفا ومعنی معروفا منصوب باستوص لتضمینه معنی افعل وقیل منصوب بنزع الخافض او علی انه صفة

عتیق فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی لم یبعث نبیا ولا خلیفۃ الا وله بطانتان بطانۃ[۱] تامرہ بالمعروف

(فضلا من غیرها ۱۲ م)

وتنهاه عن المنکر وبطانۃ[۲] لا تألوہ خبالا ومن یوق بطانۃ السوء فقد وُقی حدثنا عمر بن اسمعیل بن

(السوء والسوء کالکرہ والکرہ ۱۲)

مجالد[۳] بن سعید حدثنی ابی عن بیان حدثنی قیس بن ابی حازم قال سمعت سعد[۵] بن ابی

وقاص یقول انی لاول رجل هراق دما فی سبیل اللہ وانی لاول رجل رمی بسهم فی سبیل اللہ لقد

رأیتنی اغزو فی العصابۃ من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما ناکل الا ورق الشجر والحبلۃ حتی تقرحت اشداقنا

حتی ان احدنا لیضع کما تضع الشاۃ والبعیر واصبحت بنو اسد (صارت ۱۲) یعزرونی فی الدین لقد خبت اذا وضل

ارشاد فرمایا کہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے اسلئے میں امین ہونیکی حیثیت سے فلاں غلام کو پسند کرتا ہوں اسلئے کہ میں نے اسکو نماز پڑھتے دیکھا لیکن میری ایک وصیت اسکے بارہ میں یاد رکھیو کہ اسکے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیجیو۔ اول حضور نے مشورہ کے ضابطہ کو ذکر فرماکر گویا اس پر تنبیہ فرمائی کہ میری جو پسند ہوگی وہ ذمہ دارانہ اور امانت داری کی ہے پھر ایک کو پسند فرماکر وجہ ترجیح بھی ظاہر فرمائی کہ وہ نمازی ہے۔ یہ وجہ ہے اسکو راجح قرار دینے کی۔ ہمارے زمانہ میں ملازم کا نمازی ہونا گویا عیب ہے کہ آقا کے کام کا حرج ہوتا ہے ابوالہیثم خوش خوش اپنی ضرورت کیلئے ایک مددگار ساتھ لیکر گھر گئے اور حضور کا فرمان عالی شان بھی بیوی کو سُنا دیا۔ بیوی نے کہا کہ حضور کے ارشاد کی کماحقہ تعمیل نہ ہوسکے گی۔ اور اس وجہ بھلائی کا معاملہ کہ ارشاد عالی ہے کا امتثال ہوجائے ہم سے نہ ہوسکے گا اسلئے اسکو آزاد ہی کردو کہ اسی سے امتثال ارشاد ممکن ہے۔ سراپا شجاع اور مجسم اخلاص خاوند نے فوراً آزاد کردیا اور اپنی دقتوں اور تکالیف کی ذرا بھی پروا نہ کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب واقعہ اور جاں نثار صحابی کے ایثار کا حال معلوم ہوا تو اظہار مسرت اور بیوی کی مدح کے طور پر ارشاد فرمایا کہ ہر نبی اور اُسکے جانشینوں کیلئے حق تعالٰی شانہ دو باطنی مشیر اور مصلح کا ریبد فرماتے ہیں جن میں سے ایک مشیر تو بھلائی کی ترغیب دیتا ہے اور ہر بُرائی سے روکتا ہے۔ دوسرا مشیر تباہ و برباد کرنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتا جو شخص اسکی بُرائی سے بچا دیا جائے وہ ہر قسم کی بُرائی سے روکدیا گیا **ف**۔ ابوالہیثم کی بیوی بمنزلہ بہترین مشیر کار کے تھیں جنھوں نے مشورہ دیکر ایک کار خیر یعنی ایک نمازی غلام کو آزاد کرادیا اور اپنی ضروریات کی ذرا بھی پروانہ کی۔ اور نہ اسکی پروا کی کہ کس قدر مشقتیں اٹھانیکے بعد خادم ملا ہے کچھ دن تو اسکی وجہ سے آرام اٹھالیں بعد میں آزاد کردینگے۔ (۵) سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ اُمت محمدیہ میں سب سے پہلا شخص جس نے کسی کافر کا خون بہایا ہو میں ہی ہوں اور ایسی ہی پہلا وہ شخص جس نے جہاد میں تیر پھینکا ہو میں ہوں۔ ہم لوگ (یعنی صحابہ کی جماعت ابتدا اسلام میں ایسی حالت میں جہاد کیا کرتے تھے کہ ہمارے پاس کھانیکی کوئی چیز نہیں تھی درختوں کے پتے اور کیکر کی پھلیاں ہم لوگ کھایا کرتے تھے جسکی وجہ سے منہ کے جبڑے زخمی ہوگئے تھے اور پتے کھانیکی وجہ سے پاخانہ میں بھی اونٹ اور بکری کی طرح مینگنیاں

---

[۱] بطانۃ بالکسر البار والوحدۃ صاحب سرہ الذی یطلعه علی خفایا امورہ یستشیرہ فیما تشبیها له ببطانۃ الثوب ۱۲ م [۲] بمعجمۃ مفتوحۃ فموحدۃ ای لا تقصر فی افساد حالہ فالخبال الافساد والالو التقصیر وعبر عنها بهذا اولی بطانۃ الخیر بما سبق تنبیها علی انه یکفی فی کون الشر السکوت علی الفساد دون الخیر لا یکفی الا الامر به ۱۲ م [۳] بضم میم وجیم مکسر اللام فانی بعض النسخ بالهاء بدل اللام تصحیف من الناسخ ۱۲ [۴] بموحدۃ مفتوحۃ فتحتیۃ ابن بشر علی ما فی نسخۃ بکسر موحدۃ فسکون معجمۃ ۱۲ [۵] الحبلۃ بضم مهملۃ وسکون موحدۃ ثمرۃ السمر تشبه اللوبیا وقیل ثمر العضاۃ والعضاۃ کل شجرۃ یعظم له شوک ملا [۶] اشداقنا جمع شدق فی القاموس الشدق بالکسر ویفتح والدال مهملۃ طفطفۃ الفم من باطن

نکلا کرتی تھیں اسکے بعد بھی قبیلہ بنو اسد کے لوگ اسلام کے بارہ میں مجکو دھمکاتے ہیں اگر میری دین سے ناواقفیت کا یہی حال
ہے جیسا یہ لوگ بتاتے ہیں تو خسر الدنیا والآخرۃ۔ دنیا اس تنگی و عسرت میں گئی اور دین کی یہ حالت کہ نماز سے بھی واقفیت
نہ ہوئی **ف**۔ اس حدیث میں چونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو صرف اس وقت کی تنگی دکھلانا مقصود تھی اسلئے تمام قصہ کو
مختصر کر دیا کہ مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ تنگی اور عسرت کی وجہ سے مجاہدین کو غذا بھی نہ ملتی تھی یہ اسلامی فوج درختوں کے پتے کھا کر جہاد
کرتی تھی لیکن حضرت سعد نے اس حدیث میں اپنے کارنامے اور اپنی مساعی جمیلہ اور قدیم الاسلام ہونا بیان کیا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ
حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کوفہ کے امیر تھے۔ کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے انکی بہت سی شکایات کیں حتی کہ یہ بھی شکایت کی کہ یہ
نماز تک بھی اچھی طرح سے نہیں پڑھتے۔ حضرت عمرؓ نے انکو بلوایا اور بلا کر ارشاد فرمایا کہ لوگ تمہاری بہت سی شکایات کرتے ہیں حتی کہ
نماز تک کی بھی شکایت کرتے ہیں۔ اس پر انھوں نے اپنی صفائی میں اپنا قدیم الاسلام ہونا اسلام کے بارے میں مشقتوں کا برداشت
کرنا وغیرہ بیان کر کے عرض کیا کہ اس پر یہ لوگ مجھے نماز پر دھمکیاں دیتے ہیں۔ میں نے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے
دیکھا اُس سے ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انکی ساتھ کوفہ میں دو آدمی بھیجے کہ وہ وہاں گشت کر کے انکے متعلق شکایات
کی تحقیق کر کے آئیں۔ انہوں نے کوئی مسجد کوفہ کی ایسی نہیں چھوڑی جس میں جا کر نمازیوں سے حالات کی تحقیق نہ کی ہو سب نے انکی
تعریف کی البتہ ایک شخص نے یہ کہا کہ جب قسم دیکر پوچھتے ہو تو سچ سچ بتاؤں کہ سعد جہاد کیلئے نہیں نکلتے گویا اپنی جان پیاری ہے دوسرے
یہ کہ تقسیم میں مساوات اور برابری نہیں کرتے اور فیصلہ میں انصاف نہیں کرتے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ تین شکایات کی ہیں اس لئے
تین بد دعائیں کرتا ہوں ہر ایک کے مناسب اے اللہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے محض شہرت اور دنیا کو دکھلانے کی غرض سے کھڑا ہوا ہے
کہ بڑے آدمی پر تنقید کرنے سے شہرت ہوا کرتی ہے تو اسکی عمر بڑھا دے اور فقر میں اضافہ کر اور فتنوں میں مبتلا فرما۔ اسکے بعد
دیکھنے والا اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے پلکیں آنکھوں پر گر گئی تھیں اور فقیر ہو گیا تھا
گلی کوچوں میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور کوئی پوچھتا کہ یہ کیا حال ہو گیا تو کہتا کہ سعد کی بد دعا لگ گئی اللھم انا نعوذ بک من غضبک وغضب
رسولک وغضب اولیاءک۔ حضرت سعد نے اس حدیث میں تین قصوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ ۱۔ یہ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے
کسی کافر کا خون گرایا۔ یہ ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں لوگ نہایت پریشان اور مصائب میں مبتلا تھے کفار سے چھپ کر نماز
وغیرہ عبادات کیا کرتے تھے ایک مرتبہ چند حضرات جن میں حضرت سعد بھی تھے ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین کی ایک جماعت
وہاں پہنچ گئی ان لوگوں کو برا بھلا کہا اور لڑائی پر اُتر آئی تو حضرت سعد نے اونٹ کا ایک جبڑا جو وہاں پڑا تھا اسکو اٹھا کر ایک کافر کے
مارا جس سے اسکے خون جاری ہو گیا۔ یہی مراد ہے اللہ کے راستہ میں سب سے پہلے خون گرانے سے۔ ۲۔ یہ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے
اللہ کے راستہ میں تیر چلایا۔ یہ ہجرت کے بعد ۱ھ کا واقعہ ہے اور اسلام میں سب سے پہلا سریہ ہے یعنی سب سے پہلی فوج ہے جسکو حضور نے
ہجرت کے بعد حضرت عبیدہ بن حارث کی ماتحتی میں رابغ بھیجا ہے۔ اس میں کفار سے مقابلہ ہوا دونوں جانب سے تیر چلائے گئے
مسلمانوں میں سب سے پہلا تیر حضرت سعد نے چلایا تھا۔ تیسرا قصہ اُس جنگ کا ہے جسکا ذکر حضرت سعدؓ نے درختوں کے پتے کھانے سے فرمایا
یہ قصہ سریہ خبط کہلاتا ہے جو باختلاف اقوال ۸ھ یا رجب ۸ھ میں ہوا ہے اسکا مختصر قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
تین سو مہاجرین اور انصار کو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں مدینہ منورہ سے پانچ روز کی منزل پر سمندر کے

علی حدثنا محمد بن بشار ثنا صفوان بن عیسی ثنا عمرو بن عیسی ابو نعامة[۵۱] العدوی قال سمعت خالد بن عمیر وشویسا[۵۲] ابا الرقاد قالا بعث عمر بن الخطاب عتبة بن غزوان[۵۳] وقال انطلق انت ومن معک حتی اذا کنتم فی اقصی ارض العرب وادنی بلاد ارض العجم فاقبلوا[۵۴] حتی اذا کانوا بالمربد[۵۵] وجدوا هذا الکذان[۵۶] فقالوا ما هذه[۵۷] قالوا هذه البصرة[۵۸] فساروا حتی اذا بلغوا حیال[۵۹] الجسر الصغیر[۶۰]

کنارے قبیلہ جہینہ کے مقابلہ کیلئے بھیجا تھا۔ اُس لشکر میں اول تین اونٹ یومیہ ذبح ہوتے تھے اور جب اونٹوں کی قلت کے خوف سے امیر نے ذبح کی ممانعت فرمادی تو کچھ مقدار کھجوریں تقسیم ہوتی تھیں اور وہ بھی کم ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ایک کھجور یومیہ فی آدمی ملتی تھی کہ اُسکو چوستے رہتے اور پانی پیتے رہتے۔ لیکن جب وہ بھی ختم ہوچکیں تو درختوں کے پتے جھاڑ کر کھانیکی نوبت آئی۔ خبط کے معنی پتے جھاڑنیکے ہیں اسی لئے اسکا نام سریۃ الخبط مشہور ہوگیا۔ اسکا طویل قصہ ابتدائً سخت پریشانی اور عسرت کا اور انتہائً لطف کا ہے جسکو تاریخ اسلام کی طویل کتابوں میں دیکھا جاوے۔ مختصر طور پر حکایات صحابہ کے تیسرے باب میں بندہ نے بھی لکھدیا ہے۔ (۶) خالد بن عمیر اور شویس کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو حکم فرمایا کہ تم اپنے رفقا کی ساتھ (جو تین سو مجاہد تھے) عجم کی طرف چلے جاؤ اور جب منتہائے سرزمین عرب پر پہنچو جہاں کہ سرزمین عجم بہت ہی قریب رہجاوے تو وہاں قیام کرنا۔ مقصد انکی روانگی کا یہ تھا کہ دربار عمری میں یہ اطلاع پہنچی تھی کہ عجم کا ارادہ عرب پر حملہ کرنیکا ہے اور بروایت دیگر یزدجرد نے عجم کو امداد منگائی ہے جسکا یہ راستہ تھا اسلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو ناکہ بندی کیلئے ارسال فرمایا تھا) وہ لشکر چلا اور جب مربد بصرہ پر پہنچے تو وہاں عجب طرح کے سفید سفید پتھر نظر پڑے لوگوں نے اول تعجب سے آپس میں پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ بصرہ ہے (بصرہ اصل لغت میں سفیدی مائل پتھروں کو کہتے ہیں۔ اسکے بعد پھر شہر کا نام پڑگیا تو گویا انھوں نے جواب دیا کہ یہ بھی ایک قسم کے پتھر ہیں) اسکے بعد حضرت عمرؓ کی ہدایت کے موافق آگے بڑھے اور جب دجلہ کے چھوٹے پل کے قریب پہنچے تو لوگوں نے تجویز کیا کہ حضرت عمرؓ کی متعینہ جگہ یہی موقعہ ہے اسلئے وہاں پڑاؤ ڈالدیا۔ راوی نے اس جگہ تمام قصہ (یعنی خراسان کے لشکر کے آنیکا اور عتبہ کے فتح کرنیکا پورا قصہ) مفصل ذکر کیا مگر امام ترمذی کو چونکہ اس جگہ ذکر کرنے سے مقصود اُسوقت کی تنگ حالی کا بیان کرنا تھا جس کا ذکر اس حدیث کے اخیر میں ہے اس لئے تمام حدیث

---

۵۱ ابو نعامة بفتح النون علی الصحیح قالہ القاری عن المغنی والعدوی بفتح العین والدال المہملتین ۱۲ ۵۲ شویسا مصغر المعجمة اولہ ومہملة آخرہ ہو شویس بن حیاش ابو الرقاد بضم الراء بعدہا قاف خفیفة ۱۲ ۵۳ بفتح معین وسکون زای معجمتین وعتبة من اکابر الصحابة اسلم قدیما وہاجر الہجرتین اول من نزل البصرة وہو الذی خطہا ۱۲ ق ۵۴ فاقبلوا قال القاری فعل ماض من الاقبال بمعنی توجہوا قال لمناوی ای توجہوا الی المحل الذی امرہم عمرؓ بالانطلاق الیہ وسبب امرہم بذلک السیر وکشہم بذلک الموضع انہ کان محل خروج الہند من الحجاز الی ارض فارس وکان یزدجرد التمس منہم الاعانة لقتال العرب فاراد عمرؓ ان یرابطوا بذلک الثغر فیضبطوا ذلک الجہة ۱۲ ۵۵ المربد بکسر میم فسکون ففتح موحدة موضع بالبصرة واصلہا من ربد بالمکان اذا اقام بہ وہو موضع حبس الابل او کجفیف الرطب ۱۲ ۵۶ الکذان بفتح الکاف وتشدید الذال حجارة رخوة مائلة الی البیاض والبصرة ایضا حجارة رخوة مائلة الی البیاض ۱۲ ۵۷ ای استفہم بعضہم بعضا ۱۲ ۵۸ ای اجاب بعضہم فالجملة الاولی استفہام والثانیة جواب البعض ولیس فی بعض النسخ ہہنا لفظ قالوا فلا یبعد ان یکون ہمزة الاستفہام مقدرة وفی معجم البلدان ان المسلمین حین وافوا امکان البصرة نظروا الیہا من بعید وابصروا الحصا علیہا فقالوا ان ہذہ ارض بصرة یعنون حصبة فسمیت بذلک ثم ذکر اقوالا اخری فی وجہ تسمیتہا بذلک ۱۲ ۵۹ قال القاری بناہا عتبة بن غزوان فی خلافة عمرؓ سنة سبع عشرة وسکنہا الناس سنة ثمان عشرة قیل لم یعبد بارضہا صنم اھ وفی فتوح البلدان لما نزل عتبة بن غزوان الخریبة کتب الی عمرؓ یعلمہ نزولہ ایاہا وانہ لا بد للمسلمین من منزل یشتون بہ اذا شتوا ویکنسون فیہ اذا انصرفوا من غزوہم فکتب الیہ ان اجمع اصحابک فی موضع واحد ولیکن قریبا من الماء والمرعی فکتب الیہ انی وجدت ارضا کذا وکذا فکتب الیہ ان انزلہا الناس فانزلہم ایاہا فبنوا مساکن بالقصب وبنی عتبة مسجدا من قصب وذلک فی سنة ۱۴ھ الی اخر ما بسط ۱۲ ۶۰ کان ذلک الجسر علی الدجلة فی عرضہا یسیر علیہ المشاة والرکبان واحترز بہ عن الجسر الکبیر وہو عند بغداد بینہا عشرة ایام ۱۲ ب +

فقالوا ھھنا امرتم فنزلوا فذکروا الحدیث بطولہ قال فقال عتبۃ بن غزوان لقد رأیتنی وانی لسابع سبعۃ

ای فی ہذا المکان بالاقامۃ والنزول ۱۲

مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالنا طعام الا ورق الشجر حتی تقرحت اشداقنا فالتقطت بردۃ فقسمتھا

ای صارت ذات قرح ۱۲

بینی وبین سعد فما منا من اولئک السبعۃ احد الا وھو امیر مصر من الامصار وستجربون الامراء

بعدنا حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن ثنا روح بن اسلم ابو حاتم البصری ثنا حماد بن سلمۃ ثنا ثابت

کو مختصر کر کے اس جملہ کو ذکر کر دیا حضرت عتبہ نے فتح کے بعد ایک خطبہ بھی پڑھا تھا جو عربی حاشیہ میں نقل کیا گیا اس میں دنیا کی بے ثباتی آخرت کا دائمی گھر ہونا وغیرہ امور ارشاد فرمائے تھے چنانچہ حمد و صلوۃ کے بعد فرماتے ہیں کہ دنیا ختم ہو رہی ہے اور منھ پھیر کر جا رہی ہے دنیا کا حصہ اتنا ہی باقی رہ گیا جیسا کہ کسی برتن کا پانی ختم ہو جائے اور اخیر میں ذرا سا قطرہ اس میں رہ جائے تم لوگ اس دنیا سے ایک ایسے عالم کی طرف جا رہے ہو جو ہمیشہ رہنے والا ہے کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے لہذا ضروری ہے کہ بہترین ماحضر کی ساتھ اس عالم سے جاؤ اسلئے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جہنم (جو اللہ کے نافرمان لوگوں کا گھر ہے) اتنی گہری ہے کہ اگر اسکے اوپر کے کنارہ سے ایک ڈھیلا پھینکا جائے تو ستر برس تک بھی وہ جہنم کے نیچے کے حصہ میں نہیں پہنچتا اور آدمیوں سے اس مکان کو بھرا جائیگا۔ کس قدر عبرت کا مقام ہے۔ نیز ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت (جو اللہ کے فرمان بردار بندوں کا مکان ہے) اس قدر وسیع ہے کہ اس کے دروازہ کی چوڑائی میں ایک جانب سے دوسری جانب تک چالیس برس کی مسافت ہے اور آدمیوں ہی سے وہ بھی پُر کی جائیگی (اسلئے ایسے اعمال اختیار کرو جن کی وجہ سے پہلے مکان سے نجات ملے اور اس مکان میں جو اللہ کی رضا کا مکان ہے داخلہ نصیب ہو۔ اسکے بعد اپنا گذشتہ حال بیان کیا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ اپنی یہ حالت دیکھی ہے کہ میں اُن سات آدمیوں میں سے ایک ہوں جو اسوقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہمارے پاس کھانے کیلئے درختوں کے پتوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا انکے کھانے سے ہمارے منھ چھل گئے تھے مجھے اتفاقاً ایک چادر مل گئی تھی جسکو میں نے اپنے اور سعد کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لی (حق تعالیٰ جل شانہ نے اُس تنگ حالی اور تکالیف کا دنیا میں بھی یہ اجر مرحمت فرمایا کہ) ہم سات میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو کسی جگہ کا امیر نہ ہو چونکہ یہ جماعت بڑی تکالیف برداشت کرنے اور مجاہدات

لہ المراد بالجمع ما فوق الواحد وفی نسخۃ فذکر اوھو الظاہر لان الضمیر یرجع الی خالد وسُوَیس وفی نسخۃ فذکر بالافراد ای ابن بشار علی ما ذکرہ ابن حجر والمناوی او ابو نعامۃ کما اختارہ القاری ۱۲ ﻪ ذکرہ الطبری فی تاریخہ بہذا السند الی خالد وسُوَیس قالا بعث عمر بن الخطاب عتبۃ بن غزوان فقال لہ انطلق انت ومن معک حتی اذا کنتم فی اقصی ارض العرب وادنی ارض العجم فاقیموا فاقبلوا حتی اذا کانوا بالمربد وجدوا ہذا الکذان قالوا ما ہذہ البصرۃ فساروا حتی بلغوا حیال الجسر الصغیر فاذا فیہ حلفاء وقصب نابتۃ فقالوا ہہنا امرتم فنزلوا دون صاحب الفرات فاتوہ فقالوا ان ہہنا قوما معہم رایۃ وہم یریدونک فاقبل فی اربعۃ آلاف اسوار فقال ما ہم الا ما اری اجعلوا فی اعناقہم الحبال واتوا بہم فجعل عتبۃ یزحل وقال انی شہدت الحرب مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اذا زالت الشمس قال احملوا فحملوا علیہم فقتلوہم فلم یبق منہم احد الا صاحب الفرات اخذوہ اسیرا فقال عتبۃ بن غزوان ابغوا لنا منزلا ہو انزہ من ہذا وکان یوم عکاک ووعک فرفعوا لہ منبرا فقام یخطب فقال ان الدنیا قد تصرمت وولت حذاء ولم یبق منہا الا صبابۃ کصبابۃ الاناء الا وانکم منتقلون منہا الی دار القرار فانتقلوا بخیر ما بحضرتکم وقد ذکر لی لو ان صخرۃ القیت من شفیر جہنم ہوت سبعین خریفا ولتملئنہ اوجہنم ولقد ذکر لی ان ما بین مصراعین من مصاریع الجنۃ مسیرۃ اربعین عاما ولیاتین علیہ یوم وہو کظیظ ولقد رأیتنی وانا سابع سبعۃ الحدیث وقد ذکر الخطبۃ الحاکم فی المستدرک بسندہ الی حمید بن ہلال عن خالد بن عمیر بنحو ہذا وقال صحیح علی شرط مسلم واقرہ علیہ الذہبی ۱۲ ﻪ ای فی الاسلام فانہ اسلم بعد ستۃ نفر قالہ القاری ۱۲ ﻪ سعد ای ابن ابی وقاص علی ما فی الاصول المصححۃ وفی بعض النسخ سبعۃ وہو سہو لما فی روایۃ مسلم فقسمتہا بینی وبین سعد بن مالک فاتزرت بنصفہا واتزر سعد بنصفہا قالہ القاری قلت ولفظ الحاکم فی المستدرک فشققتہا بینی وبین سعد بن ابی وقاص فارس الاسلام ۱۲ ﻪ بفتح الراء م وسکون الواو آخرہ حاء مہملۃ واسلم بفتح الاکرم ۱۲

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لقد اخفت فی الله وما یخاف احد ولقد اوذیت فی الله وما یوذی احد ولقد اتت علی ثلثون من بین لیلة ویوم وما لی ولبلال طعام یاکله ذو کبد الا شئ یواریه ابط بلال حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن انبانا عفان بن مسلم ثنا ابان بن یزید العطار ثنا قتادة عن انس بن مالک ان النبی صلی الله علیه وسلم لم یجتمع عنده غداء ولا عشاء من خبز ولحم الا علی ضفف قال عبد الله قال بعضهم هو کثرة الایدی حدثنا عبد بن حمید ثنا محمد بن اسمعیل بن ابی فدیک ثنا ابن ابی ذئب عن مسلم بن جندب عن نوفل بن ایاس

کے بعد امیر ہوئی ہے اسلئے اسکا معاملہ اپنی جماعتوں کیساتھ بہترین معاملہ ہے جو تم کو بعد میں آنیوالے امراء کے تجربہ حال سے معلوم ہوگا اسلئے کہ تم اُن امراء کا عنقریب تجربہ کرنیوالے ہو جو بعد میں آنیوالے ہیں۔ **ف** بظاہر حضرت سعد کا مقصد اپنی اس حالت کے بیان کرنے سے دو امر ہیں۔ اول یہ کہ دین کے بارے میں جو مشقت اٹھائی جاتی ہے اسکا ثمرہ دنیا میں بھی اکثر ملتا ہے اسلئے تم لوگ جو مشقت برداشت کروگے انشاء اللہ اسکا ثمرہ پاؤگے دوسرے یہ کہ اسوقت کے امراء سے اگر کوئی ناگواری کی بات تم کو پیش آئے اُسکو برداشت کرو کہ یہ بہت غنیمت ہے اُن حالات کے اعتبار سے جو عنقریب آنیوالے ہیں۔ (۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کے راستہ میں اسوقت خوف دلایا گیا ہوں جسوقت کوئی بھی نہیں ڈرایا گیا۔ اور اسقدر ستایا گیا ہوں کہ کوئی شخص بھی نہیں ستایا گیا مجھے تیس تیس شب و روز ایسے گذرے ہیں کہ میرے اور بلال کے کھانے کیلئے کوئی چیز ایسی نہیں تھی جسکو کوئی جاندار کھا سکے بجز اُس تھوڑی سی مقدار کے جو بلال کی بغل میں چھپی ہوئی تھی **ف** یہ قصہ جیساکہ مصنف نے اپنی جامع میں لکھا ہے کسی وقت مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے جانیکے زمانہ کا ہے جو ہجرت کا زمانہ نہیں اسلئے کہ ہجرت کے سفر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کیساتھ نہ تھے بلکہ اُسکے علاوہ کسی اور موقع پر یہ قصہ پیش آیا۔ حضور کے ارشاد میں اُسوقت خوف دلایا گیا ہوں کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائی زمانہ میں جب میں اکیلا تھا کوئی رفیق اور ساتھی نہ تھا اُسوقت سے مجھے اللہ کے راستہ میں اذیت و تکالیف پہنچائی گئیں اور ڈرایا گیا اور قاعدہ کی بات ہے کہ مجمع میں مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے تنہا شخص کو اذیت زیادہ پہنچتی ہے۔ (۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر صبح کے کھانے میں یا شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت دونوں چیزیں جمع نہیں ہوتی تھیں مگر حالت ضفف میں۔ **ف** ضفف کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں چنانچہ حضور کے گذارہ اوقات کے بارہ میں جو باب پہلے ذکر ہو چکا ہے اُسکی اخیر حدیث کے ذیل میں اسکی مفصل تقریر گذر چکی ہے۔ اگرچہ اس حدیث کا مضمون اُس سے مختلف ہے جو وہاں گذری ہے اسکا بظاہر مطلب یہ ہے کہ جب حضور تنہا ہوتے تھے جب تو جو میسر ہوتا وہی نوش فرمالیتے خواہ خالی روٹی ہو یا تنہا گوشت ہو البتہ جب مہمان ہوتے تو اسکا اہتمام فرماتے کہ دونوں چیزوں کو مہیا کیا جائے اس لئے دونوں کا اجتماع مجمع ہی کے وقت ہوتا تھا۔ (۹) نوفل بن ایاس کہتے ہیں کہ عبد الرحمن بن عوف جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں۔ ہمارے ہم نشین تھے۔ اور حقیقۃً میں بہترین ہم نشین تھے ایک مرتبہ ہم انکی ساتھ کسی جگہ سے لوٹے واپسی میں انکی ساتھ ہی انکے

لے یعنی اوله ای والحال انه لا یخاف احد غیری لانی کنت وحیداً فی ابتداء اظهار دینی او ما یخاف مثل ما اخفت وکذا الکلام فی قوله ولقد اوذیت وقال المناوی او حوه ما ای حفظ الله المسلمین من الاخافة او مبالغة فی الاخافة وذلک متعارف فی اللغة یقال بلی بلیة لا یبلی بها احد ۱۲ ک یعنی کان ازذاک فیما قال المصنف فی جامعه کان ہذا لما خرج من مکة ہاربا واعترضه العصام بان بلالاً لم یکن معه حین الهجرة وقال المناوی الظاهر ان المصنف لم یرد خروجه مهاجراً فانه قد تقدم انه.

الهذلی قال کان عبد الرحمن بن عوف لنا جلیسا وکان نعم الجلیس وانه انقلب[1] بنا ذات یوم حتی اذا دخلنا بیته ودخل فاغتسل ثم خرج واتینا[2] بصحفة فیها خبز ولحم فلما وضعت بکی عبد الرحمن فقلت له یا ابا محمد ما یبکیک قال هلك رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یشبع هو واهل بیته من خبز الشعیر فلا اراناً[3] اخرنا لما هو خیر لنا

(حاشیہ: ای بصحفة کاسة العمان جمع جفان ۱۲ — ای بستہ عیش علی خلاف ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲)

باب ما جاء فی سن[4] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا احمد بن منیع ثنا روح بن عبادة ثنا زکریا بن اسحاق ثنا عمرو بن دینار عن ابن عباس قال مکث النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکة ثلث عشرة یوحی الیه وبالمدینة عشرا وتوفی وهو ابن ثلث[5] وستین سنة حدثنا محمد بن بشار ثنا محمد بن جعفر عن شعبة عن ابی اسحاق عن عامر بن سعد عن جریر

مکان پر چلے گئے۔ انھوں نے گھر جاکر اول غسل کیا جب وہ غسل سے فارغ ہو چکے تو ایک بڑے برتن میں روٹی اور گوشت لایا گیا عبد الرحمن رضی اللہ عنہ اسکو دیکھکر رونے لگے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہوئی کیوں روئے۔ کہنے لگے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال تک کبھی بھی اس کی نوبت نہیں آئی کہ آپ نے یا آپ کے گھر والوں نے جو کی روٹی ہی سے شکم سیری فرمائی ہو۔ اب حضور کے بعد جہانتک میرا خیال ہے ہم لوگوں کی یہ ثروت کی حالت کسی بہتری کیلئے نہیں ہے۔ **ف** حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایسی حالتوں میں اسکا خوف ہوتا تھا کہ خدانخواستہ اس وعید میں داخل نہ ہو جاویں کہ تم اپنی خوبیوں کا بدلہ دنیا میں پا چکے ہو جیسا کہ قرآن شریف کی اس آیۃ میں ذکر ہے اذهبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا الآیۃ۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کا ذکر

ف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے بارہ میں تین روایتیں وارد ہوئی ہیں سب سے زیادہ صحیح جو جمہور محدثین اور مؤرخین کے نزدیک راجح ہے وہ یہ ہے کہ حضور کی عمر شریف ترسٹھ سال کی ہوئی ہے دوسری روایت ساٹھ برس کی بھی وارد ہوئی ہے جسکے متعلق خیال ہے کہ گنتی میں بسا اوقات کسر کو چھوڑ دیا جاتا ہے اسلئے ساٹھ کہدیا اور تیسری روایت پینسٹھ کی ہے جسکے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں سن ولادت اور سن وفات دونوں کو مستقل سال شمار کر لیا گیا۔ اس باب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رونق افروز رہے ان تیرہ برس میں حضور پر وحی نازل ہوتی رہی اسکے بعد مکہ سے ہجرت فرمائی اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام رہا اور ترسٹھ[6] سال کی عمر میں وصال ہوا۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

[1] ای رجع معنا او المصاحبة ای انقلب بنا او مصاحبا لنا مع السوق ویحتمل ان یکون للتعدیة ای ردنا من الطریق قاله القاری واختار المناوی الاخیر ۱۲ [2] ببنا ر المجهول من الاتیان قاله القاری والمناوی ۱۲ [3] بضم الهمزة علی بناء المجهول ای فلا اظن ایانا ۱۲ ق [4] ای مقدار عمره الشریف وسمیت الجارحة سنا لانه یستدل بها علی طول عمره وقال فی المصباح السن اذا عنیت بها العمر مؤنثة لانها بمعنی المدة ۱۲ م [5] ای باعتبار مجموعها لان مدة فترة الوحی دهی سنتان ونصف من جملتها ۱۲ ق

[6] فکان البخاری من هذا اکثر ورجح احمد ایضا هذه الروایة قال میرک فی قدر عمره صلی اللہ علیہ وسلم ثلث روایات وهی اصحها واشهرها ۱۲ ق +

عن معاویۃ[۱] انہ سمعہ یخطب قال مات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو ابن ثلث وستین وابوبکر وعمر وانا ابن ثلث وستین سنۃ[۲] حدثنا حسین بن مھدی البصری ثنا عبدالرزاق عن ابن جریج عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ[۳] ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مات وھو ابن ثلث وستین سنۃ حدثنا احمد بن منیع ویعقوب ابن ابراھیم الدورقی قالا ثنا اسمعیل[۴] ابن علیۃ عن خالد الحذاء حدثنی عمار[۵] مولی بنی ھاشم قال سمعت ابن عباس[۶] یقول توفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو ابن خمس[۷] وستین حدثنا محمد بن بشار ومحمد ابن ابان قالا ثنا معاذ بن ھشام حدثنی ابی عن قتادۃ عن الحسن عن دغفل[۸] بن حنظلۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قبض وھو ابن خمس وستین سنۃ قال ابو عیسٰی (ای الترمذی ۱۲) ودغفل لا نعرف لہ سماعا من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وکان فی زمن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم رجلا حدثنا اسحٰق بن موسی الانصاری ثنا معن ثنا مالک بن انس عن ربیعۃ بن ابی عبدالرحمٰن

کی عمر شریف میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جنکا مختصر تذکرہ کتاب کے شروع میں بھی گذر چکا ہے محدثین اور اہل تاریخ کے نزدیک یہی روایت زیادہ صحیح ہے (۲) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ خطبہ میں یہ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا حضرات شیخین رضی اللہ عنہما یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا وصال بھی تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا میری بھی اسوقت تریسٹھ سال کی عمر ہے ف۔ یعنی کیا بعید ہے کہ مجھے بھی یہ طبعی اتباع نصیب ہو جاوے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اسلئے کہ انکا وصال تقریباً اسی سال کی عمر میں ہوا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر اس حدیث میں نہیں کیا حالانکہ ان سے بہت خصوصیت تھی اسکی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت عثمان کا انتقال اسی سال سے زیادہ عمر میں ہوا۔ امام ترمذی کی غرض اس روایت کے ذکر کرنے سے پہلی روایت کی تائید اور تقویت ہے کہ حضور کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا اور اس بارے میں طبعی اتباع حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو بھی نصیب ہوا۔ (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی مروی ہے کہ حضور کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ ف۔ اس روایت سے بھی اُس پہلے مضمون کی تقویت مقصود ہے یعنی حضور کا تریسٹھ سال کی عمر میں وصال متعدد روایات سے ثابت ہے لہٰذا اسکے خلاف جو روایتیں ہیں وہ صحیح نہیں ہیں یا اپنے ظاہر پر نہیں ہیں (۴) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ حضور کا وصال پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ ف۔ یہ روایت پہلی سب روایتوں کے خلاف ہے باب کے ختم پر بھی اسکی کچھ گفتگو آئیگی۔ اور پہلے بھی گذر چکی ہے۔ (۵) دغفل بن حنظلہ سدوسی سے بھی یہی روایت ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ

---

[۱] انہ سمعہ یعنی ان جریرا اسمع معاویۃ حال کونہ خطیبا ۱۲ [۲] ای فانا متوقع ان اموت فی ہذا السن موافقۃ لہم قال میرک لکن لم ینل مطلوبہ بل مات وہو قریب من ثمانین فقیل بلغ ثمان وسبعین وقیل ثمانین وقیل ستا وثمانین ۱۲ [۳] اسمعیل بن ابراہیم وعلیۃ بضم عین مہملۃ وفتح لام وتشدید تحتیۃ اسم امہ وکان یکرہ ان یقال لہ ابن علیۃ لکن غلب علیہ بالشہرۃ ۱۲ [۴] عمار بفتح فتشدید یا ابن ابی عمار مولی بنی ہاشم وفی نسخۃ عمارۃ وہو سہو من الکاتب فانہ لیس من موالی بنی ہاشم من اسمہ عمارۃ والیضا لیس فیمن روی عن ابن عباس ولا فی من روی عنہ خالد عمارۃ ۱۲ ق [۵] قال المناوی نسبت ہذہ الروایۃ الی الغلط وقال القاری ہی متاولۃ بادخال سنتی الولادۃ والوفاۃ او حصل فیہا اشتباہ وقد انکر عروۃ علی ابن عباس ونسبہ الی الغلط وقال انہ لم یدرک اول النبوۃ ولا کثرت صحبتہ بخلاف الباقین ۱۲ [۶] دغفل بفتح الدال المہملۃ اول الحروف ثم معجمۃ ساکنۃ ففاء مفتوحۃ کجعفر ۱۲ [۷] قال القاری ویؤیدہ ما فی التقریب ان دغفل السدوسی مخضرم وقیل لہ صحبۃ ولم یصح وقال الحمیدی ذکر ابو عبدالرحمٰن بقی بن مخلد فی مسندہ ان دغفلا لہ صحبۃ

عن انس بن مالک انہ سمعہ یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس بالطویل البائن ولا بالقصیر (ای قصیر قصیر ۱۲) ولا بالابیض الامھق (المفرط ۱۲) ولا بالآدم ولا بالجعد القطط ولا بالسبط بعثہ اللہ تعالیٰ علی راس اربعین سنۃ فاقام بمکۃ عشر سنین و بالمدینۃ عشر سنین وتوفاہ اللہ تعالیٰ علی راس ستین سنۃ ولیس فی راسہ ولحیتہ عشرون شعرۃ بیضاء

حدثنا قتیبۃ بن سعید عن مالک بن انس عن ربیعۃ بن ابی عبد الرحمٰن عن انس بن مالک نحوہ

باب ما جاء فی وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم کا وصال ترسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ **ف** ۔ امام ترمذی اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں کہ دغفل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے اور بڑی عمر کے تھے۔ مگر حضور سے اُن کی ملاقات ثابت نہیں۔ گویا یہ بھی اشارہ ہے اس طرف کہ انکی یہ روایت بھی کسی دوسرے سے سُنی ہوئی ہے (۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے قد تھے نہ پستہ قد (نیز رنگ کے لحاظ سے) نہ بالکل سفید تھے نہ بالکل گندمی رنگ آپ کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن لئے ہوئے) چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت ملی اُسکے بعد دس سال حضور نے مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور دس سال مدینہ منورہ میں ساٹھ سال کی عمر میں حضور کا وصال ہوا اُسوقت آپکے سر مبارک اور ڈاڑھی میں تقریباً بیس بال بھی سفید نہیں ہونگے۔ **ف** حضرت انس رض کی یہ حدیث کتاب کے بالکل شروع میں گذر چکی ہے اُسکے فائدہ میں بھی ان تینوں روایتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور مختلف روایات میں توجیہ بھی ذکر کردی گئی۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عمر شریف کے بارہ میں ترسٹھ سال کی روایت صحیح ہے باقی روایتیں اسکی طرف راجع کی جاسکتی ہیں یا اُن میں نیچے کے راویوں سے کسی قسم کی غلطی ہوئی چنانچہ حضرت انس رض کی اس روایت کے متعلق یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ گنتی میں بسا اوقات صرف دھائیاں ذکر کردی جاتی ہیں اور بیچ کی اکائیوں کو چھوڑ دیا جایا کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رض کے بھانجے عروۃ بن الزبیر نے حضرت ابن عباس رض کی پینسٹھ برس والی روایت کو غلط بتلایا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُسکو وضاحت سے تحریر فرمایا ہے۔

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا ذکر

ف ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال باتفاق اہل تاریخ دوشنبہ کے روز ہوا لیکن تاریخ میں اختلاف ہے۔ اکثر مؤرخین کا قول بارہ ربیع الاول کا ہے مگر اُس میں ایک نہایت قوی اشکال ہے وہ یہ کہ ۱۰ھ کی نو ذی الحجہ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقعہ پر عرفات میں تشریف فرما تھے وہ جمعہ کا دن تھا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے نہ محدثین کا نہ مؤرخین کا حدیث کی روایات میں بھی

ا یعنی ان عبد الرحمٰن سمع عن انس انہ کان یقول ۱۲ ۵ قال القاری الوفاۃ بفتح الواو والموت من وفی بالتخفیف بمعنی تم اجلہ وتوفی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین ضحی من ربیع الاول فی السنۃ الحادیۃ عشر من الھجرۃ قیل للیلتین خلتا منہ وقیل لاثنتی عشرۃ خلت منہ وھو الاکثر ورجح جمع من المحدثین الروایۃ لورود اشکال علی الثانیۃ وھو ان جمہور ارباب السیر علی ان وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وقعت فی یوم الاثنین واتفق ائمۃ التفسیر والحدیث والسیر علی ان عرفۃ فی تلک السنۃ کانت یوم الجمعۃ فلا یمکن ان یکون یوم الاثنین الثانی عشر من ربیع الاول سواء کانت الشہور ثلثیۃ او ما او تسعا وعشرین اللھم ان یقال بحمل اختلاف اہل مکۃ والمدینۃ فی رؤیۃ ہلال ذی الحجۃ فیکون غرتہا عند اہل مکۃ الخمیس وعند اہل المدینۃ الجمعۃ وکان الوقوف برؤیۃ اہل مکۃ فلما رجع الی المدینۃ اعتبر برؤیتہا وکان الشہور الثلثۃ کوامل فیکون اول ربیع الاول یوم الخمیس ویوم الاثنین الثانی عشر منہ ۱۲ ۵ قتیبہ بن سعید تقدم ہذا الحدیث بہذا السند فی اول الکتاب فارجع الیہ ۱۲

حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث وقتیبة بن سعید وغیر واحد قالوا ثنا سفیان بن عیینة عن الزهری عن انس بن مالک قال اٰخر نظرة نظرتها الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کشف[۵۱] الستارة یوم الاثنین[۵۲] فنظرت الی وجهه کانه ورقة مصحف[۵۳] والناس یصلون خلف ابی بکر فاشار الی الناس ان اثبتوا وابو بکر یؤمهم والقی السجف[۵۴] وتوفی من اٰخر ذلک[۵۵] الیوم حدثنا محمد بن مسعدة البصری ثنا سلیم بن اخضر عن ابن عون عن ابراهیم عن الاسود

کثرت سے اسکی تصریح ہے کہ حضور کا حج یعنی نو ذی الحجہ جمعہ کو ہوئی اسکے بعد خواہ ذی الحجہ محرم اور صفر تینوں مہینے ۳۰ ۳۰ دن کے ہوں یا ۲۹ ۲۹ دن کے یا بعض مہینے ۲۹ کے اور بعض تیس کے غرض کسی صورت سے بھی بارہ ربیع الاول دوشنبہ کی نہیں ہو سکتی اسی لئے بعض محدثین نے دوسرے قول کو ترجیح دی کہ حضور کا وصال دو ربیع الاول کو ہوا۔ حضور کے مرض کی ابتدا سر کے درد سے ہوئی اس روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رض کے مکان میں تھے اسکے بعد حضرت میمونہ کی باری کے دن میں مرض میں شدت پیدا ہوئی اسی حالت میں حضور بیبیوں کی باری کی تقسیم پوری فرماتے رہے مگر جب مرض میں زیادہ شدت ہو گئی تو حضور کے ایما پر تمام بیبیوں نے حضرت عائشہ رض کے مکان پر بیماری کے ایام گذارنے کو اختیار کر لیا تھا اسلئے حضرت عائشہ رض کے دولت کدہ پر حضور کا وصال ہوا کل مدت مرض بارہ یا چودہ یوم ہے اور دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت وصال ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وصال دوشنبہ کے روز ہوا اور چاشت کے وقت ہوا اسکے خلاف جو روایت ہوگی اُسکی توجیہ کی ضرورت ہوگی۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار نصیب ہوا وہ وقت تھا جبکہ حضور نے مرض الوفات میں دوشنبہ کے روز صبح کی نماز کے وقت دولتکدہ کا پردہ اُٹھایا کہ اُمتیوں کی نماز کا آخری معائنہ فرمالیں اُسوقت آپ کا چہرۂ مبارک صفائی اور انوار اور چمک میں گویا مصحف شریف کا ایک پاک صاف ورق تھا لوگ اُسوقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اقتدا میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے (صحابہ رض) آپ کو دیکھکر فرط خوشی میں پیچھے ہٹنے لگے اس خیال سے کہ شاید آپ تشریف لاتے ہوں اسلئے کہ اس سے پہلے بھی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکر رض نماز پڑھاتے رہے اور جس وقت حضور کو افاقہ ہوتا تھا تشریف لاکر جماعت میں شرکت فرماتے تھے) حضور نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو اور اُسی دن وصال ہو گیا **ف** یہ وہی دوشنبہ کے روز کا آخری نظارہ ہے جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اندازہ فرمایا کہ نظام شرعی قائم ہو گیا اور قدیمی رفیق ابوبکر نیابت کا حق ادا کر دیگا اور امت کا بوجھ سنبھال لیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا

[۵۱] ای امر بکشف الستارة المعلقة علی باب البیت وکانوا یعلقون الستور علی البیوت ۱۲ م [۵۲] یوم الاثنین منصوب علی الظرفیة فلعنا کشف الستارة ساد مسد الخبر ای آخر نظرة نظرتها الی وجهه حین کشف الستارة یوم الاثنین وقیل مرفوع علی انه خبره وقوله کشف بصیغة الماضی المعلوم حال من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بتقدیر قد کما قاله بعضهم او بدونها کما جوزه آخرون ۱۲ ق [۵۳] بتثلیث المیم من اصحف بالضم ای جعلت فیه الصحف قال العصام وجه الفتح والکسر غیر ظاهر لان اسم المحل من الافعال کمفعول ولم یات اسم الآلة منها فهو علی غیر القیاس ثم وجه الشبه هو حسن البشرة وصفاء الوجه واستنارته وبهاء النظر واغرب الحنفی فی قوله او وجه هو الاهداء والهدایة ولا یظهر ان یکون امراً متعلقاً بظاهر الصورة اھ ووجه غرابته لا یخفی ۱۲ ق م [۵۴] السجف بفتح السین المهملة وقیل بکسر وسکون الجیم الستر ۱۲ [۵۵] آخر ذلک الیوم وهذا ینافی جزم اهل السیر وحکی علیه الاتفاق بانه توفی حین اشتد الضحی قال العسقلانی ویجمع بینهما بان المراد بالآخر بمعنی ابتداء الدخول فی اول النصف الثانی وقال میرک یجمع بینهما

عن عائشة قالت كنت مسندة النبي صلى الله عليه وسلم الى صدري اوقالت الى حجري فدعا بطست ليبول فيه ثم بال فمات صلى الله عليه وسلم حدثنا قتيبة ثنا الليث عن ابن الهاد عن موسى بن سرجس عن القاسم بن محمد عن عائشة (ابن ابی بکر ۱۲) انها قالت رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو بالموت وعنده قدح فيه ماء وهو يدخل يده في القدح ثم يمسح وجهه بالماء ثم يقول اللهم اعني على منكرات الموت اوقال على سكرات الموت حدثنا الحسن بن الصباح البزار ثنا مبشر بن اسمعيل عن عبد الرحمن بن العلاء عن ابيه عن ابن عمر عن عائشة قالت لا اغبط احدا بهون موت بعد الذي رأيت من شدة موت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ابو عيسى سألت ابا زرعة فقلت له من عبد الرحمن بن العلاء هذا قال هو عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج حدثنا ابو كريب محمد بن العلاء ثنا ابو معاوية عن عبد الرحمن بن ابي بكر هو ابن المليكي عن ابن ابي مليكة

جسکو دنیا کی آنکھوں نے دیکھ لیا کہ حضور کے انتقال کا حادثہ جسکے سامنے دنیا کے سارے ہی حوادث کالعدم اور لاشئی ہیں اور اسکے ساتھ ہی ارتداد کا فتنہ اور ساری دنیا کا مقابلہ لیکن اُس کوہِ استقلال نے سب ہی کو برداشت کیا اور پتھر کی چٹان سے زیادہ سخت بنکر ہر ٹکراؤ کو پاش پاش کردیا حق یہ ہے کہ نیابت کا حق ادا کردیا حضرت عمرؓ جیسا اسلامی ستون کہ دوست دشمن سب ہی اُنکی بہادری شجاعت قوت کی دھاک مانتے ہیں وہ بھی نرمی کی درخواست کریں اور حضرت ابوبکرؓ انکو بزدلی کا طعنہ دیں۔ (۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت میں نے حضور عالی کو اپنے سینہ پر سہارا دے رکھا تھا کہ آپ نے پیشاب کیلئے طشت منگایا اور پیشاب سے فراغت حاصل کی اُسکے بعد پھر وصال ہوگیا **ف**۔ حضرت عائشہؓ کے یہ مفاخر میں ہے کہ آخری تلبس انکو حاصل ہوا۔ حضور دنیا سے جب تشریف لے گئے اور وصالِ ربی حاصل ہوا تو سر مبارک انکی گود میں تھا۔ (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا کہ اُس میں حضور بار بار ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے (کہ یہ شدت حرارۃ اور گھبراہٹ کے وقت سکون کا سبب ہوتا ہے) اُسوقت حضور بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا فرمارہے تھے کہ یا اللہ موت کی شدائد پر میری امداد فرما۔ **ف**۔ یہ ایک جانب امت کو تعلیم ہے تو دوسری جانب نزع کے وقت جبکہ روح بدن سے نکل رہی ہو نہایت ثبات و استقلال اور اللہ جل جلالہ کی طرف غایت توجہ کا مظہر ہے کہ نزع کے وقت جبکہ روح بدن سے جدا ہورہی ہو تکلیف کا ہونا طبعی اور فطری امر ہے اُس وقت اللہ ہی سے استدعا اور سہولت کی طلب تھی۔ (۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

۱ مسندة على بناء المفاعل اي جعلت ظهره عليه السلام مسندا الى صدري ۱۲ ۲ هو الطس في الاصل والتاء فيه بدل من السين ولذا يجمع على طساس ويصغر على طسيس وفي المغرب الطست مونثة اعجمية والطس تعريبها واشكل بتذكير ضمير ليبول فيه ووجه بانه باعتبار معناه من الظرف وغيره ۱۲ ۳ لعل تراخي البول عن احضار الطست لضعف وفي نسخة ثم مال بالميم والظاهر انه تصحيف ۱۲ ۴ ظاهره انه صلى الله عليه وسلم مات في حجرها ويوافقه ما في البخاري عنها توفي في بيتي في يومي بين سحري ونحري ولا يعارضه ما للحاكم وابن سعد من طرق ان رأسه المكرم كان في حجر علي لان كل طريق منها لا يخلو عن شيء كما ذكره الحافظ العسقلاني وعلى تقدير صحته يحمل على انهما تناوبا وقلت وحالة البول تؤيد حضور الزوجة لا غيرها ۱۲ ۵ كجعفر بمهملات وجيم قال المناوي وقال القاري بفتح فسكون ففتح منصرفا وفي نسخة بكسر جيم غير منصرف ۱۲ ۶ المنكرة ضد المعروف والمراد شدائده ومكروهاته ولا شك انها امور منكرة ولا يالفها الطبع ۱۲ ۷ مبشر بفتح الموحدة وكسر الشين المعجمة الثقيلة ۱۲ ۸ لا اغبط بكسر الموحدة اي لا اتمنى وفيه اشعار بانه لو كان كرامة لكان صلى الله عليه وسلم اولى به والتحقيق ان الشدة كانت في مقدمات الموت لا في نفس سكراته كما يتوهم والمراد عائشة اني لا اتمنى من غير سبق مرض ۱۲ ق ۹ اي برفقه من اضافة الصفة الى الموصوف اي بالموت السهل والهون مصدر بان عليه الشيء اي خفف ۱۲ ۱۰ من عبد الرحمن قال القاري وانما استفهم منه لان عبد الرحمن بن العلاء

عن عائشة قالت لما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم اختلفوا في دفنه فقال ابوبكر سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا ما نسيته قال ما قبض الله نبيا الا في الموضع الذي يحب ان يدفن فيه ادفنوه في موضع فراشه حدثنا محمد بن بشار وعباس العنبري وسوار بن عبد الله وغير واحد قالوا انا يحيى بن سعيد عن سفيان الثوري عن موسى بن ابي عائشة عن عبيد الله بن عبد الله عن ابن عباس وعائشة رضي الله عنهم ان ابا بكر قبل النبي

شدت تکلیف کی بدا اب مجھے کسی شخص کے مرض الموت میں تکلیف نہ ہونے پر رشک نہیں ہوتا **ف**۔ اسلئے کہ شدت مرض گناہوں کے سقوط اور مراتب کے بلند ہونیکا سبب ہوتا ہے۔ اور مرض کی شدت پیام اجل ہونیکی وجہ سے استغفار کی کثرت اور موت کی تیاری کا ذریعہ ہے (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور کے وصال کے وقت آپ کی دفن میں صحابہؓ کا اختلاف ہوا کسی نے مسجد نبوی کو پسند کیا اور کسی نے آپ کے صحابہ کے قرب کی وجہ سے بقیع کو کسی کا خیال جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مدفن پر پہنچا نیکا ہوا تو کسی کا وطن اصلی مکہ مکرمہ واپس لانیکا غرض مختلف رائیں ہو رہی تھیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سُنی ہے جو مجھے خوب محفوظ ہے کہ انبیاء کا وصال اُسی جگہ ہوتا ہے جہاں اُنکا دفن پسندیدہ ہو اسلئے حضور کو آپ کی وصال ہی کی جگہ دفن کرنا چاہئے۔ **ف**۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھ سے یہ سب امور انجام پانے مقدر ہو چکے تھے اسلئے اس نوع کے مسائل بھی خصوصیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو معلوم تھے۔ نمونہ کے طور پر چند حدیثیں مختصر طور پر نقل کرتا ہوں۔ ۱۔ کسی نبی کی وفات اُسوقت تک نہیں ہوتی کہ اُمت میں سے کسی کا مقتدی بنکر نماز نہ پڑھے۔ ۲۔ زکوٰۃ وصول کرنیکی حدیثیں اور اسکے نصاب۔ ۳۔ میرے گھر یعنی قبر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ ۴۔ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ۵۔ حق تعالیٰ شانہ جب کسی نبی کو کوئی رزق عطا فرماتے ہیں تو اُسکا متولی وہ شخص ہوتا ہے جو نبی کا خلیفہ ہو۔ ۶۔ جو شخص خلیفہ اور بادشاہ بنے اور وہ لاپروائی سے کسی کو نائب بنادے اُس پر اللہ کی لعنت ہے۔ لاپروائی کا مطلب یہ ہے کہ حق کی رعایت نہ کرے۔ ۷۔ حد زنا کی حدیث۔ ۸۔ جہاد میں مشورہ کی حدیث ۹۔ دین کا مدار لا الٰہ الا اللہ پر ہے۔ ۱۰۔ خلافت کا قریش میں ہونا ۱۱۔ انصار کے فضائل اور انکے بارے میں خلیفہ کو خیر خواہی کی وصیت ۱۲۔ چوری کی سزا ۱۳۔ منصف متواضع بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے ۱۴۔ جو یہ چاہے کہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہے اور اللہ کے سایہ میں رہے مؤمنین پر سختی نہ کرے اُنکی ساتھ رحم کا برتاؤ کرے۔ ۱۵۔ جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے عذاب عامہ میں مبتلا ہوتی ہے (تاریخ الخلفاء) انکے علاوہ اور بھی ایسی روایات ہیں جنکا تعلق حضور کے وصال اور وصال کے بعد کے انتظامات سے ہے۔ (۶) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضور کے وصال کے بعد تشریف لائے اور آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ **ف**۔ یہ حدیث مختصر ہے۔ آئندہ مفصل قصہ آرہا ہے یہ بوسہ دینا تبرک اور تیمن کا تھا جیسا کہ شراح حدیث نے لکھا ہے۔ اور بندہ کے ناقص

---

۵۱ فقیل فی مسجده وقیل بالبقیع وقیل عند جده ابراهیم علیه السلام وقیل بمکة ۱۲ ق ۵۲ الموضع الذی اشکل علیه بنقل موسی علیه السلام یوسف من مصر الی فلسطین واشکل ایضا ان مقتضی الحدیث ان وفاة عیسی تکون فی الحجرة الشریفة والتوجیه فی کلیهما متسع ۱۲ ۵۳ نسبة لبنی العنبر طائفة من تمیم ۱۲ م ۵۴ مصغرا ابن عبد الله بن عتبة بن مسعود ۱۲ ۵۵ بتشدید الموحدة قال القاری ابن عیینة کما سیاتی او جبهته کما رواه احمد قال المناوی فعله تیمنا وتبرکا واقتداء ۱۲ تقبیله صلی الله علیه وسلم عثمان بن مظعون ۱۲ +

صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما مات حدثنا نصر بن علی الجھضمی ثنا مرحوم بن عبد العزیز العطار عن ابی عمران الجونی عن یزید

ابن بابنوس عن عائشۃ ان ابا بکر رضی اللہ عنہما دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ فوضع فمہ بین عینیہ ووضع

یدیہ علی ساعدیہ وقال وانبیاہ واصفیاہ واخلیلاہ حدثنا بشر بن ھلال الصواف البصری ثنا جعفر بن سلیمان عن

ثابت عن انس قال لما کان الیوم الذی دخل فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ اضاء منھا کل شیء فلما کان الیوم الذی

مات فیہ اظلم منھا کل شیء وما نفضنا ایدینا عن التراب وانا لفی دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انکرنا قلوبنا حدثنا محمد

ابن حاتم ثنا عامر بن صالح عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یوم الاثنین حدثنا محمد بن ابی عمر ثنا سفیان بن عیینۃ عن جعفر بن محمد

خیال میں الوداع کا تھا کہ محبوب کی دائمی مفارقت ہو رہی تھی (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھکر یہ فرمایا ہائے نبی ہائے صفی اور ہائے خلیل **ف**۔ یہ الفاظ نوحہ کے طور پر نہیں تھے۔ اسلئے کوئی اشکال نہیں ہے مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور کے سرہانے کی طرف تشریف لائے اور چہرۂ انور پر سر جھکایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا وانبیاہ ہائے نبی اسکے بعد سر اُٹھالیا پھر جھکایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا واخلیلاہ۔ (۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے مدینہ کی ہر چیز منور اور روشن بن گئی تھی (اور جب انوار کی کثرت ہوتی ہے تو اس قسم کی روشنی محسوس بھی ہوجاتی ہے رمضان المبارک کی اندھیری راتوں میں بسا اوقات انوار کی کثرت سے روشنی سی ہوجاتی ہے) اور جس دن حضور کا وصال ہوا ہے مدینہ کی ہر چیز تاریک بن گئی تھی ہم لوگ حضور کے وصال کے بعد مٹی سے ہاتھ بھی جھاڑنے نہ پائے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا **ف**۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی قسم کا اعمال وعقائد میں تغیر ہوگیا تھا بلکہ فیض صحبت اور مشاہدۂ ذات کے انوار جو ہر وقت مشاہدہ ہوتے تھے وہ حاصل نہ رہے تھے۔ چنانچہ اب بھی سالکین کو مشائخ کے یہاں کی حاضری اور غیبت میں انوار کا بیّن فرق محسوس ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُن انوار کے حاصل کرنے کیلئے۔ اب مجاہدات ذکر کی کثرت اور مراقبہ کا اہتمام کرایا جاتا ہے اور اُسوقت کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی جمال جہاں آرا کی زیارت ہی سیکڑوں جلووں سے زیادہ تھی۔ اور ایمان واحسان کی اُس انتہائی نسبت کو پیدا کرنیوالی تھی جو سیکڑوں مجاہدوں سے بھی پیدا نہیں ہوتی کہ صحابی بننے کے بعد اللہ اور اُسکے رسول کی محبت کے مقابلے میں جان مال سب بے حقیقت چیزیں بنجاتی تھیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پوری زندگی اسکی شاہد عدل ہے (۹) حضرت عائشہؓ سے

---

۵۱ الجونی بفتح الجیم نسبۃ الی جون بطن من الازد ۱۲ ۵۲ بابنوس بموحدۃ فالف فموحدۃ ساکنۃ فنون مضمومۃ فمہملۃ بصری کذا فی المناوی ۱۲ ۵۳ بہا ساکنۃ للسکت تزاد وتفا لارادۃ ظہور الالف قال المناوی فیہ حل عدا وصاف المیت من غیر نوح ولا ندب اصلہ یا نبی الحق آخرہ الف الندبۃ لیمتد بہا الصوت لیمتاز المندوب عن المنادی ۱۲ ۵۴ قال المناوی ظاہرہ ان الاضاءۃ والاظلام محسوسان معجزۃ وان الاضاءۃ دامت الی موتہ فعقبہا الاظلام من غیر مہلۃ کما یدل علیہ قولہ فلما کان الخ وقیل ہما معنویان کنایۃ عن صلاح المعاش والمعاد وکمال السرور ولغشاہا وعکسہ القاری تبعاً للطیبی اذ قال الاظہر انہما معنویان خلافا لابن حجر حیث قال الظاہر انہما محسوسان معجزۃ ۱۲ ۵۵ انکرنا بصیغۃ المتکلم لما انہ ای تغیرت قلوبنا لوفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم تبق علی ما کانت من الرقۃ والصفاء وفی الحدیث تنبیۃ لمشائخ الصوفیۃ ممن وصلی من انکر مجاہدات المشائخ مستدلا بان الصحابۃ لم یفعلوہ ۱۲ ۵۶ کذا فی الاصل الہندیۃ فالتغیر الی عائشۃ والی بکر ۱۲

عن ابیہ[ف۱] قال قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین فمکث ذلک الیوم ولیلۃ الثلثاء[ف۲] ودفن من اللیل[ف۳] وقال سفیان وقال غیرہ یسمع صوت المساحی[ف۴] من اخر اللیل[ف۵] حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا عبد العزیز بن محمد عن شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر عن ابی سلمۃ[ف۶] بن عبد الرحمن بن عوف قال توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین

روایت ہے کہ حضور کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا۔ **ف** یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ دوشنبہ کے دن حضور کا وصال ہونا محدثین مورخین کا اجماعی مسئلہ ہے۔ (۱۰) امام باقر سے منقول ہے کہ حضور کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا۔ یہ روز اور سہ شنبہ کا روز انتظام میں گذرا۔ اور منگل بدھ کی درمیانی شب میں حضور والا کو قبر شریف میں اتارا۔ سفیان جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام باقر کی حدیث میں تو یہی ہے جو گذرا لیکن اور روایت میں یہ بھی ہے کہ اخیر حصہ شب میں پھاوڑوں کی آواز آتی تھی۔ **ف** گویا اخیر حصہ شب میں قبر کھودی گئی۔ اس حدیث میں یہ خلجان کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں اسقدر تاخیر کیوں کی گئی حالانکہ دفن کی تعجیل میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس موقع پر جسقدر مراحل درپیش تھے انکے لحاظ سے یہ بھی کچھ تاخیر نہیں ہوئی بلکہ تعجیل ہی تھی کہ اول تو اس حادثہ ہائلہ کی وجہ سے ہوش وحواس ہی ابوبکر کے علاوہ کسکے رہ گئے تھے کوئی مدہوش تھا کوئی حیرت زدہ کہ زبان سے بات نہ نکلتی تھی کوئی صدمہ کی شدت سے حضور کے وصال کا یقین ہی نہ کرتا تھا حضرت عمرؓ جیسا بہادر اور استقلال و شجاعت کا مجسمہ بے قابو تھا۔ اسکے بعد جو مراحل انتظامیہ درپیش تھے وہ ایک سے ایک بڑھکر۔ اس لئے کہ سب سے اہم کام اسوقت خلافت کا مسئلہ تھا کہ تجہیز وتکفین کے ہر ہر جزو میں اسکی ضرورت تھی کہ ہر جزو میں اختلاف ہو رہا تھا۔ نیز نبی ہونیکی وجہ سے ہر ہر جزو میں حکم معلوم کرنیکی بھی ضرورت تھی۔ چنانچہ گذشتہ اختلاف سے معلوم ہو گیا کہ کوئی مکہ مکرمہ واپس لیجانے پر مصر تھا اور کوئی مدفن ابراہیمی پر لیجانا چاہتا تھا وغیرہ وغیرہ ایسے ہی تجہیز وتکفین اور صلوۃ الجنازہ میں اشکالات تھے کہ عام لوگوں کی تجہیز وتکفین ہمیشہ دیکھنے میں آئی مگر کسی نبی کو اس سے قبل دفنانے کی نوبت نہ آئی تھی کس طرح غسل دیا جائے کس طرح نماز پڑھی جائے ہر مسئلہ میں احادیث کے معلوم کرنیکی ضرورت تھی۔ چنانچہ کپڑوں ہی میں حضور کو غسل دیا گیا اور بغیر جماعت کے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی گئی۔ جیسا کہ آئندہ آرہا ہے اور تمام مسلمانوں کی علیحدہ علیحدہ نماز کیلئے جتنا وقت چاہئے تھا وہ بھی ظاہر ہے۔ اسکے علاوہ انصار میں بیعت کا مسئلہ بحث میں آجانے سے یہ مہم اور بھی زیادہ سخت بن گئی تھی کہ اگر کوئی نااہل امیر بن گیا تو دین کا سنبھالنا مشکل پڑجاویگا۔ اور اسکو امارت سے ہٹانا ایک مستقل فتنہ کا دروازہ ہوگا اس لئے اسوقت دین کا تحفظ صرف امارت ہی کے مسئلہ پر موقوف بنگیا تھا۔ چنانچہ شام تک بیعت کا مسئلہ طے ہوا اور دوسرے دن بیعت عامہ ہو جانیکے بعد پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے موافق ہر ہر مرحلہ سہولت سے طے ہوتا گیا۔ (۱۱) ابو سلمہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا اور سہ شنبہ کو دفن کئے گئے۔ **ف** منگل بدھ کی درمیانی شب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دفن فرمائے گئے جسکو عرفاً منگل کا دن بھی کہا جاسکتا ہے اور بدھ کا دن بھی۔ اس لئے یہ روایت پہلی روایت کے کچھ خلاف نہیں۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا کہ خلافت کے مسئلہ سے فراغت کے بعد سہ شنبہ کے دن ہی تجہیز وتکفین کی ابتداء ہوئی اور

ف۱ قال المناوی وفی نسخ بدل لیلۃ الثلثاء یوم الثلثاء وقال القاری قولہ لیلۃ الثلثاء ربالمد وزید فی بعض النسخ بعدہ ویوم الثلثاء ۱۲ ف۲ من اللیل ای لیلۃ الاربعاء علی ما علیہ الاکثر وفیہ اقوال اخر من لیلۃ الثلثاء ویوم الثلثاء وغیر ذلک قال المناوی وقال القاری قال فی جامع الاصول دفن لیلۃ الاربعاء وسط اللیل وقیل لیلۃ الثلثاء وقیل یوم الثلثاء والاول اکثر ۱۲ ف۳ المساحی بفتح المیم وکسر الحاء المھملۃ جمع مسحاۃ وھی کالمجرفۃ الا انھا من حدید علی ما فی الصحاح وفی النھایۃ ان میمہ زائدۃ لانہ من السحو بمعنی الازالۃ والکشف ۱۲ ف۴ قال القاری ھذا الایتانی ما فی الجامع من انہ وسط اللیل لان المراد بالوسط الجوف اذکان الابتداء من الوسط وانتھی الی آخر اللیل ۱۲

ودفن یوم الثلثاء[۵۱] قال ابو عیسی هذا حدیث غریب حدثنا نصر بن علی الجهضمی انا عبد الله بن داؤد قال ثنا سلمة بن نبیط[۵۲] اخبرنا عن نعیم[۵۳] بن ابی هند عن نبیط بن شریط[۵۴] عن سالم بن عبید[۱۲] وکانت له صحبة قال اغمی[۵۵] علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه فافاق فقال حضرت الصلوة فقالوا نعم فقال مروا بلالا فلیؤذن[۵۶] ومروا ابابکر فلیصل للناس او قال بالناس ثم اغمی علیه فافاق فقال حضرت الصلوة فقالوا نعم فقال مروا بلالا فلیؤذن ومروا ابابکر فلیصل بالناس فقالت عائشة ان ابی رجل اسیف[۵۷] اذا قام ذلک المقام بکی فلا یستطیع فلو امرت غیره قال ثم اغمی علیه فافاق فقال مروا بلالا فلیؤذن ومروا ابابکر فلیصل بالناس فانکن صواحب او صواحبات یوسف قال

چہارشنبہ کی شب میں فراغت ہوئی۔ (۱۲) سالم بن عبید صحابی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الوفات میں بار بار غشی ہوتی تھی اور جب افاقہ ہوتا تو زبان سے یہ نکلتا کہ نماز کا وقت ہو گیا یا نہیں اور نماز کا وقت ہو جانیکا حال معلوم ہونے پر چونکہ مسجد تک تشریف لیجانیکی طاقت نہ تھی اسلئے ارشاد عالی ہوتا کہ بلال سے کہو کہ نماز کی طیاری کریں اور صدیق اکبر نماز پڑھائیں متعدد مرتبہ ایسا ہی ہوا لیکن ابوبکر صدیق طبعی طور پر نرم دل پیدا ہوئے تھے رقت اکثر طاری ہو جاتی تھی اور پھر حضور کی ساتھ کا تعلق انکی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی جانتی تھیں کہ میرے باپ سے آپکی خالی جگہ نہ دیکھی جائیگی اسلئے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے درخواست کی کہ میرا باپ ابوبکرؓ رقیق القلب ہے جب حضور کی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں گے تو رونے لگیں گے اور نماز پڑھانیکی طاقت نہیں رکھیں گے اسلئے کسی اور کو فرما دیجئے کہ نماز پڑھائیں۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعدد مرتبہ سوال و جواب پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم یوسف علیہ السلام کے قصہ والی عورتیں بننا چاہتی ہو۔ ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھادیں۔ **ف** اس قول کی شرح میں کہ تم یوسفؑ والی عورتیں ہو علماء کے چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ تم سے مراد صرف عائشہؓ ہیں اور ان عورتوں سے مراد صرف زلیخا ہیں اور جمع کا لفظ تعظیمی محاورہ کے اعتبار سے فرمادیا۔ اس قول کے موافق (الف) تشبیہ بیجا بات پر اصرار کرنے میں ہے کہ جیسا زلیخا نے ایک ناحق اور نامناسب بات پر حضرت یوسفؑ پر بہت زیادہ اصرار کیا۔ ایسے ہی تم بھی ایک بےجا بات پر اصرار کر رہی ہو (ب) یہ کہ تشبیہ اس بات میں ہے کہ جیسے زلیخا نے اپنی ملامت کرنیوالیوں کو دعوت کے نام سے بلایا اور ظاہر یہ کیا کہ دعوت مقصود ہے لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھکر زلیخا کو معذور سمجھیں ایسے ہی حضرت عائشہ

---

[۵۱] قیل هذا سهو من شریک وقیل یجمع بینهما بان الحدیث الاول باعتبار الانتهاء وهذا باعتبار الابتداء یعنی الابتداء بتجهیزه فی یوم الثلثاء وفراغ الدفن من آخر لیلة الاربعاء ۱۲ ق [۵۲] بنون وموحدة کبیرة ومهملة مصغراً وسلمة هذا ولد نبیط بن شریط الاتی قال الحافظ فی ترجمة سلمة بن نبیط بن شریط بن انس الاشجعی ابو فراس الکوفی روی عن ابیه وقیل عن رجل عن ابیه وعن نعیم بن ابی هند الی آخرما قال ۱۲ [۵۳] اخبرنا بصیغة المجهول علی ما علیه الاکثر من شراح الشمائل وقیل بصیغة الفاعل فلفظ اخبرنا قبل سلمة زائد ویؤیده فقدانه فی بعض النسخ قال القاری فی نسخة صحیحة بخط میرک انبانا عبد الله بن داؤد قال سلمة بن نبیط اخبرنا بصیغة الفاعل عن نعیم بن ابی هند قال میرک یؤیده ایضاً ما وقع فی بعض النسخ حدثنا سلمة بن نبیط ان نعیم بن ابی هند اه ۱۲ [۵۴] شریط قال الجزری بفتح الشین المعجمة صحیح وبضمها غلط فاحش ۱۲ [۵۵] اغمی بصیغة المجهول ای غشی وفی الحدیث جواز الاغماء علی الانبیاء بخلاف الجنون فانه نقص ینافی مقامهم وقید الشیخ ابو حامد من الشافعیة بغیر الطویل وبه جزم البلقینی وقال السبکی لیس اغماؤهم کاغماء غیرهم لانه انما یستر حواسهم الظاهرة دون قلوبهم وقلوبهم الباطنة لانها اذا عصمت من النوم الاخف فالاغماء بالاولی واما الجنون فیمتنع منهم قلیله وکثیره قال القاری لانه ما نقص تشاء منهم مطلقاً فی مواضع ۱۲ [۵۶] بتشدید اللام من التاذین ای فلینادِ للصلوة وهو یحتمل کلاً من الاذان والاقامة والثانی اقرب قاله القاری وقیل بسکون الهمزة وتخفیف الذال بمعنی فلیعلم ۱۲ م [۵۷] فعیل بمعنی فاعل من الاسف وهو شدة الحزن ای یغلب علیه الحزن والبکاء ۱۲ م

فأمر بلال فأذن وأمر ابوبكر فصلى بالناس ثم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم وجد خفة فقال انظروا لي من اتكئ عليه فجاءت بريرة ورجل اخر فاتكأ عليهما فلما راه ابوبكر ذهب لينكص فأومأ اليه ان يثبت مكانه حتى قضى ابوبكر صلوته ثم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض فقال عمر والله لا اسمع احدا يذكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض الا ضربته بسيفي هذا قال كان الناس اميين لم يكن فيهم نبي قبله فامسك الناس قالوا يا سالم انطلق الى صاحب رسول الله

رضی اللہ عنہا بھی ظاہر تو یہ فرماتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہونیکی طاقت نہیں رکھتے لیکن دل میں یہ ہے جیسا کہ خود حضرت عائشہؓ سے دوسری جگہ منقول ہے کہ مجھے حضور سے بار بار مراجعت کرنیکا تقاضا اسوجہ سے ہو رہا تھا کہ میرے نزدیک لوگ اُس شخص کو کبھی بھی پسند نہ کرینگے جو حضور کی جگہ کھڑا ہو اور اُسکو منحوس سمجھیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تم سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں اور حضرت یوسف والی عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جنکو زلیخا نے دعوت کے نام سے بلایا تھا اس قول کے موافق بھی (الف) تشبیہ بے جا بات پر اصرار میں ہو کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما بے جا بات پر اصرار فرمارہی تھیں۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت حفصہ نے بھی اس چیز پر اصرار کیا۔ (ب) یہ کہ تشبیہ دیسی دل کے خلاف بات ظاہر کرنیکا اصرار کرنے میں ہے کہ (حضرت عائشہؓ کے ذہن میں تو یہ مضمون تھا کہ لوگ حضور کی جگہ حضرت صدیق کو کھڑا ہوا دیکھ کر تو نحوست کا وسوسہ کرینگے۔ اور حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ سے بھی اپنی موافقت پر اصرار کرایا اور ان کے دل میں اپنے والد کی بڑھوتری ہو کہ نبی کی نیابت کا حق ادا کرنیکا داعیہ ہو اسلئے حضور نے انکو یوسف علیہ السلام کے قصہ والیوں کے ساتھ تشبیہ دی کہ وہ ظاہر میں تو حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا کی موافقت کا اصرار کررہی تھیں لیکن درحقیقت ہر ایک اپنی طرف مائل کرنیکا انداز برت رہی تھی بعض علماء نے وجوہ تشبیہ اور بھی تبلائی ہیں۔ چونکہ حدیث طویل تھی اسلئے اس فائدہ کو مختصر طور پر درمیان میں لکھدیا آگے بقیہ حدیث کا ترجمہ آتا ہے اور کچھ فوائد بھی مختصر درمیان میں آگئے۔ بعض روایات میں اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ اللہ جل شانہ اور مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کو نہیں مانیں گے) امتثال حکم پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی (اور حضور کے وصال تک سترہ نمازیں ادا فرمائیں اسلئے کہ یہ قصہ جسکا ذکر اوپر سے ہو رہا ہے پنجشنبہ کی شام کا ہے کہ پنجشنبہ کے روز حضور اقدس کی طبیعت مبارک زیادہ ناساز رہی اور جمعہ کی شب میں عشا کی نماز کے وقت کی یہ تمام گفتگو ہے اور عشا کی نماز سے حضرت ابوبکر رضہ نے نماز پڑھانا شروع کی اور دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت حضور کا وصال ہوا اسلئے کل سترہ نمازیں ہوتی ہیں جو مسلسل حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور کے شدت مرض کے ایام میں پڑھائیں۔ بندۂ ناکارہ کے نزدیک چونکہ مرض کی ابتداء اس سے

ـه۱ قال میرک اسمه نوبة بضم النون والموحدة المخففة كما جاء في بعض الروايات ووهم من زعم انه امرأة قال القاري في رواية ابن حبان بريرة ونوبة وضبطه ابن حجر بضم فسكون ثم قال بانه امة هذا وجاء في رواية الشيخين في سياق آخر عطاف عباس وعلى وفي طريق آخر ويده على الفضل بن عباس ويده على رجل آخر وجاء في رواية احدهما اسامة وعند الدارقطني اسامة والفضل وعند ابن سعد الفضل وثوبان وجمعوا بين هذه الروايات على تقدير ثبوت جميعها بتعدد الخروج او بانهم تناوبوا ۱۲ ق ـه۲ قال الحنفي بضم الكاف وقال القاري الاولى ان يضبط بكسر الكاف طبق ما في القرآن على اعقابكم تنكصون بالكسر على ما اجمع عليه قراء السبعة والعشرة وما نقله ثم قال الزجاج يجوز ضم الكاف وكذا جوزه صاحب الصحاح اي ليتاخر والنكوص الرجوع القهقرى ۱۲ ـه۳ بالهمز على التصحيح وفي نسخة فاومى وفي نسخة فاومئ على التخفيف اي اشار النبي صلى الله عليه وسلم ۱۲ ق ـه۴ قال السندي ظاهره ان النبي صلى الله عليه وسلم اقتدى به وبه صرحت رواية البيهقي وقال القاري ظاهره انه صلى الله عليه وسلم رجع خلافا لابن حجر حيث قال ظاهره انه صلى الله عليه وسلم اقتدى به والمعتمد عندنا ان اقتداءه به كان قبل ذلك اه ۱۲ ـه۵ لا اسمع الخ وكان يقول انما ارسل اليه صلى الله عليه وسلم كما ارسل الى موسى عليه السلام فلبث عن قومه اربعين ليلة ولكن انه من الغشيان

صلی اللہ علیہ وسلم فادع فاتیت ابابکر وھو فی المسجد فاتیتہ ابکی دھشا فلما رآنی قال اقبض رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قلت ان عمر یقول لا اسمع احدا یذکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض الا ضربتہ بسیفی
ھذا فقال لی انطلق فانطلقت معہ فجاء ھو والناس قد دخلوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا
ایھا الناس افرجوا لی فافرجوا لہ فجاء حتی اکب علیہ ومسہ فقال انک میت وانھم میتون ثم قالوا یا صاحب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم فعلموا ان قد صدق وقالوا یا صاحب رسول اللہ اتصلی

بہت پہلے سے تھی اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے ان ایام میں بھی کبھی کبھی نماز پڑھائی۔ دوران مرض میں ایک مرتبہ حضور کو کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا دیکھو کوئی سہارا دیکر مسجد تک لیجانیوالا ہے۔ اس ارشاد پر دو شخصوں نے حضور کا ہاتھ پکڑا اور حضور انکے سہارے مسجد تک تشریف لیگئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور کو دیکھکر پیچھے ہٹنے کا ارادہ فرمایا تو حضور نے اشارہ سے منع فرمادیا اور صدیق اکبر نے نماز پوری کردی (بالآخر دوشنبہ کے روز) حضور کا وصال ہوگیا (صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوپر یہ سخت وقت جسقدر بھی مشکل اور کٹھن تھا وہ ظاہر ہے منافقین اور مخالفین کے فتنے اور حضور کے ۲۳ سالہ باغ کی حفاظت اور ان سب کی ساتھ حضور جیسی قدسی ذات کی مفارقت اور اس محبوب کی جدائی جسکی بدولت گھر باہر خویش و اقارب مال و متاع سب لٹا دیا تھا اور چونکہ آج صبح سے افاقہ کے آثار معلوم ہورہے تھے جو درحقیقت سنبھالا تھا نہ کہ افاقہ۔ اسلئے حضور کے وصال کی خبر کا باوجود بہت جلد خبر مشہور ہوجانیکے بہت سے حضرات کو یقین نہیں آیا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (جیسے باعظمت اور قوی القلب آدمی بھی باایں فضل و کمال اور بدیں شجاعت و ہمت تحمل نہ فرماسکے اور ازخود رفتہ ہوکر برہنہ تلوار لیکر کھڑے ہوگئے اور یہ) فرمانے لگے کہ واللہ (حضور کا وصال نہیں ہوا) جو شخص یہ کہے گا کہ حضور کا وصال ہوگیا ہے اسکی گردن اڑا دونگا چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کسی نبی کی وفات کا پہلے سے تجربہ نہیں تھا کہ اس سے پہلے کوئی نبی ان میں نہیں ہوا تھا اور عام طور سے امی تھے کہ پہلے انبیاء کی کتب اور حالات بھی نہ پڑھ سکتے تھے۔ اسلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر سب ساکت ہوگئے کہ ممکن ہے ایسا ہی ہو بعض صحابہؓ نے سالم سے کہا کہ حضور کے ساتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر لاؤ (وہ ہی اس طغیانی کے وقت اس کشتی کو کنارہ لگائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افاقہ کی صورت دیکھکر حضور کی اجازت سے گھر والوں کی خبر لینے کیلئے اپنے مکان تشریف لیگئے ہوئے تھے جو تقریباً ایک میل تھا) سالم کہتے ہیں کہ میں روتا ہوا متحیرانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اسوقت

۵۱ قال القاری الظاہر مسجد محلتہ وبہ جزم النووی وغیرہ والظاہر عندی ان المراد المسجد النبوی لما فی جمع الوسائل من روایۃ ان ابابکرؓ ارسل غلامہ لیاتیہ بخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءہ الغلام فقال سمعت انہم یقولون مات محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرکب ابوبکر علی الفور وقال واعمراہ وانقطاع ظہراہ وبکی فی الطریق حتی اتی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخرج البخاری بروایۃ عائشۃ ان ابابکرؓ اقبل علی فرس من مسکنہ بالسنح حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشۃ فتیمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مغشی بثوب حبرۃ الحدیث وفی المواہب اللدنیۃ عن سالم بن عبید قال لما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اجزع الناس کلھم عمر بن الخطاب فاخذ بقائم سیفہ وقال لا اسمع احدا یقول مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ضربتہ بسیفی ہذا قال فقال الناس یا سالم اطلب صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فخرجت الی المسجد فاذا بابی بکر فلما رأیتہ اجہشت بالبکاء فقال یا سالم امات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث فالظاہر من ہذہ الروایات ان المراد المسجد النبوی وان ابابکر لما استخبر من الغلام واجاب بانہ سمع ذلک رجع ابوبکر من السنح علی فرس ودخل المسجد فلاقی سالما وسالہ تصدیق الخبر ۱۲ ۵۲ قال المناوی وفی نسخ وقال لی فجواب لما قولہ قلت ان عمر اہ وقال القاری بالواو وقیل قال علی ما فی الاصول المصححۃ والظاہر ترکہا وقال میرک یحتمل ان یقال جملۃ وقال جملۃ حالیۃ او اعتراضیۃ وجواب لما قولہ قلت ان عمر اہ الخ ۱۲ ۵۳ مخففۃ من الثقیلۃ یعنی صدق فی اخبارہ بموتہ صلی اللہ علیہ وسلم لاستدلالہ بالآیۃ ۱۲ +

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قالوا وکیف قال یدخل قوم فیکبرون ویدعون ویصلون ثم یخرجون ثم
یدخل قوم فیکبرون ویصلون ویدعون ثم یخرجون حتی یدخل الناس قالوا یا صاحب رسول اللہ ایدفن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قالوا این قال فی المکان الذی قبض اللہ فیہ روحہ فان اللہ لم یقبض
روحہ الا فی مکان طیب فعلموا ان قد صدق ثم امرھم ان یغسلہ بنو ابیہ واجتمع المہاجرون
یتشاورون فقالوا انطلق (انطلقوا خ) بنا الی اخواننا من الانصار ندخلھم معنا فی ھذا الامر فقالت الانصار منا امیر ومنکم

مسجد میں تھے میری مضطربانہ حالت دیکھکر دریافت فرمایا کیا حضور کا وصال ہوگیا میں نے اُسکی اطلاع کی اور یہ بھی عرض کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ میں جسکو یہ کہتے ہوئے سُنونگا کہ حضور کا وصال ہوگیا اسکی گردن اڑا دونگا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میری ساتھ تشریف لائے اور مجمع کو ہٹاکر حضور کے پاس تشریف لیگئے اور حضور کے چہرۂ مبارک پر گہری نظر ڈالکر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور یہ آیت پڑھی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک تم بھی وفات پانے والے ہو اور وہ سب دشمن بھی مرنے والے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ اے حضور کے رفیق کیا آپ کی وفات ہوگئی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیشک آپ دار البقا کو روانہ ہو چکے ہیں اُس وقت صحابہؓ کو یقین ہوگیا۔ پھر انھوں نے آپ سے دیگر امور دریافت کئے اس لئے کہ ہر ہر جز میں احتمال خصوصیت تھا اس لئے اول نماز جنازہ کو پوچھا کہ حضور پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ پڑھی جائیگی صحابہؓ نے پوچھا کہ کس طرح پڑھیں (تمام اہل مدینہ مشتاق ہیں) آپ نے فرمایا کہ ایک ایک جماعت حجرہ کے اندر جاوے اور بلا جماعت نماز پڑھکر چلی آوے اسی طرح سب لوگ نماز پڑھیں۔ پھر صحابہؓ نے پوچھا کیا حضور دفن کئے جاویں گے آپ نے فرمایا کہ یقیناً دفن کئے جاوینگے انھوں نے پوچھا کہ کس جگہ قبر شریف بنائی جاوے گی آپ نے فرمایا کہ جس جگہ آپ کا وصال ہوا ہے وہی جگہ مدفن ہے۔ اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کا وصال اُسی جگہ فرمایا جو جگہ حق تعالیٰ شانہ کو پسندیدہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر ہر بات پر اطمینان ہوتا رہا اور بیشک سچ فرمایا کہتے رہے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل بیت اور حضور کے قریب رشتہ داروں کو تجہیز و تکفین کے انتظام کا حکم فرمایا اور حفاظت اسلام اور رفع اختلافات کے لئے کسی شخص کو مدار رائے بنانے کی تجویز شروع ہوئی۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ جب تلوار سُونتے ہوئے کھڑے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور کا وصال ہوگیا اُس کی گردن اُڑا دوں گا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے اس مقولہ پر تنبیہ فرمائی اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں کلام پاک کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ تلاوت فرمائی اُس کے بعد ارشاد فرمایا

---

۵۱ یدخل الا قیل ان فوجا فوجا دخلوا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وکل واحد منہم صلی علیہ علیحدۃ وروی ان علیاً قال لا یؤم احدکم علیہ لانہ امامکم حال حیوتہ وحال مماتہ وقد روی فی بعض الروایات انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصی علی الوجہ المذکور ولذا وقع التاخیر فی دفنہ ۱۲ ۵۲ ای اربع تکبیرات والواو لمطلق الجمع اذ الصلوۃ مقدمۃ علی الدعاء وقدم الدعاء لما تقرر ان الاستفہام للتردد فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم ہل یحتاج الی الدعاء فانہ مغفور لہ لا محالۃ فلا حاجۃ الی الدعاء قال القاری ولم یذکر التسبیح لما ہو معلوم من وقوعہ بعد التکبیرۃ الاولی ۱۲ ۵۳ ای وہکذا حتی یصلی الناس جمیعا وروی ابن ماجۃ انہم لما فرغوا من جہازہ یوم الثلثاء وضع علی سریرہ فی بیتہ ثم دخل الناس ارسالا ای قوما بعد قوم یصلون علیہ حتی اذا فرغوا ادخلت النساء حتی اذا فرغن دخل الصبیان ثم لم یؤم الناس علیہ احد وروی عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال لا یؤم احدکم علیہ لانہ امامکم حال حیوتہ وحال مماتہ وورد فی بعض الروایات انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصی علی الوجہ المذکور وروی الحاکم فی المستدرک والبزار انہ المصطفی حین جمع اہلہ فی بیت عائشۃ قالوا فمن یصلی علیک قال اذا غسلتمونی وکفنتمونی فضعونی علی سریری ثم اخرجوا عنی ساعۃ فان اول من یصلی علی جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملئکۃ باجمعہم ثم ادخلوا علی فوجا بعد فوج فصلوا علی وسلموا تسلیما ۱۲ ۵۴ بنو ابیہ وہم علی والعباس وابناہ فضل وقثم واسامۃ بن زید وصالح الحبشی والمراد بنی ابیہ مباشرتہم لغسلہ وہولا ینافی مساعدۃ غیرہم ۱۲ +

امیر فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ من لہ مثل ھذہ الثلث ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا من ھما قال ثم بسط یدہ فبایعہ وبایعہ الناس بیعۃ حسنۃ جمیلۃ حدثنا نصر بن علی

کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہو تو حضور کا تو وصال ہو چکا لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا ہو تو اللہ جل جلالہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا لوگ سب کے سب حضرت ابو بکرؓ کے خطبہ کی آواز سنکر ممبر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اسی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ دین کی حفاظت کے لئے ایک شخص کی ضرورت ہے جو اس کی نگرانی کرے اور اسکی حفاظت کرے تم لوگ اپنی اپنی رائیں اس بارہ میں بتاؤ۔ مہاجرین نے آپس میں مشورہ کیا پھر یہ تجویز ہوا کہ انصار کی شرکت بھی اس مشورہ میں ضروری ہے ان کی شرکت سے کوئی امر قرار پانا چاہئے اس لئے ان کی مجلس میں یہ حضرات گئے وہاں یہ مسئلہ پہلے سے چھڑا ہوا تھا۔ انصار نے یہ تجویز کی کہ انصار میں ایک امیر مستقل ہو اور مہاجرین میں علیحدہ امیر ہو اس پر حضرت ابو بکرؓ نے حضور کا ارشاد الائمۃ من قریش امیر قریش میں سے ہو نقل کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کون ہے وہ شخص جس کیلئے ایک ہی واقعہ میں تین فضیلتیں ہوں چہ جائیکہ اور فضائل اور پھر یہ تین بھی ایسی کہ جن میں ہر ایک کمال فضل پر دال ہو۔ اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ اتحاد وارتباط اور تنہائی کے وقت ساتھ دینا جس کو حق تعالیٰ شانہ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار سے ارشاد فرما رہے ہیں۔ دوسرے حق تعالیٰ شانہ ان کو حضور کا ساتھی اور رفیق فرما رہے ہیں۔ تیسرے اللہ جل شانہ کی معیت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اللہ معنا اللہ ہماری ساتھ ہے اس وقت حضور اور حضرت صدیق اکبرؓ دو ہی حضرات وہاں تھے جن کے متعلق حضور نے ہماری ساتھ فرمایا تم ہی بتاؤ کہ وہ دو کون تھے جن کا آیت میں ذکر ہے۔ کس قدر بڑی ذات ہے ان دونوں حضرات کی (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی برابر کونسی ہستی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی گفتگو درمیان میں ہوتی رہی جو مختلف روایات میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے انصار کی جماعت تمہیں معلوم ہے کہ حضور نے ابو بکرؓ کو مصلے پر کھڑا کیا اور بیماری کی زمانہ میں حکماً نماز پڑھوائی تم میں سے کون گوارا کر سکتا ہے کہ ایسے شخص کو امامت سے ہٹا دے جس کو حضور نے امام بنایا ہو انصار نے کہا اللہ کی پناہ ہم ابو بکر سے آگے نہیں بڑھ سکتے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کے لئے ہاتھ پھیلا دیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اس کے بعد سقیفہ کے سب لوگوں نے برضا و رغبت بیعت کی۔ **ف**۔ یہ ابتدائی بیعت تھی جو انصار کی مجلس میں ہوئی اس کے بعد دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی جس میں اول حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ جس میں حضرت ابو بکرؓ کے فضائل بھی تھے اور دیگر امور ارشاد فرمائے اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم میں کبھی بھی خلیفہ بننے کا خواہشمند نہیں ہوا۔ نہ مجھے کبھی اس کی ترغیب ہوئی نہ کبھی بھی پوشیدگی میں یا علانیہ اس کے حصول کی دعا کی۔ اپنے انکار پر امت میں فتنہ پیدا ہو جانے کے ڈر سے میں نے اس کو قبول کیا ہے مجھے اس میں کوئی راحت نہیں ہے اور جو کام مجھ پر ڈالدیا گیا میری

لہ من لہ مثل ھذہ الثلثۃ الخ ای من ثبت لہ مثل ھذہ الفضائل الثلثۃ التی لابی بکر فھو استفھام انکاری قال الانصار حیث توھموا ان لھم حقا فی الخلافۃ اذ جعل رسولہ ثانی اثنین والثانیۃ اثبات الصحبۃ والثالثۃ اثبات المعیۃ ۱۲ ؎ من ھما الاستفھام للتقریر والتفخیم ای من الاثنان المذکوران فی ھذہ الآیۃ ای ھل ھما الا النبی وابو بکرؓ والاستفھام للتقریر والتفخیم او للتھویل والعدا الحنفی اذ قال یجوز ان یرجع الضمیر الی الامیرین فحینئذ یکون الاستفھام للانکار والتحقیر ۱۲ ؎ لوقوعھا عن ظہور واتفاق من اہل الحل والعقد ولذا اکدہ بقولہ جمیلۃ قالہ المناوی [illegible] ۱۲

ثنا عبد اللہ بن الزبیر شیخ باہلی قدیم بصری ثنا ثابت البنانی عن انس بن مالک قال لما وجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کرب الموت ما وجد فقالت فاطمۃ واکرباہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا کرب علی ابیک بعد الیوم انہ قد حضر من ابیک ما لیس بتارک منہ احدا الوفاۃ یوم القیمۃ حدثنا ابو الخطاب زیاد بن یحیی البصری و نصر بن علی قالا حدثنا عبد ربہ بن بارق الحنفی قال سمعت جدی ابا امی سماک بن ولید یحدث انہ سمع ابن عباس یحدث انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کان لہ فرطان من امتی ادخلہ اللہ تعالی بہما الجنۃ فقالت لہ عائشۃ فمن کان لہ فرط من امتک قال ومن کان لہ فرط یا موفقۃ قالت فمن لم یکن لہ فرط من امتک قال فانا فرط لامتی لن یصابوا بمثلی

باب ما جاء فی میراث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا احمد بن منیع ثنا حسین بن محمد ثنا اسرائیل عن ابی اسحاق

طاقت سے باہر ہے۔ اللہ ہی کی مدد کچھ کام چل سکتا ہے۔ (۱۴۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الوفات کی سخت تکلیف برداشت فرما رہے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ہائے ابا کی تکلیف۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد تیرے باپ پر کچھ تکلیف نہیں رہے گی۔ بیشک آج تیرے باپ پر وہ اٹل چیز اتری ہے یعنی موت جو قیامت تک کبھی کسی سے ٹلنے والی نہیں۔ **ف**۔ ہائے کا لفظ عربی میں اظہار افسوس کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے مقصود رنج کا اظہار ہے۔

(۱۴۴) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے دو بچے ذخیرہ آخرت بنجاویں تو حق تعالیٰ شانہ اُن کی بدولت اُس کو ضرور جنت میں داخل فرما دیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس کا ایک ہی بچہ ذخیرہ بنا ہو اُسکا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جسکا ایک ہی بچہ چلدیا ہو وہ بھی بخشدیا جاویگا۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ جسکا ایک بھی بچہ نہ مرا ہو تو آپ نے فرمایا کہ اُن کیلئے میں ذخیرہ آخرت بنونگا اسلئے کہ میری وفات کا رنج آل و اولاد سب سے زیادہ ہوگا۔

ف۔ یقیناً حضور کی جدائی ایسی ہی چیز ہے کہ ماں باپ اعزہ احباب بیوی اولاد ہر شخص کی جدائی اور موت حضور کی جدائی اور وفات کے مقابلہ میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اسی لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری جدائی کی مصیبت سے تسلی حاصل کرے یعنی یہ سوچے کہ جب حضور کی مفارقت کو صبر کرلیا تو اُسکے مقابلہ میں یہ کیا حقیقت رکھتی ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا ذکر

ف۔ اس باب میں مصنفؒ نے سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں سب کا حاصل یہی ہے کہ آپ کا جملہ متروکہ مال صدقہ ہے وہ وارثوں

---

[۱] بفتح الکاف وسکون الراء وہا ساکنۃ فی آخرہ ثم یاخذ بالنفس الی اشتد علیہ ۱۲ ق [۲] قولہ ای امر عظیم لیس اللہ عز وجل بتارک من ذلک الامر احدا والوفاۃ بیان لما وفی نسخۃ الموافاۃ بدل الوفاۃ وہو بمعنی الاتیان والملاقاۃ وقیل یفسر الموافاۃ ہہنا بالوفاۃ ۱۲ ق [۳] یوم القیمۃ منصوب بنزع الخافض وہو کلمۃ الی وجوز ان یکون مفعولا فیہ ویراد بہ یوم الوفاۃ لان یوم موت کل احد یوم قیامتہ کما ورد ۱۲ ق [۴] بفتح الفاء والراء تثنیۃ فرط وہو المتقدم فی طلب الماء فیہی لہم الارشاء والدلاء ویمدد الحیاض ویستقی لہم فعل بمعنی فاعل کتبع بمعنی تابع ۱۲ [۵] تعلم شرایع الدین او فی الخیرات والمسئلۃ الواقعۃ موقعہا او المعنی وفقک اللہ لما یحصل بسبب السوال عنہ وہذا اکثر یعنی بہا علی السوال ۱۲ [۶] اصلہ موراث قلبت الواو یاء لسکونہا وانکسار ما قبلہا مصدر بمعنی الموروث ای المخلف من المال والمراد نفیہ

عن عمرو بن الحارث اخی جویریة له صحبة قال ما ترک رسول الله صلی الله علیه وسلم الا سلاحه وبغلته وارضا جعلها صدقة

حدثنا محمد بن المثنی ثنا ابو الولید ثنا حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة قال جاءت فاطمة

پر تقسیم نہیں ہوگا۔ یہ علماء کا اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی عالم کا بھی اہل سنت والجماعة میں سے خلاف نہیں ہے کہ حضور کے ترکہ میں وراثت نہ تھی البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ خاص تھا یا تمام انبیاء کا یہی حکم ہے جمہور علماء کی یہی رائے ہے کہ تمام انبیاء کا یہی حکم ہے کہ ان کے متروکہ مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اس کی وجوہ میں علماء کے متعدد اقوال ہیں اور متعدد وجوہ ہونے میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے مختصراً چند وجوہ لکھی جاتی ہیں۔ ۱ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں لہٰذا ان کی ملک باقی رہتی ہے اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں سے کسی کے نکاح کرنے کی قرآن پاک میں صاف لفظوں میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ۲ نبی کی کوئی چیز زندگی میں بھی ملک نہیں ہوتی وہ متولیانہ تصرف کرتے ہیں۔ صوفیہ میں بھی یہ مقولہ مشہور ہے الصوفی لا یملک صوفی مالک کسی چیز کا نہیں ہوتا۔ یہ مطلب نہیں کہ شرعاً مالک نہیں ہوتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا پائیدا چیزوں کو اپنی نہیں سمجھتا۔ ۳ دنیا کی ہر چیز اللہ کی ملک ہے اور نبی اللہ کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تصرف کرتا ہے ۴ اگر انبیاء کے مال میں میراث جاری ہو تو احتمال ہے کہ کوئی بدنصیب وارث مال کی طمع میں نبی کی ہلاکت کا ذریعہ بنے یا تمنا کرے اور دونوں چیزیں اُس کی بربادی کا سبب ہوں گی۔ ۵ لوگوں کو یہ واہمہ نہ گذرے کہ نبوت کا دعویٰ مال جمع کرنے کے واسطے اور اپنے اہل وعیال کو مالدار چھوڑ کر جانے کیواسطے ہے ۶ مال کے زنگ اور میل کچیل سے ان کی قدسی ذات کو محفوظ رکھنے کی وجہ سے ہے ۷ نبی تمام امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہے لہٰذا اُس کا مال تمام اولاد کا مال ہے۔ وغیرہ وغیرہ اللہ کے احکامات کی حکمتیں بے نہایت ہوتی ہیں آدمی اپنی اپنی سمجھ کے موافق حکمتوں کا بیان کرتے ہیں ان کے علاوہ نہ معلوم کتنی حکمتیں اللہ کے علم میں ہیں۔ (۱) عمرو بن الحارث جو ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں صرف ہتیار اور (اپنی سواری کا) خچر اور کچھ حصہ زمین کا چھوڑا تھا اور اُن کو بھی صدقہ فرما گئے تھے۔ **ف** چونکہ یہ چیزیں صدقہ کے حدود میں داخل ہو گئی تھیں۔ اس لئے ان میں میراث جاری نہیں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمالی کپڑوں کا ذکر معمولی چیز ہونے کی وجہ سے نہیں کیا گیا۔ (۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور دریافت فرمایا کہ تمہارا کون وارث ہوگا۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے اہل وعیال۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا پھر میں اپنے والد کے متروکہ کی وارث کیوں نہیں بنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ البتہ (میں وقف کا متولی ہونے کی وجہ سے) جن لوگوں کا روزینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرما رکھا تھا اُس کو میں بھی ادا کر دوں گا۔ اور جن لوگوں

---

۵۱ بکسر السین ای ما کان یختص بلبسه من نحو سیف ودرع ورمح ومغفرة ۲ ۵۲ وبغلته البیضاء التی یختص برکوبها وهی الدلدل وکان له بغال اخر وقد اخرجه البخاری بسنده الی عمرو بن الحارث بلفظ ما ترک رسول الله صلی الله علیه وسلم عند موته درهما ولا دینارا ولا عبدا ولا امة ولا شیئا الا بغلته البیضاء وسلاحه وارضا جعلها صدقة قال العینی رحمه الله کانت له صلی الله علیه وسلم ست بغال بغلة شهباء یقال لها الدلدل اهداها له المقوقس وبغلة یقال لها فضة اهداها له فروة الجذامی فوهبها لابی بکر وبغلة بعثها صاحب دومة الجندل وبغلة اهداها ملک ایلة یقال لها ایلیة وقال مسلم کانت بیضاء وبغلة اهداها النجاشی وبغلة اهداها کسری ولم یثبت ولم یکن فیها بیضاء الا الایلیة ولم یذکر اهل السیر بغلة بقیت بعده صلی الله علیه وسلم الا الدلدل قالوا انها عمرت حتی کانت عند علی ثم بعده عند عبد الله بن جعفر وکان یجش لها الشعیر لتاکله لضعفها ولعلها هی التی فی الحدیث لان الشهبة غلبة البیاض علی السواد وقد تسمی الشهباء بیضاء اه مختصرا ۵۳ جعلها صدقة قیل الضمیر راجع الی الثلثة لقوله علیه السلام نحن معاشر الانبیاء

الی ابی بکر رضی اللہ عنہما فقالت من یرثک فقال اھلی وولدی فقالت فمالی لا ارث ابی فقال ابو بکر سمعت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا نورث ولکنی اعول من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعولہ وانفق علی من کان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ینفق علیہ **حدثنا** محمد بن المثنی ثنا یحیی بن کثیر العنبری ابو غسان ثنا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ **عن**

ابی البختری ان العباس و علیا جاآ الی عمر یختصمان یقول کل واحد منہما لصاحبہ انت کذا انت کذا فقال عمر لطلحۃ والزبیر

وعبد الرحمن بن عوف وسعد نشدتکم باللہ اسمعتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل مال نبی صدقۃ الا ما

اطعمہ اللہ انا لا نورث وفی الحدیث قصۃ **حدثنا** محمد بن المثنی ثنا صفوان بن عیسی عن اسامۃ بن زید عن الزھری عن عروۃ

پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے اُن پر میں بھی خرچ کرونگا۔ **ف**۔ بظاہر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ خیال فرماتی تھیں کہ بادشاہ ہونیکی وجہ سے حضور کے مال کو ترکہ میراثی قرار نہیں دیا گیا اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا بھی کوئی وارث ہوگا یا نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرعی مسئلہ کے موافق جواب مرحمت فرمایا اور حضور کی اپنی حدیث کے موافق جس میں انھوں نے فرمایا کہ اس مال کو بیت المال میں واپس کردینا۔ اُس کے موافق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بھی کوئی وارث نہیں ہوا۔ حضور کا یہ ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا مشہور حدیث ہے جو مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے۔ بعض روایات میں اتنا ہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا بعض روایات میں ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے مسوی میں لکھا ہے۔ یہ مضمون کہ حضور کا کوئی وارث نہیں ہے دس صحابہ سے زیادہ حضرات سے منقول ہے۔ (٣) ابو البختری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عباس اور حضرت علی دونوں حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اُن کے پاس تشریف لائے۔ ہر ایک دوسرے پر اعتراض کر رہا تھا اور اُس کو انتظام کے ناقابل بتا رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت عبد الرحمن بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص ان سب حضرات کو متوجہ فرما کر یہ کہا کہ تمھیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تم سب نے حضور سے یہ نہیں سُنا کہ نبی کا تمام مال صدقہ ہوتا ہے بجز اُس کے جو وہ اپنے اہل کو کھلائے ہم انبیاء کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے۔ اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔ **ف**۔ امام ترمذی کا مقصود صرف میراث نہ ہونیکا ذکر تھا وہ حاصل ہوگیا تھا اس لئے پورا قصہ طویل ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔ امام ابو داؤد نے اس کو ذرا تفصیل سے ذکر کیا اور تھوڑا سا ذکر کرنیکے بعد

لہ ادخل اباہ ابا قحافۃ فی الاہل تغلیبا فلا ضیر فی حصرہ الوارث فی الاہل والولد ونص علی الولد مع دخولہ فی الاہل لانہ مناط مقصود فاطمۃ ١٢ م لہ بضم النون وسکون الواو وفتح الراء وفی نسخۃ بکسر الراء وفی المغرب بکسر الراء خطأ روایۃ یعنی لا یصح درایۃ اذ المعنی لا نترک میراثا لاحد لمصیرہ صدقۃ حتی زعم بعضہم ان الاظہر فی الصحاح والمغرب یقال ورثہ مالا ترکہ میراثا لہ ثم قال سیرک اصل المجہول لا یورث منا فحذفت من واستتر ضمیر المتکلم فی الفعل فانقلب الفعل من الغائب الی المتکلم ولا یخفی ان ہذا مبنی علی انہ لا یتعدی الی المفعول الثانی بنفسہ علی ما ذہب الیہ صاحب القاموس وغیرہ واما علی ما جعلہ بعض للمفعولین متعدیا الیہ بنفسہ فلا حذف ولا تحویل ففی التاج للبیہقی انہ یتعدی الی المفعول الثانی بنفسہ وبمن فیقال ورثہ اباہ مالا فالاب والمال کلاہما موروث وقول فاطمۃ فی ہذا الحدیث من یرثک ومالی لا ارث ابی موافق لہ ١٢ ق لہ الظاہر انہ عطف تفسیر کما قالہ الحنفی ولکن ان یفرق بینہما بان یخص قولہ اعول باہل بیتہ کما یشیر الیہ لفظ العیال ویراد بقولہ انفق غیر اہل بیتہ فائدۃ فیہ ابن حجر من انہ جمع بینہما تاکید ١٢ ق لہ ابی البختری بفتح الموحدۃ واسکان الخاء المعجمۃ وفتح المثناۃ الفوقانیۃ ہو سعید بن فیروز بن ابی عمران فما قیل بالحاء المہملۃ منسوب الی البحتر بمعنی حسن المشی لیس بشیء قال القاری والحدیث اخرجہ ابو داؤد بروایۃ عمرو بن مرزوق عن شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی البختری قال سمعت حدیثا من رجل فاعجبنی فقلت اکتبہ لی فاتی بہ مکتوبا مذبرا دخل العباس وعلی علی عمر الحدیث مختصرا واحال بعض متنہ علی حدیث مالک بن اوس وقال الحافظ فی التقریب ابو البختری عن رجل لعلہ مالک بن اوس احد فی الشمائل ترک الواسطۃ فلیحرر وفی التہذیب کان کثیر الحدیث یرسل حدیثہ

عن عائشة[ف] ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال لا نورث ما ترکنا[۵۱] فهو صدقة

حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمٰن بن مهدی ثنا سفیان عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة[ف] عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال لا یقسم[۵۲] ورثتی دینارا[۵۳] ولا درهما ما ترکت بعد نفقة نسائی ومؤنة[۵۴] عاملی[۵۵] فهو صدقة

حدثنا الحسن بن علی الخلال[۶] ثنا بشر بن عمر قال سمعت مالک بن انس عن الزهری

مالک بن اوسؓ کی حدیث پر جو آگے آرہی ہے حوالہ کر دیا اس لئے کہ مالک بن اوس کی روایت مشہور تھی، حدیث کی سب کتابوں میں کثرة سے ذکر کی گئی۔ بخاری شریف، مسلم شریف اور خود ابو داؤد شریف میں مفصل مذکور تھی اس لئے ایک قصہ کو پورا کا پورا ہر جگہ ذکر کرنا تطویل کا سبب تھا۔ ابو داؤد شریف کی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو البختری کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت پسند آئی میں نے اُن سے درخواست کی کہ یہ حدیث مجھے لکھدیجئے تو وہ ایک نہایت پختہ تحریر لائے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ شخص غالباً مالک بن اوس ہی ہیں۔ اُس تحریر میں یہ لکھا تھا کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضی اللّٰہ عنہما حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے پاس اُسوقت حضرت طلحہ، زبیر، سعد، عبد الرحمٰن رضی اللّٰہ عنہم اجمعین پہلے سے موجود تھے وہ دونوں حضرات یعنی حضرت عباس اور حضرت علی آپس میں جھگڑ رہے تھے یعنی ایک دوسرے کو بدنظمی کا الزام دے رہے تھے حضرت عمرؓ نے حضرت سعد وغیرہ چاروں حضرات کو مخاطب بنا کر یہ دریافت فرمایا کیا تم لوگ یہ نہیں جانتے کہ حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ نبی کا ہر مال صدقہ ہوتا ہے مگر وہ مال جو وہ اپنے اہل و عیال کو کھلا دے یا پہنا دے اس لئے کہ ہم لوگوں کا (یعنی انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ان چاروں حضرات نے اقرار کیا کہ بیشک حضورؐ نے ایسا فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پس حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اس میں سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے رہے اور جو بچ جاتا تھا اُسکو صدقہ کر دیتے تھے۔ حضور کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ بنے اور اپنی دو سالہ زندگی میں وہی عملدرآمد کرتے رہے جو حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ اس کے بعد امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ مالک بن اوس کی حدیث کے قریب قریب آگے سارا قصہ ہے۔ (۴) حضرت عائشہؓ سے بھی یہی روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم انبیاء کی جماعت جو مال چھوڑتی ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔ **ف**۔ یعنی صدقات کے مواقع میں خرچ کیا جاتا ہے۔ (۵) ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے ورثہ دینار اور درہم تقسیم نہ کریں میرے ترکہ سے اہل و عیال کا نفقہ اور میرے عامل کا نفقہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچے وہ صدقہ ہے۔ **ف**۔ عامل سے مراد وہ شخص بھی بتلایا گیا ہے جو حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ وقت ہونیوالا ہو۔ اور وہ بھی کہا گیا ہے جو زمینوں کی پیداوار جمع کرکے لانیوالا ہو۔ یعنی ان زمینوں کا منتظم اور نگراں ہو۔ دونوں محتمل ہیں۔ کہ خلیفہ کی تنخواہ بھی بیت المال کے ذمہ ہے اور ہر وقت کے نگراں اور منتظم کو اُس وقف سے حق الخدمة لینے کا حق ہے

---

[۵۱] ما موصولة والعائد محذوف ای ما ترکناه وقوله فهو صدقة خبره والفاء لتضمن المبتدء معنی الشرط ۱۲ ق [۵۲] برفع التحتیة والنفی بمعنی النهی البلغ من النهی الصریح ۱۲ ق [۵۳] التقیید بهما بناء علی الاغلب من المخلفات او لان مرجع الکل فی القسمة الیهما او المعنی ما یساوی قیمتهما فهو اولی مما قاله ابن حجر من ان التقیید بهما للتنبیه علی ان ما فوقهما بذلک اولی قاله القاری وهو وافق المناوی ابن حجر ۱۲ [۵۴] المؤنة الثقل فعولة من مانت القوم احتملت مؤنتهم وفی الصحاح المؤنة تهمز ولا تهمز قال الفراء مفعلة من الاین وهو التعب والشدة وقیل مفعلة من الاون وهی الخرج والعدل لانها تثقل علی الانسان ۱۲ ق [۵۵] عاملی هو الخلیفة بعده او القائم علی تلک الصدقة والناظر فیها وخادمه فی حوائط وکیله واجیره او کل عامل للمسلمین وکان علی الاسلام یاخذ من صفایاه نفقة اهله ثم ابو بکر ثم عمر رضی اللّٰه عنه واستغنی عنه عثمانؓ بماله فاقطعها مروان وغیره من اقاربه فلم تزل فی ایدیهم

عن مالک[۶] بن اوس بن الحدثان قال دخلت علی عمر فدخل علیه عبد الرحمن بن عوف و طلحة و سعد وجاء علی و العباس یختصمان فقال لهم عمر انشدکم بالذی باذنه تقوم السماء والارض تعلمون ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقة فقالوا اللهم نعم وفی الحدیث قصة طویلة

حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مهدی ثنا سفیان عن عاصم بن بهدلة عن زر بن حبیش

دینار و درہم کی تخصیص مقصود نہیں ہے تمثیل کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ یہ کہہ دیا جائے کہ روپیہ پیسہ تقسیم نہ کریں کہ اور چیزیں بطریق اولی داخل ہوگئیں. یا یہ کہا جائے کہ تقسیم ہمیشہ قیمت لگا کر ہوتی ہے جو روپیہ پیسہ ہی کی طرف لوٹ آئے۔ (۶) مالک بن اوس کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُن کے پاس عبد الرحمٰنؓ بن عوف اور طلحہؓ اور سعد بن ابی وقاص بھی تشریف لائے (اس کے تھوڑی دیر بعد) حضرت عباسؓ اور حضرت علی جھگڑتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب حضرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس ذات پاک کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں. کیا تمھیں حضور کے اس ارشاد کا علم ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم ترکہ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ اُن سب حضرات نے فرمایا کہ بیشک یہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے۔ **ف**۔ یہ وہی قصہ ہے جسکی طرف ملا۳ ابوالبختری کی روایت میں بھی اشارہ گذر چکا ہے۔ قصہ طویل ہے اور حدیث کی تقریباً سب کتب میں مختصر یا مفصل نقل کیا گیا ہے بخاری شریف کی حدیث سے اسکا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے اور توضیح کے طور پر فتح الباری وغیرہ سے دوسری روایات میں جو اضافے ہیں وہ بھی بقدر ضرورت ساتھ ہی ذکر کئے جا رہے ہیں۔ مالک بن اوس کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر تھا، دن کچھ چڑھ گیا تھا کہ حضرت عمرؓ کا قاصد مجھے بلانے آیا میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت عمرؓ ایک بورے پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر کوئی اور کپڑا بھی بچھا ہوا نہ تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمھاری قوم کے کچھ ضرورت مند لوگ آرہے تھے۔ میں نے اُن کو کچھ دینے کو کہدیا ہے تم اسکو لیجا کر ان پر تقسیم کردو میں نے عرض کیا کہ تقسیم کیلئے کسی اور کو تجویز فرما دیتے تو اچھا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ نہیں تم ہی تقسیم کردو۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آپ کے خادم جن کا نام یرفا تھا حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرات عثمانؓ، عبد الرحمٰن بن عوفؓ، زبیرؓ، سعد بن ابی وقاص حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت طلحہ کا بھی شمار ہے۔ حضرت عمرؓ نے حاضری کی اجازت دیدی۔ یہ حضرات تشریف لے آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں یرفا دوبارہ آئے اور عرض کیا کہ حضرت عباس اور حضرت علی حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اجازت فرما دی وہ دونوں تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ اور حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میرے اور اس ظالم کے درمیان میں فیصلہ کر دیجئے۔ حضرت عباس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ظالم کے علاوہ اور بھی کچھ سخت لفظ کہے دونوں حضرات میں آپس میں سخت کلامی ہوگئی۔ حضرت عثمان وغیرہ حضرات جو پہلے سے بیٹھے تھے انھوں نے انکی تائید اور سفارش کی کہ آپ انکا فیصلہ ضرور کر دیجئے اور ایک کو دوسرے سے نجات دیجئے۔ مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے۔ مالک بن اوس کہتے ہیں کہ مجھ انکی

---

۵۱ بمہملتین انفتوحتین فالمثلثہ ۱۲ ۵۲ بفتح الہمزة وضم المعجمة ای اسألکم او اقسم علیکم قال القاری زاد المنادی من انشد وهو رفع الصوت ۱۲ ۵۳ اللهم بصدر النداء ... کما هو المعروف وللاحتیاط والتحرز عن الورع فی الالفاظ المیم فیه بدل حرف النداء والمقصود من النداء فی تقسیمه نحو التفریع و التنبیه ... ۵۴ بکسر الزای وتشدید الراء وحبیش بضم الحاء المهملة تصغیر حبش ۱۲

سفارش اور تائید کے انداز سے یہ خیال ہوا کہ ان دونوں حضرات نے ان سب حضرات کو اپنی تائید ہی کیلئے آگے بھیجا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا ٹھیرو۔ اسکے بعد اُس جماعت کی طرف خطاب کرکے فرمایا تم کو اُس پاک ذات کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جسکے حکم سے آسمان زمین قائم ہیں کیا تم کو معلوم ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے اُس جماعت نے اقرار کیا کہ بیشک حضور نے یہ ارشاد فرمایا۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ ان دونوں حضرات عباسؓ و علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح ان سے بھی قسم دیکر دریافت کیا ان دونوں حضرات نے بھی اسکا اقرار کیا۔ اُسکے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اول سے سنو۔ اللہ جل شانہ نے یہ فئی کا مال (باغ وغیرہ) مخصوص طور پر حضور کو دیا کسی دوسرے کی اس میں شرکت نہ تھی لیکن حضورؐ نے اسکو اپنے لئے مخصوص نہیں فرمایا بلکہ تم لوگوں پر تقسیم کر دیا اور بہت تھوڑا سا حصہ زمین کا اپنے اور اپنے عیال کے گذران کیلئے رکھا اور اس میں بھی گھروں میں تھوڑا سا دینے کے بعد جو بچتا وہ اللہ کے راستہ میں خرچ فرما دیتے تھے میں تم لوگوں کو قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا ایسی ہی تھا یا نہیں۔ اول ان پانچوں کو قسم دیکر ان سے اسکی تصدیق کرائی اُسکے بعد ان دونوں حضرات سے قسم دیکر تصدیق کرائی۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اسکے بعد حضور کا وصال ہو گیا اور حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنے اور اُنھوں نے اس سب پیداوار میں اُسی طرز کو جاری رکھا جو حضور کا معمول تھا اور اللہ پاک کی قسم ابو بکر اپنے اس رویہ میں نیکی پر تھے وہ راست پر تھے حق کا اتباع کرنیوالے تھے لیکن تم لوگوں نے انکو چناں چنیں سمجھا تم (حضرت عباس) اپنے بھتیجے (صلی اللہ علیہ وسلم) کی میراث طلب کرنے آئے اور تم (حضرت علی) اپنی بیوی کے حصہ کا مطالبہ کرنے آئے حضرت ابو بکرؓ نے حضور کا ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا سنایا تم نے انکی بات کو صحیح نہ سمجھا اسکے بعد حضرت ابو بکرؓ نے وفات پائی اور میں خلیفہ بنا اور اپنی خلافت کے ابتدائی دو سال تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے طریقہ کے موافق اُس میں عمل کرتا رہا اور اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے اس طرز میں سچا ہوں نیکی پر عمل کرنیوالا ہوں حق کا اتباع کرنیوالا ہوں۔ اُسکے بعد تم دونوں میرے پاس آئے اور وہی ایک کلمہ ایک بات بھتیجے کی میراث کا مطالبہ اور بیوی کا حصہ میں نے تم سے حضور کا ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا سنا دیا اُسکے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ بطور تولیت کے تمہارے حوالہ کر دوں تو میں نے تم سے عہد و پیمان لیا کہ تم اس میں اسی طرح عملدرآمد کروگے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دو برس تک میں خود عمل کرتا رہا ہوں تم نے اسکو قبول کیا اور اس طرح میں نے اسکو تمہارے حوالہ کیا تمھیں قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا میں نے اسی طرح حوالہ نہیں کیا تھا اُس جماعت نے بھی اسکا اقرار کیا اور ان دونوں حضرات نے بھی اسکا اقرار کیا اُسکے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب تم اسکے خلاف مجھ سے فیصلہ کرانا چاہتے ہو اُس ذات کی قسم جسکے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں اسکے خلاف ہرگز فیصلہ نہ کرونگا اگر تم اسکے انتظام سے عاجز ہو تو مجھے واپس کر دو میں خود انتظام کر لونگا۔ یہ ہے وہ طویل قصہ جسکی طرف امام ترمذی نے اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں طویل قصہ ہے۔ اس میں چند امور قابل لحاظ ہیں۔ ۱؎ حضرت عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ظالم وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا اور دونوں حضرات میں سخت کلامی ہوئی یہ چیز بظاہر مستبعد معلوم ہوتی ہے مگر ایک تو حضرت عباسؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چچا ہیں اس حیثیت سے انکو تنبیہ کا حق ہے دوسرے جب وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ناحق پر سمجھ رہے ہیں جسکی تفصیل آگے آرہی ہے تو انکے فعل کو ظلم سمجھنا ہی چاہئے۔ ۲؎ یہ کہ جب حضرت عباس اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ حدیث معلوم تھی جیسا کہ انھوں نے حضرت

عمرؓ کے سوال پر اقرار کیا تو پھر کیوں تو حضرت ابو بکرؓ سے مطالبہ کیا اور کیوں حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ پہلے سے معلوم نہ تھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کہنے سے معلوم ہوئی تو پھر جب حضرت ابو بکرؓ اس حدیث کی وجہ سے انکار فرما چکے تھے تو پھر حضرت عمرؓ سے دوبارہ کیوں سوال کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تو یقیناً انکو معلوم تھی مگر بظاہر اس حدیث کو وہ مخصوص سمجھتے تھے مثلاً درہم اور دینار ہی کیساتھ مخصوص سمجھتے ہوں جیسا کہ پہلے ایک حدیث میں ان دونوں کا ذکر آچکا ہے لیکن اور سب حضرات کے نزدیک سب چیزوں کو شامل ہے جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں جو کچھ میں چھوڑوں وہ صدقہ ہے کا لفظ آیا ہے۔ اس صورت میں حضرت ابو بکرؓ سے اولاً سوال اپنے اس خیال کے موافق ہو کہ یہ حضرات اسکو خصوصیت پر سمجھتے تھے اور اسکے بعد دوبارہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اسی سوال کا خیال یہ ہو کہ شاید حضرت عمرؓ کی رائے ان دونوں حضرات کے موافق ہو یعنی حضرت عمرؓ بھی اسکو مخصوص خیال فرماتے ہوں لیکن مطالبہ کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی رائے بھی وہی ہے جو اور سب حضرات کی ہے اور حدیث کے الفاظ کا ظاہر بھی یہی ہے کہ یہ ارشاد سب چیزوں کو شامل ہے کسی چیز کی تخصیص نہیں۔ یہاں ایک نہایت اہم اور ضروری چیز یہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ جب حضرات شیخینؓ کے متعلق ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد کی وجہ سے میراث تقسیم کرنے سے معذور و مجبور رہے تھے اور باوجود ان حضرات کے اصرار کے تقسیم نہ فرما سکے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ان اکابر کی شان میں کسی قسم کا سوء ظن کرنا کہ حب مال کی وجہ سے بار بار اصرار کرتے تھے اور حضور کے اس صاف اور صریح ارشاد کے خلاف عمل چاہتے تھے انتہائی بے ادبی ہے انکا اصرار اس وجہ سے تھا کہ یہ حضرات اسکو ایک شرعی حق سمجھتے تھے اسی وجہ سے اپنی تحقیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مخالفت کرنیوالوں پر انکار کرتے تھے جسکو حضرت عمرؓ نے اپنے اس کلام سے ظاہر کیا کہ تم نے حضرت ابو بکرؓ کو ایسا ویسا سمجھا۔

۳ یہ کہ جب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے انکار پر اور حضور کے اس ارشاد پر کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بنتا ان دونوں حضرات نے متفقہ طور پر اپنی ولایت میں لے لیا تھا تو اب آپس میں جھگڑا پیدا ہو جانے کی کیا وجہ ہے جسکی وجہ سے آپس میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور اب تقسیم کی استدعا کس وجہ سے تھی جبکہ پہلے ہی سے تقسیم کا انکار ہوتا چلا آیا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ چیز تو متحقق ہو گئی تھی کہ اس میں میراث جاری نہیں ہوتی اسی وجہ سے حضرات شیخین نے انکار بھی کر دیا تھا اور ان حضرات نے قبول بھی کر لیا تھا اسکے باوجود پھر ان دونوں حضرات کا آپس میں تقسیم کے مطالبہ کی وجہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارشاد فرمائی تھی کہ کیفیت خرچ میں دونوں میں کثرت سے اختلاف ہوتا تھا حضرت عباسؓ نہایت منتظم اور مدبر تھے دور اندیش تھے وہ ہر مال کو نہایت احتیاط سے خرچ فرمانا چاہتے تھے اور ضرورت کے مواقع کیلئے پس انداز اور ذخیرہ فراہم رکھنا چاہتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہایت فیاض سخی زاہد اور متوکل تھے حضور کے طرز کے موافق جو آیا فوراً تقسیم کرا دینا چاہتے تھے کہ ایک درم بھی باقی نہ بچے اس وجہ سے دونوں حضرات میں ہر وقت کشاکشی پیش آتی تھی۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں دارقطنی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات کا آپس کا اختلاف میراث کے بارے میں نہیں تھا۔ بلکہ تولیت اور مصارف کے بارے میں تھا کہ اس پیداوار کو کس طرح صرف کیا جائے۔ امام ابو داؤدؒ نے لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات کی درخواست یہ تھی کہ اس مال کو دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا جائے نہ یہ کہ حضور کے ارشاد کے بعد اب میراث کا مطالبہ تھا۔ ۴ یہ کہ جب یہ حضرات تولیت علیحدہ کرنا چاہتے تھے میراث نہیں چاہتے تھے تو پھر حضرت عمرؓ کو کیا مانع تھا اس میں بظاہر کوئی اشکال نہ تھا کہ ہر ایک کا تولیت نامہ علیحدہ ہوتا وہ اپنی رائے سے اپنی پیداوار کو جلدی یا بدیر تقسیم کرتا اسکی وجہ علماء نے لکھی ہے کہ اس صورت میں بعد میں میراث بن جانے کا احتمال تھا اور اس پر استدلال کی گنجائش ملتی کہ حضرت عمرؓ نے اپنے پہلے فیصلہ سے رجوع کر لیا اسلئے کہ دونوں میں نصف نصف تقسیم ہی میراث کی تقسیم تھی کہ آدھا بیٹی کا حصہ ہے اور

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینارا ولا درھما ولا شاۃ ولا بعیرا قال واشک فی العبد والامۃ

باب ما جاء فی رؤیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام

آدھا عصبہ ہونیکی وجہ سے چچا کا۔ اسلئے اگر یہ فیصلہ حضرت عمرؓ منظور فرمالیتے تو بعد میں آنیوالوں کو اس جائیداد کے میراث ہونے کیلئے حضرت عمر کا یہ فیصلہ ہی دلیل اور حجت بنجاتا۔ ۵ یہ کہ ابتداء ان حضرات اہل بیت کا خیال اگرچہ یہی تھا کہ یہ میراث ہے اور اسی لئے اس کا حضرات شیخین سے مطالبہ ہوا مگر اخیر میں ان حضرات کی رائے بھی شیخین کی رائے کے موافق ہوگئی تھی اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسکو اسی طرح باقی رکھا ورنہ اگر وہ میراث سمجھتے تو اپنی خلافت کے زمانہ میں اسکی تقسیم کردیتے ابتداء میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی مشترک تولیت رہی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عباسؓ نے اس سے علیحدگی اختیار فرمالی۔ تنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قبضہ میں رہی۔ پھر حضرت حسنؓ کے پھر حضرت حسینؓ کے پھر علی بن حسین کے (فتح الباری)۔ یہ چند ضروری ابحاث مختصر طور پر اس قصہ کے متعلق ذکر کردی گئیں ہیں انکے علاوہ اور بھی ابحاث اس میں ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے ترک کردیا گیا۔

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم نہ بکری نہ اونٹ۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے غلام اور باندی کے ذکر میں شک ہوگیا کہ حضرت عائشہؓ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ نہ غلام نہ باندی یا نہیں فرمایا۔ **ف** کسی نقل کرنیوالے کو اس روایت میں تردد ہوگیا اسلئے انھوں نے اس پر متنبہ کردیا۔ دوسری روایات میں اسکی تصریح ہے کہ نہ غلام نہ باندی۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا تذکرہ

ف خواب کی حقیقت کیا ہے اور یہ واقعی چیز ہے یا مجرد خیالات ہیں۔ طویل بحثیں ہیں جو اس جگہ کے مناسب نہیں ہیں۔ مثلاً اطباء کا خیال ہے کہ آدمی کے مزاج میں جس خلط کا غلبہ ہوتا ہے اسکے مناسبات خیال میں آتے ہیں جیسے کسی کا مزاج بلغمی ہو تو پانی اور اسکے متعلقات دریا سمندر پانی میں تیرنا وغیرہ دیکھے گا اور جسکے اندر صفرا کا غلبہ ہو وہ آگ اور اسکے متعلقات دیکھے گا یا ہوا میں اڑنا وغیرہ اسی طرح دوسرے اخلاط دم اور سوداء کا حال ہے فلاسفہ کے نزدیک جو واقعات عالم میں رونما ہوتے ہیں انکی صورت مثالیہ فوٹو کی طرح سے عالم بالا میں منقوش ہے اسلئے نفس کے سامنے ان میں سے کوئی چیز آتی ہے تو اسکا انعکاس ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ اقوال مختلف ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک یہ تصورات ہیں جنکو حق تعالیٰ شانہ بندہ کے دل میں پیدا کرتے ہیں جو کبھی بواسطہ فرشتہ کے پیدا کئے جاتے ہیں اور کبھی شیطان کے ذریعہ سے۔ علماء نے لکھا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے ایک تو اس فرشتہ کے تصرف سے ہوتا ہے جو اس پر متعین ہے یہ حق ہوتا ہے اور دوسرا شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ شیطان اپنے تصرف سے کچھ مثالیں اور تصویریں دکھاتا ہے۔ تیسرے نفسانی خطرات بھی اسکا سبب ہوتے ہیں کہ جس قسم کے خیالات جاگتے ہوئے آتے ہیں وہی سوتے ہوئے دل میں گذرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد سے بھی

---

۵۱ ای زاد الراوی عن عائشۃ علی ما ہو الظاہر کما قال بہ میرک وجزم بہ ابن حجر ویحتمل ان یکون فاعلہ زاد آخر ودونہ قال القاری شک الراوی فی ان عائشۃ ہل ذکرتہما ام لا واخرج البخاری عن جویریۃ ولا عبدا ولا امۃ۔ ۵۲ اختلفوا فی ان الرؤیۃ والرؤیا متحدتان او مختلفتان والاظہر الاتحاد ولذا قید بالمصنف بالمنام وقال صاحب الکشاف الرؤیا بمعنی الرؤیۃ الا انہا مختصۃ بما کان منہا فی المنام وقال الواحدی الرؤیا مصدر کالبشری والسقیا الا انہ لما صار اسما لما یتخیل فی المنام جری مجری الاسماء قال المناوی اختلفوا فی الرؤیا وطال خبطہم فللاطباء والحکماء والمتکلمین والمعتزلۃ فیہ کلام کلہ رجم بالغیب فالطبیعیون جعلوہا بغلبۃ الاخلاط وکثیر من الحکماء ذکروا ان الصور منقوشۃ فی ظل العرش فعند زوال الحجب الظلمانیۃ تنتقش الصور الغیبیۃ فی غیب النفس ومال الیہ ابن عربی وزعم متقدموا المعتزلۃ انہا تخیلات لا حقیقۃ لہا والقاضی ابوبکر انہا خواطر واعتقادات و قال القاری نقلا عن البیضاوی فی تفسیرہ انہا انطباع الصورۃ المنحدرۃ من افق المتخیلۃ الی الحس المشترک والصادقۃ منہا انما تکون باتصال النفس بالملکوت لما بینہما من التناسب عند فراغہا عن تدبیر البدن ثم المتخیلۃ تحاکیہ بصورۃ تناسبہ ثم ترسلہا الی الحس المشترک فتصیر مشاہدۃ ثم ان کانت شدیدۃ المناسبۃ لذلک المعنی بحیث لا یکون التفاوت الا بالکلیۃ والجزئیۃ استغنت الرؤیا عن التعبیر والا احتاجت الیہ وقال المازری مذہب اہل السنۃ ان حقیقۃ الرؤیا خلق اللہ تعالیٰ فی قلب النائم اعتقادات کخلقہا فی قلب الیقظان

[illegible]

حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مهدی ثنا سفیان عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی حدثنا محمد بن بشار و محمد بن المثنی قالا ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتصور او قال لا یتشبہ بی حدثنا قتیبۃ ثنا خلف بن خلیفۃ عن ابی مالک الاشجعی

اسکی تائید ہوتی ہے ابوداؤد شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ذکر کیا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک رویا صالحہ یعنی مبارک خواب۔ یہ اللہ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔ دوسرا ڈراؤنی خواب جو شیطان کی طرف سے رنج پہنچانا ہوتا ہے۔ تیسرا وہ خواب جو آدمی کے اپنے خیالات اور وساوس ہوتے ہیں۔ علماء تعبیر نے لکھا ہے کہ جو فرشتہ خواب دکھلانے پر متعین ہے اسکا نام صدیقون ہے جو مثالوں سے آدمیوں کو خواب کی شکل میں سمجھاتا ہے۔ یہ عام خواب کے متعلق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اگر خواب میں ہو تو وہ تصرفات شیطانی سے خالی ہوتی ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد متعدد احادیث میں آرہا ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اُس نے حقیقۃً مجھی کو خواب میں دیکھا اسلئے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ میری صورت بنالے۔ اسکے باوجود اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ایسی طرح کرے کہ حضور کی شان کے مناسب نہیں ہے مثلاً جو حلیہ شریف آپ کا شروع کتاب میں گذرا ہے اُس کے خلاف دیکھے یا کوئی اور ایسی بات دیکھے جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری یا پریشانی وغیرہ کو ظاہر کرے یا کسی ایسے کام کا حکم کرتے یا منع کرتے ہوئے دیکھے جو خلاف شرع ہو۔ یا شان نبوی کے مناسب نہ ہو تو وہ دیکھنے والے کی غلطی کوتاہی اور قصور کی بناپر ہوتا ہے اسکو شراح و مشائخ آئینہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں کہ ایک شے کو اگر سُرخ آئینہ میں دیکھو تو سُرخ نظر آتی ہے اور سبز میں سبز ایسی ہی سیاہ سفید اور لانبی چوڑی غرض مختلف الانواع نظر آتی ہے۔ اسی طرح خواب میں ذات تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نظر آتی ہے لیکن اُس ذات اقدس کے ساتھ جو احوال اور اوصاف نظر آتے ہیں وہ خواب دیکھنے والے کے تخیل اور ادراک کا اثر ہے کہ جس قسم کے احوال دیکھنے والی ہونگے ویسی ہی صفات کیساتھ زیارت نصیب ہوگی مثلاً بعض صوفیہ نے لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسکو دنیا کمانے کی ترغیب دے رہے ہیں تو اسمیں دیکھنے والے کی ظلمت کا شمول ہے کہ وہ کسی کروہ فعل کے ارتکاب میں بلا ارادہ مبتلا ہے۔ مصنفؒ نے اس باب میں سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے حقیقۃً مجھی کو دیکھا ہے اسلئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ (۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی آپ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اُس نے حقیقۃً مجھی کو دیکھا ہے اسلئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ ف۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے جیسے کہ عالم حیات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے اثر سے محفوظ فرمادیا تھا ایسے ہی حضور کے وصال کے بعد بھی شیطان کو یہ قدرت مرحمت نہیں فرمائی کہ وہ آپ کی صورت بنا سکے۔ یہ امر طے شدہ ہے اسکے بعد یہ بحث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک بعینہ نظر آتی ہے یعنی یہ کہ دیکھنے والے میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذات اقدس ہی کی زیارت

لہ قال المناوی ای فی حال المنام وقول العصام فی وقت النوم فیہ نظر اھ وفی البذل عن نیح الودود قیل ہذا مختص بصورتہ المعہودۃ فیعرض علی الشمائل الشریفۃ المعلومۃ فان طابقت الصورۃ المرئیۃ تلک الشمائل فہی رؤیا حق والا فاللہ اعلم بذلک قیل من رای ای صورۃ کانت وقد رجحہ کثیر بان الاختلاف انما یکون من احوال الرائی کذا فی ہامش الکوکب ۱۲ ع فقد رآنی اشکل فی الحدیث بان الشرط والجزاء متحدان واجیب بان اتحادہما دال علی التناہی فی المبالغۃ ای فقد رای حقیقتی علی کمالہا لا شبہۃ ولا ارتیاب ۱۲ سہ قال بعض شراح المصابیح ومثلہ فی ذلک جمیع الانبیاء والملئکۃ انتہی وما ذکرہ احتمال جزم بہ البغوی فی شرح التنبیہ وقال کذلک حکم القمرین والنجوم والسحاب الذی ینزل فیہ الغیث لا یتمثل الشیطان بشیء منہا ۱۲

عن[۵۰] ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من رأنى فى المنام فقد رأنى قال ابو عيسى وابو مالك هذا هو سعد بن طارق بن اشيم وطارق بن اشيم[۵۱] هو من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وقد روى عن النبى صلى الله عليه وسلم احاديث وسمعت[۵۲] على بن حجر يقول قال خلف بن خليفة رأيت عمرو[۵۳] بن حريث صاحب النبى صلى الله عليه وسلم وانا غلام صغير حدثنا قتيبة هو ابن سعيد ثنا عبد الواحد بن زياد عن عاصم بن كليب حدثنى ابى انه سمع ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من رأنى فى المنام فقد رأنى فان[۵۴] الشيطان لا يتمثلنى قال ابى فحدثت به ابن عباس فقلت قد رأيته فذكرت الحسن بن على فقلت شبهته به فقال ابن عباس انه كان يشبهه حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابن ابى عدى ومحمد بن جعفر قالا حدثنا عوف بن ابى جميلة عن يزيد[۵۵] الفارسى

اپنی جگہ پر کرے یا صورت مثالی کی زیارت ہوتی ہے جیسے کوئی شخص آڑ میں بیٹھکر اپنے سامنے ذرا فصل سے ایک بڑا آئینہ رکھ لے اور دوسرا شخص جو اس آڑ کے پیچھے ہے جو اُس آئینہ کو دیکھے تو اس آئینہ میں اس بیٹھنے والے شخص کی مثال ہوگی بعینہ اسکی ذات آئینہ میں نہیں آرہی ہے۔ صوفیہ کا قول ہے کہ دونوں طرح زیارت ہوتی ہے بعض لوگوں کو بعینہ ذات اقدس کی زیارت ہوتی ہے اور بعض کو آئینہ کی طرح مثال کی یہی وجہ ہے کہ بعض مرتبہ دوسرے لوگوں کی صورت میں حضور کی زیارت ہوتی ہے کہ گویا وہ آئینہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا۔

(۴) طارق بن اشیم سے بھی یہ ارشاد نبوی منقول ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے حقیقۃً مجھی کو دیکھا اسلئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ **ف**۔ ان روایات پر یہ اشکال کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی وقت میں مختلف شہروں میں مختلف ملکوں میں مختلف لوگ زیارت کرتے ہیں حضور بیک وقت کہاں کہاں تشریف لے جاسکتے ہیں کچھ وقعت نہیں رکھتا اسلئے کہ مختلف لوگوں کی زیارت کیلئے یہ ضروری نہیں کہ حضور سب جگہ تشریف لیجائیں بلکہ ایک ہی جگہ سے سب کو زیارت ہوسکتی ہے کہ آفتاب اپنی جگہ قائم ہے اور مختلف لوگ دور دور کے شہروں سے اُسکو دیکھتے ہیں اور پھر جس قسم کی عینک سبز سُرخ سیاہ لگا کر دیکھیں گے آفتاب ویسا ہی نظر آئیگا حالانکہ آفتاب ایک ہی صورت پر ہے۔ (۴) کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُنایا کہ جو مجھے خواب میں دیکھے وہ حقیقۃً مجھی کو خواب میں دیکھتا ہے اسلئے کہ شیطان میرا شبیہ نہیں بن سکتا۔ کلیب کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے خواب میں زیارت اقدس میسر ہوئی اُسوقت مجھے امام حسن رضی اللہ عنہ کا خیال آیا۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اُس خواب کی صورت کو حضرت حسنؓ کی صورت کے بہت مشابہ پایا۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکی تصدیق فرمائی کہ واقعی حضرت حسنؓ آپ کے بہت مشابہ تھے۔ **ف**۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ سینہ اور اُسکے اوپر کا حصہ بدن کا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا اور بدن کا نیچے کا حصہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھا۔ (۵) یزید فارسی کلام اللہ شریف لکھا کرتے تھے ایک مرتبہ خواب میں

---

۵۱ طارق ای والد ابی مالک صحابی قد روی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر ہذا الحدیث فثبتت صحبتہ ۱۲ ۵۲ بہمزۃ مفتوحۃ ثم معجمۃ ساکنۃ فتحتیۃ مفتوحۃ ۱۲ ق ۵۳ ذکرہ المصنف استطرادًا ولما انہ ان ثبت فیوصل للمصنف علو الاسناد فان بین المصنف وبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ہذا ثلثۃ علی وخلف وعمرو الا انہم اختلفوا فی سماع خلف عن عمرو کما سیاتی ۱۲ ۵۴ اختلف فی سماع خلف عن عمرو قال الحافظ فی تہذیبہ قال عبد اللہ بن احمد بن حنبل سمعت ابی یقول قال رجل لسفیان بن عیینۃ یا ابا محمد عندنا رجل یقال لہ خلف بن خلیفۃ یزعم انہ رأی عمرو بن حریث فقال کذب لعلہ رأی جعفر بن عمرو بن حریث وقال ابو الحسن المیمونی سمعت ابا عبد اللہ سائل ہل رأی خلف عمرو قال لا ولکنہ عندی شبہ علیہ ہذا ابن عیینۃ وشعبۃ والحجاج لم یروا عمرو بن حریث ویراہ خلف ہذا وقد روی عن خلف بن خلیفۃ زعم لی عمر بن عبد العزیز وانا ابن ثمان سنین فعلی ہذا فیکون مولدہ سنۃ ۹۱ او ۹۲ لان ولایۃ عمر کانت سنۃ ۹۹ فیبعد ادراکہ عمرو بن حریث بعدًا جدًا فان عمرو توفی سنۃ ۸۵ قال الحافظ فی التقریب فی ترجمۃ خلف ادعی انہ رأی عمرو بن حریث الصحابی فانکر علیہ ذلک ابن عیینۃ واحمد ۱۲ ۵۵ [illegible] تعالی وان امکن فی التصور بای صورۃ اراد ولم یمکنہ من التصور بصورتہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مناوی

۵۶ قال القاری ای الحسن کان یشبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعکسہ المناوی فقال ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یشبہ الحسن [illegible]

وکان[1] یکتب المصاحف قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام زمن ابن عباس فقلت لابن عباس انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فقال ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول ان الشیطان لا یستطیع ان یتشبہ بی فمن رآنی فی النوم فقد رآنی هل تستطیع ان تنعت هذا الرجل الذی رأیته فی النوم قال نعم انعت لک رجلا[2] بین الرجلین جسمہ ولحمہ اسمر الی البیاض اکحل العینین حسن الضحک جمیل دوائر الوجہ قد ملأت لحیتہ ما بین[3] هذه الی هذه قد ملأت نحرہ قال عوف ولا ادری[4] ما کان مع هذا النعت فقال ابن عباس لو رأیته فی الیقظة ما استطعت ان تنعته فوق هذا قال ابو عیسٰی[5] ویزید الفارسی هو یزید بن هرمز[6] وهو اقدم من یزید الرقاشی وروی یزید الفارسی عن ابن عباس رضی اللہ عنهما احادیث[7] ویزید الرقاشی لم یدرک ابن عباس وهو یزید بن ابان الرقاشی وهو یروی عن انس بن مالک ویزید الفارسی ویزید الرقاشی کلاهما من اهل البصرة وعوف[8] بن ابی جمیلة هو عوف الاعرابی **حدثنا** ابو داؤد سلیمان بن سلم البلخی ثنا النضر بن شمیل قال قال عوف الاعرابی انا اکبر[9] من قتادة **حدثنا** عبد اللہ بن ابی زیاد ثنا یعقوب بن ابراهیم بن سعد حدثنا ابن اخی[10] ابن شهاب الزهری عن عمہ قال قال ابو سلمة

حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت ابن عباسؓ اُس وقت زندہ تھے ان سے خواب عرض کیا انھوں نے اول ارشادِ نبوی سُنایا کہ جو مجھے خواب میں دیکھتا ہے وہ حقیقۃً مجھی کو دیکھتا ہے اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ یہ ارشاد سُنا کر پوچھا کیا خواب کی دیکھی ہوئی صورت کا حلیہ بیان کر سکتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کا بدن اور آپ کا قامت دونوں چیزیں معتدل اور درمیانی (یعنی جسم نہ زیادہ موٹا نہ زیادہ دُبلا ایسے ہی قد نہ زیادہ لانبا نہ زیادہ پستہ بلکہ معتدل) آپ کا رنگ گندمی مائل بسفیدی، آنکھیں سُرمگیں، خندہ دہن، خوبصورت گول چہرہ، ڈاڑھی نہایت گنجان جو پورے چہرہ کا احاطہ کئے ہوئے تھی اور سینہ کے ابتدائی حصہ پر پھیلی ہوئی تھی۔ عوف جو اس روایت کے ایک راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ میرے اُستاد یزید نے جو اس خواب کے دیکھنے والے ہیں ان مذکورہ صفات کے ساتھ اور کیا کیا صفتیں بیان فرمائی تھیں۔ ابن عباس رض

[1] دکان یکتب المصاحف اشارة الی برکة عملہ وشرفہ فلذا رأی ہذہ الرؤیا العظیمة ۱۲ [2] رجلا ای ہو رجل بین الرجلین ای بین کثیر اللحم وقلیلہ او بین البائن والقصیر والمعنی انہ متوسط بینہما والظرف خبر مقدم لقولہ جسمہ ولحمہ او ہو فاعل الظرف قالہ القاری وکذا قال المناوی ان جسمہ مبتدأ مؤخر وبین رجلین خبرہ او ہو فاعل الظرف ۱۲ [3] قال القاری ای من الاذن الی الاذن ۱۲ والحری اشارة الی عرضہا ۱۲ [4] قال القاری فیہ اشعار بانہ ذکر نعوتا اخر وانہ نسیہا وہذا ہو الظاہر المتبادر کما لا یخفی ثم رأیت شارحا صرح بہ حیث قال وعن بعضہم ان ما استفہامیة بان قال الراوی شیئا آخر فنسیہ عوف فقال علی طریق الاستفہام ولا ادری ما کان الخ قلت وہو اوجہ مما قال المناوی ولفظہ ای لا اعلم الذی وجد من صفاتہ فی الخارج مع ہذا النعت بل ہو مطابق اولا اہ ۱۲ [5] قال ابو عیسیٰ الغرض المہم بیان ان من سمی یزید رجلان متقاربان بالعصر فہذا الذی رآہ علیہ السلام فی المنام ہو یزید بن ہرمز رأی ابن عباس وروی عنہ ویزید الآخر الرقاشی لم یدرک ابن عباس ثم کون یزید الرقاشی غیر یزید بن ہرمز لا غبار علیہ واما کون یزید الفارسی ہو ابن ہرمز کما جزم بہ المصنف مختلف فیہ عند اہل الرجال قال الحافظ فی ترجمة ابن ہرمز قال ابن ابی حاتم اختلفوا ہل ہو یزید الفارسی او غیرہ فقال ابن مہدی واحمد ہو ابن ہرمز وانکر یحیی القطان ان یکونا واحدا وسمعت ابی یقول یزید بن ہرمز ہذا لیس بالفارسی اہ ثم ترجم الحافظ لیزید الفارسی مستقلا وقال فیہ قال بعضہم ہو یزید بن ہرمز والصحیح انہ غیرہ ۱۲ [6] بضم الہاء والمیم ممنوع من الصرف ۱۲ [7] ہذا کلام مستانف یعنی عوف الراوی عن یزید ہو عوف الاعرابی نبہ بذلک لشہرتہ بہ قال الحافظ فی تہذیبہ عوف بن ابی جمیلة المعروف بالاعرابی ۱۲ [8] انا اکبر من قتادة لعل غرض المصنف بذکر ہذا القول ان روایة قتادة من ابن عباس معروفة ولما کان عوف اکبر سنا فروایتہ عن الراوی عن ابن عباس غیر مستبعد ۱۲ [9] فان الزہری ہو محمد بن مسلم وابن اخیہ ہذا ہو محمد بن عبد اللہ بن مسلم فالاب الاول مرفوع والابن الثانی مجرور ۱۲ [10] وہو محمد ابن مسلم المعروف بابن شہاب الزہری ۱۲

قال ابو قتادة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رانی یعنی فی النوم فقد رأی الحق

حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن انا معلی بن اسد ثنا عبد العزیز بن المختار ثنا ثابت عن انس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتخیل بی قال ورؤیا المؤمن جزء من ستة واربعین جزءً من النبوة حدثنا محمد بن علی قال سمعت ابی یقول قال عبد الله

نے فرمایا کہ اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم حیات میں دیکھتے تو اس سے زیادہ حلیہ اقدس نہ بتا سکتے گویا بالکل ہی صحیح حلیہ بیان کر دیا **ف**۔ چنانچہ اس کتاب شمائل کے سب سے پہلے باب میں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک نقل کیا گیا ہے وہ ان ہی صفات کے ساتھ ذکر کیا گیا جیسا کہ مفصل گذر چکا (۶) ابو قتادہ سے بھی حضور کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی امر دیکھا۔ **ف**۔ یعنی حقیقۃً مجھی کو دیکھا یہ نہیں کہ شیطان کسی اور چیز کو دکھا دے اور مجھے بتا دے۔ بعض علماء نے اس کا مطلب لکھا ہے کہ یہ سچا خواب ہے خیالات کا مجموعہ نہیں ہے (۷) انس فرماتے ہیں کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اس نے حقیقۃً مجھی کو دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مومن کا وہ خواب جو فرشتہ کے اثر سے ہوتا ہے نبوۃ کے چھیالیس جزو میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔ **ف**۔ علماء نے اس کے مطلب میں مختلف عنوانات اختیار فرمائے ہیں۔ بالخصوص حافظ حدیث ابن حجر نے شرح بخاری میں بہت تفصیل سے اس کے متعلق علماء کے اقوال کو ذکر کیا ہے اور صاحب تبریزنے بھی بہت زیادہ تفصیل اس کی ذکر کی ہے۔ لیکن ملا علی قاری وغیرہ حضرات نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ چونکہ اس کو علم نبوۃ کا ایک جز و فرمایا ہے اور علوم نبوی انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اس لئے اس کو بھی انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص سمجھنا چاہئے۔ مجملاً اتنا معلوم ہونا کافی ہے کہ مبارک اور اچھی خواب ایک بڑی بشارت ہے جو نبوۃ کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے اتنا ہی اس کی شرافت اور عظمت و برکت کے لئے کافی ہے باقی نبوت کے ۴۶ جزو نبی ہی صحیح طور پر معلوم کر سکتے ہیں اس لئے وہی اس جزو کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چھیالیسواں جزو کیسے ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں دیکھنے کا ذکر ختم ہو چکا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو دو اثروں پر ختم کیا ہے جو حقیقت میں دو نصیحتیں ہیں اور مہتم بالشان تنبیہیں ہیں۔ اول یہ کہ کسی چیز پر حکم لگانا عقل سے نہیں ہونا چاہئے بلکہ دین کا مدار حضور کے اتباع پر ہے لہٰذا ہر فیصلہ میں حضور کا اتباع کرنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ ہر کس و ناکس کی بات نہ سُننی چاہئے بلکہ دیندار شخص کی بات ماننا چاہئے بے دین قابل اتباع نہیں ہے۔ درحقیقت ہر دو نصیحتیں اہم ہیں۔

(۱) عبد اللہ بن مبارک بڑے ائمہ حدیث میں ہیں۔ فقہاء اور صوفیہ میں بھی ان کا شمار ہے بڑے شیخ عابد زاہد تھے اور حدیث کے حافظوں میں گنے جاتے ہیں تاریخ کی کتابوں میں بڑے فضائل ان کے لکھے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کبھی قاضی اور فیصل کنندہ بننے کی

لـه تغییر من احد الرواة ولعل الراوی نسی لفظ الشیخ فزاد لفظ یعنی کما ہو المعروف عند المحدثین ۱۲ ـ ای الرؤیة المتحققة الصحیحة ای الثابتة لا اضغاث فیہا ولا احلام ذکرہ الکرمانی وقال المناوی ای رأی الامر الثابت لا الموہوم فہو فی معنی رآنی والحق مفعول بہ وفی نسخة رآنی الحق وعلیہا الحق مفعول مطلق ۱۲ ـ ایراد المصنف ہذا الاثر والذی بعدہ مع عدم ملائمتہما لعنوان الباب بمنزلة الوصیة منہ رحمہ اللہ بالاحتیاط فی الاخذ واعتبار من یوخذ عنہ ولذا التزم اکثر المحدثین بیان تراجمہم فی اول مؤلفاتہم او اواخرہا واتباعا لصنیعہم ذکرت اسماء مشائخی ہہنا اولاً لکن لما ذکرت ذلک بشیء من التفصیل فی مقدمة اوجز المسالک حذفتہا فی النظر الثانی

ابن المبارك اذا ابتليت بالقضاء فعليك بالاثر حدثنا محمد بن علي حدثنا النضر اخبرنا ابن عوف عن ابن سيرين قال هذا الحديث دين فانظروا عمن تاخذون دينكم

نوبت آوے تو منقولات کا اتباع کیجیو **ف** ۔ مقصود یہ کہ خود رائی اور اپنی عقل پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اکابر کے کلام احادیث اور اقوال صحابہؓ کا اتباع کرنا چاہئے ۔ یہ امام ابن مبارک کی نصیحت ہے جو عام ہے ہر فیصلہ کے متعلق یہی بات ہے خواہ وہ فیصلہ قضا کے قبیلہ سے ہو یا کوئی اور فیصلہ ہو جیسا کہ ابھی گذرا امام ترمذی نے ان کا یہ ارشاد نصیحت عامہ کے قبیلہ سے ذکر کیا ہے جیسا کہ عام شراح شمائل کی رائے ہے ۔ بندہ کے نزدیک اس باب سے بھی اس کو ایک خاص مناسبت ہو سکتی ہے وہ یہ کہ خواب کی تعبیر بھی ایک فیصلہ ہے اس لئے اس میں بھی اپنی رائے سے غتربود نہ کرنا چاہئے بلکہ اسلاف کی تعبیروں کو دیکھنا چاہئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ سے بکثرت خوابوں کی تعبیریں نقل کی گئی ہیں ۔ فن تعبیر کے علماء نے لکھا ہے کہ تعبیر دینے والا شخص ضروری ہے کہ سمجھدار متقی پرہیزگار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا واقف ہو ۔ عرب کے لغات اور زبان زد مثالوں کو جانتا ہو وغیرہ وغیرہ بہت سے شرائط اور آداب علم تعبیر کی کتابوں میں لکھی ہیں ۔ (۲) ابن سیرین کہتے ہیں کہ علم حدیث دا رایسے ہی اور دینی علوم سب) دین میں داخل ہیں ۔ لہٰذا علم حاصل کرنے سے قبل یہ دیکھو کہ اس دین کو کس شخص سے حاصل کر رہے ہو ۔ **ف** ۔ ابن سیرین بھی اپنے وقت کے امام اور مشہور بڑے تابعی ہیں بہت سے صحابہ کرام سے علوم حاصل کئے فن تعبیر کے بھی امام ہیں خواب کی تعبیر میں ان کے ارشادات حجۃ ہیں ان کے ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ جس سے دین حاصل کرو اس کی دیانت تقوی مذہب مسلک اچھی طرح تحقیق کر لو ۔ ایسا نہ کرو کہ ہر شخص کے کہنے پر عمل کر لو خواہ وہ کیسا ہی بے دین ہو ۔ اس لئے کہ اس کی بد دینی اثر کئے بغیر نہیں رہے گی ۔ بعض روایات میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے یہ نصیحت عامہ ہے جیسا کہ پہلے نمبر پر گذر چکا ہے اور اس باب کے ساتھ بھی مناسبت ہو سکتی ہے کہ علم تعبیر بھی ایک اہم علم ہے جبکہ خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہوتا ہے تو اس کی تعبیر جتنی بھی مہتم بالشان ہو ظاہر ہے ۔ اس لئے بغور دیکھا کرو کہ کس سے تعبیر لے رہے ہو وہ اس کا اہل ہے یا نہیں اس مناسبت سے گویا امام ترمذی نے اس کو ذکر کیا لیکن ابن سیرین کا کلام اور احادیث کا مضمون خواب کی ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر علم کو شامل ہے اور جتنا مہتم بالشان علم ہو گا وتنے ہی زیادہ واقف سے معلوم کرنے کی ضرورت ہو گی ۔ اس ہمارے زمانہ میں جو قیامت

ف بصيغة المجهول والخطاب عام وعده بلية لشدة خطره ولذا اجتنب عنه ابوحنيفة وسائر الاتقياء ۱۲ ق م ف اسم فعل بمعنى الزم ويزاد الباء في معموله كثيرا لضعفه في العمل ۱۲ ف وهذا الاثر اخرجه صاحب المشكوة برواية مسلم وقال صاحب التنقيح اخرجه مرفوعا الحاكم في تاريخه وابن عدي في الكامل عن انس وابونصر السجزي في الابانة وقال غريب عن ابي هريرة لكن في اسناد المرفوع ضعف والصحيح انه قول ابن سيرين اه وقال المناوي روى الخطيب وغيره عن الحبر لا تاخذوا الحديث الا ممن تجيزون شهادته اه ورقم عليه في الجامع الصغير بالضعف ۱۲ ف قال ميرك وقع في اكثر الروايات بلفظ ان هذا العلم دين الخ كما رواه مسلم وغيره قال القاري وفي رواية الديلمي عن ابن عمر مرفوعا بلفظ العلم دين والصلوة دين فانظروا عمن تاخذون هذا العلم وكيف تصلون هذه الصلوة فانكم تسألون يوم القيمة قال الطيبي التعريف فيه للعهد وهو ما جاء به الرسول صلى الله عليه وسلم من الكتاب والسنة وهما اصول الدين والمراد بالماخوذ منه العدول الثقات المتقنون اه هذا وانا معترف بان مشائخي كلهم ثقات عدول كما ذكرت شيئا من مآثرهم في مقدمة الاوجز فانا افتخر بحمد الله تعالى بمشائخي العظام واقول مفتخرا اولئك اشياخي فجئني بمثلهم اذا جمعتنا يا جرير المجامع وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين . الثاني من اخرى الجمادين ۱۳۴۴ يوم الجمعة هذا اوان الفراغ من ابتداء تاليفي لهذه التعليقات ثم كررت النظر عليها في سنة ستين بعد الالف وثلثمائة واضفت بعض الحواشي ووقع الفراغ منها ليلة الاثنين الرابع والعشرين من ذي الحجة جعله الله تعالى خالصا لوجهه الكريم فانه بر جواد غفور رحيم ۱۲ ✦

کے بہت ہی قریب ہے۔ ایک یہ بھی سخت مضرت کی بات ہوگئی ہے کہ ہر شخص خواہ کتنا ہی جاہل کتنا ہی بد دین ہو تھوڑی سی صفائی تقریر و تحریر سے علامہ اور مولانا بنجاتا ہے اور رنگین کپڑوں سے صوفی اور مقتدا بنجاتا ہے عام لوگ ابتداءً ایک عام غلط فہمی کی وجہ سے اُن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور پھر اپنی ناواقفیت سے اُن کا شکار بنجاتے ہیں وہ غلط فہمی یہ ہے کہ عامۃً قلوب میں یہ سما گیا ہے کہ انظروا الی ما قال ولا تنظروا الی من قال (آدمی کو یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا کہا یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ کس نے کہا) حالانکہ یہ مضمون فی نفسہ اگرچہ صحیح ہے لیکن اُس شخص کے لئے ہے جو سمجھ سکتا ہو۔ کہ کیا کہا جو کہا وہ حق کہا یا باطل اور غلط کہا۔ لیکن جو لوگ اپنی ناواقفیت دینی کی وجہ سے کھرے کھوٹے صحیح اور غلط میں تمیز نہ کرسکتے ہوں اُن کو ہر شخص کی بات سُننا مناسب نہیں کہ اسکا نتیجہ مآل کار مضرت و نقصان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی دعویدار اگر ولایت امامت نبوت رسالت حتی کہ خدائی تک کا بھی نعوذ باللہ دعوی کرے تو ایک گروہ فوراً اُس کا تابع بنجاتا ہے۔ والی اللہ المشتکی وھو المستعان۔

الحمد للہ والمنۃ کہ ۸ر جمادی الاخری ۱۳۴۴ھ شب جمعہ میں اس ترجمہ سے فراغت ہوئی۔ فقط۔

زکریا عفی عنہ کاندھلوی

مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

چونکہ اس ناکارہ کو اپنی ناقابلیت کا اعتراف ہے اس لئے اس ترجمہ کو نظر ثانی کے لئے اپنے محترم بزرگ الفاضل العلامہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے حوالہ کیا مولانا نے اپنے مشاغل علیہ اور عدیم الفرصتی کے باوجود اس کی بالاستیعاب نظر ثانی فرماکر اکثر جگہ اصلاح بھی فرمائی۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ عنی خیر الجزاء اور اخیر میں یہ عبارت بھی تحریر فرمائی۔ "الحمد للہ کہ یہ عاجز بھی ۲۷ر رجب ۱۳۴۴ھ بروز پنجشنبہ کو اس کے دیکھنے سے فارغ ہوا"

مکرر آنکہ یہ ترجمہ ابتداء ۱۳۴۴ھ میں لکھا گیا تھا جیسا کہ عبارت مندرجہ بالا سے معلوم ہوا اُس کے بعد متعدد مرتبہ اس کے طبع ہونے کی نوبت آئی اور ہر مرتبہ طباعت کی غلطیوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ اب بھی عرصہ سے کمیاب ہوجانے کی وجہ سے طباعت کا تقاضا ہوا۔ میرے مخلص محسن مولوی نصیر الدین ناظم کتب خانہ نے کثرت اغلاط طباعت کی وجہ سے اسکی نظر ثانی پر اصرار کیا میں ایک سال تک اپنی مشغولی کے عذر سے انکار کرتا رہا مگر وجہ اصرار قوی تھی کہ واقعی طباعت میں بعض غلطیاں فحش واقع ہوگئی تھیں اسلئے نظر ثانی شروع کی۔ مصنف کی نظر ثانی میں بلا قصد بھی کمی زیادتی ہو ہی جایا کرتی ہے اس لئے کہیں کہیں کمی اور اکثر جگہ زیادتی ہوتی رہی ہر چند اختصار کی کوشش کی مگر پھر بھی بہت سی جگہ اضافہ ہو ہی گیا۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آج ۴ر ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ شب دوشنبہ میں اس نظر ثانی سے فراغت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے حبیب کے اخلاق کا کچھ حصہ اس سیہ کار کو بھی ان احادیث کے طفیل نصیب فرمادے تو اُس کے کرم اور لطف سے بعید نہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ونبینا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

تخریج کردہ محمد عمران مظفر نگری